









کشمول معرفت

کتاب:

۵۵۰

صفحات:

شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ بمطابق اگست 2011ء

ایڈیشن:

۲۲۰۰ دو ہزار دو سو

تعداد:

فاسٹ پرنٹرز، بابو جی سینٹر، میز انائن فلور، دوکان نمبر ۱، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی۔

پرنٹر:

021-32034114, 0300-2447660, 0345-9228248

فون، موبائل:

fastprinter85@yahoo.com

ای میل:

باہتمام

ابراہیم برادران سلیمہم الرحمن

ناشر

کتاب خانہ منظرہری

گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲ - کراچی ۷ - فون نمبر: ۳۳۹۹۲۱۵۶

23 01 08  
DATA ENTRY





۲۸۹۴  
۱۷۱۷۱۰

را بہ فیض صحبتِ ابرار یہ دردِ مجتبیٰ | مجتبیٰ تیرا صدقہ ہے شکر ہے تیرے ناز و دل کے  
بہ اُمیدِ نصیحتِ دوستوں کی اشاعت ہے | جو میں یہ شکر کرتا ہوں خزانے تیرے ناز و دل کے

# انتساب

اعقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی الدین حضرت اقدس شاہ ابرار اکی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دور

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

اعقر محمد خست عرفنا اللہ تعالیٰ عنہ



## فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۲۳	عرض مؤلف	۱
۲۴	اہل اللہ سے محبت کے انعامات اور ان کی صحبت کے فیوض و برکات	۲
۲۴	تحقیق لفظ دُرُوش و لفظ خانقاہ	۳
۲۵	دُرُوشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے	۴
۲۶	حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد	۵
۲۹	محبت کی عظیم الشان کرامت	۶
۳۰	ایک اشکال اور اس کا جواب	۷
۳۱	محبت و اطاعت پر معیت موعودہ کی تفصیلی تحقیق	۸
۳۲	فائدہ علمیہ تفسیریہ	۹
۳۶	ایک تفسیری غلط فہمی کا ازالہ	۱۰
۳۷	جواز تو سل بالصالحین کے متعلق ایک عجیب استدلال	۱۱
۳۹	ایک تفسیری اصولی غلطی کی اصلاح	۱۲
۴۲	مسئلہ الحاق ناقصین مع اکاملین کی تحقیق	۱۳
۴۳	اہل اللہ کی محبت اور صحبت میں جنت کا لطف ہے	۱۴
۴۶	دوستوں کی ملاقات کے لیے جنت الگ ہوگی	۱۵
۴۶	جنت کو ایک خاص بہار	۱۶
۴۷	چند مسائل سلایک	۱۷
۴۸	سائلین کے لیے ایک تشبیہ	۱۸

۱۹-۱۱-۲۰۱۵

صفحہ نمبر ۱۱

۲۰۱۵



۵۰	ایک عجیب عبرت آموز حکایت	۱۹
۵۱	ضرورتِ مرشد پر فائدہ علمیہ	۲۰
۵۲	سنگین مقدمہ اور سخت پریشانی کا ایک مجرب وظیفہ	۲۱
۵۲	اہل جنت کی عمر اور شباب کی کیفیت	۲۲
۵۳	جنت میں مسلمان عورتوں کا حسن	۲۳
۵۳	حوروں کی صفات	۲۴
۵۶	سورہ یسین کے نام اور اس کی تلاوت کے فوائد	۲۵
۵۸	طریقہ دعا بعد از تلاوت سورہ یسین	۲۶
۵۷	سورہ ملک کے نام اور اس کی تلاوت کے فوائد	۲۷
۵۹	اہل اللہ کی صحبت مردودیت سے حفاظت کا ذریعہ ہے	۲۸
۶۱	تاثیر صحبت اہل اللہ محتاج دلیل نہیں	۲۹
۶۲	عاشقانِ حق کی صحبت حصولِ حلاوتِ ایمان کا ذریعہ ہے	۳۰
۶۷	فنائے رائے کی ضرورت و حقیقت	۳۱
۶۸	فوائد علمیہ متفرقہ	۳۲
۶۸	نیکیوں سے چھوٹے گناہوں کا مٹ جانا	۳۳
۶۸	حق تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کا اعلان	۳۴
۶۹	تلوین و تمکین	۳۵
۷۱	دو شخصوں کا ایک ساتھ سلام کرنے کا حکم	۳۶
۷۱	بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کرنے کا طریقہ	۳۷
۷۱	سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ	۳۸
۷۲	وجوبِ سجدہ سہو کی ایک صورت	۳۹



۷۲	عالم بے عمل بالاجماع جاہل ہے	۴۰
۷۲	بیت الخلاء سے نکلنے پر ”غُفْرَانُكَ“ کہنے کی حکمتیں	۴۱
۷۳	حدیث پاک ”مَدْفُوعٌ بِالْأَبْوَابِ“ کی شرح	۴۲
۷۴	مسکین کے معنی	۴۳
۷۴	اسبالِ ازار کے حرام ہونے کی وجوہات	۴۴
۷۵	بدون شملہ بھی عمامہ باندھنا مسنون ہے	۴۵
۷۵	حسنِ اخلاق	۴۶
۷۵	حسین امر دُودِ یَکھنَا حرام ہے	۴۷
۷۵	خطبہ جمعہ کے وقت امام سلام نہ کرے	۴۸
۷۶	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد	۴۹
۷۶	جمہوریت اور سوادِ اعظم کیا ہے؟	۵۰
۷۶	ایک نصرانی کا اسلام لانا	۵۱
۷۶	چند اسمائے الہیہ کے مفاتیح از معانی	۵۲
۷۸	حضرت خضر علیہ السلام کی دعا	۵۳
۷۹	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ورد سے حصولِ مغفرت	۵۴
۸۰	شکور کی تعریف اور حکایت عجیب	۵۵
۸۱	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ثواب	۵۶
۸۲	تسبیح کا ثبوت	۵۷
۸۳	ذکر میں دل لگانے کا طریقہ	۵۸
۸۳	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد	۵۹
۸۴	ولی کس کو کہتے ہیں؟	۶۰



۸۵	ایک علمی فائدہ	۶۱
۸۶	بعض اقوال کی تحقیق	۶۲
۸۷	چند فوائد علمیہ	۶۳
۸۷	گنہگار اولاد یا بیوی سے ترک تعلق واجب نہیں	۶۴
۸۸	کفارہ غیبت	۶۵
۸۹	عقیف کون رہتا ہے؟	۶۶
۸۹	عاقبت کاملہ	۶۷
۸۹	نیند سے جلد بیدار ہونے کا وظیفہ	۶۸
۹۰	کیفیات روحانیہ اور مادیہ کا فرق	۶۹
۹۰	علماء کا لباس	۷۰
۹۰	آیت ”فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ“ کے معنی	۷۱
۹۱	گمراہ کن زندگی کا علاج	۷۲
۹۲	اہل حق اور اہل باطل کا فرق عقل کی کسوٹی پر	۷۳
۹۳	ڈارون کی تھیوری کا انجام	۷۴
۹۵	ایک مجرب وظیفہ برائے عاقبت اہل و عیال	۷۵
۹۵	ٹی وی کے نقصانات	۷۶
۹۶	حبیب نجات کی عاشقانہ جرأت	۷۷
۹۸	علماء کا ادب علوم وحی کا ادب ہے	۷۸
۹۸	نشوع کی تعریف	۷۹
۱۰۰	حضرت آدم علیہ السلام کے راق فرزند	۸۰
۱۰۱	بنت النردوس کیا ہے؟	۸۱



۱۰۱	اولیاء اللہ کے خوف کی وجہ	۸۲
۱۰۲	إِيَّاكَ نَعْبُدُ میں صیغہ جمع متکلم کی حکمت	۸۳
۱۰۳	پیرا فضل ہے یا باپ؟	۸۴
۱۰۳	مصافحہ کا حکم	۸۵
۱۰۳	تصور شیخ کا جواز	۸۶
۱۰۴	نماز جنازہ کی امامت	۸۷
۱۰۴	جگہ بدل بدل کر نماز پڑھنے کی وجہ	۸۸
۱۰۵	چند روایات کی تحقیق	۸۹
۱۰۵	دنیا کے متاعِ غرور ہونے کا مطلب	۹۰
۱۰۶	تخلیق انسانی کا مقصد	۹۱
۱۰۶	ایذاء خلقِ کونین ہے جس سے دولتِ کونین عطا ہوتی ہے	۹۲
۱۰۷	کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا؟	۹۳
۱۰۸	”حَقِّ عَلَى الصَّلَاةِ“ کا عاشقانہ ترجمہ	۹۴
۱۰۸	ایک اہم حجاب سلوک	۹۵
۱۰۹	شیخ کی محبت پر عظمت غالب رہے	۹۶
۱۰۹	مذنبائے محمود سے قابلِ زجر قابلِ اجر ہو جاتا ہے	۹۷
۱۰۹	حق تعالیٰ کی ایک خاص صفت اپنے خاص بندوں پر	۹۸
۱۱۰	ذکر اللہ کے تالوں کی کنجی ہے	۹۹
۱۱۰	ربوبیت کی صفت کا استغفار سے خاص تعلق ہے	۱۰۰
۱۱۱	احقر کا ایک شعر جو خواب میں موزوں ہوا	۱۰۱
۱۱۱	روح اور جسم کے مراکز	۱۰۲



۱۱۲	تفسیر ”لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا“	۱۰۳
۱۱۳	سنن مؤکدہ کہاں پڑھنا افضل ہے؟	۱۰۴
۱۱۴	صدیق کی تعریف	۱۰۵
۱۱۵	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ	۱۰۶
۱۱۶	ان گیارہ ستاروں کے نام جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں سجدہ کیا	۱۰۷
۱۱۷	آیت ”وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي“ کی تفسیر	۱۰۸
۱۱۷	أجرت تعلیم القرآن بہترین اجرت ہے	۱۰۹
۱۱۸	علمائے بے عمل کا وعظ کہنا جائز ہے	۱۱۰
۱۱۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک	۱۱۱
۱۲۱	حرمت اسباب ازار	۱۱۲
۱۲۱	ولایت عامہ اور ولایت خاصہ	۱۱۳
۱۲۲	افضل عبارت	۱۱۴
۱۲۱	جنت کی طرف سب سے پہلے پکارے جانے والے لوگ	۱۱۵
۱۲۳	جذب و سلوک کیا ہے؟	۱۱۶
۱۲۳	أولوالامر کی اطاعت کا حکم	۱۱۷
۱۲۴	ازدواج بننے کا ایک عظیم الشان نسخہ	۱۱۸
۱۲۶	مشائخ کا بعض مریدین کو خلافت دینے کا ثبوت	۱۱۹
۱۲۶	بعض مریدین کو عدم مناسبت کے سبب انقاہ سے نکال دینا	۱۲۰
۱۲۷	صالحین کی اولاد کا اکرام کرنا	۱۲۱
۱۲۷	نسبت باطنی	۱۲۲



۱۲۸	انقطاع خلق اور تعلق مع اللہ سے کیا مراد ہے؟	۱۲۳
۱۲۸	ہجران جمیل اور عبر جمیل	۱۲۴
۱۲۸	شیخ کو عارف ہونا چاہیے	۱۲۵
۱۲۹	رحمت حق کے سامنے شیطان کا ضعف	۱۲۶
۱۳۰	حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق آیت کی تفسیری تحقیق	۱۲۷
۱۳۲	ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے	۱۲۸
۱۳۳	متعدد شوہر والی عورت، جنت میں کس کو ملے گی؟	۱۲۹
۱۳۳	کافر کی مسلمان بیوی کس کو ملے گی؟	۱۳۰
۱۳۴	فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کس کو ملیں گی؟	۱۳۱
۱۳۴	تخت سلیمانی کی رفتار	۱۳۲
۱۳۵	کامل مسلمان کون ہے؟	۱۳۳
۱۳۹	مہاجرین کے لیے تازیانہ عبرت	۱۳۴
۱۴۰	اچھی نیت پر مفت ثواب حاصل کیجیے	۱۳۵
۱۴۱	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات	۱۳۶
۱۴۲	مخالفین اہل اللہ کا فساد استعداد	۱۳۷
۱۴۳	چند مسائل سلوک	۱۳۸
۱۴۳	اہل اللہ کا مشاہدہ تجلیات	۱۳۹
۱۴۳	سرشد کا بعض مریدین سے زیادہ محبت کرنا	۱۴۰
۱۴۴	سریہ صرف اپنے شیخ کو حالات کی اطلاع دے کر	۱۴۱
۱۴۴	مستی عالم کا اپنے اوصاف اتباع طالبین کے لیے بیان کرنا	۱۴۲
۱۴۵	کالیبن کو شریعت نبویہ حق تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی	۱۴۳



۱۴۶	تدابیر شرعیہ کا اہتمام منافی کمال نہیں	۱۴۴
۱۴۶	حضرت حواء علیہا السلام کی تاریخ	۱۴۵
۱۴۸	دوستی کا اصل معیار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے	۱۴۶
۱۴۹	مشائخ کے لیے مریدین پر عفو و کرم کی تعلیم	۱۴۷
۱۵۰	اصلاحِ نفس کا مدار	۱۴۸
۱۵۱	اصلاحِ قلب کی اہمیت	۱۴۹
۱۵۳	قلب کا مفہوم	۱۵۰
۱۵۵	قلب سلیم کی تفسیر	۱۵۱
۱۵۸	حقوقِ مصلح اور آدابِ اصلاح	۱۵۲
۱۸۵	آدابِ سلوک کے متعلق چند اشعار مع تشریح	۱۵۳
۲۰۶	ادعیہ خزائن قرآن و حدیث	۱۵۴
۲۱۲	۲۳ رسالہ دورِ نبوت کی جامع دعا	۱۵۵
۲۱۳	”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ جنت کا خزانہ ہے	۱۵۶
۲۱۴	”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کے چار فوائد	۱۵۷
۲۱۸	الفاظِ نبوت کی تشریح الفاظِ نبوت سے	۱۵۸
۲۲۰	دوامِ عافیت و بقاءِ نعمت کی دعا	۱۵۹
۲۲۱	قرض اور رنج و غم سے نجات دلانے والی دعا	۱۶۰
۲۲۲	ہم و حزن اور عجز و کسل کے معنی	۱۶۱
۲۲۲	شرکِ خفی سے نجات دلانے والی دعا	۱۶۲
۲۲۴	تمام بلاؤں سے محفوظ رکھنے والی دعا	۱۶۳
۲۲۵	ہر پریشانی کو دور کرنے کی دعا	۱۶۴



۲۲۵	سوءِ قضاء سے حفاظت کی دعا	۱۶۵
۲۲۷	مزاح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶۶
۲۲۹	پرندوں کو دل بہلانے کے لیے پالنا	۱۶۷
۲۳۰	شرائطِ مزاح	۱۶۸
۲۳۱	سیرتِ نبوی ﷺ کے چند روشن منارے	۱۶۹
۲۳۲	کمالِ ایجازِ کلام اور علاجِ غضب	۱۷۰
۲۳۲	کمالِ عقلِ نبوت کی ایک تابندہ مثال	۱۷۱
۲۳۳	رسالت اور بادشاہت میں فرق	۱۷۲
۲۳۴	فتح مکہ اور کمالِ عبدیت	۱۷۳
۲۳۵	تیس سالہ دورِ نبوت کی جامع دعا	۱۷۴
۲۳۶	زبانِ رسالت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	۱۷۵
۲۳۶	سنتِ نبوی کی قیمت	۱۷۶
۲۳۸	خصوصیاتِ اُمتِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم	۱۷۷
۲۴۲	حضور ﷺ اور آپ کی اُمت کی مزید پانچ خصوصیات	۱۷۸
۲۴۳	علمِ نحو سے صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت پر عجیب استدلال	۱۷۹
۲۴۴	تاثیرِ صحبت کی دوسری عجیب و غریب مثال	۱۸۰
۲۴۴	انہم ذاتِ حق اور ہماری آہ کا تعلق	۱۸۱
۲۴۵	نشانِ محبوبیت باری تعالیٰ کی عجیب دلیل	۱۸۲
۲۴۶	تقویٰ پر فجور کی تقدیم کا سبب	۱۸۳
۲۴۷	نمازِ عیدین کے راستوں کو بدلنے کے اسرار	۱۸۴
۲۴۸	خوفِ استہراج سے استدارج نہیں ہوتا	۱۸۵



۲۴۹	”مَنْ رَأَى فَقْدَرَانِي“ سے کوئی صحابی نہیں بن سکتا	۱۸۶
۲۴۹	علمی استعداد کے لیے مجرب تدبیر	۱۸۷
۲۴۹	غم مجاہدہ قرب حق تعالیٰ کا ذریعہ ہے	۱۸۸
۲۵۰	مفت دینی خدمت کرنا اہل حق ہونے کی دلیل نہیں	۱۸۹
۲۵۰	علماء پر دین کی جاگیر داری کا باطل الزام	۱۹۰
۲۵۰	استقامت اور حسن خاتمہ کے لیے نو مدلل نسخے	۱۹۱
۲۵۹	اللہ والی محبت کی پانچ شرطیں	۱۹۲
۲۵۹	حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات	۱۹۳
۲۶۳	اصلاحِ نفس اور حصولِ نسبت مع اللہ کی تدابیر	۱۹۴
۲۶۷	آیت ”وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ“ کی تفسیر	۱۹۵
۲۶۸	آیت ”مَعِيشَةً ضَنْكًا“ کی تفسیر	۱۹۶
۲۶۹	آیت ”وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّمِّي“ کی تفسیر	۱۹۷
۲۷۰	حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان کرامت	۱۹۸
۲۷۵	فضیلتِ علم اور علماء	۱۹۹
۲۷۷	علماء کی فضیلت میں چند احادیث مبارکہ	۲۰۰
۲۸۲	علماء سے کیا مراد ہے؟	۲۰۱
۲۸۵	فضیلتِ علم	۲۰۲
۲۸۵	قرآنِ پاک میں علماء کے پانچ اوصاف	۲۰۳
۲۸۸	گلشنِ دنیا کی زینت پانچ چیزوں سے ہے	۲۰۴
۲۸۸	حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت	۲۰۵
۲۸۸	علم نافع کے لیے پانچ شرائط	۲۰۶



۲۸۹	پانچ چیزوں کی طلب	۲۰۷
۲۸۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۲۰۸
۲۹۰	مجالس علماء کی فضیلت	۲۰۹
۲۹۰	مختلف لوگوں کی صحبتوں کے اثرات	۲۱۰
۲۹۱	سات چیزوں کا علم سات حضرات کو دیا گیا	۲۱۱
۲۹۲	قیام لیل کی فضیلت مع فضیلت علم	۲۱۲
۲۹۲	اہل علم کے لیے خصوصی نصیحت	۲۱۳
۲۹۵	اہل علم کی مقبولیت کی علامت	۲۱۴
۲۹۷	حقیقی علم پر خشیت کے آثار لازم ہیں	۲۱۵
۲۹۷	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خشیت	۲۱۶
۲۹۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خشیت	۲۱۷
۲۹۸	حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خشیت	۲۱۸
۲۹۸	حکایت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۲۱۹
۲۹۸	حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۰
۲۹۹	حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۱
۲۹۹	ارشادات حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۲
۳۰۰	ارشاد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۳
۳۰۰	عالم اور عارف کا فرق	۲۲۴
۳۰۱	خلاصۃ المقالة	۲۲۵
۳۰۱	خشیت اور کفر کا فرق	۲۲۶
۳۰۲	علم اور ذکر کا تعلق	۲۲۷



۳۰۳	انعام ذکر	۲۲۸
۳۰۳	چند اشعار برائے ذاکرین	۲۲۹
۳۰۴	سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نو سینڈ کا عجیب جامع وعظ	۲۳۰
۳۰۷	بیوی کے متعلق تمام پریشانیوں کا علاج	۲۳۱
۳۱۸	عیب جوئی، عجب اور تکبر کا علاج	۲۳۲
۳۲۶	عجب و کبر کا علاج	۲۳۳
۳۲۹	اہل اللہ اور مشائخ کی صحبت کے برکات اور فوائد	۲۳۴
۳۲۹	کامیابی کی صحبت کتنی ہو؟	۲۳۵
۳۳۰	اہل اللہ کی صحبت فرض عین ہے	۲۳۶
۳۳۱	اہل اللہ کی نظر کے برکات	۲۳۷
۳۳۲	حیات ایمانی	۲۳۸
۳۳۲	اہل اللہ کی صحبتیں جنت کے باغ ہیں	۲۳۹
۳۳۳	صحبت اہل اللہ کے منکرین علامہ آلوسی کی نظر میں	۲۴۰
۳۳۳	صراطِ مستقیم اور اہل اللہ کی رفاقت	۲۴۱
۳۳۴	حسن رفاقت مطلوب ہے	۲۴۲
۳۳۵	منعم علیہم صراطِ مستقیم کے بدل انگل ہیں	۲۴۳
۳۳۶	صحبت کے برکات کی حسی مثالیں	۲۴۴
۳۳۷	صحبت کے باوجود نفع نہ ہونے کی وجہ	۲۴۵
۳۳۸	حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۴۶
۳۳۸	حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۴۷
۳۳۸	علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۴۸



۳۳۹	علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۴۹
۳۳۹	حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۵۰
۳۳۹	حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۵۱
۳۴۰	حضرت خواجہ معصوم باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۵۲
۳۴۰	علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۵۳
۳۴۱	حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۵۴
۳۴۱	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۵۵
۳۴۲	حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۵۶
۳۴۲	ارشادِ رومی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۷
۳۴۲	ارشادِ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۸
۳۴۳	تربیت اور صحبتِ اہل اللہ کی تفہیم کے لیے دو عجیب مثالیں	۲۵۹
۳۴۷	ایک سبق آموز واقعہ	۲۶۰
۳۴۷	صحبتِ اہل اللہ سے متعلق حضرت تھانویؒ کے چند ارشادات	۲۶۱
۳۵۰	فیضِ مرشد کا ثبوت	۲۶۲
۳۵۱	ذکر اور فکر کے برکات و ثمرات	۲۶۳
۳۵۲	علمِ عظیم	۲۶۴
۳۵۴	کثرتِ ذکر پر وعدہٴ فلاح	۲۶۵
۳۵۴	ذکر اللہ کے انوارِ شہوتِ نفسانیہ کی آگ کو ٹھنڈا کر دینے ہیں	۲۶۶
۳۸۵	ہزاروں بار گناہ کرنے سے بھی سکون نہیں مل سکتا	۲۶۷
۳۵۷	بدزگاہی آنکھوں کا زنا ہے	۲۶۸
۳۵۷	نفس کا مزاج گناہ کے باب میں مثلِ دوزخ کے ہے	۲۶۹



۳۶۰	ذکر سے کیا مراد ہے؟	۲۷۰
۳۶۲	ایک بزرگ کی حکایت	۲۷۱
۳۶۳	ذکرِ قلبی کا ایک خاص انعام	۲۷۲
۳۶۵	ذکر کو شکر پر مقدم کرنے کی حکمت	۲۷۳
۳۶۷	مجالسِ ذکر کے فوائد	۲۷۴
۳۶۸	سکینہ کی تفسیر	۲۷۵
۳۶۹	ابن اللہ کا ذکر ملائکہ کے ذکر سے افضل ہے	۲۷۶
۳۷۰	مفہوم ذکر اللہ جل شانہ	۲۷۷
۳۷۲	صدورِ معاصی کے بعد ”ذکر و اللہ“ سے کیا مراد ہے؟	۲۷۸
۳۷۳	ذکر کی فرقہ کا ابطال	۲۷۹
۳۷۴	ذکرِ مقبول کی علامت	۲۸۰
۳۷۴	استغفارِ حقیقی سے کیا مراد ہے؟	۲۸۱
۳۷۴	حضورِ استغفاری	۲۸۲
۳۷۷	جو حیا مانع استغفار و توبہ ہو وہ مردود و مذموم ہے	۲۸۳
۳۷۷	اصرار علی الذنب کی صحیح تعریف	۲۸۴
۳۷۹	عاشقانہ ذکر کی تیز رفتاری اور جلد منزل رسی	۲۸۵
۳۸۰	والہمانہ ذکر اور حالتِ ذکر میں وجد کا ثبوت	۲۸۶
۳۸۱	ذکر سے حیاتِ حقیقی عطا ہوتی ہے	۲۸۷
۳۸۳	ذکر اللہ سے رتبہٴ انسانیت کی معراج	۲۸۸
۳۸۵	اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق اور ذکر اللہ کا نفع کامل	۲۸۹
۳۸۷	کظم اور غیظ کی تعریف	۲۹۰



۳۸۸	غیظ و غضب کا علاج	۲۹۱
۳۹۰	حقیقت غضب جب بندوں کی طرف منسوب ہو	۲۹۲
۳۹۰	غضب کی حقیقت جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو	۲۹۳
۳۹۱	بے جا غصہ اور اس کا علاج	۲۹۴
۳۹۵	اہل اللہ اور اہل نفس کے غضب میں فرق	۲۹۵
۳۹۷	نسخہ اکسیر غضب	۲۹۶
۳۹۸	اللہ تعالیٰ کے غضب اور مخلوق کے غضب میں فرق	۲۹۷
۳۹۸	غضب کے متعلق چند احادیث مبارکہ	۲۹۸
۴۰۱	معالجات الغضب	۲۹۹
۴۰۳	اہل اللہ سے محبت کے دس انعام	۳۰۰
۴۰۴	انعام اول..... اللہ تعالیٰ کی محبت کا عطا ہونا	۳۰۱
۴۰۸	انعام ثانی..... حلاوتِ ایمانی	۳۰۲
۴۰۹	حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات	۳۰۳
۴۱۰	انعام ثالث..... حسنِ خاتمہ کا مقدر ہونا	۳۰۴
۴۱۰	انعام رابع..... ستر ہزار فرشتوں کی دعا	۳۰۵
۴۱۱	فضیلت زیارتِ صالحین	۳۰۶
۴۱۴	انعام خامس..... محتابین فی اللہ کا محشر اور جنت میں ساتھ ہونا	۳۰۷
۴۱۴	انعام سادس..... روزِ محشر عرش کا سایہ نصیب ہونا	۳۰۸
۴۱۶	انعام سابع..... مخلوق میں اکرام اور محبوبیت	۳۰۹
۴۱۸	انعام ثامن..... قلیل مدت میں دیندار اور صالح بن جانا	۳۱۰
۴۲۱	انعام تاسع..... جنت میں معیت	۳۱۱



۴۲۳	انعام عاشر..... نور اور موتی کے منابر پر بیٹھنا نصیب ہوگا	۳۱۲
۴۲۶	غبطہ اور حسد میں فرق	۳۱۳
۴۲۷	محبتِ الہیہ کے حصول کے لیے چار اعمال	۳۱۴
۴۲۹	تقدمِ تحابب کا فائدہ عظیم	۳۱۵
۴۳۱	اہل اللہ کی صحبت کا ایک عظیم الشان انعام	۳۱۶
۴۳۲	صالحین کی بستی کے برکات	۳۱۷
۴۳۵	صالحین کی بستی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے	۳۱۸
۴۳۵	ذاکرین کی مجالس جنت کے باغ ہیں	۳۱۹
۴۳۶	اللہ تعالیٰ سے تعلق خاص کی علامات	۳۲۰
۴۳۷	صالحین کی بستی اور سامانِ مغفرت	۳۲۱
۴۴۳	خوف و خشیتِ الہیہ	۳۲۲
۴۴۴	حکمِ بکاء یعنی روئے کا حکم	۳۲۳
۴۴۴	آنسوؤں کی فضیلت	۳۲۴
۴۴۵	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حالات	۳۲۵
۴۴۶	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۳۲۶
۴۴۷	نجات کا راستہ	۳۲۷
۴۴۸	سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا رونے والی آنکھوں کے لیے	۳۲۸
۴۵۳	حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۳۲۹
۴۵۴	گریہ ندامت اور گنہگاروں کے آنسوؤں کی قیمت	۳۳۰
۴۵۵	خشیت اور محبت کے آنسوؤں پر بروزِ محشر سایہ عرش کی بشارت	۳۳۱
۴۵۸	تنہائی کے آنسوؤں کی قدر و منزلت	۳۳۲



۴۵۹	ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۳۳
۴۵۹	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خشیت	۳۳۴
۴۵۹	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد	۳۳۵
۴۶۰	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد	۳۳۶
۴۶۰	حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۷
۴۶۱	ایک صحابی کا واقعہ	۳۳۸
۴۶۲	اللہ کے نزدیک دو محبوب قطرے	۳۳۹
۴۶۳	بے حساب مغفرت کی تدبیر	۳۴۰
۴۶۳	حضرت کعب احبار کا ارشاد	۳۴۱
۴۶۵	بیان نالہ گنہگاراں	۳۴۲
۴۶۸	اسمِ اعظم کی تحقیق	۳۴۳
۴۷۲	ایک عجیب واقعہ	۳۴۴
۴۷۵	صدقہ کی تعریف	۳۴۵
۴۷۶	قبولیتِ دعا کی عظیم الشان تدبیر	۳۴۶
۴۷۹	ہر پریشانی میں نمازِ حاجت کا معمول بنانا چاہیے	۳۴۷
۴۷۹	حلیم و کریم کی تعریف	۳۴۸
۴۸۰	دعا مانگنے کا مسنون طریقہ	۳۴۹
۴۸۰	چلتے پھرتے نعرہٴ مغفرت	۳۵۰
۴۸۱	گنہگاروں کے دعا مانگنے میں حجاب اور اس کا علاج	۳۵۱
۴۸۲	حضرت یعقوب علیہ السلام کی وہ دعا جس کو حضرت جبریل علیہ السلام نے سکھایا تھا	۳۵۲



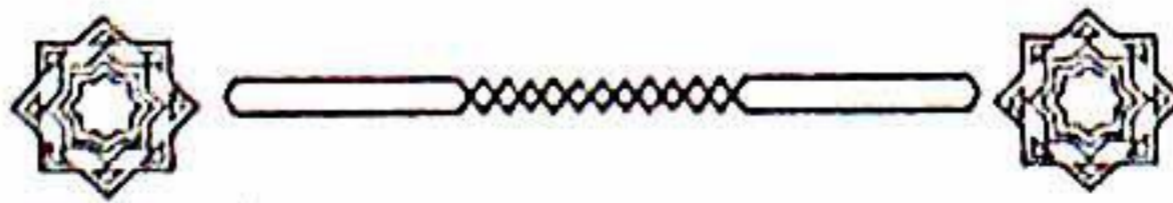
۴۸۴	بزم اشرف کا چراغ	۳۵۳
۴۸۴	مقام تَبَتُّل کی تفسیر	۳۵۴
۴۸۵	حسن اخلاق کی تعریف	۳۵۵
۴۸۶	روحانی طاقت کا استعمال نفس کے ساتھ جہاد میں ہے	۳۵۶
۴۸۶	شانِ رحمتِ حق	۳۵۷
۴۸۷	شیطانِ محبت سے محروم تھا	۳۵۸
۴۸۷	کیا سلوک صرف بزرگوں کی نظر سے تکمیل پاتا ہے؟	۳۵۹
۴۸۸	ہر پریشانی کا علاج	۳۶۰
۴۸۸	علاجِ بلا	۳۶۱
۴۸۸	تدبیرِ مغفرت	۳۶۲
۴۸۹	اتباعِ سنت کا انعام	۳۶۳
۴۹۰	دعائے ننگے کا عجیب مضمون	۳۶۴
۴۹۰	ترتیبِ روحانی اور ذکر	۳۶۵
۴۹۰	نعمتِ الہیہ کی قدر	۳۶۶
۴۹۱	تکلیف سے نجات کا ایک وظیفہ	۳۶۷
۴۹۱	حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۳۶۸
۴۹۲	علماء کی تربیت کے لیے عجیب اور مفید مثال	۳۶۹
۴۹۳	تاثیرِ صحبتِ اہلِ دل	۳۷۰
۴۹۳	دولتِ عشق	۳۷۱
۴۹۴	حاصلِ تصوف	۳۷۲
۴۹۴	دورِ حاضر کی ترقی کا مفہوم	۳۷۳



۴۹۵	کثرتِ مصافحہ سے عجب کا علاج	۳۷۴
۴۹۵	ایک عبرتناک واقعہ	۳۷۵
۴۹۵	تلافیِ مافات	۳۷۶
۴۹۶	تعمیرِ باطن کی اہمیت	۳۷۷
۴۹۶	استغراق اور اختیار	۳۷۸
۴۹۶	بعض مشہور مصرعہ کا تکملہ	۳۷۹
۴۹۷	حقِ عظمت اور حقِ محبت	۳۸۰
۴۹۷	بزرگوں سے تعلق	۳۸۱
۴۹۷	جملہ پریشانیوں کا عجیب حکیمانہ علاج	۳۸۲
۴۹۸	تکرارِ نصائح کا افادہ	۳۸۳
۴۹۹	طرزِ اصلاح کے متعلق ضروری تشبیہ	۳۸۴
۴۹۹	مشائخ بھی اپنی اصلاح سے مستثنیٰ نہیں	۳۸۵
۴۹۹	صحبتِ اہل اللہ اس زمانے میں فرضِ عین ہے	۳۸۶
۵۰۲	خبردار! آنے والا وقت قریب آ رہا ہے	۳۸۷
۵۰۵	دنیا کیا ہے؟	۳۸۸
۵۰۸	درسِ مثنوی حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ	۳۸۹
۵۱۳	علاجِ عشقِ مجازی سے متعلق خصوصی ہدایات	۳۹۰
۵۱۵	علاجِ عشقِ مجازی (منظوم)	۳۹۱
۵۱۷	نفس کی تعریف اور اس کی اقسام	۳۹۲
۵۱۸	اولیائے کرام کے تحفظ کا سبب	۳۹۳
۵۱۸	ارشاد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹۴



۵۱۸	ارشاد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ	۳۹۵
۵۲۱	تفسیر نفس مطمئنہ	۳۹۶
۵۲۳	اطمینان کی لغوی تحقیق	۳۹۷
۵۲۴	نفس مطمئنہ کی ایک عارفانہ تفسیر	۳۹۸
۵۲۶	سکینہ کی تعریف	۳۹۹
۵۲۸	نفس مطمئنہ کو لوٹنے کا حکم ”إِلَىٰ رَبِّكَ“ کے عنوان سے کیوں ہے؟	۴۰۰
۵۳۱	وصیت نامہ برائے اولادِ نسبتی و احبابِ خصوصی	۴۰۱
۵۳۵	مؤمن کی استقامت پر انعاماتِ الہیہ	۴۰۲
۵۳۸	خوف اور حزن کی تعریف	۴۰۳
۵۴۱	تَشْتَهَىٰ اور تَدْعُونَ میں فرق	۴۰۴
۵۴۳	مجاہدہ کا مفہوم اور اس کے ثمرات	۴۰۵
۵۴۴	وَالَّذِينَ جَاهَدُوا کی تفسیر	۴۰۶
۵۴۴	نفس کے ساتھ جہاد، جہادِ اکبر ہے	۴۰۷
۵۴۵	نفس کی تین جامع تعریفیں	۴۰۸
۵۴۶	توفیق کی تین تعریف	۴۰۹
۵۴۶	فِينَا کی تفسیر	۴۱۰
۵۴۷	لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر	۴۱۱





## عرض مؤلف

احقر حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ، عرض کرتا ہے کہ مختلف ایام میں مختلف مضامین ”محبت و معرفت“ کے حق تعالیٰ شانہ کی توفیقات سے جمع ہوتے رہے۔ چونکہ معرفت کے لیے محبت لازم ہے اس لیے صرف لفظ معرفت پر اکتفاء کیا گیا اور اس مجموعہ کا نام ”کشلول معرفت“ رکھا گیا اور لفظ کشلول میں مضامین متفرقہ کی رعایت رکھی گئی۔

آخر میں مولوی محمد اسماعیل سلمہ کے ترتیب دیئے ہوئے دو مضمون منسلک ہیں جن کو احقر نے من و عن دیکھ لیا ہے اور مناسب اصلاح بھی کر دی ہے، یہ مضمون بھی دراصل احقر کے ہی مضمون ہیں جن کو سن کر موصوف نے قلمبند کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کتاب کو شرف حسن قبول فرما کر امت مسلمہ کے لیے نافع فرماویں۔ اور احقر کے لیے اور اس کے والدین کے لیے اور اس کے اساتذہ و مشائخ کے لیے صدقہ جاریہ بنا لیں، آمین۔

اے خداوند اتم و کوزہ مرا  
در پذیر از فضل اللہ اشتر

(رومی)

العارض

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

خانقاہ ایدادیہ اشرفیہ، اشرف المدارس گلشن اقبال ۲ کراچی





## کشکول معرفت

اہل اللہ سے محبت کے انعامات اور ان کی صحبت کے فیوض و برکات  
قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں

**پہلا انعام:** حلاوت ایمانی اور جنت کی بشارت ہے  
حب درویشاں کلید جنت است  
دُشمنی ایشاں سزائے لعنت است

(بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ)

**تَرْجَمًا:** دُرویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے اور ان سے عداوت لعنت کی سزا  
ہے۔

### تحقیق لفظ دُرویش و لفظ خانقاہ

دُرویش کے دال پر پیش ہے اور ویش کے معنی مثل ہے۔ جیسے پری ویش،  
پری کی طرح۔ اسی طرح ویش دراصل ویش تھا۔ دُروش، موتی کی طرح، اللہ  
والے موتی کی طرح ہیں، اس لیے ان کو دُرویش کہا جاتا ہے، اور اگر دال پر زبر  
دُرویش تو یہ لفظ دراصل درویش تھا اور ویز آویز تھا، درو آویز کا مفہوم دروازوں  
پر لٹکنے والے، پس یہ لفظ زبر کے ساتھ گداگروں اور بھک منگوں کے لیے  
استعمال ہوتا ہے، یہ اللہ والوں کے لیے نامناسب ہے، جیسا کہ خواجہ صاحب کا  
شعر ہے۔



شاہ صاحب جو سمجھتا ہے تو بھک منگوں کو  
تو نے دیکھی نہیں وہ صورتِ شاہانہ ابھی  
اللہ والوں کے لیے دُرُوش پیش پیش کے ساتھ کی تائید اس شعر مثنوی سے بھی ہوتی ہے۔

گر تو سنگِ خارا و مرمر بوی

چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

مولانا رومی فرماتے ہیں اے شخص! اگر تو سنگِ خارہ اور سنگِ مرمر ہے یعنی سینے میں  
غفلت زدہ دل رکھتا ہے تو کسی اللہ والے اہلِ دل کے پاس بیٹھا کرتا کہ گوہر (موتی)  
ہو جاوے، اللہ والوں کا دل واقعی موتی بلکہ اس سے بھی قیمتی ہوتا ہے کیونکہ ان کا دل  
اپنے دردِ محبت کے فیض سے دوسروں کے دلوں کو بھی درد بھرا دل بنا دیتا ہے۔

جو دل کہ تیری خاطر فریاد کر رہا ہے

اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

خانقاہ کے معنی کیا ہیں؟ صاحبِ غیاث اللغات لکھتے ہیں کہ ”مکان

بودن دُرُوشاں و مشائخ“ یعنی جس جگہ چند اللہ والے رہتے ہوں، اسی جگہ کو

”خانقاہ“ کہتے ہیں، خواہ صحرا ہو یا چمن ہو۔

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے

صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

دُرُوشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے

حدیثِ پاک سے اس کی دلیل

اللہ والوں کی محبت جنت کی کنجی ہونے پر ایک حدیث سے استدلال

احقر پیش کرتا ہے:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۱۴)



تَرْجَمًا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین باتیں جس کے اندر ہوں گی وہ ان کے سبب ایمان کی حلاوت پائے گا، ان تین میں سے ایک سبب یہ ہے:

((مَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ))

(مشکاۃ المصابیح، ص: ۱۴)

تَرْجَمًا: جو شخص کسی بندہ سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ: ”وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ إِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ أَبَدًا، فَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ“ تحقیق کہ وارد ہے بیشک حلاوت ایمان کی جب کسی دل میں داخل ہوتی ہے تو پھر کبھی نہیں اس سے نکلتی اور اس کے اندر حسنِ خاتمہ کی بشارت کا اشارہ ہے۔ (المرقاۃ، ج: ۱، ص: ۷۴)

پس اہل اللہ سے محبت کا جنت کی کنجی ہونا معلوم ہو گیا، جب حسن خاتمہ ملے گا تو جنت بھی ملے گی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہ کا ارشاد

فرمایا کہ حسنِ خاتمہ کے لیے تین عمل مجرب ہیں:

(۱) ... پہلا طریقہ یہ ہے کہ موجودہ ایمان پر شکر ادا کرتا رہے تاکہ بقاعدہ {لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ} الایۃ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اس نعمت کو زیادہ کریں گے، پس ایمان میں ترقی کا نسخہ بھی یہی ہے، یہ شکر ایمان کے صرف بقاء کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ ترقی کا بھی ذریعہ ہے۔

(۲) ... دوسرا طریقہ حسنِ خاتمہ کا یہ ہے کہ (الف) ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا الحاج سے مانگ لیا کرے:

{رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً}



إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

[سورۃ ال عمران، آیت: ۸]

تَرْجَمًا: اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو حق سے نہ ہٹائیے بعد اس کے کہ آپ نے حق کی طرف راہ دکھایا، اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت خاصہ عطا فرمائیے (یعنی راہِ مستقیم پر جما کر رکھئے) اور آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

(بیان القرآن)

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ عدم از اغت کے مقابلہ میں جس رحمت کو طلب کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد رحمت عام کے ساتھ یہاں رحمت خاص بھی ہے ”الْمُرَادُ بِالرَّحْمَةِ الْإِنْعَامُ الْخَاصُّ وَهُوَ التَّوْفِيقُ لِلثَّبَاتِ عَلَى الْحَقِّ، وَفِي سُؤَالِ ذَلِكَ بِلَفْظِ الْهَبَةِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ ذَلِكَ مِنْهُ تَعَالَى تَفْضُلٌ مَحْضٌ مِنْ غَيْرِ شَائِبَةٍ وَجُوبٍ عَلَيْهِ عَزَّ شَأْنُهُ“ اس رحمت سے مراد رحمت خاصہ ہے اور وہ حق پر رہنے کی توفیق ہے، لفظ ہبہ سے سوال سکھانے میں تعلیم ہے کہ جس طرح ہبہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور صرف عنایات و اہب سے ہوتا ہے اسی طرح استقامت کی نعمت محض عطاءئے حق ہے، فضل محض ہے، ضابطہ سے نہیں ملے گا۔ صرف زاری اور الحاج سے دعا کرنے سے ملے گا۔ (روح المعانی، جلد: ۳، صفحہ: ۹۰)

کہا قال العارف الروحي رحمة الله عليه

زور را بگذار و زاری را بگیر

رحم سوئے زاری آید اے فقیر

تَرْجَمًا: طاقت سے یہ دولت نہیں ملتی رونے سے کام بنتا ہے، اے فقیر! رحمتِ حق سوئے گریہ و زاری متوجہ ہوتی ہے۔

اور ”إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ“ سوال کی تعلیل ہے۔ یعنی ”لِأَنَّكَ أَنْتَ

الْوَهَّابُ“ ہم آپ سے اس رحمتِ خاصہ کو بطور ہبہ اس لیے مانگتے ہیں کہ آپ



بہت بخشش کرنے والے اور بہت عطا کرنے والے ہیں، واہ رے میرے کریم مالک! مانگنے والوں کے لیے اپنی کیسی صفت بیان فرمادی کہ ہر گنہگار یہ دولت مانگ لے، حجاب نہ ہو۔

یہ نعمت ہدایت اور توفیق حق تعالیٰ کی ولایت کی تفسیر ہے۔ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت ”اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا“ يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط“ کی تفسیر میں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ظلمات سے اخراج بذریعہ ہدایت و توفیق یہ ولایت کی تفسیر ہے ”يُخْرِجُهُم بِهَدَايَتِهِ وَتَوْفِيقِهِ، وَهُوَ تَفْسِيرُ الْوِلَايَةِ“ اور ولی کی تفسیر میں فرمایا ”أَمِّي مُعِينُهُمْ وَمُجِيبُهُمْ وَمُتَبَوِّئُ أُمُورِهِمْ، وَأَفْرَدَ النُّورَ لِوَحْدَةِ الْحَقِّ، وَجَمَعَ الظُّلُمَاتِ لِتَعَدُّدِ فُنُونِ الضَّلَالِ“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کا معین ہے اور ان کا محب ہے اور ان کے امور کا متولی ہے، اور نور کو مفرد بیان فرمایا بوجہ اس کے کہ حق ایک ہوتا ہے اور ظلمات کو جمع کے صیغہ سے بیان فرمایا بوجہ اس کے کہ گمراہی کے انواع متعدد ہوتے ہیں۔

(روح المعانی، پارہ: ۳، صفحہ: ۱۴)

(ب) ((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

كثِيرًا مَّا يَدْعُو يَا مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ))

(جواہر البخاری، ص: ۵۷۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے! ہمارے دل کو اپنے دین پر قائم رکھئے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اکثر یہ دعا کیوں مانگا کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ:

((لَيْسَ مِنْ قَلْبٍ إِلَّا وَهُوَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِّنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ إِنْ شَاءَ أَنْ

يُقَيِّمَهُ أَقَامَهُ، وَإِنْ شَاءَ أَنْ يُزَيِّغَهُ أَزَاغَهُ))

(روح المعانی، ج: ۳، ص: ۸۹)



تَرْجَمًا: نہیں کوئی قلب مگر وہ اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اگر چاہے قائم رکھے حق پر، اگر چاہے ٹیڑھا کرنا تو ٹیڑھا کر دے۔

(۳)... تیسرا طریقہ حسنِ خاتمہ نصیب ہونے کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ گاہ گاہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے پاس جاتے رہو اور ان کی صحبت میں رہو۔ یہ ہے ”كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ أُمَّي خَالِطُوهُمْ لِيَتَكُونُوا مِثْلَهُمْ“ (کذابی الروح) جس ولی کے پاس طالب رہتا ہے اس کی صحبت کی برکت سے ویسا ہی ولی بن جاتا ہے۔ حسنِ خاتمہ جس طرح اللہ والوں کی محبت اور صحبت سے نصیب ہوتا ہے، اسی طرح ان کی عداوت سے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔

## محبت کی عظیم الشان کرامت

((الْبِرُّ مَعَ مَنْ أَحَبَّ)) متفق علیہ

(مشکاة المصابیح، ص: ۴۲۶)

تَرْجَمًا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا کہ جو آدمی کسی قوم سے محبت رکھے (یعنی علماء و صلحاء سے محبت رکھتا ہے۔ مرقاة) وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ اور ان کے اعمالِ نافلہ اور ریاضاتِ شاقہ میں ان کا ساتھ نہ دے سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”الْبِرُّ مَعَ مَنْ أَحَبَّ“۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ: ”أَيُّ يُحْشَرُ مَعَ مَحْبُوبِهِ، وَيَكُونُ رَفِيقًا لِمَطْلُوبِهِ، قَالَ تَعَالَى: {وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ}“



محبت کی برکت سے اس محب کا حشر اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور اسی کا رفیق ہوگا، جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ اور رسول کا مطیع ہوگا وہ انہیں منعم علیہم انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔ (المرقاۃ)

## ایک اشکال اور اس کا جواب

محبت کی کرامت سے محبوب کی معیت کی تائید میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو آیت پیش کی ہے اس میں تو اطاعت کی قید ہے، محبت کا لفظ ہی نہیں۔ جواب یہ ہے کہ اطاعت محبت کا ملہ صادقہ کے لیے لازم ہے، پس اس آیت میں ملزوم کی تعبیر لازم سے کی گئی ہے، جو فن بلاغت میں علاقہ مجاز مرسل کہلاتا ہے۔ اور اصطلاح میں اس کو "تَسْبِيَةُ الْمَلْزُومِ بِاسْمِ اللَّازِمِ" کہتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ: "وَمِنْ عَلَامَةِ الْمَحَبَّةِ الصَّادِقَةِ أَنْ يَخْتَارَ أَمْرَ الْمَحْبُوبِ وَنَهْيَهُ عَلَى مُرَادٍ غَيْرِهِ، وَلِذَا قَالَتْ رَابِعَةُ الْعَدْوِيَّةُ -

تَعْصِي الْإِلَهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ  
هَذَا لَعَنِي فِي الْقِيَّاسِ بَدِيْعٌ  
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ  
إِنَّ الْمَحِبَّ لِيَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۹، ص: ۲۵۰)

تَرْجَمَةً: محبت صادقہ کی علامت یہ ہے کہ محبوب کے حکم کو بجالائے اور نہی سے رُک جاوے۔ اور غیر محبوب کو کبھی ترجیح نہ دے جیسا کہ رابعہ عدویہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور محبت بھی ظاہر کرتا ہے، یہ عجیب بات ہے! اگر تیری محبت صادق ہوتی تو اطاعتِ محبوب بھی ضرور کرتا کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔



## محبت و اطاعت پر معیت موعودہ کی تفصیلی تحقیق

تفسیر اور احادیث کی روشنی میں

کیا محبت پر معیت سے یہ مراد ہے کہ جنت میں سب ایک ہی درجہ میں جمع ہوں گے اور فاضل اور مفضول میں فرق نہ رہے گا؟

**ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تحقیق:** جب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنت میں کس طرح بعض کو بعض دیکھیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی ”مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ الْخَيْرَ“ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

((إِنَّ الْأَعْلَىٰ يَنْحَدِرُونَ إِلَىٰ مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُمْ،

فَيَجْتَبِعُونَ فِي رِيَاضِهَا))

اعلیٰ جنت کے لوگ اسفل والوں کے پاس نزول فرمائیں گے اور جنت کے باغوں میں جمع ہوا کریں گے۔ ”الظَّاهِرُ أَنَّ هَذِهِ الْبَعِيَّةَ وَالْمُؤَاجَهَةَ وَالْبُجَامَلَةَ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ حُسْنِ الْمُعَامَلَةِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ“ اور ہر شخص کی معیت اپنے بزرگوں کے ساتھ حسب اختلاف حسن معاملہ مختلف ہوگی۔

(مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۵۱)

### حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تحقیق:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں اس معیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اشخاص ان حضرات کے درجہ میں چلے جاویں گے کیونکہ یہ اس نص قطعی کے خلاف ہے۔ ”هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ“ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے درجہ سافلہ سے ان کے درجہ عالیہ میں پہنچ کر ان کی زیارت سے اور اس درجہ کے برکات سے مشرف



ہوا کریں گے۔ (بیان القرآن، سورۃ النساء، پارہ: ۵، صفحہ: ۱۳۴)

## فائدہ علمیہ تفسیریہ

**ایک استثنائی:** ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ“ النخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مؤمنین کی وہ اولاد جو ایمان لائی ہوگی اور اعمال میں اپنے آباء و اجداد سے کم ہوگی ان کو ان کے درجے میں شامل فرمادیں گے۔ جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے:

((وَإِنْ كَانُوا دُونَهِ فِي الْعَمَلِ ..... وَإِنَّهُمْ لَمَّا يَبْلُغُوا دَرَجَتَكَ وَعَمَلِكَ ..... فَإِنْ كَانَتْ مَنَازِلُ آبَائِهِمْ أَرْفَحَ))

(الدر المنثور)

تو گو مقتضاً ان کے انحطاطِ عمل کا انحطاطِ درجہ تھا لیکن ان آباء مؤمنین کے اکرام و سرور کے لیے ہم ان کی اولاد کو بھی درجہ میں ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور اس شامل کرنے میں ہم ان اہل جنت متبوعین کے عمل میں سے کچھ کم نہیں کریں گے۔ (بیان القرآن، سورۃ الطور، پارہ: ۲۷، صفحہ: ۶۰)

تمام مضامین بالا روح المعانی میں موجود ہیں۔ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی میں ملاحظہ فرمائیے: ”وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (فِي الدَّرَجَةِ) عَنِ الْبَيْهَقِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. إِنَّ اللَّهَ لَيَرْفَعُ ذُرِّيَّةَ الْمُؤْمِنِ مَعَهُ فِي دَرَجَتِهِ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانُوا دُونَهِ فِي الْعَمَلِ لَتَقَرَّبَهُمْ عَيْنُهُ، ثُمَّ قَرَأَ الْآيَةَ وَظَاهِرُ الْأَخْبَارِ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْحَاقِهِمْ بِهِمْ إِسْكَانُهُمْ مَعَهُمْ، لَا مُجَرَّدَ رَفْعِهِمْ إِلَيْهِمْ وَاتِّصَالِهِمْ بِهِمْ أَحْيَانًا، وَلَوْ لِلزِّيَارَةِ، وَلَا يَبْعُدُ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ“ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کی ذریعات کو (بشرط ایمان) ان کے درجات میں جنت میں جمع فرمادیں گے، اگرچہ وہ اعمال میں کم ہوں گے تا کہ وہ



اپنی آنکھیں اپنی ذریعات سے ٹھنڈی کریں اور الحاق سے مراد مستقل سکونت ہے نہ کہ محض ان سے ملاقات اور زیارت کی اجازت۔

(روح المعانی، جلد: ۲۷، صفحہ: ۳۲)

**محبت پر ثمرہ معیت کے متعلق علامہ آلوسی رحمہ اللہ**

کی تحقیق: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ:

”وَلَيْسَ الْبُرَادُ بِالْبَعِيَّةِ اِتِّحَادِ الدَّرَجَةِ، وَلَا مُطْلَقِ الْاِشْتِرَاكِ فِي دُخُولِ

الْجَنَّةِ، بَلْ كَوْنُهُمْ فِيهَا بِحَيْثُ يَتَمَكَّنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مِنْ رُؤْيَا الْاٰخِرِ

وَزِيَارَتِهِ مَتَى اَرَادَ، وَاِنْ بَعُدَتْ اَلْبَسَافَةُ بَيْنَهُمَا، وَذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ اَنَّهُ لَا

مَانِعَ مِنْ اَنْ يَّرْفَعَ الْاُذُنِي اِلَى مَنْزِلَةِ الْاَعْلَى مَتَى شَاءَ تَكْرِمَةً لَّهٗ، ثُمَّ يَعُوْدُ،

وَلَا يَزِي اَنَّهُ اُرْعَدُ مِنْهُ عَيْشًا، وَلَا اَكْبَلُ لَذَّةً لِاَنَّ لَا يَكُوْنُ ذَالِكَ حَسْرَةً فِي

قَلْبِهِ، وَكَذَا لَا مَانِعَ مِنْ اَنْ يَنْحَدِرَ الْاَعْلَى اِلَى مَنْزِلَةِ الْاُذُنِي، ثُمَّ يَعُوْدُ مِنْ

غَيْرِ اَنْ يَزِي ذَالِكَ نَقْصًا فِي مُلْكِهِ، اَوْ حَطًّا مِنْ قَدْرِهِ“ ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے

کہ معیت سے یہ مراد نہیں کہ سب ایک درجہ میں ہوں گے بلکہ اعلیٰ منزل والے

اسفل میں آسکیں گے اور اسفل والے اعلیٰ منزل میں جاسکیں گے اور ایک

دوسرے کو یہ احساس نہ ہو سکے گا کہ ہم سے اعلیٰ والے زیادہ عیش میں ہیں تاکہ

ان کے دل میں حسرت کا صدمہ نہ ہو اور اعلیٰ والے احساس نہ کر سکیں گے کہ ادنیٰ

والے ہم سے کم اور بے قدر ہیں تاکہ اپنے متعلقین کے کم عیش میں ہونے سے

صدمہ نہ ہو۔ (روح المعانی، جلد: ۵، صفحہ: ۷۸)

**شان نزول:** معیت پر جس آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اس کے بارے میں

ایک روایت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوا اور

عرض کیا کہ: ”يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ لَأَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِي“ آپ میری جان

سے زیادہ محبوب ہیں اور اولاد سے بھی زیادہ اور ”اِنِّي لَا كُوْنُ فِي الْبَيْتِ،



فَإِذَا كُفِرَ فَمَا أَصْبَرُ“ اور میں گھر میں جب ہوتا ہوں اور آپ کو یاد کرتا ہوں تو صبر نہیں ہوتا۔ حَتَّىٰ آتِي، فَأَنْظِرَ إِلَيْكَ يَهَاں تک کہ حاضر ہو کر آپ کا دیدار کر لیتا ہوں لیکن آخرت میں آپ اعلیٰ درجہ میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے تو ہم اپنی ادنیٰ جنت میں آپ کو کیسے یا نہیں گے اور کیسے دیکھیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے:

{وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ {الْح

[روح المعانی، ج: ۵، ص: ۷۵]

**امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کی تحقیق:** اس معیت کے متعلق امام فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں کہ: ”لَيْسَ الْمَرَادُ بِكُونَ مِمَّنْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَأَطَاعَ الرَّسُولَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ كَوْنِ الْكُلِّ فِي دَرَجَةٍ وَاحِدَةٍ، لِأَنَّ هَذَا يَقْتَضِي التَّسْوِيَةَ فِي الدَّرَجَةِ بَيْنَ الْفَاضِلِ وَالْمَقْضُولِ، وَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ بَلِ الْمَرَادُ كَوْنُهُمْ فِي الْجَنَّةِ بِحَيْثُ يَتَبَكَّنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مِنْ رُؤْيَةِ الْآخِرِ، وَإِنْ بَعْدَ الْمَكَانِ، لِأَنَّ الْجَبَابِ إِذَا زَالَ شَابَدًا بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَإِذَا أَرَادُوا الزِّيَارَةَ وَالسَّلَامَةَ قَدَرُوا عَلَيْهِ، فَهَذَا هُوَ الْمَرَادُ مِنْ هَذِهِ السَّبْعَةِ“  
 خلاصہ یہ ہے کہ معیت سے مراد ایک درجہ میں جمع ہو جانا نہیں کیونکہ اس سے تفاضل اور مقضول میں مساوات اور برابر کی لازم آتی ہے جو جائز نہیں۔ لیکن معیت سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے ایک دوسرے کی ملاقات اور دیدار ہر وقت ممکن ہو سکے گا۔ (تفسیر کبیر، جلد: ۵، صفحہ: ۱۷۶)

**علامہ ابن کثیر حافظ عماد الدین رحمہ اللہ دمشقی کی تفسیر:** علامہ ابن کثیر دمشقی الہی تفسیر ابن کثیر میں ”ذَلِكَ التَّضَلُّ مِنْ اللَّهِ، وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا“ کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ نعمت معیت محض اللہ تعالیٰ



کا فضل ہوگا۔ ”اُمّی مَرَّ عِنْدِ اللّٰهِ بِرَحْمَتِهِ وَهُوَ الَّذِي اَهْلَاهُمْ لِذٰلِكَ لَا بِاَعْمَالِهِمْ“ یہ نعمت اعمال کے بدلے میں تہ ملے گی اور وہ عظیم ہیں کہ کون اس ہدایت اور توفیق کا مستحق ہے۔ ”اُمّی هُوَ عَلَيْهِمْ يَمَنْ يَسْتَحِقُّ الْهُدَايَةَ وَالتَّوْفِيقَ“ (مختصر تفسیر ابن کثیر، پارہ: ۵، سورۃ النساء، صفحہ: ۵۲۴)

از علامہ محمود نسفی صاحب تفسیر خازن: اس معیت کے بارے میں صاحب تفسیر خازن نے روایت لکھی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ قیامت کب آوے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا کہ کچھ تیاری نہیں کی ”اِلَّا الَّذِيْ اُحِبُّ اللّٰهُ وَرَسُوْلَهُ“ مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ“ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ محبت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ”فَمَا فِرَ حَتّٰى يَنْشُرَ التَّنَدُّ قَرَحًا يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ”اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ“ الیسی خوشی ہم لوگوں کو کبھی نہیں ہوئی جیسا کہ اس ارشاد سے ہوئی۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں۔ ”اَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ“ اُمید ہے کہ میں ان سب حضرات کے ساتھ ہوں گا یہ سب ان کی محبت کے۔ ”بِحُبِّ اِيَّاكُمْ وَ اِنْ لَّمْ اَجْمَلْ بِاَعْمَالِهِمْ“ اگرچہ ہمارے اعمال اس درجہ کے نہیں۔ (تفسیر خازن، جلد: ۱، صفحہ: ۷۶۰)

{وَحَسَنَ اَوْلِيَاكَ رَفِيْقًا}

وَقِيْلَ مَعْنَى التَّحْبِبِ كَاَنَّهُ قَالَا: وَمَا اَحْسَنَ اَوْلِيَاكَ رَفِيْقًا كَمَا هِيَ التَّحْبِيَةُ  
حضرات رفیق ہیں یعنی جنت میں۔ تَبِيْحِي رَفِيْقًا لِاِنَّ تَفَاوُكَ بِهِ وَالصُّحْبِيَةُ.



**حل لغت:** رفیق اگرچہ واحد ہے مگر اسم جمع ہے یعنی لفظاً واحد معنی جمع ہے۔  
جیسے صدیق۔ (مختار الصحاح) رفاقتہ: نرمی، مہربانی، حسن سلوک۔ (منجد)

## ایک تفسیر کی غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ تو سل بالصالحین کو اس آیت سے ثابت کرتے ہیں:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ}

[سورة المائدة، آیت: ۳۵]

لیکن اس آیت کو اس مقصد کے ثبوت میں کوئی دخل نہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ **وَسَلَّ** بمعنی **تَقَرَّبَ** جس کا ذریعہ طاعات کا کرنا اور معاصی کا چھوڑنا ہے۔ آیت میں دو جملے ہیں: (۱) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** (۲) **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے ڈرو اور طاعات کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو۔ (ابتغاء وسیلہ کی صورت طاعات کا اہتمام ہے۔) (تفسیر بیان القرآن، پارہ: ۶، سورۃ المائدہ، صفحہ: ۲۷)

اور تفسیر خازن میں بھی یہی تفسیر ہے: **"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** **أَمْئِ خَافُوا اللَّهَ بِتَرْكِ الْمَنْهِيَّاتِ، وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ يَعْنِي اظْلُبُوا إِلَيْهِ الْقُرْبَ بِطَاعَتِهِ، وَالْعَمَلِ بِمَا يَرْضَى"** یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو (ترک معاصی میں اہتمام کرو) اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو یعنی طاعت اور عمل رضائے حق کے اہتمام سے قرب تلاش کرو۔ (وَسَلَّ إِلَيْهِ أَمْئِ تَقَرَّبَ إِلَيْهِ)

(تفسیر خازن، جلد: ۱، صفحہ: ۳۶۰)

اور تفسیر روح المعانی میں ہے: **"وَاسْتَدَلَّ بَعْضُ النَّاسِ بِهَذِهِ**

**الآيَةِ عَلَى مَشْرُوعِيَّةِ الْإِسْتِغَاثَةِ بِالصَّالِحِينَ... وَكُلُّ ذَلِكَ بَعِيدٌ عَنِ الْحَقِّ بِمَرَّاحِلٍ وَقِيلَ: الْجُمْلَةُ الْأُولَى "اتَّقُوا اللَّهَ" أَمْرٌ بِتَرْكِ الْمَعْاصِي وَالثَّانِيَةُ**



”وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ“ أَمْرٌ بِفِعْلِ الطَّاعَاتِ، وَسَبِيلَةٌ فَعِيلَةٌ بِمَعْنَى مَا يَتَوَسَّلُ بِهِ، وَيَتَقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ فِعْلِ الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْمَعَاصِي“ یعنی اس آیت سے استدلال کرنا توسل بالصالحین کا حق سے بہت دور ہے۔ ابتغاء وسیلہ سے مراد اس آیت میں اعمالِ صالحہ کا اہتمام ہے۔

(روح المعانی، جلد: ۶، صفحہ: ۱۲۳)

توسل بالصالحین کا ثبوت تفصیل سے اہل حق کی کتابوں میں موجود ہے اور روح المعانی میں اسی آیت کے ذیل میں موجود ہے، مَنْ شَاءَ فَلْيُرَاجِعْ البتہ ایک عجیب استدلال جو احقر نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے وہ تحریر کرتا ہوں:

## جواز توسل بالصالحین کے متعلق ایک عجیب استدلال

علاء نور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس وقت مرشدنا حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف رکھتے تھے، فرمایا کہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ تین آدمی پہلی اُمت کے کہیں سفر کر رہے تھے کہ ایک پہاڑ کے غار میں آرام کرنے لگے، اچانک ایک بڑا پتھر گر گیا جس سے وہ تینوں اشخاص بند ہو گئے، نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے عملِ صالح کے وسیلہ سے دعا کرے۔

((فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا

اللَّهُ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ))

(صحيح البخارى، ج: ۱، ص: ۳۰۲)



ایک نے کہا کہ اے اللہ! میں اپنے بوڑھے ماں باپ کو رات میں دودھ پلا کر سلاتا تھا پھر اپنے اہل و عیال کو، لیکن ایک دن مجھے دیر ہو گئی، بس میں نے ان کو سوتا ہوا پایا اور میں دودھ کا پیالہ لے کر رات بھر کھڑا رہا۔ جب صبح کو بیدار ہوئے تو پلا دیا، پھر اپنے اہل و عیال کو پلا دیا۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ عمل میں نے صرف آپ کی رضاء کے لیے کیا ہے تو اس عمل کی برکت سے اس پتھر کی چٹان کو ہٹا دیجیے۔ بس وہ پتھر اس قدر ہٹ گیا کہ نظرنا ممکن نہ تھا۔ پھر دوسرے نے دعا کی کہ اے اللہ! میری چچا زاد بہن تھی جو ”كَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيَّ“ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ میرے نزدیک محبوب تھی۔ اس سے میں نے اپنا مطلب چاہا لیکن اس نے میری خواہش سے انکار کر دیا۔ پھر بعد مدت میرے پاس آئی، میں نے اس کو ایک سو بیس دینار دیئے کہ وہ میری خواہش پوری کر دے، بس وہ راضی ہو گئی، لیکن جب تنہائی میں اس پر پوری قدرت پائی تو اس نے کہا میں تیرے لیے جلال نہیں ہوں۔ بس میں الگ ہو گیا اور وہ مجھے احب الناس تھی حالانکہ وہ میرے لیے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب تھی اور میں نے وہ دینار بھی اس سے واپس نہیں لیے۔ اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میں نے صرف آپ کے لیے کیا ہے تو آپ اس چٹان کو الگ فرماد دیجیے۔ اس عمل کی برکت سے پتھر اور ہٹ گیا لیکن پھر بھی خروج ممکن نہ تھا۔ پھر تیسرے شخص نے دعا کی کہ اے اللہ! میں نے مزدور رکھے تھے کسی کام کے لیے، سب کو مزدوری دی تھی، ایک مزدور کی مزدوری باقی رہ گئی تھی اور وہ بدون مزدوری لیے چلا گیا۔ میں نے اس کے اس مال کو بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ جب ایک عرصہ بعد وہ آیا اور اس نے مزدوری طلب کی تو میں نے کہا کہ یہ اونٹ اور بیل اور بکریاں اور غلام سب تیری ملک ہیں یعنی تیری مزدوری سے یہ سب ہیں۔ اس نے مذاق سمجھا لیکن جب میں نے پیش کر دیا تو وہ سب لے کر



چلا گیا۔ اے اللہ! اگر یہ عمل میں نے صرف آپ کی رضا کے لیے کیا ہے تو اس کی برکت سے یہ پتھر ہٹا دیجیے۔ پس وہ اس قدر ہٹ گیا کہ بآسانی یہ سب نکل گئے اور اس غم سے نجات پانگے۔

پس اعمالِ صالحہ سے دعا میں توسل جب بخاری شریف سے ثابت ہے تو اسی حدیث سے استدلال کرتا ہوں کہ یہ اعمالِ صالحہ تو قالب کے اعمال ہیں اور اہل اللہ اور مقبولانِ باری کا حق سے ہم کو جو محبت ہے یہ قلب کا عمل ہے اور قلب کا عمل قالب کے عمل سے افضل ہے کیونکہ قلب جو ارح کا باریادشاہ ہے لہذا بدرجہ اولیٰ اعمالِ قلب یعنی محبتِ مشائخ کا واسطہ اور وسیلہ دعا میں جائز ہے، کیونکہ بزرگوں کا وسیلہ دراصل اس محبت کا وسیلہ ہے جو ہمارے قلوب کو ان کے ساتھ ہے۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال سے بہت مسرور ہوئے۔

### ایک تفسیری اصولی غلطی کی اصلاح

بعض نادان دوست لٹریچر نویس لکھتے ہیں کہ ہر پروفیسر قرآنِ پاک کو لغت کی مدد سے سمجھ سکتا ہے۔ متقدمین کے ذخیرہ تفسیر کی کوئی ضرورت نہیں۔ احقر ایسے لوگوں سے دریافت کرتا ہے کہ اچھا ”وَالنَّجْمِ وَالشَّجَرِ يَسْجُدَانِ“ کا ترجمہ کیجیے۔ تو کہتے ہیں کہ اور ستارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ دیکھ لیا اپنی حماقت۔ اس کا ترجمہ صحیح یہ ہے کہ اور بغیر تنے کے پودے اور تنہ دار درخت سب حق تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ تفسیر روح المعانی، پارہ: ۷، ص: ۱۲، سے مروی ہے: ”وَالْبُرَادُ بِالنَّجْمِ النَّبَاتُ الَّذِي يَنْجُمُ أَمَّا يَطْهَرُ، لَا سَاقَ“



لَهُ، وَبِالشَّجَرِ النَّبَاتِ الَّذِي لَهُ سَاقٌ، وَالْمُرَادُ بِسُجُودِهِمَا انْقِيَادُهُمَا لَهَا يُرِيدُ سُجَّانَهُ وَتَعَالَى بِرَبِّهَا طَبَعًا“ یعنی نجم سے مراد وہ درخت جو تنے دار نہیں اور شجر سے مراد تنے دار درخت ہیں۔ اس تفسیر پر جمہور کا اجماع نقل فرمایا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر بیان القرآن میں اسی تفسیر کو لیا ہے۔ ”وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ“ اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت دونوں مطیع ہیں۔ شجر کو یہاں ستاروں سے مناسبت بھی نہیں ہے۔

(بیان القرآن، پارہ: ۲۷، صفحہ: ۸۷)

تفسیر خازن جلد: ۴، صفحہ: ۲۰۸ پر ملاحظہ ہو: ”النَّجْمُ مَا لَيْسَ لَهُ سَاقٌ مِنَ النَّبَاتِ كَالْبُقُولِ، وَالشَّجَرُ مَا لَهُ سَاقٌ، وَهَذَا الْقَوْلُ أَظْهَرَ“ پھر احقر نے سوال کیا اچھا اس آیت کا ترجمہ کیجیے ”وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ“ میں ”يُصْلِحْ لَكُمْ وَأَعْمَالَكُمْ“ کا ترجمہ کیجیے۔ کہا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دیں گے۔ احقر نے عرض کیا آپ نے دیکھا لغت کی اعانت کی حماقت۔ اب اس کی تفسیر علماء ربانیین کی تفسیر سے سمجھئے۔ یہاں اصلاح بمعنی قبول ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن، پارہ: ۲۲، صفحہ: ۶۸ پر فرماتے ہیں: ”يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ“ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول فرمائیں گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی، پارہ: ۲۲، صفحہ: ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں: ”بِالْقَبُولِ وَالْإِثَابَةِ عَلَيْهَا“ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے صاحب تفسیر خازن جلد: ۳، صفحہ: ۲۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں: ”يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَقَبَّلُ حَسَنَاتِكُمْ“ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ“ سے مراد حق تعالیٰ تمہارے اعمال قبول فرما دیں گے۔



ان دو مثالوں سے یہ بات خوب سمجھ میں آگئی ہوگی کہ قرآن پاک کی تفسیر سمجھنے کے لیے ہم کو لغت کافی نہیں، بلکہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ان روایات سے جو دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو پہنچی ہیں سمجھنا چاہیے جن کو ہمارے متقدمین مفسرین نے جمع فرمایا ہے۔

اب اس حقیقت کے بعد روافض کا کیا حال ہوگا جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں، کیا وہ قرآن پاک کی تفسیر کی حقیقت کو پاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اس پر ملاً علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں: ”قُلْتُ: وَهَذَا فِي حَقِّ الرَّافِضَةِ الْخَارِجَةِ فِي زَمَانِنَا فَإِنَّهُمْ يَعْتَقِدُونَ كُفْرَ أَكْثَرِ الصَّحَابَةِ فَضْلاً عَنْ سَائِرِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَبَاعَةِ فَهُمْ كُفْرَةٌ بِالْإِجْمَاعِ بِلَا نِزَاعٍ“ یعنی یہ روافض بالاجماع کافر ہیں جو اکثر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل سنت والجماعت کو کافر سمجھتے ہیں۔

حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں: ”مَنْ غَاظَ الصَّحَابَةَ فَهُوَ كَافِرٌ“ جو شخص صحابہ سے غیظ رکھتا ہے، جلتا ہے وہ کافر ہے۔ صحابہ کی شان میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط}

[سورۃ الفتح، آیت: ۲۹]

وَفِي الْبَوَاهِبِ: إِنَّ الْإِمَامَ مَالِكًا قَدْ اسْتَنْبَطَ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ تَكْفِيرَ الرَّوَافِضِ الَّذِينَ يَبْغِضُونَ الصَّحَابَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - فَإِنَّهُمْ يَغِيظُونَهُمْ وَمَنْ غَاظَ الصَّحَابَةَ فَهُوَ كَافِرٌ، وَوَأَفَقَهُ كَثِيرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ.

علامہ ابو حیان اندلسی کا تفسیر البحر المحیط میں قول ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو شخص صحابی کی تنقیص کرتا تو آپ یہی آیت تلاوت فرماتے: ”لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ“ وَفِي الْبَحْرِ: ذُكِرَ عِنْدَ مَالِكٍ رَجُلٌ يَنْتَقِصُ



الصَّحَابَةَ فَقَرَأَ مَالِكٌ هَذِهِ الْآيَةَ فَقَالَ: مَنْ أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ فِي قَلْبِهِ غَيْظٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَدْ أَصَابَتْهُ هَذِهِ الْآيَةُ" (روح المعاني، پارہ: ۲۶، صفحہ: ۱۲۸)

### مسئلہ الحاق ناقصین مع اکاملین کی تحقیق

مؤمنین کا ملین کی وہ ذریعات جو ایمان پر انتقال کریں گی وہ اپنے باپ دادا کے ساتھ لاجت کر دی جاویں گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلْتَنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ط}

[سورة الطور آیت: ۲۱]

**ترجمہ و تفسیر بیان القرآن:** اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا، ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیں گے، اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے۔

خلاصہ تفسیر بیان القرآن یہ ہے کہ اکاملین کی اولاد کو اعمال میں کمی کے باوجود ان کے درجے میں شامل کر دیں گے۔ یہ اکاملین مؤمنین کا اکرام اور ان کے قلب کو مسرور کرنے کے لیے ہوگا۔ جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے:

((وَإِنْ كَانُوا ذُرِّيَّةً فِي الْعَمَلِ... وَإِنَّهُمْ لَمَّا يَبْلُغُوا حُرَجَّتْكَ

وَعَمَلُكَ... فَإِنْ كَانَتْ مَنَازِلُ آبَائِهِمْ أَرْفَحَ))

(الدر المنثور)

اور اکاملین کے اعمال سے کوئی کمی نہ کریں گے۔

**نتیجہ:** ذریت کے بارے میں جس عنوان سے فرمایا گیا ہے بظاہر اس سے یلغ اولاد ایمان والی معلوم ہوتی ہے اور صغار کا حکم احادیث میں ہے جس میں کلام طویل ہے اور اس آیت میں ذریعات کا بیان ہے اور حدیث میں اس



آیت کی تفسیر میں آیات کا حکم بھی یہی آیا ہے۔ (کنز الدین)

اور اس حدیث میں ذریت پر لفظ اولد معطوف ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذریت سے مراد مطلقاً نواذیح ہے، لیس بیویاں اور شاگرد اور مریدین اور احباب بھی مراد ہیں، اس طرح سے اس آیت کا مفہوم بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ (بیان القرآن، پارہ ۷، ص ۵۲، صفحہ: ۶۰۰)

احقر عرض کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے کیا بعید ہے، جبکہ وہ کریم ہیں اور کریم کی شان مطلقاً علی قاری کی رحمت اللہ علیہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں: "الکریم هو اللہ یعطی بدون السئحقات ویمتتہ" کریم وہ ذات ہے جو بدون استحقاق اور منت کے عطا فرماتا ہے۔ (مرقاۃ جلد: ۳، صفحہ: ۱۱۳)

اہل اللہ کی محبت اور صحبت میں جنت کا لطف ہے

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔  
میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا  
مرے یار دل میں وہ گلکاریاں ہیں

احقر کا فارسی شعر

میسر چوں مرا صحبت یہ جان عاشقان آید  
ہمیں پیغم کہ جنت برتر میں ازا آسماں آید

ترجمہ: جب کبھی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو ایسا  
معلوم ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی ہے۔  
حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بوستان عاشقان سرسبز یاد  
آفتاب عاشقان تابندہ یاد



اے خدا! آپ کے عاشقوں کا باغ ہمیشہ سرسبز، ہرا بھرا یعنی سدا بہار رہے اور  
آپ کے عاشقوں کا آفتاب ہمیشہ روشن اور چمکتا رہے۔

اہلِ درد و محبت اللہ والے جہاں ہوں زندگی وہاں پُر کیف و پُر بہار  
گذرتی ہے:

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں  
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

(اختر)

اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کے نام میں ایسی مٹھاس ہے کہ جس کے قلب کو یہ  
نصیب ہوتی ہے، وہی سمجھ سکتا ہے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے دل اس شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل اس قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

تَرْجَمًا: اے دل یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا خالق اور شکر کا بنانے والا؟

اے دل یہ چاند زیادہ روشن ہے یا چاند کا بنانے والا؟

**عقلی استدلال:** جنت مخلوق ہے تو جنت کے خالق کے نام میں جنت کا

لطف آنا کیا بعید ہے، بلکہ جنت سے بڑھ کر لطف ان کے نام میں آتا ہے۔

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نام او چو بر زبانی رود

ہر بن موز عسل جوے شود

تَرْجَمًا: اللہ تعالیٰ کے نام میں ایسی مٹھاس ہے کہ جب ان کا نام پاک زبان پر

جاری ہوتا ہے تو میرے بدن کے بال بال سے شہد کے دریا جاری ہو جاتے

ہیں۔

احقر کو ایک شعر یاد آیا۔



زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا  
اُن کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

احقر کا دوسرا شعر ہے۔

ہر تلخی فراقِ حسینانِ کائنات  
اپنی مٹھاسِ ذکر سے شیریں بنا دیا

تیسرا شعر۔

ہر لمحہ حیات گزارا ہم نے  
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

پھر سوچئے کہ جب اللہ والوں کے دل میں جنت کے خالق کا نور خاص جلوہ  
آفریں ہے تو ان کا قلب سرچشمہ لذاتِ کائنات نہ ہوگا اور ان کے پاس بیٹھ کر  
جنت کی بہار نہ معلوم ہوگی۔ اور حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر نہ پڑھو گے۔

چوں حافظ گشت بخود کے شمارد

بیک جو مملکت کاؤس و کے را

ترجمہ: جب حافظ شیرازی اللہ تعالیٰ کی محبت میں مست و شاد ہوتا ہے تو پھر  
تمام عالم اور کائنات کے تخت و تاج نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔ مملکتِ کاؤس و  
کے کو ایک جو کے برابر بھی نہیں شمار کر سکتا، مصاحبِ خورشید ستاروں کو نگاہ میں  
کب لاسکتا ہے؟

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی  
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرحِ مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

اپنے عاشقوں کو ایک جنت دنیا میں عطا فرماتے ہیں اور ایک جنت آخرت میں۔



دنیا میں جنت تعلق مع اللہ کی لذت ہے اور آخرت کی جنت القایٰ سویلی اور  
 دیدار حق کی لذت ہے۔ عربی عبارت کی نقل یہ ہے: "وَلَمَّا خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ  
 جَنَّاتٍ" قَالَ يَعْضُ الصُّوفِيَّةُ: جَنَّةٌ مُعَجَّلَةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُورِ مَعَ السُّوَالِي،  
 وَجَنَّةٌ مُؤَجَّلَةٌ فِي الْآخِرَةِ بِالِقَاءِ السُّوَالِي وَاللَّدْرِجَاتِ الْعُلَى" اور ایک جنت دنیا  
 میں توفیق ذکر اور اعمال صالحہ کی حلاوت کی ہوتی ہے اور ایک جنت ترک معاصی  
 کی حلاوت اور لذت کی ہوتی ہے کیونکہ معاصی انسان کو روزخ کی کلفت میں  
 مبتلا کر دیتے ہیں۔ "جَنَّةُ الْعَمَلِ الطَّاعَةِ، وَجَنَّةُ التَّرْكِ السَّيِّئَةِ وَوَقِيلَ: جَنَّةُ  
 لِلتَّوَابِ بِطَرِيقِ الْعَلَى: وَجَنَّةٌ لِلْآقِبَاتِ بِطَرِيقِ الْقَضِيلِ"

(مرقاۃ المفاتیح، جلد ۵، صفحہ ۱۶۱)

## دوستوں کی ملاقات کے لیے جنت الگ ہوگی

ایک زمانہ تک اہقر سوچا کرتا تھا جنت میں جیب کسی سے ملتا ہوگا اور  
 وہ جنتی وہاں اپنی حوروں کے ساتھ مشغول ہوگا تو ملاقات میں تاخیر ہوگی لیکن  
 تفسیر روح المعانی میں دیکھا کہ ہر جنتی کو دو جنت ملے گی، دوستوں کی ملاقات کی  
 جنت الگ ہوگی اور حوروں کے ساتھ رہنے کی جنت الگ ہوگی۔ تفسیر روح  
 المعانی ملاحظہ ہو: "وَلَمَّا خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ قَقِيلٌ: إِحْدَاهُمَا مَنزِلَةٌ  
 وَفَحْلٌ زِيَارَةٌ أَحِبَّابِهِ لَه: وَالْآخَرَى مَنزِلٌ أَزْوَاجِهِ وَخَدَمِهِ" ایک جنت اپنے  
 رہنے کے لیے اور اپنے دوستوں کی ملاقات کے لیے ہوگی اور ایک جنت اس کی  
 بیویوں اور خادموں کے لیے ہوگی۔ (روح المعانی، پارہ ۷، ص ۱۱۶)

## جنت کی ایک خاص بہار

یعنی حق تعالیٰ شانہ اپنا کلام خود سنائیں گے: "إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ  
 يَسْمَعُونَ عَلَى الْجِبَالِ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ قَيِّمًا عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ" اللہ جنت پر



روزِ دو مرتبہ حق تعالیٰ شانہ کی یادِ گاہِ جلالتِ شان میں حاضر ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ ایسا کلام خود تلاوت فرمائیں گے اور اول جنت موتی، یا قوت، زمرہ کے مہتاب پر بیٹھے ہوں گے اور جنت کی کسی نعمت میں ایسا لطف محسوس نہ کریں گے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کی تلاوت سے محسوس کریں گے۔ گویا بزبانِ کبریا ٹھہریں گے۔

جی اٹھے مُردے تری آواز سے

اور ملایک مقتدر کے پاس بیٹھے ہوں گے۔ (روح المعانی، پارہ: ۲۷، صفحہ: ۹۶۲)

## چند مسائل سلوک

الزینۃ سیر بیان القرآن

((۱)).... "لَا تَتَّخِذِ لَكَ إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ" سے حضرت تھانوی کی رحمتہ اللہ علیہ نے مساکین کے لیے اصلاحِ اخلاق کا یہ مسئلہ تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے: "مَنْ نَظَرَ إِلَى الْخَلْقِ يَعْجَبُ الْحَقِّ لَمْ يَعْجَبْ مِنْهَا لِقَبِيحِهِمْ، وَمَنْ نَظَرَ إِلَيْهِمْ يَعْجَبُ أَفْنَىٰ آيَاتِهِ مِنْهَا صَمْتِهِمْ، إِلَّا تَبْرَىٰ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ - لِبَاعِطِهِمْ هَجَارِي الْقَضَاءِ كَيْفَ عِنْدَ إِخْوَتِهِ" جو شخص مخلوق کو نظرِ حق سے دیکھے گا وہ ان کی مخالفت کی پروا نہ کرے گا اور جو شخص ان کو اپنی نظر سے دیکھے گا اپنی عمر ان کی بخت و تکرار میں ختم کر دے گا، دیکھئے یوسف علیہ السلام کو چونکہ ہجاری قضاء کا علم تھا انہوں نے اپنے بھائیوں کا غدر کس طرح قبول کیا۔

(بیان القرآن، سورہ یوسف، پارہ: ۱۳، صفحہ: ۹۵، مطبوعہ تاج پبلشرز، دہلی)

((۲)).... حضرت یوسف علیہ السلام نے جو دعائیں:

{فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَاِلٰهِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

تَوْفِقِيْ مُسْلِمًا وَاَحِقِّنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ}

[سورہ یوسف، آیت: ۱۰۱]



اے خالق آسمانوں کے اور زمین کے آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھالیجیے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجیے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو مسئلہ ثابت ہوئے:

(۱)... الْمَسْئَلَةُ الْأُولَى خَوْفُ الْأَنْبِيَاءِ مَعَ عَصِيَّتِهِمْ وَامْتِنَاعِ الْكُفْرِ

عَلَيْهِمْ فَكَيْفَ يَصِحُّ لغيرِهِمْ أَنْ يَغْتَرَّ بِصَلَاةِهِ.

پیغمبروں کا خوف باوجود اپنی عصمت اور کفر کے مجال ہونے اور حسنِ خاتمہ کے یقینی ہونے کے پھر کیسے صحیح ہو سکتا ہے غیر نبی کے لیے کہ وہ اپنی وقتی صلاحیت سے دھوکہ کھا کر اپنے خاتمہ سے بے خوف ہو جاوے۔

(۲)... وَالْمَسْئَلَةُ الثَّانِيَّةُ جَوَازُ مَيِّئِ الْهَوْتِ إِشْتِيَاقًا إِلَى لِقَاءِ اللَّهِ تَعَالَى

عَلَى تَفْسِيرِ بَعْضِهِمْ.

موت کی تمنا کا جائز ہونا بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں ہو۔

(تفسیر بیان القرآن، سورہ یوسف)

## سالمین کے لیے ایک تشبیہ

بعض سالمین اللہ تعالیٰ کے انعاماتِ ظاہرہ و باطنہ کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے بڑے مجاہدے کیے ہیں تب یہ نعمت ملی ہے، لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

”فَإِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّينَ الْمُعْجِبِينَ يَنْسُبُونَ كَمَا لَا يَنْبَغُ إِلَى مُجَاهَدَاتِهِمْ وَهُوَ عَيْنُ الْكُفْرَانِ“ پس بعض بے عقل صوفی لوگ عجب اور خود بینی میں مبتلا ہو کر حق تعالیٰ شانہ کی عطایا کو اپنے مجاہدات اور اعمال کی طرف منسوب کرتے ہیں جو سخت ناشکری اور کفران ہے۔ (سورہ ابراہیم، رکوع: ۲، پارہ: ۱۳)



کوئی کہے کہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے اشعار میں اس طرح فرمایا ہے۔

مے یہ ملی نہیں ہے یوں، قلب و جگر ہوئے ہیں خوں

کیوں میں کسی کو مفت دوں مے مری مفت کی نہیں

تو اس شعر کے اندر یہ بتایا گیا ہے کہ نسبت اور دولتِ باطنی تعلق مع اللہ کے اہتمام، تقویٰ اور مجاہدات سے ملتی ہے۔ اور اہل اللہ کے ناز اٹھانے سے ملتی ہے جو اہل محبت ہی برداشت کر سکتے ہیں۔

لاکھ جھڑکوں اب کہاں پھرتا ہے دل

ہوگئی اب تو محبت ہوگئی

میں ہوں نازک طبع اور وہ تندخو

خیر یہ گذری محبت ہوگئی

قید کر صیاد یا اب ذبح کر

جان بلبل گل کی نکبت ہوگئی

مجاہدات تو ضروری ہیں لیکن عطاءے حق کے لیے صرف بھیک کے پیالے ہیں، کوئی کریم اگر عطا کے لیے بھیک کا پیالہ لانے کی شرط لگا دے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بھیک کا پیالہ سببِ عطا ہے، سببِ عطا محض ان کا کرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی بدون پیالہ بھی عطا فرمادیتے ہیں اور پیالہ بھی دے دیتے ہیں۔

پیاسے کو پانی ملے اور بے پیاسے کو پیاس

اختر ان کے در سے ہے کوئی نہیں بے آس

بس سالک کو یہی کہنا چاہیے کہ جو کچھ عطا ہوا وہ سب حق تعالیٰ کے کرم سے عطا ہوا: ہمارے اعمال ہرگز اس عطا کے لیے عوض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

کالی، چچک رو، پائریا والی، بوڑھی اور بے دانت کی کھوسٹ عورت کو اگر اس کا



چاند جیسا شوہر پیار کر لے تو یہ شہزادے کا کرم اور حوصلہ اور بلندی اخلاق ہے نہ کہ وہ مکروہ شکل بے کشش اس کا سبب ہے۔

### ایک عجیب عبرت آموز حکایت

ایک لڑکی کی شادی ہو گئی، رخصت سے قبل محلہ کی لڑکیوں نے اس کو خوب سجایا، زیور پہنایا اور کہا کہ بہن! تم کو مبارک ہو کہ تم بہت ہی اچھی معلوم ہو رہی ہو۔ وہ رونے لگی اور کہا کہ تمہاری تعریف سے کیا خوشی ہو، جب شوہر اپنی نظر سے دیکھ کر خوش ہو جاوے پھر خوشی ہوگی، فیصلہ تو اس کی نظر پر ہے نہ کہ تمہاری نظر پر۔ اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت مرشدی شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور فرمایا کہ جب میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو جاویں گے اُس وقت کی ہماری خوشی اصلی ہوگی، اس وقت مخلوق کی تعریف سے کیا ہوتا ہے، فیصلہ حق تعالیٰ کی نظر سے ہوگا۔ غلام کی کوئی قیمت نہیں، اگر مالک ناراض ہو۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے  
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے  
حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و غم  
مسافر رہے جیسے تیسے رہے

(سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستانِ بدلا  
نظران کی کیا بدلی کہ گل سارا جہاں بدلا

(خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)



## ضرورتِ مرشد پر فائدہ علمینہ

برائے اہل علم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا لَا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط}

[سورۃ البقرہ، آیت: ۲۵۷]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کی تفسیر يُخْرِجُهُمْ سے ہے۔ یعنی حق تعالیٰ شانہ جس کو اپنا ولی بناتے ہیں اس کو اندھیرے سے نور کی طرف نکالتے رہتے ہیں۔ مضارع کے صیغے سے یہ انعام عطا فرمایا ہے جس میں خاصیت تجد و استمراری کی ہے۔ ایسے حالات کو ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں

گر پڑے گر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

یعنی حق تعالیٰ شانہ اپنے دوستوں کو توفیق تو بہ سے پاک فرماتے رہتے ہیں۔ اور دوسری آیت میں ارشاد ہے:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ل}

[سورۃ ابراہیم، آیت: ۵]

تَرْجَمًا: اے موسیٰ! اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک

مقام پر حق تعالیٰ شانہ نے تاریکیوں سے نکالنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف فرمائی ”إِسْنَادُ الْإِخْرَاجِ إِلَى

النَّبِيِّ مَعَ كَوْنِ الْبُخْرِجِ الْحَقِيقِيِّ هُوَ اللَّهُ تَعَالَىٰ أَقْوَىٰ دَلِيلٌ عَلَىٰ أَنَّ لِلشَّيْخِ



مَدْخَلًا عَظِيمًا فِي تَكْمِيلِ الْهَرِيدِ“ باوجود اس کے کہ مخرج حقیقی اللہ تعالیٰ ہے پھر اخراج کی نسبت نبی کی طرف کرنا قوی دلیل ہے اس بات کی کہ تکمیل مرید میں شیخ کو عظیم دخل ہے۔ (بیان القرآن، مسائل السلوک، سورۃ ابراہیم، پارہ: ۱۳)

## سنگین مقدمہ اور سخت پریشانی کا ایک مجرب وظیفہ

حضرت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے برائے سنگین مقدمہ مجرب کی سرخی سے اس طرح لکھا ہے کہ سخت سے سخت مقدمہ کے لیے ان اسماء کا پڑھنا مفید ہے، کئی مرتبہ کا آزمودہ ہے۔ یہ وظیفہ ایک لاکھ اکیاون ہزار مرتبہ بطور ختم پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو۔ یہ عمل برائے افادہ عام درج ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد تجربہ کے بہت مفید ثابت ہوگا۔ مکان اور کپڑے پاک ہونا چاہیے، خوشبو لگاویں، وہ اسماء یہ ہیں۔ یَا حَلِيمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيمُ۔ (الطرائف والظرائف، حصہ دوم، صفحہ: ۲۶)

## اہل جنت کی عمر اور شباب کی کیفیت

جنت میں ڈاڑھی موچھ نہ ہوگی، نو عمر نوخیز آمد کی طرح کمال عالم شباب ہوگا۔ ترمذی شریف میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

((يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكْحَلِينَ

أَبْنَاءَ ثَلَاثِينَ أَوْ ثَلَاثِينَ وَثَلَاثِينَ))

(روح المعانی، پارہ: ۲۷، ص: ۱۳۳)

تَرْجَمًا: جنت میں اہل جنت اس طرح داخل ہوں گے کہ وہ مجرد ہوں گے۔ یعنی بال نہ ہوں گے، آمد ہوں گے یعنی بالغ ہونے پر ڈاڑھی موچھ نکلنے سے پہلے جو پُرکشش پری روشکل ہوتی ہے اور آنکھیں کجلائی ہوں گی، یعنی کاجل لگی ہوئی معلوم ہوں گی اور عمریں تیس سال یا تینتیس سال کی ہوں گی۔



اور روایت میں ہے کہ ایک جنتی مرد کو سو مردوں کے برابر قوتِ مردانہ عطا کی جائے گی۔ (مظاہر حق، جلد: ۴، صفحہ: ۴۳۹، ترمذی، مشکوٰۃ)

بعض اہلِ محبت اور حسن کے عاشقین نے اشکال کیا کہ یہاں تو ہم اٹھارہ سال سے بیس سال تک کا شباب زیادہ پسند کرتے ہیں جو بقول جگر

ہائے وہ وقت کہ جب حسن پر آتا ہے شباب

اُف وہ ہنگام کہ جب عشقِ جوان ہوتا ہے

اور وہاں جنت میں تیس اور تینتیس سال کی عمر میں تو عالمِ شباب علیٰ معرضِ زوال

ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر وہاں کی نعمت کو قیاس نہ کیا جاوے، وہاں

اس عمر سے زیادتی عمر کا جو شبہ ہو سکتا تھا اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

نے روح المعانی میں اس طرح دیا ہے، مذکورہ روایت کے آگے تحریر فرماتے

ہیں: ”الْبُرَادُ بِذَلِكَ كِبَالُ الشَّبَابِ“ یعنی اس سے مراد کمالِ شباب ہے۔

(نہ کہ زیادتی عمر) (روح المعانی، پ: ۲۷، صفحہ: ۱۲۳)

## جنت میں مسلمان عورتوں کا حسن

ہماری مسلمان بیویاں جنت کی حوروں سے زیادہ حسین ہوں گی،

حدیث شریف میں ہے کہ:

((أَنْسَاءُ الدُّنْيَا أَفْضَلُ أَمِ الْحُورِ الْعَيْنِ؟ قَالَ: نِسَاءُ الدُّنْيَا أَفْضَلُ مِنَ

الْحُورِ الْعَيْنِ كَفَضْلِ الظَّهَارَةِ عَلَى الْبَطَانَةِ؛ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَبِمَ ذَلِكَ؟

قَالَ: بِصَلَاتِهِنَّ وَصِيَامِهِنَّ وَعِبَادَتِهِنَّ أَلْبَسَ اللَّهُ وَجُوهُهُنَّ النُّورَ

وَأَجْسَادَهُنَّ الْحَرِيرَ بَيْضَ الْوَجْوَةِ خَضِرُ الثِّيَابِ الْخُحِّ))

(روح المعانی، پارہ: ۲۷، ص: ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت



کیا کہ دنیا کی مسلمان عورتیں افضل ہوں گی یا جنت کی حوریں؟ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ مسلمان عورتیں جنت میں حوروں سے افضل ہوں گی جیسا کہ اوپر کا کپڑا نیچے کے استر سے افضل ہوتا ہے۔ عرض کیا اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ کس سبب سے ایسا ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ ان مسلمان عورتوں کے نماز اور روزے اور عبادات کے سبب ان کے چہروں پر حق تعالیٰ خاص نور کا لباس ڈال دیں گے اور ان کے جسم کو ریشم کا لباس جو سبز رنگ کا ہوگا پہنادیا جاوے گا اور روشن چہرے ہوں گے اور ان کا یہ ترانہ ہوگا:

((أَلَا نَحْنُ الْخَالِدَاتُ، فَلَا نَمُوتُ أَبَدًا، أَلَا وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ،

فَلَا نَبْأَسُ أَبَدًا، طُوبَى لِمَنْ كُنَّالَهُ، وَكَانَ لَنَا))

(روح النعانی، پارہ: ۲۷، ص: ۱۲۶)

ترجمہ: خبردار! ہم ہمیشہ مع اپنے کمالِ حسن کے جنت میں رہیں گی اور کبھی ہم کو موت نہ آوے گی اور ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گی کبھی تنگدستی نہ آوے گی اور مبارک ہے وہ جنتی جس کے لیے ہم منتخب ہیں اور وہ ہمارے لیے ہے۔

## حوروں کی صفات

جنت میں بیویاں ہمیشہ بعد جماع باکرہ ہو جایا کریں گی ”إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً“ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے ”فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا“ اور ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ:

((إِنَّ الْمُنْشَأَاتِ اللَّائِي كُنَّ فِي الدُّنْيَا عَجَائِزَ عُمَشَارٍ مَصًّا))

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب من سورة الواقعة)

جو عورتیں دنیا میں بوڑھی اور کم نظر، کچھڑ بہانے والی آنکھوں والی ہوں گی ان کو حق تعالیٰ جنت میں خاص عالم شباب عطا فرماویں گے اور حدیث میں ہے کہ:



((إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا جَامَعُوا نِسَاءَهُمْ عُدْنَ أَبْكَارًا))

اہل جنت جب اپنی بیویوں سے جماع کریں گے تو بعد صحبت پھر وہ باکرہ ہو جائیں گی۔ (روح المعانی، پارہ: ۲۷، صفحہ: ۱۲۲)

**حِلِّ لَغْتٍ**: رقص: کچھڑ بہانا۔ عمش: چونڈھیانا۔

علامہ ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں لکھا ہے کہ ان سے مراد حوریں ہیں۔ (کمانی الروح)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں ہر دو روایات کے پیش نظر تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ خصوصیات حوروں کے لیے اور دنیا کی عورتوں کے لیے دونوں کے لیے عام ہیں۔ (بیان القرآن، پارہ: ۲۷)

**عُرْبًا: مُتَّحِبَّاتٌ إِلَىٰ أَزْوَاجِهِنَّ** یہ عورتیں اپنے شوہروں کو اپنے حرکات و شمائل اور ناز و انداز حسن و جمال کے اعتبار سے نہایت دلکش معلوم ہوں گی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مُتَّحِبَّاتٌ إِلَىٰ أَزْوَاجِهِنَّ“ سے تفسیر کی ہے۔ جس کا ترجمہ بھی نہایت ہی حسین کرتا ہوں۔ اپنے شوہروں سے اظہارِ محبت کرنے والی ہوں گی۔ (روح المعانی و بیان القرآن)

**تَهَبُّبًا**: اظہارِ محبت کرنا۔ (منجد)

**أَنْزَابًا: مُسْتَوِيَاتٌ فِي سِنَّ وَ أَحَدٍ** (روح) یعنی ہم عمر ہوں گی۔

**حور عین**: گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی۔ ”كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْبَكْكُونِ“ جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی چمکدار ہوتا ہے۔

**العین**: جمع عیناء وَ هِيَ عَظِيمَةُ الْعَيْنَيْنِ۔

**حور کے لغوی معنی**: حور (سَمِعَ سے) آنکھ کی سفیدی کا بہت

سفید ہونا اور سیاہی کا بہت سیاہ ہونا۔ حور جمع حوراء۔ عین جمع عیناء وَ هِيَ

الْبَيْضَاءُ (روح، پارہ: ۲۵، صفحہ: ۳۵) حور (نَصَرَ سے): حیرت میں ڈال دینا۔



(منجد) یعنی ان کا حسن ناظرین کو حیرت میں ڈال دے گا۔ چونکہ حوروں کا حسن حیرت زدہ کر دے گا اس لیے ان کا نام حور ہے اور آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی کمال درجہ کی ہوگی۔ یہ بھی وجہ تسمیہ ہے۔

## سورۃ یسین کے نام اور اس کی تلاوت کے فوائد

(۱) قلب القرآن (۲) العظیبة (۳) المعبدة (۴) البدافعة (۵) القاضیة۔ تفسیر روح المعانی، پارہ: ۲۲، صفحہ: ۲۰۸ سے حسب ذیل فوائد درج کیے جا رہے ہیں:

(۱)..... ((إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا، وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يُسِين))

(مشکاة المصابیح، ص: ۱۸۷)

اور یسین قلب القرآن، بحوالہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند امام احمد و طبرانی میں حضرت معتقل بن یسار کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے اور سورۃ یسین قرآن پاک کا دل ہے۔

(۲) ... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ یسین کا نام عالم غیب میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیمہ ہے اور اس کی تلاوت کرنے والوں کا نام وہاں شریف ہے اور شفاعت کرے گا اس کی تلاوت کرنے والا قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور مضر سے زیادہ۔ اور اس سورۃ کا نام المعمة، المدافعة اور القاضیة بھی ہے۔ (بحوالہ روح المعانی)

(۳) ... **المُعِمَّة**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ یسین کا نام توریت میں المعمة ہے کیونکہ یہ سورت ”تَعْمُدُ صَاحِبَهَا بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ یہ سورۃ اپنے تلاوت کرنے والوں پر دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عام کر دیتی ہے۔ ”وَتَكَابَدُ عَنْهُ بَلْوَى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ اور یہ سورت اپنے تلاوت کرنے والے کی طرف سے تمام بلائیں دنیا و آخرت کی اپنے اوپر اٹھالیتی ہے۔ ”وَتَدْفَعُ عَنْهُ أَهْوَئِلَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ اور دنیا اور آخرت کی



ہولنا کیوں کو دفع کرتی ہے۔

(۴) ... **المدافعة**: اس سورت کا نام مدافعة بھی ہے یعنی ”تَدْفَعُ عَنْ“

صَاحِبِهَا كُلَّ سُوءٍ“ ہر بُرائی اپنے تلاوت کرنے والے سے دفع کرتی ہے۔

(۵) ... **القاضية**: اُمِّي تَقْضِي لَهْ كُلُّ حَاجَةٍ۔ اس سورت کی برکت سے

حق تعالیٰ شانہ حاجتیں بھی پوری فرمادیتے ہیں۔

(۶) ... ”وَصَحَّحَ مِنْ حَدِيثِ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ لَا يَقْرُؤُهَا عَبْدٌ يُرِيدُ اللَّهُ

تَعَالَى وَالِدَارَ الْآخِرَةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ اور روایت میں ہے

کہ جو بندہ رضائے حق اور آخرت کے لیے اس کی تلاوت کرتا ہے اس کے تمام

ما تقدم (اگلے) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(۷) ... بروایت ترمذی و دارمی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((مَنْ قَرَأَ لَيْسِينَ كَتَبَ اللَّهُ تَعَالَى بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ،

وَلَا يَلْزَمُ مِنْ هَذَا تَفْضِيلُ الشَّيْءِ عَلَى نَفْسِهِ إِذَا الْهَرَادُ

بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ قِرَاءَتُهُ دُونَ لَيْسِينَ))

(روح المعانی و مشکاة المصابيح، ص: ۱۸۷)

جو شخص ایک بار سورۃ لیسین کی تلاوت کرے گا اس کو دس قرآن شریف کا ثواب

ملے گا۔

## طریقہ دعا بعد از تلاوت سورۃ لیسین

جب تلاوت کر لے تو درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی روح مبارک کو ایصال کر دے، پھر یوں دعا کرے کہ اے اللہ! ہم

نے آپ کے قرآن پاک کے قلب کی تلاوت کی ہے، اس کی برکت سے

ہمارے دل کو اللہ والا بنا دیجیے اور ہمارا نام عالم غیب میں شریفوں کے ساتھ

درج فرمادیجیے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہم پر عام فرمادیجیے کہ اس سورت کا



نام معتمہ ہے اور ہماری تمام بلائیں اور پریشانیاں دور فرمادیجیے کہ اس کا نام مدافعہ ہے اور اس کی برکت سے ہماری تمام حاجتیں پوری فرمادیجیے کہ اس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضیہ بھی فرمایا ہے۔

## سورۃ ملک کے نام اور اس کی تلاوت کے فوائد

سورۃ ملک کے اور نام: (۱) المانعة (۲) المنجية (۳) المجدلة (۴)

الواقية (۵) المئاعة۔ (روح المعانی، پارہ: ۲۹، صفحہ: ۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سورت کو ہم ”مانعہ“ کہا کرتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک قبر پر نادانستہ طور پر مکان بنا لیا گیا تھا کہ ایک دن قبر سے سورۃ ملک کی آواز آئی اور پوری سورت کی تلاوت صاحب قبر سے سنی گئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو ارشاد فرمایا کہ یہ سورۃ مانعہ اور سورۃ منجیہ ہے، جو اس کی تلاوت کرتا ہے اس کو عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔

طبرانی اور حاکم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے فرمایا کہ کیا تم تجھ کو ایک تحفہ کی بشارت نہ دیں کہ تو اس سے خوش ہو جاوے۔ پھر فرمایا کہ سورۃ ملک کی تلاوت کیا کر۔ ”وَعَلَيْهَا أَهْلَكَ وَجَمِيعَ وَلَدِكَ وَصَبِيَّانِ بَيْتِكَ وَجَيْرَانَكَ“ اور تو اپنے اہل اور جمیع اولاد اور گھر کے بچوں کو اور پڑوسیوں کو بھی سکھادے۔ ”فَإِنَّهَا الْمُنْجِيَّةُ وَالْمُجَادِلَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّهَا لِقَارِيئِهَا، وَتَطْلُبُ لَهُ أَنْ تُنْجِيَهُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَيَنْجُو بِهَا صَاحِبُهَا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ“ پس تحقیق یہ سورت اپنے قاری کے لیے نجات دلانے والی ہے اور قیامت کے دن حق تعالیٰ سے جھگڑا کر کے بخشوانے والی ہے اور جہنم سے نجات کا اس کے لیے مطالبہ کرنے والی ہے اور



اس کی تلاوت کی برکت سے تلاوت کرنے والے عذابِ قبر سے نجات پا جاوے گا۔ اور اس سورت کا نام واقعہ اور مناعہ ہے۔ (کذافی الروح)

بحوالہ ترمذی، امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کتاب اللہ میں ایک سورت ہے جس میں تیس آیات ہیں اور وہ ”تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ“ ہے۔ اپنے پڑھنے والے کے لیے شفاعت کرے گی، یہاں تک کہ وہ بخش دیا جاوے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر رات میں سورۃ آلہ سجدہ اور سورۃ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ تلاوت فرمایا کرتے تھے اور کبھی نہیں چھوڑتے تھے اس کی تلاوت نہ سفر میں نہ وطن میں اور اسی سبب سے کہا گیا ہے کہ ان دونوں سورتوں کی تلاوت مستحب ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمارا معمول بھی ہے کہ یہ سورتیں پڑھا کرتا ہوں: ”وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَنَا لِقِرَاءَتِهَا كَذَلِكَ مُنْذُ بَلَغْتُ سِنَّ التَّبْيِيْزِ اِلَى الْيَوْمِ، وَاَسْأَلُ اللهَ تَعَالَى التَّوْفِيْقَ لِبَابِعْدُ وَالْقَبُوْلَ“ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بعض شروح بخاری میں دیکھا ہے کہ اگر اس سورۃ تبارک کو کوئی چاند دیکھتے وقت پڑھ لے تو پورے مہینہ کی تمام بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔ ”قَالَ الْاَلُوْسِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: وَرَأَيْتُ فِي بَعْضِ شُرُوْحِ الْبُخَارِيِّ نُدْبَ قِرَاءَتِهَا عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهَلَالِ رَجَاءً الْحِفْظِ مِنَ الْبَكَارِهِ فِي ذَلِكَ الشَّهْرِ بِبِرْكَهٖ اَيَّاهَا الثَّلَاثِيْنَ“ (کذافی الروح، پارہ: ۲۹، صفحہ: ۳)

اہل اللہ کی صحبت مردودیت سے حفاظت کا ذریعہ ہے

اہل اللہ کی صحبت اور محبت کا ایک انعام مردودیت سے تحفظ عطا ہوتا ہے۔ حضرت مجدد المملۃ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا حسن العزیز، ملفوظاتِ اشرفیہ،



صفحہ: ۱۵-۱۶ پر عجیب ارشاد ہے۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اس شعر کا کیا مفہوم ہے؟

یک زمانے صحبتے با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

ترجمہ: ایک ساعت اولیاء اللہ کی صحبت سو برس کی بے ریاء عبادت سے افضل ہے۔ فرمایا کہ صحبت اولیاء میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام (دائرہ اسلام و ایمان سے نکل جانا) کا احتمال نہیں رہتا، خواہ گناہ اور فسق و فجور سب کچھ اس سے واقع ہو جاوے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاوے، مردودیت تک نوبت کبھی نہیں پہنچتی، برخلاف اس کے ہزار برس کی عبادت میں بھی بذاتہ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔ چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی۔ یہی معنی ہیں اس شعر کے۔

یک زمانے صحبتے با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز (یعنی اولیاء اللہ کی صحبت) جو مردودیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دے (یعنی سوئے خاتمہ سے نجات دلا دے اور حسن خاتمہ کی دولت بخشے) ہزاروں سال کی ایسی عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔ اور فرمایا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں تصوف نہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث ہی نہیں جس میں تصوف نہیں۔ یعنی ہر حدیث میں تصوف ہے، مگر لوگ تصوف کی حقیقت نہیں جانتے (یعنی ظاہر اور باطن کو سنت اور شریعت کے مطابق رکھنے کا اہتمام) اور فرمایا کہ پہلے میرا یہ خیال تھا کہ شیخ کے پاس رہنے کی ایسی ضرورت نہیں، ذکر و شغل کرتا رہے تو گو شیخ دور ہو کافی ہے،



لیکن تجربہ سے اب یہ معلوم ہوا کہ جو نفع ذکر و شغل کا شیخ کے پاس رہ کر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا۔

## تاثیر صحبت اہل اللہ محتاج دلیل نہیں

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حسن العزیز صفحہ: ۱۶ پر فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت میں بالخاصہ اثر ہے۔ جیسے مقناطیس میں لوہے کو کھینچنے کا اثر ہے، کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتلائی جاسکتی (بس یہی کہیں گے اللہ تعالیٰ نے مقناطیس میں کشش کا یہ اثر رکھا ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی صحبت میں یہ اثر رکھا ہے کہ ان کی صحبت اثر کر ہی جاتی ہے۔ واقعی خر بوزہ کو دیکھ کر خر بوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اور فرمایا کہ شیخ کے پاس رہ کر ذکر و شغل کرنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی مریض طبیب کے پاس رہ کر علاج کرائے اور دوسرا دور رہ کر صرف خط و کتابت سے علاج کرائے، نفع میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ صحبت شیخ میں انسان بدون ارادہ غیر شعوری طور پر اس کے اخلاق کو جذب کرتا رہتا ہے۔ اور ایک مثال اور ہے وہ یہ کہ شوہر اور بیوی دور دور رہ کر خط و کتابت سے محبت کرتے رہیں تو کیا اولاد ہو سکتی ہے؟ اسی طرح شیخ کے ساتھ صرف خط و کتابت رکھنے سے کوئی معتد بہ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ البتہ ایک مرتبہ ایک عرصہ تک پاس رہ لے، پھر خط و کتابت سے کام چل سکتا ہے، پھر ثمرات خاصہ کے لیے گاہے گاہے صحبت شیخ ضروری ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ انہی ملفوظات کے آگے فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت میں کیمیا کا اثر ہے جس طرح تانبہ پگھلا کر کیمیا کی بوٹی اس میں ڈال دیتے ہیں تو سب سونا بن جاتا ہے۔ اسی طرح ان حضرات کی صحبت میں اسی بوٹی کی طرح اثر ہے پتھر جیسے دل موتی بن جاتے ہیں۔ مولانا رومی



فرماتے ہیں کہ۔

گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی  
چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی  
تَرْجَمًا: اگر تم پتھر کی طرح بے حس ہو لیکن کسی اہلِ دل کے پاس جب  
رہو گے تو موتی ہو جاؤ گے۔

عاشقانِ حق کی صحبتِ حصولِ حلاوتِ ایمان کا ذریعہ ہے  
اللہ والوں کی صحبت اور عاشقانِ حق کی معیت سے ایمان کی حلاوت  
کے علاوہ اعمال میں بھی حلاوت اور ذکرِ عاشقانہ کی توفیق ہوتی ہے، مسلم شریف  
کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((سَبَقَ الْمُفْرِدُونَ قَالُوا: وَمَا الْمُفْرِدُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟  
قَالَ: الَّذِينَ كَرُّوا اللَّهَ كَثِيرًا وَالذِّكْرَاتُ))

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، ج: ۲، ص: ۳۴۱)

تَرْجَمًا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سبقت لے گئے مفردوں  
لوگ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مفردوں کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے ذکر  
اللہ کرنے والی عورتیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا  
ترجمہ فضائلِ ذکر میں یہ کیا ہے: ”جو عاشقانہ ذکر کرنے والے ہیں وہ لوگ بازی  
لے گئے۔“ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں۔

عام میخوانند ہر دم نامِ پاک  
ایں اثر نہ کند چوں نبود عشقناک



عام لوگ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا نام پاک رٹتے ہیں، مگر حلق کے اوپر سے

مراواری ولے برب نہ دردل

بہ لب ایماں بہ دل ایمانداری

یہ ذکر جو صرف حلق کے اوپر سے نکلتا ہے اور درد بھرے دل سے نہیں نکلتا۔ نفع تو یہ بھی دیتا ہے، مگر نفع کامل نہیں ہوتا، لیکن جب یہ ذکر عشق سے بھرا نکلتا ہے تو پورا اثر کرتا ہے۔

عشقناک مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خاص لغت ہے، آپ نے خوفناک، غمناک، تشویشناک، دردناک، اندوہناک، تابناک، افسوسناک، شرمناک، غرض بہت سے ناک سنے ہوں گے۔

لیکن واہ رے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ! کیا لغت بیان فرمائی، عشقناک، بے شک مولانا اس کے مصداق تھے، سراپا عاشقِ حق تھے۔

مُفَرِّدُونَ کا ترجمہ ”عاشقانہ ذکر کرنے والے“ نہایت عمدہ ترجمہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عاشقانِ خدا بازی لے گئے۔

لوٹ آئے جتنے فرزانی گئے

تابہ منزل صرف دیوانے گئے

مستند رستے وہی مانے گئے

جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے

آہ نکلی اور پہچانے گئے

علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اس روایت کو دوسری روایت سے حل فرمایا۔ سبحان اللہ! الفاظِ نبوت کو الفاظِ نبوت سے حل فرمایا ہے:



((وَجَاءَ فِي رِوَايَةٍ هُمْ الَّذِينَ اهْتَرَوْا فِي ذِكْرِ اللَّهِ أُنَى لِهَجْوَابِهِ))

(نوری شرح مسلم، ج: ۹، ص: ۴)

مفردون وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جھوم جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔

**حل لغت:** اهتزاز: حرکت میں آ جانا۔ لَهَجَ يَلْهَجُ (س) فریفتہ ہونا، عاشق ہونا۔

ہر وادی ویراں میں گلستاں نظر آیا  
قرباں میں تیرے نام کی لذت پہ خدایا

(اختر)

نام لیتے ہیں نشہ سا چھا گیا ذکر میں تاثیر دور جام ہے  
وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے صبح سے ہی انتظارِ شام ہے

(سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

نامِ حق چوں برزبانم میرود  
ہر بنِ موز از غسل جوے شود

(مثنوی رومی)

جب حق تعالیٰ کا نامِ پاک زبان پر جاری ہوتا ہے تو ہر بنِ موز ہمارا شہد

کا دریا بن جاتا ہے۔

ہر لمحہ حیات گزارا ہم نے  
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

(اختر)

اے دل اس شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد  
اے دل اس قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

(دیوان شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ)



اے دل یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا جو شکر کا خالق ہے؟ اے دل یہ قمر زیادہ حسین ہے یا قمر بنانے والا؟

لذتِ دو جہاں ملی مجھ کو تمہارے نام سے

دونوں جہاں لٹا کے بھی تیرا نہ حق ادا ہوا

(اختر)

ایسے عاشقانہ ذکر کرنے والوں کی صحبت میں جو رہتے ہیں ان کو بھی عاشقانہ ذکر نصیب ہو جاتا ہے اور عاشقانہ عبادت کی مٹھاس مل جاتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح بے نمازی نمازیوں میں رہنے سے نمازی بن جاتا ہے، اسی طرح غیر عاشقِ حق جب عاشقانِ خدا کی صحبت میں رہتا ہے تو ان کی صحبت کے فیضان سے عاشقِ حق ہو جاتا ہے، مناجات کی لذت، سجدوں کی لذت، تلاوت کی لذت ان حضرات سے ملتی ہے، ان حضرات سے پوچھئے۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ

اے اسیرانِ نفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

ان حضرات سے پوچھئے کہ حق تعالیٰ شانہ کیسے محبوب ہیں؟ ”اَلرَّحْمٰنُ فَسْتَلْبِہْ خَبِيْرًا“ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ہماری شان کو ہمارے عاشقین عارفین سے دریافت کرو، کافر مشرک بے خبر کیا جانیں۔ (بیان القرآن)

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”وَالْبِرَادُ فَاسْتَلْبِہْ بِرَحْمَتِہٖ وَتَفَاصِيْلِہَا عَارِفًا يُخْبِرُکَ“ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی تفصیل کسی عارف سے معلوم کرو جو تمہیں آگاہ کرے گا۔ (روح المعانی، جلد: ۱۹، صفحہ: ۳۹)

حضرت شاہ فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا پیار کر لیا



اور ہم کو جو تلاوت میں لطف آتا ہے اگر تم لوگوں کو ملنے لگے تو گریبان پھاڑ کر  
جنگل بھاگ جاؤ۔ اور فرماتے تھے کہ جب جنت میں حوریں آئیں گی تو میں ان  
سے کہوں گا: بی! اگر قرآن سننا ہے تو سنو ورنہ اپنا راستہ لو۔

چو حافظ گشت بخود کے شمارو

بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی لذت سے مست و  
سرشار ہوتا ہے تو سلطنت کاؤس و کے کو ایک جو کے بدلے بھی شمار نہیں کرتا۔

و لے دارم جو اہر پارہ عشق است تحویش

کہ داروزیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی اللہ دہلوی سینے میں ایک ایسا  
دل رکھتا ہے جو حق تعالیٰ کی محبت کے موتی رکھتا ہے، مجھ سے بڑھ کر آسمان کے  
نیچے کوئی امیر سامان ہے جو میں رکھتا ہوں۔ ہائے! لیکن یہ دولت متکبروں کو نہیں  
ملتی اور دنیا پرستوں کو بھی نہیں ملتی۔

سر مدغم بو الہوس راند ہند

سوزِ غم پروانہ مگس راند ہند

اے سرمد! عشق حق کا غم لالچی دنیا پرست کو نہیں عطا فرماتے جس طرح پروانہ کا  
سوزِ غم مکھیوں کو نہیں ملتا۔

**ایک عجیب لطیفہ:** مکھی کے پر ہیں مگر اس کا نام پروانہ اہل لغت نے  
نہیں رکھا کیونکہ اس کے پر گندگی پر فدا ہوتے ہیں اور پروانہ کو پروانہ اس لیے  
کہتے ہیں کہ اس کے پروں کی پرواز روشنی پر ہے، اس کے پر اس قابل ہیں کہ  
اس پروانہ کہا جائے۔ اسی طرح جو دنیا دار ہوتا ہے اس کو اہل دل نہیں کہتے اور  
جو اپنا دل اللہ تعالیٰ پر فدا کرتے ہیں ان کو اہل دل کہتے ہیں کہ دل کا حق ادا کیا



گیا۔ احقر کا شعر ہے۔

کسی خاک کی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو  
جوانی کر فدا اس پر دی جس نے جوانی کو

(اختر)

یہ سب کچھ علوم کی باتیں تو ہیں مگر کام چھی بنتا ہے جب کسی اللہ والے سے تعلق ہوگا۔

جب کسی سے لو لگائی جائے گی  
تب یہ آشفته خیالی جائے گی  
تہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں  
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آئیے  
جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائیے  
کیوں آپ اہل عشق کی محفل میں آئیے

فنائے رائے کی ضرورت و حقیقت

اولی الامر منکم سے مسئلہ تصوف، از علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ  
اہل اللہ اور مشائخ اور مرشدین کی صحبت کی نافعیت کے لیے چار شرائط  
ہیں: (۱) اطلاع حالات (۲) اتباع تجویزات (۳) انقیاد (۴) اعتماد

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے

اطلاع و اتباع و انقیاد و اعتماد

**نوٹ:** یہ افنائے رائے تربیت اور اذکار و نوافل میں مطلوب ہے نہ کہ فرائض  
اور سنت مؤکدہ اور واجبات میں۔ جیسا کہ بعض حقیقت سے بے خبر اس فنائے  
رائے کو شریعت میں دخل سے تعبیر کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں باب الاشارات کے  
ذیل میں لکھتے ہیں: "وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ" هُدَى الْمَشَائِخِ الْمُرْشِدُونَ



يَأْتِي تَسَالِ أَمْرِهِمْ قِيَمًا يَرَوْنَهُ صِلَا حَالِكُمْ وَتَهْدِي بِيَا لِأَخْلَاقِكُمْ“ اولی الامر کی اطاعت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اپنے مشائخ اور مرشدوں کے ان احکام کی اطاعت کی جاوے جو طابین کی اصلاح اور تہذیب اخلاق کے لیے وہ کرتے ہیں۔  
(تفسیر روح المعانی، جلد: ۵، صفحہ: ۸۳)

### فوائد علمیہ متفرقہ

نیکیوں سے چھوٹے گناہوں کا مٹ جانا

**فائدہ علمیہ (۱):** چھوٹے گناہ نیکیوں سے مٹ جاتے ہیں ”إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ“ (الایة) ”الْمُرَادُ بِالسَّيِّئَاتِ الصَّغَائِرُ بِشَرِّ طِ اجْتِنَابِ الْكِبَائِرِ۔ نیکیاں سیئات کو مٹا دیتی ہیں اس سے مراد صغیرہ ہیں، بشرطیکہ کبائر سے اجتناب کیا جاوے۔“ قَوْلُكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ط“ سے تبدیل سیئات کے متعلق یہی جمہور اہل سنت کا اعتقاد لکھا ہے جو اوپر مذکور ہے۔ (روح المعانی، پارہ: ۳، صفحہ: ۱۶۹)

حق تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کا اعلان

**فائدہ علمیہ (۲):** ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ اُنّی مِنْ كُلِّ مَا يَقْدَحُ فِيهِ كَالْتَحْرِيفِ وَالزِّيَادَةِ وَالتَّقْصَانِ وَغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى أَنْ الشَّيْخِ الْهَيْبِ لَوْ غَيْرَ نُقْطَةً يَرُدُّ عَلَيْهِ الصَّبِيَانُ وَيَقُولُ لَهُ مَنْ كَانَ؟ الصَّوَابُ كَذَا۔

وَجَوَزَ غَيْرُ وَاحِدٍ أَنْ يُرَادَ حِفْظُهُ بِالْإِعْجَازِ فِي كُلِّ وَقْتٍ كَمَا تَدُلُّ عَلَيْهِ الْجُمْلَةُ الْإِسْمِيَّةُ مِنْ كُلِّ زِيَادَةٍ وَتَقْصَانٍ وَتَحْرِيفٍ وَتَبْدِيلٍ، وَلَمْ يَحْفَظْ سُبْحَانَهُ كِتَابًا مِنْ الْكُتُبِ كَذَاكَ بَلِ اسْتَحْفَظَهَا جَلٌّ وَعَلَاءٌ الرَّبَّانِيَيْنِ وَالْأَحْبَارِ، فَوْقَ فِيهَا مَا وَقَعَ، وَتَوَلَّى حِفْظَ الْقُرْآنِ بِنَفْسِهِ



سُبْحَانَهُ، فَلَمْ يَزَلْ مَحْفُوظًا أَوْلًا وَآخِرًا۔

مَنْ نَزَّلْنَا بِصِيَغَةِ الْجَمْعِ تَعْظِيمًا لِشَأْنِهِ "وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ" أُنِي فِي

قُلُوبِ أَوْلِيَاءِ نَافِيهِ خَزَائِنِ أَسْرَارِنَا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی ہر تحریف، زیادتی و نقصان وغیرہ سے حفاظت کریں گے، یہاں تک کہ اگر کوئی ہیبت ناک شیخ بھی ایک نقطہ قرآن پاک میں تبدیل کر دے تو ایک بچہ حافظ قرآن اس کی غلطی کو رد کر دے گا اور بتا دے گا کہ صحیح اس طرح ہے چونکہ جملہ اسمیہ سے حفاظت کا وعدہ ہے، اس لیے قیامت تک قرآن پاک کے الفاظ اور معانی میں تحریف نہ ہو سکے گی۔ قرآن پاک سے قبل کسی آسمانی کتاب کا اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ نہ لیا تھا بلکہ ان کی حفاظت وقت کے علماء اور احبار کیا کرتے تھے، لیکن قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، اس لیے ہمیشہ محفوظ رہے گا اول تا آخر۔ "وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ" یعنی اس کی حفاظت ہم اپنے اولیاء کے قلوب میں کریں گے جو ہمارے اسرار کے خزانے ہیں۔

(روح المعانی، پارہ: ۱۴، صفحہ: ۵۴-۱۶)

## تلوین و تمکین

**فائدہ علمیہ (۳):** ہر تلوین مذموم نہیں بعض تلوین تمکین سے افضل ہے۔

قَالَ اللهُ تَعَالَى شَأْنُهُ: كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (پارہ: ۲۷) كُلُّ يَوْمٍ أُنِي كُلَّ

وَقْتٍ مِّنَ الْأَوْقَاتِ وَالْحِظَّةِ مِّنَ اللَّحْظَاتِ، وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِ

وَأَبْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حَبَّانٍ وَجَمَاعَةٌ عَنِ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: "مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَغْفِرَ ذَنْبًا، وَيَفْرُجَ

كَرْبًا، وَيَرْفَعَ قَوْمًا، وَيَضَعَ آخَرِينَ" زَادَ الْبَزَّازُ "وَيُجِيبُ دَاعِيًا" وَقِيلَ: إِنَّ

الله تَعَالَى فِي كُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثَ عَسَاكِرَ، عَسَاكِرُ مِنَ الْأَصْلَابِ إِلَى



الْأَرْحَامِ وَعَسْكَرٌ مِنَ الْأَرْحَامِ إِلَى الدُّنْيَا، وَعَسْكَرٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَى  
الْقُبُورِ وَالظَّاهِرِ إِنَّ الْمُرَادَ بَيَانُ كَثْرَةِ شُؤْنِهِ تَعَالَى فِي الدُّنْيَا، فَكُلَّ يَوْمٍ  
عَلَى مَعْنَى كُلِّ وَقْتٍ مِّنْ أَوْقَاتِ الدُّنْيَا.

وَاسْتَدَلَّ الشَّيْخُ الْأَكْبَرُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَدِيسٍ سِرُّهُ بِقَوْلِهِ سُبْحَانَ  
وَتَعَالَى (كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ) عَلَى شَرَفِ التَّلْوِينِ.

ترجمہ مکہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی اک نئی شان کا  
ظہور فرماتے ہیں، پس یوم بمعنی دن نہیں ہے بلکہ ہر وقت اور ہر لحظہ تجلیاتِ نو بہ نو  
کا ظہور مراد ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور  
کثیر جماعت نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس  
آیت کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت  
کسی کی خطائیں معاف فرماتے ہیں، کسی کی تکلیف دور فرماتے ہیں، کسی قوم کو  
عزت و بلندی عطا فرماتے ہیں اور کسی قوم کو ذلیل فرماتے ہیں اور بزاز نے یہ  
زیادہ کیا ہے کہ اور دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ  
ہر روز اللہ تعالیٰ کے تین لشکر ہیں، ایک لشکر باپ کے اصلاب سے ماں کے  
ارحام میں آتا ہے۔ دوسرا لشکر ماں کے پیٹ سے دنیا میں وجود پاتا ہے۔ تیسرا  
لشکر دنیا سے قبروں میں جاتا ہے۔ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ ہر وقت شہوون  
مختلفہ کا ظہور بارگاہِ حق سے دنیا میں ہوتا رہتا ہے۔

حضرت شیخ محمد الدین اکبر نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے شرف

تلوین پر۔ (روح المعانی، پارہ: ۲۷، صفحہ: ۱۱۰، ۱۲۸)

**تشریح از احقر:** ہر تلوین مذموم نہیں جو تلوین حسن سے قبیح کی طرف ہوتی  
ہے وہ مذموم ہے اور جو تلوین حسن سے احسن کی طرف ہو تو وہ احسن ہے پس  
”إِنْتِقَالَ لَوْنٍ مِّنْ لَّوْنٍ آخَرَ إِذَا كَانَ مِنَ الْحَسَنِ إِلَى الْقَبِيحِ فَهُوَ مَذْمُومٌ، وَ



إِذَا كَانَ مِنَ الْحَسَنِ إِلَى الْأَحْسَنِ فَهُوَ مَحْمُودٌ“ شیخ اکبر نے صوفیائے کرام کے اس قول کی اصلاح فرمائی ہے کہ ہر تلوین تمکین سے افضل نہیں، اگر نئی نئی شان ماضی کی شان سے احسن ہو تو وہ افضل اور اشرف ہے۔

## دو شخصوں کا ایک ساتھ سلام کرنے کا حکم

**فائدہ علمیہ (۴):** إِذَا سَلَّمَ الْمُتَلَاقِيَانِ دَفْعَةً وَاحِدَةً يَجِبُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ أَنْ يَرُدَّ عَلَى صَاحِبِهِ۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۵۵)

**ترجمہ:** جب دو آدمی بوقت ملاقات ایک ہی وقت میں ایک دوسرے کو السلام علیکم کہیں تو ہر ایک پر جواب و علیکم السلام واجب ہو جائے گا۔

## بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کا طریقہ

**فائدہ علمیہ (۵):** جب کوئی نماز بیٹھ کر پڑھے تو رکوع میں کتنا جھکنا چاہیے؟ اس مسئلہ کو نہ جاننے کے سبب اکثر لوگ بالخصوص صاحب توند بلا وجہ مشقت اٹھاتے ہیں اور بہت زیادہ جھکتے ہیں کہ پیٹ دبے لگتا ہے اور بعضے تو سرین بھی اٹھاتے ہیں حالانکہ مسئلہ صرف یوں ہے کہ اتنا جھکے کہ سر گھٹنوں کے مقابلے میں آ جاوے جو بہت آسان ہے، علم صحیح سے آرام اٹھائیے۔ ”فَإِنْ رَكَعَ جَالِسًا يَنْبَغِي أَنْ يُحَادِثَ جَبْهَتَهُ رُكْبَتَيْهِ لِيَحْضَلَ الرُّكُوعُ، وَلَعَلَّ مُرَادَهُ إِتْمَانًا الظَّهْرِ عَمَلًا بِالْحَقِيقَةِ، لَا أَنَّهُ يُبَالِغُ فِيهِ حَتَّى يَكُونَ قَرِيبًا مِنَ السُّجُودِ۔“ (احسن الفتاویٰ، جلد: ۳، صفحہ: ۳۱-طحاوی علی المراتی: ۱۲۵)

## سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ

**فائدہ علمیہ (۶):** سجدہ کی طرف جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کمر کو بالکل سیدھا رکھے، گھٹنے زمین پر رکھنے سے پہلے کمر میں خم نہ آنے پاوے، اگر تھوڑا سا بھی جھکا تو تکرار رکوع لازم آوے گا، ضعفاء بوڑھے مستثنیٰ ہیں۔ ”قَالَ“



فِي الشَّامِيَّةِ: وَيَخْرُجُ لِلسُّجُودِ قَائِمًا مُسْتَوِيًّا لَا مُنَحْنِيًّا لِئَلَّا يَزِيدَ رُكُوعًا  
أُخْرَى“ (رد المحتار، جلد: ۱، صفحہ: ۶۵، ۶۶، احسن الفتاویٰ، جلد: ۳، صفحہ: ۳۳)

## و جوب سجدہ سہو کی ایک صورت

**فائدہ علمیہ (۷):** جہری نماز میں سر اڑھنا اور سری نماز میں جہرا پڑھنا تیس حروف کے برابر یا تیس سے زائد پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ پس اسی تیس حروف تک سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اور اسی تیس حروف الحمد للہ سے الرحمن تک ہوتے ہیں۔ اگر اس کے آگے ایک حرف بھی پڑھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ، جلد: ۴، صفحہ: ۳۱)

## عالم بے عمل بالا جماع جاہل ہے

**فائدہ علمیہ (۸):** ”قَالَ قَتَادَةُ: - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- أَجْمَعَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- كُلُّ مَنْ عَصَى اللهُ فَهُوَ جَاهِلٌ.“  
ترجمہ: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۱۳۲)

## بیت الخلاء سے نکلنے پر ”غُفْرَانَكَ“ کہنے کی حکمتیں

**فائدہ علمیہ (۹):** بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد غُفْرَانَكَ یعنی مغفرت طلب کرنے کی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو حکمتیں بیان کی ہیں:

- (۱)..... اتنی دیر تک ذکر سے محروم رہنے پر استغفار کیا گیا۔
- (۲)..... غذا کا معدہ میں داخل ہونے کے بعد راحت سے ہضم ہو کر گندی چیزوں کے خارج ہونے تک جسم کے اندر جو عجیب انتظام رکھا گیا ہے اور ہم کو اس میں کچھ دخل بھی نہیں، اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ہم سے ادا نہیں ہو سکتا، اس لیے



استغفار کیا گیا۔

تیسری وجہ احقر عرض کرتا ہے۔ وہ یہ کہ ستر کھلنے پر وساوس شہوات وغیرہ آگئے ہوں اور نفس نے ناجائز استلذاذ کر لیا ہو تو اس پر بھی استغفار کیا جاوے۔

## حدیث پاک ”مَدْفُوعٌ بِالْأَبْوَابِ“ کی شرح

فائدہ علمیہ (۱۰):

((رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ))

(مشکاة المصابیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء)

ترجمہ: بہت سے مقبول بندے جو پر اگندہ بال پر اگندہ حال گرد و غبار والے ہر دروازہ سے دفع کیے ہوئے اگر قسم کھالیں کسی بات پر تو حق تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرمادیتے ہیں۔

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو دروازہ دروازہ دھکے کھلاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز یہ مطلب اس حدیث کا نہیں۔  
ملا علی قاری حمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”لَيْسَ الْمُرَادُ مِنْهُ أَنَّهُ يَأْتِي أَبْوَابَ أَرْبَابِ الدُّنْيَا، فَيَطْرُقُونَهُ عَنْهَا، وَيَدْفَعُونَهُ عَنْ دُخُولِهَا فَإِنَّ الْأَوْلِيَاءَ مَحْفُوظُونَ عَنْ هَذِهِ الْمَذَلَّةِ، وَالْبَعْثَى أَنَّهُ لَا يُدْخِلُهُ أَحَدٌ فِي بَيْتِهِ لَوْ فُرِضَ وَقُوفُهُ عَلَى بَابِهِ مِنْ غَايَةِ حِقَارَتِهِ فِي نَظَرِ النَّاسِ، وَذَلِكَ لِمَا أَرَادَ اللَّهُ سِتْرَ حَالِهِ عَنِ الْخَلْقِ“

ترجمہ: اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ تعالیٰ، اولیاء اللہ دروازہ دروازہ پھرتے اور دھکے کھاتے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ ایسی ذلتوں سے محفوظ ہیں بلکہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اگر فرض کیا جاوے کہ وہ کسی امیر کے دروازے پر کھڑے ہوں تو وہ حقارت کے سبب ان کو اپنے گھر میں اور محافل میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے اور یہ معاملہ ان اولیاء کے ساتھ ہے جن کو اللہ تعالیٰ



شانہ مخلوق سے چھپا کر رکھنے کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ (مرقاۃ، جلد: ۱۰، صفحہ: ۱)

## مسکین کے معنی

فائدہ علمیہ (۱۱):

((اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَسْكِينًا))

(مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب فضل الفقراء)

اس دعا پر کہ اے خدا! ہم کو مسکین زندہ رکھے کیا کوئی آمین کہہ سکتا ہے؟ بالخصوص مالدار تو یہ دعا سن کر کانپ اٹھے گا۔ تو بات یہ ہے کہ اس حدیث کے مفہوم سے ناواقفیت اس کا سبب ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آدمی مفلس اور تنگ دست ہو جاوے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ: "اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَسْكِينًا" اُمِّي اجْعَلْنِي مُتَوَاضِعًا، لَا جَبَّارًا مُتَكَبِّرًا"

**حل لغات:** الْمَسْكِينُ مِنْ مَادَّةِ الْمَسْكِنَةِ، وَهُوَ التَّوَاضُّعُ عَلَى وَجْهِ الْمُبَالَغَةِ۔ (مرقاۃ، جلد: ۱۰، صفحہ: ۱۱)

ترجمہ: اے اللہ! ہم کو مسکین بنائیے یعنی ہم کو متواضع بنا دیجیے، جبار اور متکبر نہ بنائیے۔ مسکین مسکنت سے ہے اور اس کا مفہوم غایت تواضع اور کمال فنایت اور عبدیت ہے۔

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے  
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اسبالِ ازار کے حرام ہونے کی وجوہات

فائدہ علمیہ (۱۲): اسبالِ ازار چار وجوہ سے حرام ہے:

(۱) مِنْ جِهَةِ الْإِسْرَافِ (۲) مِنْ جِهَةِ التَّشْبُهِ بِالنِّسَاءِ (۳) مِنْ جِهَةِ التَّلَوُّثِ



بِالنَّجَاسَةِ (۲) مِنْ جِهَةِ التَّشْبِيهِ بِوَضْعِ الْمُتَكَبِّرِينَ - بالترتيب (۱) اسراف  
(۲) عورتوں سے مشابہت (۳) تلوث نجاست (۴) مشابہت متکبرین۔

(فتح الباری، کتاب اللباس، جلد: ۱۰، صفحہ: ۲۶۳)

**فیصلہ حافظ ابن حجر عسقلانی:** وَأَمَّا الْإِسْبَالُ لِغَيْرِ الْحَيْلَاءِ  
فَظَاهِرُ الْأَحَادِيثِ تَحْرِيْمُهُ أَيْضًا - بدون تکبر کے بھی اگر ٹخنہ چھپائے تو بھی حرام  
ہے۔ (بحوالہ بالا)

بدون شملہ بھی عمامہ باندھنا مسنون ہے

**فائدہ علمیہ (۱۳):** بدون شملہ عمامہ باندھنا بھی مسنون ہے اور شملہ کے  
ساتھ باندھنا بھی مسنون ہے۔ عمامة: (بکسر العین) (مرقاۃ، جلد: ۸، صفحہ: ۲۵۰)

حسنِ اخلاق

**فائدہ علمیہ (۱۴):** جس عورت کے متعدد شوہر ہوں گے وہ قیامت کے  
دن اچھے اخلاق والے کا انتخاب کرے گی۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۱۷۳)

حسین امرود کو دیکھنا حرام ہے

**فائدہ علمیہ (۱۵):** امرود حسین کو دیکھنا ہر صورت میں حرام ہے خواہ فتنہ  
سے امن اور اطمینان ہی کیوں نہ ہو۔ هَذَا، وَهُوَ الْمَذْهَبُ الْمُبْتَخَرُ يَحْرُمُ  
النَّظْرَ إِلَى الْأَمْرُدِ الْحَسَنِ، أَمِنْ الْفِتْنَةِ أَمْ لَا؟ هَذَا، وَهُوَ الْمَذْهَبُ الْمُبْتَخَرُ۔  
(مرقاۃ، جلد: ۶، صفحہ: ۱۹۶)

خطبہ جمعہ کے وقت امام سلام نہ کرے

**فائدہ علمیہ (۱۶):** الْإِمَامُ لَا يُسَلِّمُ الْقَوْمَ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ - امام  
جب منبر پر بیٹھ جائے تو سلام قوم کو نہ کرے۔ (مرقاۃ، جلد: ۳، صفحہ: ۲۷۰)



## حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

**فائدہ علمیہ (۱۷):** مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ حَسَنٌ۔ یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ”الْمُرَادُ بِالْمُسْلِمِينَ الْعُلَمَاءُ الْأَتْقِيَاءُ“ سب مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے اور مراد مسلمانوں سے علماء متقین ہیں۔ (مرقاۃ، جلد: ۳، صفحہ: ۲۵۴)

## جمہوریت اور سوادِ اعظم کیا ہے؟

**فائدہ علمیہ (۱۸):** حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرف حق ہو وہی سوادِ اعظم ہے، خواہ ایک شخص ہو۔ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تنہا جہاد کا فیصلہ فرمایا سوادِ اعظم تھا۔ پس سوادِ اعظم سے مراد بیاضِ اعظم ہے۔

## ایک نصرانی کا اسلام لانا

**فائدہ علمیہ (۱۹):** ایک قاری نے تلاوت کی: ”وَآيَدُهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ“ نصرانی نے کہا کہ یہی تو ہمارا مذہب ہے۔ منہ سے مراد حق تعالیٰ کے جزء ہیں۔ قاری نے فوراً تلاوت کیا: ”وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ“ بس ایمان لایا۔

## چند اسمائے الہیہ کے مفاہیم اور معانی

**فائدہ علمیہ (۲۰):** الْكَرِيمُ: هُوَ الَّذِي يُعْطِي بِدُونِ اسْتِحْقَاقٍ وَمِنَّةٍ۔

الْحَلِيمُ: هُوَ الَّذِي لَا يَعْجَلُ بِالْعُقُوبَةِ۔ (مرقاۃ المفاتیح)

کریم وہ ہے جو بدون صلاحیت اور استحقاق عطا فرمائے اور حلیم وہ ہے جو سزا



دینے میں جلدی نہ کرے۔

وَاحِدٌ اور أَحَدٌ کا فرق: واحد کا اطلاق کثیر پر بھی ہوتا ہے جیسے وَاحِدٌ مائَةٌ ایک سو۔ وَاحِدٌ الف ایک ہزار۔ اور أَحَدٌ کا اطلاق صرف حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ (روح المعانی، پارہ: ۳۰، سورہ اخلاص)

الرَّحْمَنُ اور الرَّحِيمُ کا فرق: الرحمن حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور الرحيم کا مخلوق پر بھی استعمال جائز ہے، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رَوْفٌ اور رَحِيمٌ فرمایا گیا، الرحيم کی رحمت کبھی الم اور تکلیف کے ساتھ بھی شامل ہو جاتی ہے جیسے دوائے تلخ پینا رَحْمَةٌ الرَّحْمَنِ اَيْضًا قَدْ تُمَزَّجُ بِالْأَلَمِ كَثْرِبِ الدَّوَاءِ الْكَرَّهِ الطَّعْمِ وَالرَّائِحَةِ فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَ رَحْمَةً بِالْمَرِيضِ لَكِنَّ فِيهِ مَا لَا يَلَائِمُ طَبْعَهُ، وَرَحْمَةُ الرَّحِيمِ لَا يُمَارِجُهَا شَوْبٌ، فِيهِ فَحْصُ النَّعْبَةِ، وَلَا تَوْجَدُ إِلَّا عِنْدَ أَهْلِ السَّعَادَاتِ الْكَامِلَةِ۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا سَعْدَاءَ الدَّارَيْنِ مُحْرَمَةَ سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ - صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (روح المعانی، پارہ: ۱، صفحہ: ۸۲)

تَرْجَمَةً: رحمن کی رحمت کبھی تکلیف مفیدہ کو شامل ہوتی ہے، جیسے دوائے تلخ پینا مریض کے لیے رحمت ہے، لیکن کلفت بھی ہے۔ برعکس رحيم کی رحمت کے کہ وہ خاص راحت و نعمت ہے اور یہ اہل سعادت حضرات کو عطا ہوتی ہے۔

انے اللہ! ہم کو بھی دونوں جہاں کے سعیدوں میں شامل فرما، صدقے میں حرمت سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

مَلِيكٌ اور مَلِكٌ کا فرق: ملك: صاحب ملک۔ اور مَلِيكٌ: صاحب مملکت عظیمہ۔

قَادِرٌ اور مُقْتَدِرٌ کا فرق: قادر: صاحب قدرت۔ اور مُقْتَدِرٌ: صاحب قدرت عظیمہ۔



الصَّمَدُ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نام مبارک کے یہ معنی بتائے ہیں: "الْمُسْتَعْنَى عَنْ كُلِّ أَحَدٍ وَالْمُحْتَاجُ إِلَيْهِ كُلُّ أَحَدٍ"۔ صمد وہ ذات ہے جو سب سے مستغنی ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔ (روح المعانی، پارہ: ۳۰)

الْقُدُّوسُ السَّلَامُ: القدوس: جو ماضی میں عیب سے پاک ہو۔ السلام: جو مستقبل میں عیب سے منزہ ہو۔ (بیان القرآن، سورۃ حشر ماخوذ من تفسیر خازن)

السَّلَامُ: الَّذِي يُسَلِّمُ أَوْلِيَاءَهُ مِنْ كُلِّ آفَةٍ، فَيَسْلُبُونَ مِنْ كُلِّ مُخَوِّفٍ، وَهُوَ ذَاتُ جِوَابِنِ أَوْلِيَاءَهُ كَوَافٍ مِنْ كُلِّ مَخَوِّفٍ (ذُرَّانِ وَالِ) سَ مَحْفُوظٍ رَهِينِ۔ (روح المعانی)

الْجَبَّارُ: الَّذِي يُصْلِحُ أَحْوَالَ خَلْقِهِ بِقُدْرَتِهِ الْقَاهِرَةِ، وَهُوَ ذَاتُ جِوَابِنِ مَخْلُوقٍ كِي هَرِّبْغِي وَرِخْرَابِي كُو دَرَسْتِ كَرْدِي اِبْنِي قَدْرَتِ كَامَلِه سَ۔

(روح المعانی و بیان القرآن)

الْمُتَكَبِّرُ: عَظَمْتَ وَالَا۔ (روح المعانی و بیان القرآن)

رَءُوفٌ أَوْ رَحِيمٌ كَا فَرْقٌ: رَأْفَتُ كِي رَحْمَتِ مَضْرُوتِ سَ حَفَاظَتِ كَرْنِ وَالِي رَحْمَتِ كَا نَامِ هِي أَوْ رَحِيمِ كِي رَحْمَتِ مَفِيدِ أَمُورِ كُو مَهِيَا كَرْنِ وَالِي رَحْمَتِ كَا نَامِ هِي۔ "رَأْفَةٌ شَفَقَةٌ وَشِدَّةُ الرَّحْمَةِ، وَمِنْ أثارِهَا: دَفْعُ الْمَضَارِّ وَتَأْخِيرُ الرَّحْمَةِ بِاعْتِبَارِ أَنَّ أثارَهَا جَلْبُ الْمَنَافِعِ وَالْأَوَّلُ أَهَمُّ مِنَ الثَّانِي"۔

(روح المعانی، پارہ: ۱۱، صفحہ: ۵۲)

## حضرت خضر علیہ السلام کی دعا

فانده علمیه (۲۱): حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا۔ ایک آدمی کعبہ کا غلام پکڑ کر دعا کر رہا تھا: "يَا مَنْ لَا يَشْغَلُهُ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ، وَ يَا مَنْ لَا تُغْلِظُهُ الْمَسَائِلُ، وَ يَا مَنْ لَا يَتَبَرَّمُ بِالْحَاجِ الْمَلَجِينَ أَذِقْنِي بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ" میں نے کہا اے اللہ کے



بندے! دوبارہ یہ دعا مجھے سناؤ۔ انہوں نے کہا کیا آپ نے سن لیا؟ میں نے کہا ہاں! کہا خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں خضر کی جان ہے (اور یہ خضر ہی تھے) جو بندہ اس دعا کو ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھ لے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اگرچہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں اور بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں۔

(روح المعانی، جلد: ۱۵، صفحہ: ۳۲۲)

**دعا کا ترجمہ:** اے وہ ذات کہ نہیں مشغول کرتا ہے اس کو کسی کی بات کا سننا، کسی دوسرے کی بات سننے سے اور اے وہ ذات! کہ نہ وہ غلطی میں ڈالے اس کو مسائل، اور اے وہ ذات! کہ نہ پریشان ہو گڑ گڑا کر مانگنے والوں کی الحاج سے۔ اپنی معافی کی ٹھنڈک مجھ کو عطا فرمائیے اور اپنی رحمت کی حلاوت (مٹھاس) عطا فرمائیے۔ (روح المعانی، جلد: ۱۵، صفحہ: ۳۲۲)

**تشریح:** انسان بیک وقت بہت سے آدمیوں کی بات نہیں سن سکتا اور حق تعالیٰ بیک وقت بے شمار مخلوق کی بات سنتے ہیں اور انسان بار بار مانگنے والے سے زچ (تنگ) ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ شانہ بار بار مانگنے والوں سے اور الحاج کرنے والوں سے زچ (تنگ) نہیں ہوتے بلکہ محبت فرماتے ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَ وَرِدِ مِنْ حَصُولِ مَغْفَرَتِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ستر ہزار بار جو پڑھ لے یا جس کے لیے پڑھا جائے

اس کی مغفرت ہو جاوے گی۔

**حکایت:** قَالَ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ الدِّينِ بْنِ الْعَرَبِيِّ: إِنَّهُ يَلْعَنِي عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنْ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سَبْعِينَ أَلْفًا غُفِرَ لَهُ، وَمَنْ قِيلَ لَهُ غُفِرَ لَهُ أَيْضًا، فَكُنْتُ ذَكَرْتُ التَّهْلِيلَةَ بِالْعَدِيدِ الْمَرُورِيِّ مِنْ غَيْرِ أَنْ أَنْوِي لِأَحَدٍ بِالْخُصُوصِ، بَلْ عَلَى الْوَجْهِ الْإِجْمَالِيِّ، فَحَضَرَتْ طَعَامًا مَعَ بَعْضِ



الأصحاب، وفيهم شاب مشهور بالكشف، فإذا هو في أثناء الأكل أظهر البكاء، فسألته عن السبب فقال: أرى أُمِّي في العذاب: فوهبت في باطني ثواب التهنيلة المذكورة ليًا، فضحك وقال: إني أراها الآن في حسن المآب، قال الشيخ: فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث.

**مختصر ترجمہ:** حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ پڑھے یا کسی کے لیے پڑھ لیا جاوے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور میں یہ کلمہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن کچھ احباب کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا جس میں ایک جوان جو کشف میں مشہور تھا، رونے لگا۔ میں نے سبب معلوم کیا تو کہا میری ماں کو عذاب ہو رہا ہے۔ میں نے دل میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے اپنے پڑھے ہوئے کلمہ تہلیل سے ستر ہزار کا ثواب اس کی ماں کو دے دیا۔ بس فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ میں اپنی ماں کو بہتر ٹھکانے میں (یعنی جنت میں) دیکھ رہا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ پس صحت حدیث کو میں نے پہچانا، اس کے کشف کی صحت سے اور اس کے کشف کی صحت کو صحت حدیث سے۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۳، صفحہ: ۹۸)

**فائدہ:** احقر عرض کرتا ہے کہ اگر ہر روز پانچ سو بار کلمہ لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ پڑھ لیا جاوے تو پانچ ماہ میں پچھتر ہزار جمع ہو جاوے گا اور ہر پانچ ماہ پر اپنے باپ دادا، نانا جس کو چاہیے بخشے رہیے۔ اس کلمہ کی قیمت عظیم الشان ہے۔ نوے سال کا کافر اس کلمہ کو پڑھ کر جنتی ہو جاتا ہے۔ (یعنی محمد رسول اللہ کے ساتھ پڑھ کر)

### شکور کی تعریف اور حکایت عجیب

اللہ تعالیٰ شکور ہیں اور شکور کی تعریف مرقاۃ میں یہ ہے کہ: ”الذی



يُعْطَى الْأَجْرَ الْجَزِيلَ عَلَى الْأَمْرِ الْقَلِيلِ“ جو قلیل عمل پر عظیم جزاء عطا فرماوے اس کو شکور کہتے ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ: ”أَنَّ رَجُلًا رُئِيَ فِي الْمَنَامِ، فَقِيلَ لَهُ: مَا فَعَلَ اللَّهُ بِكَ، فَقَالَ: حَاسِبَنِي، فَخَفَّتْ كِفَّةُ حَسَنَاتِي، فَوَقَعَتْ فِيهَا صُرَّةٌ، فَثَقُلْتُ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: كَفُّ تُرَابِ الْقَبْرِ فِي قَبْرِ مُسْلِمٍ“ ایک شخص کو خواب میں دیکھا گیا۔ دریافت کیا گیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا میرا حساب ہوا، پس میں ڈر گیا کہ نیکیوں کا پلہ ہلکا تھا۔ اچانک اس میں مٹی کی تھلی آگری اور وزن نیکیوں کا بڑھ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تھلی کہاں سے آگئی؟ ارشاد ہوا کہ یہ وہ مٹی ہے جو تو نے کسی مسلمان کی قبر میں ڈالی تھی۔

(مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۸۵)

## لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اثْوَاب

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ثواب اور وزن ساتوں آسمان اور زمین سے زیادہ

ہونے کا سبب:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ مُوسَى: - عَلَيْهِ السَّلَامُ - يَا رَبِّ عَلِّبْنِي شَيْئًا أَذْكَرُكَ بِهِ، أَوْ أَدْعُوكَ بِهِ، فَقَالَ: يَا مُوسَى، قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ: يَا رَبِّ، كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُ هَذَا إِيْمًا أُرِيدُ شَيْئًا تَخْصِنِي بِهِ قَالَ: يَا مُوسَى، لَوْ أَنَّ السَّبَّاحَاتِ السَّبْعَ وَعَامْرَهُنَّ غَيْرِي وَالْأَرْضِينَ السَّبْعَ وَضِعْنَ فِي كِفَّةٍ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كِفَّةٍ لَبَأْتِ بِهِنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۲۰۱)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! مجھے



کوئی چیز سکھا دیجیے کہ آپ کو اس کے ذریعہ یاد کروں یا پکارا کروں۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار! یہ تو ساری دنیا کہتی ہے، میں تو کوئی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھ ہی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان کے رہنے والے ہمارے علاوہ اور ساتوں زمین ایک پلہ پر رکھے جاویں (کفۃ بکسر الکاف) اور دوسرے پلہ پر ہمارا یہ کلمہ رکھ دیا جاوے لا الہ الا اللہ تو یہ پلہ بھاری ہو جاوے گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے وزنی ہونے کا سبب یہ ہے کہ ”لِأَنَّ جَمِيعَ مَا سِوَى اللَّهِ تَعَالَى بِالنَّظَرِ إِلَى وُجُودِهِ تَعَالَى كَالْمَعْدُومِ إِذْ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ، وَالْمَعْدُومُ لَا يُوزَنُ الثَّابِتُ الْمَوْجُودَ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۱۳)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام موجودات فانی اور معدوم ہیں اور معدوم کو وجود کے ساتھ وزن نہیں کیا جاتا۔

## تسبیح کا ثبوت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس آئے (نزولِ حجاب سے قبل، نیز لازم نہیں پاس آنا رویت کو) اور اس کے ہاتھ میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جس سے وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”وَهَذَا أَصْلُ صَحِيحٍ لِتَجْوِيزِ السُّبْحَةِ بِتَقْرِيرِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِنَّهُ فِي مَعْنَاهَا إِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ الْمَنْظُومَةِ وَالْمَنْشُورَةِ قِيَامًا بِعَدْبِهِ، وَلَا يُعْتَدُّ بِقَوْلٍ مَنْ عَدَّهَا بَدْعَةً، وَقَدْ قَالَ الْمَشَائِخُ: إِنَّهَا سَوْطُ الشَّيْطَانِ، وَرَوَى أَنَّهُ رُؤِيَ مَعَ الْجُنَيْدِ سُبْحَةً فِي يَدِهِ حَالَ انْتِهَائِهِ، فَسُئِلَ عَنْهُ، فَقَالَ: شَيْءٌ وَصَلْنَا بِهِ إِلَى اللَّهِ كَيْفَ نَتْرُكُهُ“ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ



یہ حدیث اصل ہے بزرگوں کے تسبیح رکھنے کی۔ پس تحقیق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت بھی جواز کی دلیل ہے خواہ تسبیح کے دانے الگ الگ ہوں یا پرو دیئے گئے ہوں۔ اس میں کوئی فرق نہیں اور یہ قول ناقابل توجہ ہے جو تسبیح کو بدعت کہتے ہیں۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ تسبیح شیطان کے لیے کوڑا ہے یعنی غفلت نہیں پیدا ہونے دیتی۔

روایت ہے کہ حضرت جنید کو دیکھا گیا کہ جب وہ کامل ہو گئے تو ان کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی گئی۔ کہا گیا اب کیا ضرورت ہے؟ فرمایا: اسی کی برکت سے تو واصل ہوئے، اس محسنہ کو کیسے چھوڑ دوں؟ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۱۵)

### ذکر میں دل لگانے کا طریقہ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ سے ان کے مرید نے شکایت کی کہ دل ذکر میں حاضر نہیں رہتا۔ فرمایا کہ اس بات کا شکر کرو کہ ایک عضو (زبان) کو ذکر میں اللہ تعالیٰ نے لگا دیا ہے اور دل کی توجہ کی دعا کرتے رہو۔ احقر عرض کرتا ہے کہ شکر پر وعدہ ہے زیادہ عطا فرمانے کا، پس ذکر لسانی پر شکر کی برکت سے قلب کی حضوری کی نعمت بھی زیادہ عطا فرمانے کے وعدہ کے ساتھ آ جاوے گی۔

### حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں وزن کیا جاوے، اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ آیات پڑھ لیا کرے:

{سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝}

[سورة الصافات، آیت: ۱۸۰ تا ۱۸۲]

(فضائل ذکر)



## ولی کس کو کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ”ولی“ بھی ہے۔ الْوَلِيُّ أَيْ الْمَحِبُّ لِأَوْلِيَائِهِ النَّاصِرُ لَهُمْ عَلَى أَعْدَائِهِمْ، ولی وہ ہے جو اپنے دوستوں سے محبت کرتا ہو اور مدد کرتا ہو ان کی دشمنوں پر۔

اللہ تعالیٰ جس کو اپنا ولی بناتے ہیں اس کو ظلمات سے انوار کی طرف نکالتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

{اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا لَا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط}

[سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۵۷]

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو ولی بناتے ہیں اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ:

أَنَّ يَدِيْمَ تَوْفِيْقَهُ حَتَّى لَوْ أَرَادَ سُوءٌ، وَقَصَدَ مَحْظُورًا عَصَبَهُ عَنِ ارْتِكَابِهِ، وَلَوْ جَنَحَ إِلَى تَقْصِيْرٍ فِي طَاعَتِهِ أَبِي إِلَّا تَوْفِيْقًا لَهُ، وَتَأْيِيْدًا، وَهَذَا مِنْ أَمَارَاتِ السَّعَادَةِ، وَعَكْسُ هَذَا مِنْ أَمَارَاتِ الشَّقَاوَةِ، وَمِنْ أَمَارَاتِ وِلَايَتِهِ: أَنْ يَرْزُقَهُ مَوَدَّةً فِي قُلُوبِ أَوْلِيَآئِهِ فَإِنَّ اللَّهَ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِ أَوْلِيَآئِهِ فِي كُلِّ وَقْتٍ، فَإِذَا رَأَى فِي قُلُوبِهِمْ لِعَبْدٍ مَحَلًّا يَنْظُرُ إِلَيْهِ بِاللُّطْفِ وَإِذَا رَأَى هِمَّةً وَرِيٍّ مِنْ أَوْلِيَآئِهِ لِشَأْنِ عَبْدٍ، أَوْ سَمِعَ دُعَاءَ وَلِيٍّ فِي شَأْنِ شَخْصٍ يَأْتِي إِلَّا الْفَضْلَ وَالْإِحْسَانَ إِلَيْهِ أَجْزَى بِذَلِكَ سُنَّتَهُ الْكَرِيْمَةَ، وَسَمِعْتُ الشَّيْخَ أَبَا عَلِيٍّ الدَّقَّاقَ، رَحِمَهُ اللَّهُ، يَقُولُ: لَوْ أَنَّ وَلِيًّا مِنْ أَوْلِيَآءِ اللَّهِ مَرَّ بِبَلَدَةٍ لَنَالَ بَرَكَةَ مُرُورِهِ أَهْلُ تِلْكَ الْبَلَدَةِ حَتَّى يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ، وَمِنْ خُصُوصِيَّاتِ الْوِلَايَةِ: أَنَّ أَهْلَهَا مُنْزَهُونَ عَنِ الذُّلِّ، فَأَوْلِيَآءُ اللَّهِ تَعَالَى دَائِمًا مُسْتَعْرَقُونَ فِي عِزِّ مَوْلَاهُمْ فِي دُنْيَاهُمْ وَأُخْرَاهُمْ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ -

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ إِمَّةً لِّكُلِّ بَلَدٍ ۖ وَكَرَّمَهُمْ - (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۹۲)



تَرْجَمًا: ولی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کے ساتھ اپنی طرف سے خاص توفیق شامل حال رکھتے ہیں جس کا فیض یہ ہے کہ اگر وہ ارادہ بھی کرے کسی بُرائی کا یا غیر شرعی فعل کا تو اس کی حق تعالیٰ حفاظت رکھتے ہیں اس کے ارتکاب سے اور اگر عبادت و ذکر میں سستی کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سستی سے روک دیں گے اپنی خاص توفیق اور تائید سے، یہ تو علامات سعادت ہیں اور اس کا عکس علامات شقاوت سے ہے۔

اور ولی کی علامت سے یہ بھی ہے کہ اپنے اولیاء کے قلوب میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب پر ہر وقت نظر عنایت رکھتے ہیں۔ پس جب کسی بندہ کے ساتھ تعلق اور محبت اس میں دیکھتے ہیں تو اس کو بھی نگاہِ لطف سے نواز دیتے ہیں اور جب کسی اپنے ولی کی توجہ کو کسی بندہ پر دیکھتے ہیں یا کسی بندہ کے لیے اپنے ولی کی دعا کو سنتے ہیں تو اس پر اپنے فضل و احسان کو جاری فرمادیتے ہیں اور یہی ان کی سنتِ جا رہی ہے۔

اور میں نے شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ اگر کوئی ولی اللہ تعالیٰ کا کسی شہر سے گذر جاوے تو اس بستی کے لوگ اس کے فیض سے محروم نہ رہیں گے اور اس کے مرور (گذرنے) کی برکت سے بخش دیئے جاویں گے۔ اور حق تعالیٰ کی ولایت کی خصوصیات سے یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اولیاء کو ذلت سے بچاتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کی عظمتوں میں وہ غرق رہتے ہیں، پھر ان کو ذلت کیسے چھو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہم کو بھی ان ہی کے زمرہ میں شامل فرماویں اپنے احسان و کرم سے۔

ایک علمی فائدہ

احقر کو خطبہ نکاح کے بارے میں ”الْبَيْتُ كَأَحْسَنِ مِنْ سُنَّتِي، وَمَنْ رَغِبَ



عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“ پر اشکال تھا کہ اس روایت کو ایک جگہ نہ پایا۔ مشکوٰۃ میں باب الاعتصام بالكتاب والسنة، فصل اوّل کی حدیث بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ”كَأَنَّهُمْ تَقَالُوهَا“ میں صرف اتنی عبارت ہے ”وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“ اس لیے ”النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي“ کے بعد ”وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى“ سے ”وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“ کو مناسب سمجھتا تھا، لیکن کنز العمال میں یہ روایت ایک ساتھ مل گئی۔

((عَنْ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))  
(کنز العمال، ج: ۱۶، ص: ۲۷۱)

### بعض اقوال کی تحقیق

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۱۵۰ پر اس کو حدیث فرمایا، لیکن اپنی موضوعات کبیر، صفحہ: ۷۲ میں تحریر فرمایا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موضوع کہا ہے اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”إِنَّهُ لَيْسَ بِثَابِتٍ“ فرمایا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی، پارہ: ۳۰، صفحہ: ۱۷۵ پر یہ عبارت تحریر فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے۔ ”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ، وَالنَّاسُ يَزْعُمُونَهُ حَدِيثًا، وَلَيْسَ كَذَلِكَ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ: إِنَّهُ لَيْسَ بِثَابِتٍ“

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ: وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر، صفحہ: ۳۵ پر اس عبارت کو موضوع قرار دیا ہے اور لا أصل له فرمایا ہے۔



مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا: مر جاؤ مرنے سے پہلے۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: ”إِنَّهُ غَيْرُ ثَابِتٍ“ یہ ثابت نہیں ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول صوفیہ کا ہے۔ قُلْتُ هُوَ مِنْ كَلَامِ الصُّوفِيَّةِ۔ (موضوعات کبیر، ملا علی قاری رحمۃ اللہ، صفحہ: ۷۵)

بزرگوں کے اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ: ”مُوتُوا إِخْتِيَارًا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا إِضْطِرَّارًا، وَالْبُرَادُ بِالْبُوتِ الْإِخْتِيَارِيُّ تَرْكُ الشَّهَوَاتِ وَاللَّهَوَاتِ، وَمَا يَتَرْتَّبُ عَلَيْهَا مِنَ الزَّلَّاتِ وَالْغَفَلَاتِ“ مرنے سے پہلے مر جانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خواہشات غیر شرعیہ کو ترک کر دو۔ مرنے کے بعد تو مجبوراً چھوڑنا ہی پڑے گا۔ جیتے جی زندگی میں چھوڑ دو گے تو اجر عظیم پاؤ گے اور مر کے چھوڑا تو یہ مجبوری کا چھوڑنا ہوا جس پر زجر عظیم کی وعید ہے۔

### چند فوائد علمیہ

ارشاد فرمودہ: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

گنہگار اولاد یا بیوی سے ترک تعلق واجب نہیں

ترک تعلق اولاد یا فاجر یا بیوی فاجرہ سے واجب نہیں۔ دعائے قنوت میں ہے کہ ”وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ“ اس عبارت سے عوام بعض علماء اور مشائخ پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کی فلاں اولاد بے نمازی اور فاجر ہے مگر پھر بھی ترک تعلق نہیں کرتے، تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں فجور سے مراد فجور اعتقادی ہے نہ کہ فجور عملی پس صحیح العقیدہ اولاد سے ترک تعلق واجب نہیں، اگرچہ فاسق فاجر ہو۔

(الطرائف والنظرائف مصنفہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

فتاویٰ شامیہ، جلد: ۵، صفحہ: ۳۰۳ پر درج ہے ”لَا يَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ



تَطْلِيْقُ الْفَاجِرَةِ“ یعنی نافرمان بیوی کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اور روایت ثابت ہے لیکن حجاج بن یوسف چونکہ حضرت علی کا دشمن تھا، اس لیے اس کے خوف سے آپ کا اسم گرامی ظاہر نہیں کیا، واللہ اعلم۔

(الطرائف والظرائف، صفحہ: ۱۴)

## کفارہ غیبت

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ غیبت کی خبر اگر مغتاب کو نہ پہنچے تو استغفار و توبہ کافی ہے، مغتاب سے معاف کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر شبہ یہ ہوتا ہے کہ غیبت کے حق العباد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مغتاب کی اس سے بے آبروئی ہوئی تو یہ وجہ خبر پہنچنے سے قبل بھی متحقق ہوگئی، پھر استغفار کیسے کافی ہوگا؟

جواب: جس کو اصول شرعیہ سے میں یہ سمجھا ہوں کہ اصل وجہ حق العباد ہونے کی یہ ہے کہ مغتاب کو ایذا ہوئی اور وہ موقوف ہے ایذا پہنچنے پر، باقی بے آبروئی ہونا یہ معصیت ضرور ہے لیکن اس کا تدارک معاف کرانے پر موقوف نہیں بلکہ جن جن کے سامنے غیبت کی ہے ان کے روبرو اپنی تکذیب کرنا کافی ہے اور یہ تکذیب بھی استغفار اور توبہ کا جزء ہے۔ ”لِأَنَّ التَّوْبَةَ بِحَسَبِ الْمَعْصِيَةِ السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ بِالْعَلَانِيَةِ“ اور جس صورت میں استحلال ضروری ہے۔ اگر ممکن نہ ہو تو مغتاب کے لیے استغفار تدارک ہے اور حدیث کفارہ کا محمل یہی تعذر ہے۔ (الطرائف والظرائف، صفحہ: ۲۴، ۲۳ رجب ۱۳۲۳ھ)

((إِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغَيْبَةِ: أَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنْ اغْتَابَتْهُ، تَقُولُ:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُ، رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۴۱۵)



## عقیف کون رہتا ہے؟

((مَنْ يَسْتَعْفِفُ يُعْفَهُ اللَّهُ))

(مؤطا امام مالک، ابواب السیر)

گناہ سے بچنے میں پہلے مجاہدہ ہوتا ہے پھر اس کو ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہے جو عقیف رہنے کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو عقیف رکھتے ہیں۔ (ازمکاتیب رشیدیہ، صفحہ: ۶۹)

## عافیت کاملہ

عافیت کاملہ کا تعلق عفو سے ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

سَلِ اللَّهَ الْعَفْوُ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ))

(مسند احمد)

ترجمہ: اے عباس! اے چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے! حق تعالیٰ سے عفو اور عافیت مانگئے دنیا اور آخرت میں۔ بلائیں آتی ہیں گناہوں سے جب معافی ہوگئی تو بلا کیوں آوے گی۔

## نیند سے جلد بیدار ہونے کا وظیفہ

نیند سے نماز فجر قضا ہونا، جلد اٹھنے کے لیے سوتے وقت سورہ کہف کی درج ذیل آخری آیات تعوذ و تسمیہ کے ساتھ پڑھ لے، ان شاء اللہ جلد آنکھ کھل جاوے گی:

{إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝

خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدادًا لَكَلِمَاتِ رَبِّي



لَنفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝

[سورۃ الکہف، آیات: ۱۰۷-۱۱۰]

(الطرائف والظرائف، صفحہ: ۸۵)

## کیفیاتِ روحانیہ اور مادیہ کا فرق

کیفیاتِ روحانیہ اور کیفیاتِ مادیہ میں فرق یہ ہے کہ اول کا تعلق مادہ سے نہ ہوگا اور دوسرے کا تعلق مشروط ہے مادہ کے ساتھ۔ (الطرائف والظرائف)

## علماء کا لباس

علماء اور فقہاء کو طویل عمامہ اور وسیع لباس (طویل و عریض) پہننا مستحسن ہے۔ ”يَحْسُنُ لِلْفُقَهَاءِ لُفُّ عِمَامَةٍ طَوِيلَةٍ وَلُبْسُ ثِيَابٍ وَاسِعَةٍ“  
لبس: لام پر ضمہ۔ پہننا اور لام پر فتح۔ التباس (منجد)

## آیت ”فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ“ کے معنی

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

{فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ط}

[سورۃ الذاریات، آیت: ۵۰]

حق تعالیٰ کی طرف بھاگ کر آ جاؤ۔ جب ہوائی جہاز طوفان میں پھنستا ہے تو پائلٹ رفتار کو تیز کر دیتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں کو خواہشاتِ نفس اور گرد و پیش کے جاذبِ اسباب غیر اللہ سے نجات کا راستہ اور اپنے قرب کا طریقہ ارشاد فرمایا کہ معمولی رفتار سے آؤ گے تو غیر اللہ تمہیں پھنسا لیں گے، تیز



رفتار سے ہمارے پاس دوڑ کر آ جاؤ۔ حق تعالیٰ شانہ کی اس آیت میں جو محبت کی شان بندوں کے ساتھ پوشیدہ ہے اس کا کچھ اندازہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ ایک دن احقر اپنے پوتے کو جس کی عمر پانچ سال کی تھی بلارہا تھا اور دل چاہتا تھا کہ وہ جلدی سے بھاگ کر میری گود میں آ جاوے مگر وہ آہستہ رفتار سے ناز و نحرے کرتا ہوا آ رہا تھا اور ہم کو اس کی رفتار سے کلفت ہو رہی تھی۔ غلبہ محبت سے دل چاہتا تھا کہ جلد آ جاوے اور ہم اس کو آغوشِ شفقت، آغوشِ رحمت اور آغوشِ محبت میں لے کر پیار کر لیں اور بار بار ہم اس سے کہہ رہے تھے بھاگ کر آ جا، بھاگ کر آ جا، دوڑ کر آ جا۔ اسی وقت دل میں اس آیت کا خیال آیا ”فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ط“ بھاگ کر میری طرف آ جاؤ، کہاں غیر اللہ میں فرار پارہے ہو۔ ارے! ان سے تو فرار اختیار کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ سمت قبلہ درست کرو، پھر فرار میری طرف اختیار کرو اور میرے پاس جو فرار ہے اس کو تو جان انبیاء اور جان اولیاء محسوس کرتی ہیں۔ اگر تم سمت قبلہ درست کرنے کے پہلا قدم جب میری طرف فرار کا اختیار کرو گے اسی وقت ایسی بہار محسوس کرو گے جیسے کہ دوزخ سے جنت میں آ گئے۔

## گمراہ کن زندگی کا علاج

غیر اللہ سے تعلق اور عشقِ مجاز عذابِ الیم ہے، جس پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ”تَمَيِّزُ الْعِشْقِ مِنَ الْفِسْقِ“ ہے۔ فسق کا نام عشق اور فاسق کا نام عاشق ہے۔ یہ دھوکہ اس لیے لگا ہے: ”اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ط“ شیطان نے ان کے بُرے اعمال کو (مثلاً زنا، لواطت، سینما، ٹی وی، وی سی آر وغیرہ) ان کی نگاہوں میں مزین کر دیا ہے، خوبصورت دکھا دیا ہے۔ پانخانے پر چاندی کا ورق لپیٹ کر کیوڑہ اور عطر لگا رکھا ہے، لیکن دراصل پیشاب پانخانے کے مراکز ہیں، یہ وی سی آر، ٹی وی کے رنگین



پروگرام، یہ سینما بینی، فلم ایکٹرس کی اداؤں کے نشے جس کو شہوت کے بھوت نے اس قدر اہمیت دے رکھی ہے کہ اپنے مالک اور خالق کو بھولے ہوئے ہیں، قبروں میں اترنے کے بعد وی سی آر اور سینما ہال اور رنگین ڈانس کام آل نظر آ جاوے گا۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ  
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

### اہل حق اور اہل باطل کا فرق عقل کی کسوٹی پر

ہر زمانے کے دہریے، منکرینِ خدا، منکرینِ آخرت نے اپنی زندگی تباہ کرنے کے ساتھ دوسروں کو بھی اپنے نظریات سے تباہ کرنے کی کوشش کی، لیکن جن کو حق تعالیٰ شانہ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے۔ انہوں نے غور کیا کہ عقیدہ آخرت، عقیدہ توحید و رسالت، عقیدہ اسلام کے نظریات پیش کرنے والے پاکیزہ حیات، پاکیزہ اخلاق اور پاکیزہ کردار کے حامل ہیں اور ان کی صداقت و امانت پر دنیائے کفر نے بھی گواہی دے کر اپنی عداوت کا سبب صرف اپنی نفسانیت اور خوئے باطل پرستی کے تاریک پسند ذوق کو ثابت کرتے ہوئے ان کی پاکیزگی کا اقرار کیا ہے۔ پس ان کی خبروں کو تسلیم کرنا عقل کے نزدیک قابلِ فلاح و کامیابی اور حق پسندی ہوگی، یا ان لوگوں کی خبروں کو تسلیم کرنا جو دہریت اور کمیونسٹ اور سوشلزمیت پھیلانے والے ہیں جن کی پتلون میں کافی مقدار پیشاب جذب ہوتا ہے جو استنجا بھی کرنا نہیں جانتے، چوری، ڈاکہ، زنا، شراب، ہیروئن، قتل اور جھوٹ سے باز نہیں آتے، سو روکتے بلکہ آدمی کا گوشت بھی کھانے سے دریغ نہیں کرتے، ان چور کٹوں اور اسمگلروں اور بد معاشوں کی بات ماننے میں اپنی فلاح اور حقیقت رسی کی اُمید کرتے ہو یا دوسری طرف بندوں کو اپنے مالک حقیقی سے رابطہ کرانے والی خبریں بیان کرنے



والے انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والے اولیاء کرام کی پاکیزہ حیات و کردار و اخلاقِ عالیہ کے حاملین کی باتوں کے تسلیم کرنے میں حق تک رسائی کی اُمیدیں رکھتے ہو؟

دو متضاد خبریں دینے والوں کو ذرا آنکھ بند کر کے تصور کریں کہ ایک طرف ٹائی، کوٹ پتلون والے، شراب پینے والے اور سو رکھانے والے کھڑے ہیں۔ دوسری طرف مقدس اور پاکیزہ حیات والے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی جماعت ہے جن کی صورتوں سے اللہ تعالیٰ کے انوار برستے ہیں اور دوسری طرف کی صورتوں سے شیطانی ظلمت کے سائے گرتے ہیں، عقل خود فیصلہ کر دے گی کہ کس کی بات ماننے میں فلاح و کامیابی ہے۔

## ڈارون کی تھیوری کا انجام

دہریت کی بلند پروازی اور ان کی مضحکہ خیز تحقیق

ڈارون صاحب نے اپنا ایک نسب نامہ پیش کیا ہے اور جن کے پیش کردہ شجرہ پر بہت سے عقل و فہم کی سلامتی سے یتیم اور اپنے خالق و مالک کی عطا فرمودہ روشنی سے نا آشنا اور محروم اور بزعم خود دانشورانِ زمانہ کے امامِ بے وضو نے بہت دادِ تحسین پیش کی، لیکن ذرا ایک صاحبِ نسبت اور حاملِ نورِ حق قلب کی زبان کا جواب سنئے۔

ارشاد حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ

محمد اشرف علی تھانوی مع تشریح از احقر:

سنا ہے کہ ڈارون کی تحقیق ہے کہ انسان دراصل بندرتھا اور ہم لوگ بندرہی کی اولاد ہیں، پہلے اس کی دُم اس طرح جھڑی کہ اس کے بوا سیر ہوئی اور بے پناہ خارش ہوئی، اس بندر نے ایک کھر درے پتھر پر خارش کی تسکین کے لیے دُم کی جڑ کو رگڑا، رگڑتے رگڑتے دُم غائب ہو گئی، پھر اور ترقی ہوئی، جب



خارش پھر بھی نہ اچھی ہوئی تو بے چینی سے اگلے دنوں ہاتھوں کو اٹھا کر شور خارش مچاتا ہوا بھاگنے لگا حتیٰ کہ اس کی عادت انسان کی طرح چلنے کی ہو گئی۔ پھر اسی بدحواسی میں اس کی بندروالی کھر کھر ارتقائی تبدیلی حاصل کرتے ہوئے انسانی آواز کے مشابہ ہو گئی اور پھر وہ انسان کی صورت میں ہو کر انسانی آواز سے باتیں کرنے لگا۔

اس قسم کے زٹلیات کا جواب دینے کے لیے بعض ناپختہ علم و عقل نے قلم اٹھائے اور جواب بھی لکھ مارا اور ان کی ہوگا ہوگی سے بعض لوگ بڑے خوش ہوئے۔ ہر گری پڑی چیز کا کوئی تو اٹھانے والا ہوتا ہی ہے، مگر واہ رے ہمارے حکیم الامت! کیا جواب تحریر فرمایا ہے، سنئے فرماتے ہیں:

ہر انسان کو اپنا خاندانی نسب نامہ اور شجرہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے، اس کو مان لینے میں کوئی نقصان نہیں۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میں بندر کی اولاد ہوں تو اس کا جواب دینے کی ضرورت ہی کیا پیش آئی؟ ہم خوشی سے تسلیم کرتے ہیں کہ آپ بے شک بندر کی اولاد ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر آپ اگر دعویٰ کریں کہ میں سور کی اولاد ہوں، کتے کی اولاد ہوں تو ہم کو تسلیم کرنے میں صف اول میں پاؤ گے اور ہم کہیں گے کہ ہاں ہاں بالکل ٹھیک کہتے ہو، تم واقعی بندر یا سور کی اولاد ہو، ہم آپ کا خاندانی شجرہ اور نسب نامہ قبول کرتے ہیں، اس کے لیے تردید کی کیا ضرورت پیش آئی۔ ہر شخص کو اپنا خاندانی شجرہ پیش کرنے کا معقول حق ملنا چاہیے۔ البتہ ہم اپنا شجرہ بھی پیش کرتے رہیں کہ ہم الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیغمبر زادے ہیں، ہم کو ہمارے خالق و مالک نے یٰٰنَبِیِّ اَدَمَ پکارا ہے، تو ہم پیغمبر زادوں اور شریف زادوں کو کیا پڑی ہے کہ بندر اور سور یا کتوں کی اولاد والے شجرہ اور نسب نامہ پیش کرنے والوں سے جھک ماریں۔ ڈارون صاحب کی تحقیق پر جو لوگ اپنا شجرہ اور خاندان ان سے ملانے کے لیے



پیش رفت کرنا چاہیں ہم ان کی پیش روی میں ذرا بھی حائل نہ ہوں گے اور ان کے خلاف کبھی قلم اٹھانے کی ضرورت پیش کرتے ہیں۔

## ایک مجرب وظیفہ برائے عافیتِ اہل و عیال

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اپنی جان اور اپنی اولاد اور اپنے اہل و عیال اور مال کے بارے میں خوفِ ضرر رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح و شام یہ پڑھ لیا کرو:

((بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی دِیْنِیْ وَنَفْسِیْ وَوَالِدِیْ وَاهْلِیْ وَمَالِیْ))

(کنز العمال، ج: ۲، ص: ۶۳۶)

چند دن کے بعد یہ شخص آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اب کیا حال ہے؟ عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا، میرا سب خوف غائب ہوگا۔

## ٹی وی کے نقصانات

ٹی وی کے بارے میں اس ناکارہ کا خیال معلوم کیا گیا ہے۔ احقر کے نزدیک ٹی وی روح کے لیے ٹی بی ہے جس کو دیکھ کر چوری، ڈاکہ، مار دھاڑ، فضائی قزاقیت، حسن و عشق کی رنگ رلیاں، تقاضائے زنا کاری جیسے تمام معاشرتی جرائم کو ہمارے نوجوان طلباء اور طالبات گھر بیٹھے سیکھ لیتے ہیں۔ بعض نادان تعلیم یافتہ طبقہ جہل مرکب کا گرفتار اس کی تصاویر کو عکس کہہ کر ان ابلہسی کارناموں کی تائید بے جا سے معاشرہ کو صراطِ مستقیم کی مخالف سمت کی طرف دھکیلنے میں مصروف ہے حالانکہ نامحرم عورت کو خواہ تصویر ہو یا عکس ہو یا اخبار کی فلمی دنیا ہو یا پانی پر یا کسی آئینہ پر دیکھنا ہر حال میں حرام اور ناجائز ہے۔

نیز آنکھوں کی بینائی کو خراب کرنے اور کمزور کرنے میں ٹی وی کا



رد عمل ہر عام و خاص مشاہدہ کر رہا ہے اور ڈاکٹر بھی آنکھوں کے مریضوں کو منع کرتے ہیں۔ میرے متعدد دوستوں نے بتایا کہ جب ہم ٹی وی دیکھتے تھے تو خیالات شہوت اور زنا کے ہم کو سخت پریشان رکھتے تھے اور جب سے توبہ کر لی قلب کو نہایت سکون ملا۔

دو اشعار اس کی مذمت میں ابھی ابھی موزوں ہو گئے جو درج ذیل ہیں۔

دیکھ کر ٹی وی کو اب ہیں لوگ ٹی بی کے شکار

جرم چوری، جرم ڈاکہ، جرم عشق زلف یار

دوستو ٹی وی کو ویٹو کر کے پھر دیکھو بہار

دل میں اپنے چین و راحت کی فضائے سازگار

بے ساختہ چند سطور احقر نے عرض کر دی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ! اس

لعنت سے اُمتِ مسلمہ کو جو بصورتِ بہارِ نثریاتِ باطن بربادیِ حشریات ہے نجات عطا فرمادیں، آمین۔

## حبیبِ نجار کی عاشقانہ جرأت

{إِنِّي آمِنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ}

(سورۃ نسیں، آیت: ۲۵)

میں ایمان لایا تمہارے رب پر۔ تمہارے رب کا عنوان مخاطبین کی دلجوئی کے

لیے ہے، جیسا کہ وعظ و ہدایت اور دعوت کے لیے حکمت کا مقتضاء ہے، ورنہ

”آمِنْتُ بِرَبِّی“ بھی کہہ سکتے تھے، مگر ظالموں نے حبیبِ نجار کو شہید کر دیا اور

اس دل جوئی کا عنوان بھی قلوبِ اشقیاء پر موثر نہ ہوا اور ”فَاسْمَعُونِ“ میں

عاشقانہ جرأت ہے، عاشقِ صادقِ ملامت سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ ”لَا يَخَافُونَ

لَوْمَةَ لَا ئِمٍ“ عاشقوں کی شان ہوتی ہے۔ نعم ما قال الرومی۔



من علم اکنوں بصراء می زخم  
یا سر اندازی و یا روئے صنم  
مانمی خواہیم ننگ و نام را  
گرچہ بدنای است نزد عاقلان  
عشق عاشق بادو صد طبل و نفیر  
عشق معشوقاں نہاں است دستیر

ترجمہ: میں محبت کا جھنڈا میدان میں نصب کروں گا یا تو سرفدا کروں گا یا  
محبوب کی ملاقات کروں گا، ہم ننگ اور نام نہیں چاہتے اگرچہ عقل پرست کے  
نزدیک میری عرفی بدنای بھی ہو، عاشق کا عشق ہوا اور ڈھول و نفیر کی طرح  
علانیہ ہوتا ہے اور محبوب کی محبت پوشیدہ اور مستور ہوتی ہے۔

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بالا کوٹ میں نجف خان کے اس مشورہ  
کا کہ سکھوں کی فوج زیادہ ہے، مجاہدین کی تعداد کم ہے۔ آپ کسی راہ سے اپنے  
ساتھیوں کو لے کر فرار ہو جائیے۔ تو کیا جواب لکھا تھا، سبحان اللہ! تحریر فرمایا کہ:  
”کفار کی اکثریت کے خوف سے فرار ہونا مسلمانوں کی غیرت کے خلاف ہے،  
آج جمعہ کا دن ہے، میدان بالا کوٹ ہے، یا تو ہم بے کسوں کی حق تعالیٰ مدد  
فرمائیں گے اور ہم لاہور دیکھیں گے یا پھر جنت الفردوس دیکھیں گے۔“  
بال آخر اشراق پڑھ کر جنگی لباس زیب تن فرما کر لڑتے ہوئے جام  
شہادت نوش فرمایا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں  
بزرگوں نے دامن کہسار کے گھاس کے تنکوں پر اور پہاڑوں کی کنکریوں میں  
اپنے خون مبارک کو حق تعالیٰ کی راہ میں بکھیر دیا۔  
خون خود را بر کہہ و کہسار ریخت



## علماء کا ادب علوم وحی کا ادب ہے

علماء کا اکرام ان کے حامل علم نبوت ہونے کے سبب سے ہوتا ہے، اکرامِ ظرف اکرامِ مظروف کے سبب سے ہوتا ہے۔ عطر سوروپیہ تولہ جس شیشی میں رکھا جاتا ہے اس شیشی کی بھی عزت کی جاتی ہے۔ اسی طرح جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت ہوتی ہے وہ قلب جس قالب میں رہتا ہے اس قالب کی بھی عزت کی جاتی ہے۔ اللہ والوں کا جسم بھی موردِ رحمت ہوتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے دو سو تیس سال کے بعد ان کی قبر کے پڑوس میں کسی کو دفن کیا گیا تو آپ کی قبر کھل گئی، اس وقت دیکھا گیا تو کفن بھی تازہ تھا اور جسم بھی تازہ تھا، جیسے ابھی دفن کیے گئے ہوں۔ ”فَلَمَّا دُفِنَ بَعْضُ الْأَشْرَافِ بِجَنْبِهِ بَعْدَ مِائَتَيْنِ وَثَلَاثِينَ سَنَةً، فَكُشِفَ قَبْرُهُ، فَوُجِدَ كَفْنُهُ صَحِيحًا لَمْ يَبْلُ، وَجَسَدُهُ لَمْ يَتَغَيَّرْ“ (مرقاۃ المفاتیح، جلد ۱، صفحہ: ۲۲)

## خشوع کی تعریف

التَّذَلُّلُ: الْخَوْفُ وَالسُّكُونُ لِلْجَوَارِحِ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”خَاشِعُونَ أَيْ خَائِفُونَ سَاكِنُونَ وَعَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّهُ هُنَا غَضُّ الْبَصْرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ، وَقَالَ مُسْلِمٌ بَنُ يَسَارٍ وَقَتَادَةُ: تَنَكُّيْسُ الرَّأْسِ، وَعَنْ عَلِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ، تَرَكُ الْإِلْتِفَاتِ“

ترجمہ: خشوع کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اعضاء کا سکون ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خاشعون کی تفسیر یہ ہے کہ خائفون اور ساکنون، خوف اور سکون جوارح کا نام ہے۔ حضرت مجاہد تابعی مکی امام القراء والتفسیر فرماتے ہیں آنکھوں کو پست رکھنا اور کندھوں کو پست رکھنا اور



مسلم بن یسار اور حضرت قتادہ کے نزدیک کسی قدر سر کا جھکنا اور حضرت علی کے نزدیک نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھنا۔ (روح المعانی، سورۃ المؤمنون، پارہ: ۱۸، صفحہ: ۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ داڑھی سے کھیل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هَذَا خَشَعَتْ جَوَارِحُهُ))

اگر اس کے قلب میں خشوع ہوتا تو اس کے جوارح یعنی اعضاء میں سکون ہوتا۔

(روح المعانی، پارہ: ۱۸، صفحہ: ۳)

تفسیر کشاف میں خشوع کا مفہوم ان آداب کا اہتمام کرنا ہے یعنی حسب ذیل اعمال سے بچنا ہے: (۱) تَوَقَّى كَفِّ الثَّوْبِ، اپنے کپڑوں کو نہ ہٹائے نہ سمیٹے۔ (۲) وَالتَّهَيُّ، انگڑائی نہ لے۔ (۳) وَالتَّشَاوُبُ، جمائی نہ لے۔ (۴) وَتَغْطِيَةُ الْفَمِ، بدون ضرورت جمائی روکنے کی قدرت رکھتے ہوئے نہ روکنا یعنی دانتوں سے ہونٹ دبا کر جمائی روک سکتا تھا مگر پھر بھی ہاتھ منہ پر رکھ کر روکا تو یہ مکروہ ہے۔ ”إِنْ أُمَكَّنَهُ عِنْدَ التَّشَاوُبِ أَنْ يَأْخُذَ شَفْتَهُ بِسِنِّهِ، فَلَمْ يَفْعَلْ، وَغَطَّى فَاةَ بِيَدِهِ أَوْ بِثَوْبِهِ يُكْرَهُ، كَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَجَمَهُ اللَّهُ“ (شامی، جلد: ۱، صفحہ: ۷۷۷) (۵) وَالسَّدْلُ، کپڑوں کو بدن پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے دونوں طرف لٹکے ہوں۔ (۶) وَالْفَرْقَعَةُ، انگلیاں چٹخانا۔ (۷) وَالتَّشْبِيكُ، انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا۔ (۸) تَقْلِيْبُ الْحِطْيِ، کنکریوں کو ہٹانا۔ خشوع شرط قبول ہے مگر بدون خشوع نماز ہو جاتی ہے۔ واجب الاعادة نہیں ہوتی۔ نَعَمْ، الْحَقُّ أَنَّ شَرْطَ الْقَبُولِ لَا الْإِجْرَاءَ

(روح المعانی، پارہ: ۱۸، صفحہ: ۴)

**خشوع کی حقیقت از حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:**

خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب



میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے اور اس کی فرضیت میں کلام ہے، مگر حق یہ ہے کہ صحت صلوة کا تو موقوف علیہ نہیں، اور اس مرتبہ میں فرض نہیں قبول صلوة کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے:

((قَدَرَوِي الطَّبْرَانِيُّ فِي "الْكَبِيرِ" بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: أَوَّلُ شَيْءٍ يُرْفَعُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ الخُشُوعُ حَتَّى لَا تَرَى فِيهَا خَاشِعًا. كَذَا فِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ وَقَدَرَوِي الدَّيْلَمِيُّ فِي "مُسْنَدِ الْفَرْدَوْسِ" مَرْفُوعًا بِسَنَدٍ ضَعِيفٍ "لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا يَتَخَشَّعُ فِي صَلَاتِهِ" كَذَا فِي "الْجَامِعِ الصَّغِيرِ" ))

(بیان القرآن، سورۃ مؤمنون، پارہ: ۱۸، مطبوعہ دہلی)

## حضرت آدم علیہ السلام کے لائق فرزند

تُوبُوا اور اسْتَغْفِرُوا کا حکم بتاتا ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی۔ یعنی اگر تم گندگی کے گٹر میں گر پڑو تو پڑے نہ رہنا، ہماری دوری پر صبر نہ کرنا، جلدی استغفار اور توبہ سے ہماری حضوری حاصل کر لینا۔ ایک بزرگ کا شعر ہے۔

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں  
گر پڑنے گر کر اٹھے اٹھ کر چلے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "فَتَلَقَى آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ" کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں۔ اہل عرب تلقی وہاں بولتے تھے جب کوئی مہمان بہت دن کے بعد آتا تھا۔ "مِنْ اسْتِقْبَالِ النَّاسِ بَعْضُ الْأَجِبَةِ إِذَا جَاءَ بَعْدَ طَوْلِ الْغَيْبَةِ وَفِيهِ إِيمَاءٌ أَنَّ آدَمَ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - كَانَ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ فِي مَقَامِ الْبُعْدِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - الْمُرَادُ بِكَلِمَاتٍ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا الخ" (روح المعانی، پارہ: ۱، صفحہ: ۲۳)



پس رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا كِي دَعَا دُورِي كِي كَلْفَت سِي نَجَات اور حُصُولِ  
حُصُورِي كِي لِي نِهَاتِ مَجْرَب هِي اور هَمَارِي بَابَا كِي ذَرِيْعَه هَم سَب كُو مَلِي هِي،  
جس دَعَا سِي كَام بَابَا كَا بِنَا هِي اِسی سِي اِن كِي بِيْٹُوں كَا بِنِي كَا۔ كِيَا خُوب مَوْلَانَا  
رُومِي رَحْمَتِ اللّٰهِ عَلِيْهِ نِي فَرْمَا يَا هِي۔

آنكہ فرزند ان خاص آدم اند

نَحْمُ اِنَّا ظَلَمْنَا مِي زَنْد

جو لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے لائق بیٹے ہیں جب ان سے کوتاہی اور خطا  
صادر ہوتی ہے تو وہ اپنے بابا کی طرح رَبَّنَا ظَلَمْنَا كِي صِدَا لگاتے ہیں۔ دوری کو  
حُصُورِي سِي اور بُعْد كُو قُرْب سِي تَبْدِيل كَرْنِي مِيں اِس سِي بَہْتَر كُوئی وَظِيْفَه نَہِيں  
كِيونكہ وَحِي الٰہِي سِي يہ سِر كَارِي وَظِيْفَه مَلَا هُو اہي۔

## جنت الفردوس کیا ہے؟

ترمذی شریف کی روایت ہے:

((الْفِرْدَوْسُ رَبْوَةُ الْجَنَّةِ وَأَوْسَطُهَا وَأَفْضَلُهَا))

تَرْجَمًا: فردوس جنت کا اونچا حصہ اور درمیان کا اور افضل حصہ ہے۔

(روح المعانی، پارہ: ۱۸، صفحہ: ۱۲)

## اولیاء اللہ کے خوف کی وجہ

اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کر کے ڈرتے ہیں کہ نہ معلوم  
قبول بھی ہے یا نہیں؟ اُمید و خوف کے درمیان رہتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا  
اِرشَاد ہي:

{وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ اِنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ}

[سورة المؤمنون، آیت: ۶۰]



اور جو لوگ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور باوجود دینے کے ان کے دل اس سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ (دیکھئے وہاں جا کر ان صدقات کا کیا ثمرہ ملتا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ موافق حکم کے نہ دیا گیا ہو مثلاً مالِ حلال نہ ہو یا نیت خالص نہ ہو اور بوجہ غموض یا عدم التفات اس کی اطلاع نہ ہوئی ہو تو الثامو اخذہ ہونے لگے) (بیان القرآن، پارہ: ۱۸)

اس آیت کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ! - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - هُوَ الرَّجُلُ يَسْرِقُ، وَيَزْنِي، وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ، وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ يَخَافُ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: لَا وَلَكِنَّهُ الرَّجُلُ يَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُ، وَيُصَلِّي، وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ يَخَافُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ لَا يَتَقَبَّلَ مِنْهُ))

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب التوقی علی العمل)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ”قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ“ سے مراد وہ ہے جو چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے، شراب پیتا ہے اور باوجود ان معاصی کے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں، لیکن یہ وہ شخص ہے جو روزہ رکھتا ہے، صدقہ کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور اس کے باوجود ڈرتا رہتا ہے کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں؟ ”أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ“ یہ آیت ان کے خوف کی تعلیل ہے۔ ”أَنِّي لِأَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ“ کیونکہ اپنے رب کے پاس جانا ہے نہ معلوم کیا فیصلہ ہو؟ (روح المعانی، پارہ: ۱۸، صفحہ: ۴۴)

إِيَّاكَ نَعْبُدُ فِي صَيْغَةِ جَمْعٍ مُتَكَلِّمٍ كِي حَكْمَتٍ

إِيَّاكَ نَعْبُدُ اور إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں جمع کا صیغہ ہے جبکہ ہر شخص تنہا بھی نماز پڑھتا ہے تو بھی نَعْبُدُ کہتا ہے حالانکہ اس کو اس وقت اَعْبُدُ کہنا چاہیے۔



اس کی حکمت عجیب تفسیر روح المعانی میں بیان فرمائی گئی ہے۔ ”قَوْلُهُ: نَعْبُدُ  
دُونَ أَعْبُدُ، فَقَدْ قِيلَ هُوَ الْإِشَارَةُ إِلَى حَالِ الْعَبْدِ كَأَنَّهُ يَقُولُ إِلَهِي مَا  
بَلَغْتُ عِبَادَتِي إِلَى حَيْثُ أَذْكُرُهَا وَحَدَهَا، لِأَنَّهَا مَمْرُوجَةٌ بِالتَّقْصِيرِ، وَلَكِنْ  
أَخْلَطَهَا بِعِبَادَةِ جَمِيعِ الْعَابِدِينَ، وَأَذْكُرُ الْكُلَّ بِعِبَادَةٍ وَاحِدَةٍ حَتَّى لَا يَلْزَمَ  
تَفْرِيقُ الصَّفَقَةِ“ (روح المعانی، پارہ: ۱، ص: ۸۸)

ترجمہ: نَعْبُدُ بجائے أَعْبُدُ کی حکمت یہ ہے کہ گویا بندہ یہ اقرار کر رہا ہے کہ  
اے خدا! میری تنہا عبادت اس قابل نہیں کہ میں تنہا اس کو آپ کے حضور میں  
پیش کروں کیونکہ ہماری عبادت کوتاہیوں سے ملی ہوئی ہے لیکن ہم جمع کے صیغے  
سے پیش کر رہے ہیں۔ یعنی ہم اپنی عبادت کو جملہ صالحین کی عبادت کے ساتھ  
مخلوط کر کے پیش کر رہے ہیں تاکہ صفحہ میں تفریق نہ ہو، ان صالحین کی برکت  
سے ہماری عبادت بھی قبول ہو جاوے۔ (تھوک بھاؤ قبول ہو جاوے۔)

پیرا فضل ہے یا باپ؟

سوال: پیرا فضل ہے یا باپ افضل ہے؟

جواب: حقوقِ خدمت میں باپ افضل ہے اور اطاعتِ احکام میں پیرا بشرع۔

(امداد الفتاویٰ، جلد: ۴، صفحہ: ۳۷۴)

مصافحہ کا حکم

مصافحہ بوقتِ رخصت مختلف فیہ ہے، دونوں طرف دلیل ہے۔ اسی

طرح ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی جائز ہے توسع ہے۔ (امداد الفتاویٰ، جلد: ۴، صفحہ: ۴۹۲)

تصویر شیخ کا جواز

اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسِدِّدْنِي وَأَذْكُرْ بِالْهِدَايَةِ هِدَايَةَ الطَّرِيقِ وَأَذْكُرْ

بِالسَّدَادِ تَسْدِيدَكَ السَّهْمَ إِنَّمَا أَمْرُهُ بِذَلِكَ لِيَكُونَ أَجْمَعَ لِيُوسِّئِ



الْقَلْبِ فَإِنَّ الْفِكْرَ فِي الْبَحْسُوسَاتِ أَجْزَى مِنْهُ فِي الْمَعْقُولَاتِ، وَفِيهِ  
إِشَارَةٌ إِلَى جَوَازِ تَصَوُّرِ الشَّيْخِ فَإِنَّ الشَّيْخَ لَيْسَ أَقْلٌ مَرْتَبَةً عِنْدَ اللَّهِ مِنَ  
السُّهُمِ وَالطَّرِيقِ. (بذل الجہود، جلد: ۶، صفحہ: ۸۵)

## نماز جنازہ کی امامت

امامت نماز جنازہ کے لیے غیر عالم بزرگ کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔  
(بشرط اذن ولی) "إِنَّ صِفَةَ الْعِلْمِ لَا تُوجِبُ التَّقْدِيمَ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ  
لِعَدَمِ احْتِيَاجِهَا لِهَالَةٍ" (فتاویٰ شامیہ، جلد: ۱، صفحہ: ۶۵۰)

## جگہ بدل بدل کر نماز پڑھنے کی وجہ

نوافل ادا بین یا تہجد کی نوافل میں ہر دو رکعت بعد جگہ قدرے تبدیل  
کرنے کا معمول بعض مشائخ سے دیکھا تھا۔ اس کا ثبوت بھی الحمد للہ تعالیٰ مل گیا  
"وَلَا يَسْتَنْغِلُ بِالتَّطَوُّعِ فِي مَكَانِ الْفَرِيضَةِ لِلْحَدِيثِ الْمَرْوِيِّ أَيْعُجُزُ  
أَحَدُكُمْ إِذَا صَلَّى أَنْ يَتَّقَدَّمَ، أَوْ يَتَأَخَّرَ بِسُبْحَتِهِ أَيْ بِنَافِلَتِهِ وَإِلَّا نَهَى يَفْتَتِنُ  
بِهِ الدَّاخلُ أَيْ يَظُنُّهُ فِي الْفَرِيضَةِ، فَيَقْتَدِي بِهِ، وَلَكِنَّهُ يَتَحَوَّلُ إِلَى مَكَانٍ  
آخَرَ لِلتَّطَوُّعِ اسْتِكْثَارًا مِّنْ شُهُودِهِ فَإِنَّ مَكَانَ الْمُصَلِّي يَشْهَدُ لَهُ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ" (بسوط سرخسی، جلد: ۱، صفحہ: ۳۸)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ جگہ بدل بدل کر کے نوافل سے یہ فائدہ  
ہوگا کہ قیامت کے دن نیکیوں کے گواہ بڑھ جاویں گے کیونکہ نماز کی جگہ قیامت  
کے دن گواہی دے گی۔

آنسو گرا رہا ہوں جگہ چھوڑ چھوڑ کے

تا کہ ہرزین اشکِ ندامت پر گواہی دے



## چند روایات کی تحقیق

از: موضوعات کبیر

حسب ذیل روایات کی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں حسب ذیل تحقیق تحریر فرمائی ہے:

(۱)... مَنْ أَحَبَّ كَرِيْمَتِيْهِ فَلَا يَكْتُبُ بَعْدَ الْعَصْرِ، قول مشائخ ہے امام احمد اس کی اپنے احباب کو وصیت فرمایا کرتے تھے کہ بعد عصر لکھنا آنکھوں کو مضر ہے۔ (صفحہ: ۶۶)

(۲)... الْعِلْمُ عِلْبَانٌ عِلْمُ الْأَدْيَانِ وَعِلْمُ الْأَبْدَانِ، علم دو ہیں: علم مذاہب اور علم اجسام۔ یہ قول موضوع ہے۔ (کافی الخلاصہ، صفحہ: ۴۸)

(۳)... عَلِبَاءُ أُمَّتِيْ كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيْلَ، قَالَ الدِّمِيْرِيُّ وَالْعَسْقَلَانِيُّ لَا أَصْلَ لَهُ- الْعَلِبَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ صَحِيْحٌ ہے۔ (صفحہ: ۴۸)

(۴)... أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ أَوْ مَا وَسِعَنِيْ أَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلَكِنْ وَسِعَنِيْ قَلْبُ عَبْدِي الْمُوْمِنِ صَحِيْحٌ ہے۔ (صفحہ: ۷۹)

(۵)... مُصَارَعَتُهُ- عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- بِأَبِي جَهْلٍ لَا أَصْلَ لَهُ-

(صفحہ: ۶۳)

(۶)... مِدَادُ الْعَلِبَاءِ أَفْضَلُ مِنْ دِمَاءِ الشُّهَدَاءِ فِيْهِ كَلَامٌ صَحِيْحٌ رَوَيْتُ يَهُ هُوَ يُوزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِدَادُ الْعَلِبَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ (صفحہ: ۶۳)

## دنیا کے متاع غرور ہونے کا مطلب

دنیا مطلق بڑی نہیں۔ بعض نادان صوفی ہر وقت دنیا کو لات مارو، دنیا کو لات مارو، کہتے رہتے ہیں۔ چند دن کھانے کو نہ ملے تو یہ لات بھی مارنے کو نہیں اٹھ سکے گی۔ دنیا دھوکہ کی پونجی جب ہے جب یہ آخرت سے غافل



کردے اور اگر دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنا لیا جائے یعنی اللہ کے دین کی اشاعت میں، علماء و مشائخ کی خدمت میں صرف کرے تو یہی دنیا بہترین متاع ہے۔

”وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ“، أُمِّي لِمَنِ اطْمَأَنَّ بِهَا، وَلَمْ يَجْعَلْهَا ذَرْبَةً لِلْآخِرَةِ وَمَطِيَّةً لِنَعِيْبِهَا، رُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، رَحِمَهُ اللَّهُ: الدُّنْيَا مَتَاعُ الْغُرُورِ إِنْ الْهَتَكَ عَنْ طَلَبِ الْآخِرَةِ، فَأَمَّا إِذَا دَعَيْتَكَ إِلَى طَلَبِ رِضْوَانِ اللَّهِ تَعَالَى وَطَلَبِ الْآخِرَةِ، فَنِعْمَ الْمَتَاعُ وَنِعْمَ الْوَسِيْلَةُ“ (روح المعاني، پارہ: ۲۷، صفحہ: ۱۸۵)

### تخلیق انسانی کا مقصد

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ قَالَ مُجَاهِدٌ: أُمِّي لِيَعْرِفُونَ، وَهُوَ مُجَازٌ مُرْسَلٌ أَيْضًا مِنْ إِطْلَاقِ اسْمِ السَّبَبِ عَلَى الْمُسَبَّبِ، وَلَعَلَّ السِّرَّ فِيهِ التَّنْبِيْهُ عَلَى أَنَّ الْمُعْتَبَرَ هِيَ الْمَعْرِفَةُ الْحَاصِلَةُ بِعِبَادَتِهِ تَعَالَى لَا مَا يَحْصُلُ بِغَيْرِهَا كَبَعْرِفَةِ الْفَلَاسِفَةِ قَالَ مُجَاهِدٌ: إِنَّ مَعْنَى لِيَعْبُدُونِ لِيَعْرِفُونَ“ حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ مکی جو وقت کے امام قرأت اور تفسیر تھے، انہوں نے لِيَعْبُدُونِ کی تفسیر لِيَعْرِفُونَ سے فرمائی ہے، یہ مجاز مرسل ہے، عبادت سبب معرفت ہے، مسبب کو سبب کے نام سے تعبیر فرمایا گیا اور اس میں حکمت یہ ہے کہ معتبر وہی معرفت ہے جو عبادت سے حاصل ہونہ کہ جیسا فلاسفہ وغیرہ کو زعم ہے کہ شریعت سے بے نیاز ہو کر اپنے طریقوں سے معرفت حاصل کرتے ہیں۔ (روح المعانی، پارہ: ۲۷، صفحہ: ۲۱)

ایذاء خلق گونین ہے جس سے دولت گونین عطا ہوتی ہے

جب خلق میں بہت مقبولیت و شہرت ہو جاتی ہے اور ہر طرف سے

تعریفی کلمات کانوں میں پڑتے ہیں تو سالک کی طبیعت پر اس کے اثرات کچھ



نہ کچھ ضرور مضر پڑتے ہیں جس کو وہ اپنے بزرگوں کی تربیت اور ان کے ارشادات کی روشنی میں برا سمجھتا ہے لیکن طبعاً مغلوبیت رہتی ہے اور آثارِ مضرت دفع نہیں کر پاتا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے گاہ گاہ تکوینی طور پر ایسے مقبولین کی حفاظت کے لیے اسباب پیدا کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ”وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا“ میں اشارہ ہے اور یہ ”جعل“ تکوینی ہے تشریحی نہیں یعنی حق تعالیٰ کی رضا اس کے ساتھ متعلق نہیں۔ (مسائل السلوک، بیان القرآن)

پس اولیائے کرام کے لیے بعض دشمن پیدا کر دیئے جاتے ہیں اور وہ ایسی گستاخی اور ایذا رسانی تحریراً یا تقریراً کرتے ہیں کہ سب نفس کا غبار جھڑ جاتا ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھے خط میں گدھا لکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ تلخ دوا کونین کا کام کرتی ہے جو عجب اور کبر سے سالک کو پاک کر کے نسبت مع اللہ کی دولت کونین عطا کرتی ہے۔ اسی تکوینی تربیت سے تکبر اور عجب اور خود بینی کا ملیر یا اپنے عاشقوں پر نہیں چڑھنے دیتے۔

کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا؟

{قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ط}

[سورة الزمر، آیت: ۵۳]

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے گنہگار بندوں سے فرمادیجیے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

عبادئ میں یا متکلم میں عظیم رحمت حق کی تجلی پوشیدہ ہے، اپنی طرف نسبت کر کے فرمانا اپنے تعلق خاص کا اظہار ہے، جیسے کوئی شفیق باپ کہے: اے میرے نالائق لڑکو! بڑی عادتوں کے قریب بھی نہ جاؤ اور معافی مانگ لو، اس میرے والی یا میں کیا لطف ہے، عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں۔



## ”حَى عَلَى الصَّلَاةِ“ کا عاشقانہ ترجمہ

”حَى عَلَى الصَّلَاةِ“ کا لغوی ترجمہ تو یہ ہے کہ آؤ نماز کی طرف، لیکن احقر اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ کرتا ہے کہ اے ایمان والو! تیاری کر لو، وضو وغیرہ کر کے مالک اپنے غلاموں کو یاد فرما رہے ہیں۔ ہائے اس ترجمہ سے وجد آ جاتا ہے۔ ہمارے اہل علم احباب نے بھی اس ترجمہ سے خوب لطف حاصل کیا۔

### ایک اہم حجاب سلوک

ایک رضائے حق ہے اور ایک ادائیگی حقوق بندگی حق ہے تو مقصود صرف رضائے حق ہے۔ حق تعالیٰ کے حقوق محبت اور بندگی کسی سے ادا نہیں ہو سکتے۔ پس یہ فکر ہر وقت کہ اگر ہم سے فلاں فلاں گناہ نہ ہوتا تو ہم حق تعالیٰ کے بڑے مقرب ہوتے۔ یہ فکر بندہ کو حق تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ اس فکر میں جاہ عند الخالق کا مرض پوشیدہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدس اور بڑا متقی بننا چاہتا تھا، طلب جاہ جس طرح عند الخلق مذموم ہے اس سے بڑھ کر عند الخالق مذموم ہے۔ ان کو تو ہماری شکستگی اور آہ و زاری پسند ہے۔ استغفار اور توبہ کی راہ سے محبوب بننے کا راستہ اختیار کیوں نہیں کرتے۔ ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ“ قرآن میں ارشاد ہے بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب بنا لیتا ہے۔ بس گناہ کو ترک کر کے ندامت قلب سے استغفار کر لیں اور آئندہ کے لیے عزم اور ارادہ پکا کر لیں کہ اب نہیں یہ گناہ کرنا ہے کام بن گیا، آئندہ کی فکر بھی نہ کرو کہ کہیں پھر یہ گناہ نہ ہو جاوے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے پیدا ہوئے ہیں، ذکر گناہ کے لیے نہیں۔ ماضی کا غم اور مستقبل کی فکر سب حجاب و پردہ ہے۔ ماضی استغفار سے اور مستقبل دعا اور توکل اور حسن تدبیر سے روشن ہے۔ صرف حال کو درست کریں، عاجزی اور زاری کی راہ اختیار کریں، زور اور طاقت پر ناز نہ



کریں، حق تعالیٰ کے سامنے عاجزی ہی محبوب ہے۔

تیری ہزار رفتیں تیری ہزار برتری  
میری ہر اک شکست میں میرے اک قصور میں

(اصغر گونڈوی)

شیخ کی محبت پر عظمت غالب رہے

شیخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرنا چاہیے ورنہ صرف محبت سے اس وقت تک تو گاڑی چلتی رہے گی جب تک رائے مرشد اور رائے طالب میں توافق اور اتحاد ہے۔ اور اگر رائے طالب کے خلاف شیخ نے رائے دی اس وقت عظمت مرشد سے اپنی رائے کو فنا کرے گا۔ تجربہ یہی ہے کہ محبت مرشد پر اس کی عظمت غالب رہے ورنہ تعلق کا نباہ مشکل ہوگا۔

منشائے محمود سے قابلِ زجر قابلِ اجر ہو جاتا ہے

منشائے محمود سے جو اعمال مذمومہ ہوتے ہیں وہ صورتہ اور بظاہر مذمومہ ہیں مگر دراصل وہ محمود قرار دیئے جاتے ہیں۔ نظیر یہ ہے کہ مصالحت بین المسلمین کے لیے کذب اختیار کرنا یہاں منشائے محمود ہونے کے سبب کذب جیسا مذموم عمل قابلِ زجر تو کیا ہوتا قابلِ اجر ہو رہا ہے۔

حق تعالیٰ کی ایک خاص صفت اپنے خاص بندوں پر

حق تعالیٰ جس بندہ کو قرب خاص عطا فرماتے ہیں اس پر اپنی صفت ”الَيْسَ اللهُ بِكَافٍ عَبْدًا“ کا ظہور فرماتے ہیں۔ یعنی کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو احساسِ کمتری یا محرومی نہیں ہوتا، ہر حال میں مستغنی اور خوش رہتے ہیں۔



## ذکر اللہ دل کے تالوں کی کنجی ہے

حدیث شریف کی دعا ہے:

((اللَّهُمَّ افْتَحْ أَقْفَالَ قُلُوبِنَا بِذِكْرِكَ))

(عمل الیوم و اللیلة لابن السنی، باب کیف مسئلة الوسیلة، ص: ۵۰)

تَرْجَمًا: اے اللہ! ہمارے دل کے تالوں کو اپنے ذکر کی کنجی سے کھول دیجئے۔  
اس دعا میں اشارہ ہے کہ ہر دل میں نسبت مع اللہ اور تعلق مع اللہ کی صلاحیت اور دولت موجود ہے اور ذرّہ در ذریل بند دل میں پڑا ہوا ہے، ذکر اللہ کی برکت سے اس کی سیل ٹوٹی ہے، لیکن کنجی جب ہی کام کرتی ہے جب کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ مرشد اور شیخ ہے جس کی نگرانی اور تربیت اور توجہ اور دعا کے ساتھ ذکر اللہ کا اہتمام مفید ہوتا ہے۔

## ربوبیت کی صفت کا استغفار سے خاص تعلق ہے

{إِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ}

[سورة الہود، آیت: ۵۲]

معافی مانگو اپنے رب سے۔ ربوبیت کی صفت کا استغفار سے خاص تعلق ہے۔  
ایک تو یہ کہ ماں باپ کو ناراض کرنا دنیا میں سب سے بُرا سمجھا جاتا ہے، کیونکہ وہ پرورش کرنے میں حق تعالیٰ کی طرف سے متولی ہوتے ہیں، تو پھر اصلی پالنے والے اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہیں ان کا کتنا حق ہوگا اور ان کو ناراض کرنا کتنا بُرا ہوگا؟ دوسرے یہ کہ ماں باپ کو پالنے کی وجہ سے اولاد سے محبت بھی ہوتی ہے اور اولاد کو بھی ماں باپ سے بہت محبت ہوتی ہے احسان پرورش کے سبب۔  
پس اولاد و محبت کے سبب جلد ماں باپ کو معافی مانگ کر راضی کر لیتی ہے اور ماں باپ جلد معاف کر دیتے ہیں بوجہ رحمت و شفقت۔ لہذا حق تعالیٰ نے استغفار



کے حکم میں اپنا رشتہ بیان فرمایا ہے کہ میں تمہارا رب ہوں، اپنے رب کو جلد راضی کرو، معافی مانگ کر اور بوجہ ربوبیت ہم کو تم سے تعلق اور محبت بھی بہت ہے جلد معاف کر دوں گا، میں غفار ہوں، کَثِيرُ الْبَغْفِرَةِ اور وَاَسِعُ الْبَغْفِرَةَ ہوں۔  
 حق تعالیٰ کریم ہیں۔ کریم جب خود ہی کہے ہم سے فلاں چیز مانگو تو وہ ضرور دیتا ہے۔ پس جب مغفرت مانگنے کا حکم دیا ہے تو ضرور مغفرت دیں گے۔  
 کریم کی شان کا مقتضی یہی ہے۔

### احقر کا ایک شعر جو خواب میں موزوں ہوا

خواب سے بیدار ہونے پر یہ شعر زبان پر جاری تھا جو احقر کو اسی وقت خواب ہی میں موزوں ہوا تھا، اس میں اللہ والوں کی شان کا بیان ہے۔  
 روح را با ذات حق آویختہ  
 دردِ دل اندر دعاء آمیختہ  
 تَرْجَمًا: اللہ والے اپنی روح کو حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ وابستہ کیے ہوئے ہیں، لٹکائے ہوئے ہیں اور باندھے ہوئے ہیں، چپکائے ہوئے ہیں اور اپنے دردِ دل کو اپنی دعا میں شامل کیے ہوئے ہیں۔

### روح اور جسم کے مراکز

روح کو سکون جب ملتا ہے جب اپنے مرکز سے وابستہ ہوتی ہے اور مرکز روح کا حق تعالیٰ کی ذات ہے اور عالمِ غیب ہے، تعلق مع اللہ کی برکت سے روح جسم کے تمام عناصر متضادہ کے اجزائے پریشاں کو اپنی قدرت روحانیت سے پُر سکون اور جمع رکھتی ہے، لیکن اگر کوئی روح اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر کسی حسین پر عاشق ہو جاتی ہے تو تعلق مع اللہ سے محرومی کے سبب اس میں کمزوری آ جاتی ہے اور عناصر کے اجزائے متضادہ اور اجزائے پریشاں کو



سنجھانے سے عاجز رہتی ہے اور جس پر عاشق ہے وہ بھی اجزائے پریشاں اور عناصر متضادہ کا مرکب ہے، پس دو پریشان جمع ہو جاتے ہیں اور اجزائے پریشاں میں اجزائے پریشاں کا اضافہ ہو کر عذاب میں روح پڑ جاتی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عشق مجازی عذاب الہی ہے، عاشق مجازی ہر وقت بے چین اور پریشان رہتا ہے۔ احقر کی کتاب ”روح کی بیماریاں اور ان کا علاج“ میں اس پریشانی کی تفصیل اور اس کا علاج درج ہے۔ عشق مجازی کے مریض اس کتاب کے مطالعہ سے اپنی بیماری کی اکسیر دوا حاصل کر سکتے ہیں۔

اور جب تعلق مع اللہ سے روح غالب ہو جاتی ہے تو عناصر اور اجزائے پریشاں خاک و باد و آب و آتش کو پرسکون رکھتی ہے، یہ اللہ والے خود بھی پرسکون جیتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی صحبت سے سکون سے جینے کا قرینہ ملتا ہے۔

### تفسیر ”لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط“

تاکہ آزمائش کرے تمہاری کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ ”أَصْلُ الْبَلَاءِ الْإِخْتِبَارُ، وَهَذَا يَقْتَضِي عَدَمَ الْعِلْمِ بِمَا اخْتَبَرَهُ“ بلاء کے معنی امتحان ہے اور امتحان کا مفہوم عدم علم ہے جس کا امتحان لیا جاتا ہے اور یہاں اس مفہوم میں یہ صحیح نہیں۔ ”وَهُوَ غَيْرُ صَيِّحٍ فِي حَقِّهِ عَزَّ وَجَلَّ“ پس اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اپنے اس مفہوم میں مستعمل نہیں بلکہ استعارہ ہے اور ہمارے مرشد مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف جب ابتلاء یا امتحان کی نسبت کی جاتی ہے تو مراد یہ ہوتا ہے کہ اپنی مخلوق اور فرشتوں پر ان کے کمالات کا ظہور ہو، جیسا کہ ”وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ“



رَبُّهُ“ میں ارشاد ہے، ورنہ حق تعالیٰ شانہ، کو تمام علم ماضی اور حال اور مستقبل کا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بھی ابتلاء کا لفظ جو آیا ہے تو مراد وہاں بھی یہی ہے کہ آپ کے درجہ علیا اور مقام خلت کی رفعت کے عملی مناظر مخلوق کو دکھا کر صفحہ تاریخ پر ان کا تابد مستقل باب روشن کرنا تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے:

((وَلِذَا قَالَ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فِي الْآيَةِ (۱) أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَقْلًا (۲)

وَأَوْرَعُ عَنْ مُحَارِمِ اللَّهِ تَعَالَى (۳) وَأَسْرَعُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ))

(روح المعانی، ج: ۲۹، ص: ۵)

تَرْجَمًا: (۱) تم میں سے کون عقل و فہم میں احسن ہے؟ (۲) کون اللہ تعالیٰ کے محرمات سے زیادہ بچنے والا ہے؟ (۳) کون اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ سبقت اور بازی لے جانے والا ہے؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امتحان تو حسن اور قبیح میں ہے نہ کہ حسن اور احسن میں، لیکن اس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ بندے اعمال میں خوب ترقی حاصل کریں اور گناہ سے بچنے میں خوب اہتمام کریں۔ ”وَفِيهِ مِنَ التَّرْغِيبِ فِي التَّرَقِّيِّ إِلَى مَعَارِجِ الْعُلُومِ وَمَدَارِجِ الطَّاعَاتِ وَالزَّجْرِ عَنْ مُبَاشَرَةِ نِقَائِصِهَا..... وَجَعَلَ ذَلِكَ مِنْ بَابِ الزِّيَادَةِ الْبُطْلَقَةِ“

(روح المعانی، پارہ: ۲۹، صفحہ: ۵)

اس آیت کے آخر میں ”وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کی ”بِيَدِهِ الْمُلْكُ“ کی شان اس طرح سے ہے کہ پوری کائنات میں ہر تصرف پر تو قادر ہیں ہی اس سے بڑھ کر وہ اپنی مخلوق میں اعیان متصرف پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے دنیا کے ملاک مجازی کے تصروفات سے یعنی سلاطین دنیا کی عارضی سلطنت کی صلاحیت کے عطا فرمانے والے بھی حق تعالیٰ ہی ہیں۔ خود بھی



متصرف حقیقی ہیں اور خالق متصرفین عارضی و مجازی بھی ہیں۔

## سنن مؤکدہ کہاں پڑھنا افضل ہے؟

ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز سنت فجر مکان میں پڑھ کر مسجد میں نماز فرض کے لیے جاتا ہوں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا کہ ان سنتوں کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے بلکہ جمیع سنن مؤکدہ کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے تاکہ اتہام یا تشبہ اہل بدعت سے نہ ہو جو تارکین سنت کے ہیں۔

(کمالات اشرفیہ، ملفوظ نمبر ۶۵۹، صفحہ: ۱۵۶)

## صدیق کی تعریف

صدیق کا مقام، ولایت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے، صدیقیت کے دائرے کے قطب المدار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، لیکن قیامت تک امت کے بہت سے اولیاء صدیقیت کے درجے پر فائز رہتے ہیں اور رہیں گے، صدیقیت ایک کلی مشکک ہے جس کے درجات میں تفاوت ہے، سب سے اعلیٰ درجہ اور فردِ اکمل اس کلی کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کا اسلام عجیب شان کا حامل ہے، زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

علامہ شیخ ولی الدین مصنف مشکوٰۃ اسماء الرجال میں تحریر فرماتے ہیں: ”لَمْ يُقَارِؤْهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَلَا فِي الْإِسْلَامِ“ اور ساتویں داد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہیں۔ ”وَصَلَّ إِلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِالْأَبِ السَّابِحِ“

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے صدیق کی شان کی تین عنوانوں سے

تفسیر کی ہے:



(۱).....الصِّدِّيقُ هُوَ الَّذِي لَا يَتَغَيَّرُ بَاطِنُهُ مِنْ ظَاهِرِهِ۔

صدیق وہ ہے جس کا باطن اس کے ظاہر سے مغاثر نہ رکھتا ہو یعنی اس کے ظاہری حالات سے اس کے باطن کی استقامت علیٰ طریق الحق متاثر نہ ہو۔

(۲).....الصِّدِّيقُ هُوَ الَّذِي لَا يُخَالِفُ قَالَهُ حَالَهُ۔

جس کا قال اس کے حال کے خلاف نہ ہو، قال اور حال میں مطابقت رکھتا ہو۔

(۳).....الصِّدِّيقُ هُوَ الَّذِي يَبْذُلُ الْكُونَيْنِ فِي رِضَا مَحْبُوبِهِ۔

جو اپنے محبوب حقیقی پر دونوں جہاں فدا کر دیتا ہو۔ (روح المعانی، پارہ: ۱۳، صفحہ: ۷۸)

حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام کو تعبیر فرمایا ہے۔

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو

یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

اسی مضمون پر احقر کا بھی شعر ہے۔

فدا نہ کیوں کریں دونوں جہاں تیرے عاشق

کہ تیرے نام سے پاتے ہیں دو جہاں کی بہار

جو انبیاء علیہم السلام کی امت میں سب سے زیادہ رتبہ کے ہوتے ہیں

جنہیں کمالِ باطنی بھی ہوتا ہے جن کو عرف میں اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔

(بیان القرآن، پارہ: ۵)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت

صدیق نے قبل اسلام اور قبل ظہور نبوت شام کی طرف تجارت کے لیے سفر فرمایا،

شام سے قریب ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر آپ نے بحیرا راہب سے معلوم کی:

”قَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتَ؟ قَالَ: مِنْ مَكَّةَ قَالَ: مِنْ أَيِّهَا؟ قَالَ: مِنْ قُرَيْشٍ

قَالَ: فَأَيْشُ أَنْتَ؟ قَالَ تَاجِرٌ، قَالَ: صَدَقَ اللَّهُ رُؤْيَاكَ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ نَبِيٌّ مِنْ



قَوْمِكَ تَكُونُ وَزِيرًا فِي حَيَاتِهِ، وَخَلِيفَتَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ، فَأَسْرَهَا أَبُو بَكْرٍ  
 - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - حَتَّى بُعِثَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَجَاءَهُ، فَقَالَ:  
 يَا مُحَمَّدُ! مَا الدَّلِيلُ عَلَى مَا تَدْعِي؟ قَالَ: الرَّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتَ بِالشَّامِ،  
 فَعَانَقَهُ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ“

(خصائص کبریٰ، جلد: ۱، صفحہ: ۲۹)

ترجمہ: اس راہب نے کہا کہاں سے آئے ہو؟ فرمایا مکہ مکرمہ سے۔ پھر کہا  
 کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ فرمایا قریش سے۔ کہا کیا کام کرتے ہو؟ فرمایا  
 تجارت کرتا ہوں۔ تو راہب نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا خواب سچا کرے گا۔ آپ  
 کی قوم سے ایک نبی مبعوث ہوگا، آپ ان کی حیات میں ان کے وزیر ہوں گے  
 اور بعد وفات ان کے خلیفہ ہوں گے۔ پس اس خواب کو ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 عنہ نے چھپایا، کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت  
 عطا ہوئی اور اعلان نبوت سن کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور  
 عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے جو دعویٰ فرمایا ہے، اس کی دلیل کیا  
 ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے شام  
 میں دیکھا تھا۔ بس غلبہ خوشی سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے معانقہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

ان گیارہ ستاروں کے نام جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام

کو خواب میں سجدہ کیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی حاضر ہوا اور عرض  
 کیا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان ستاروں کے نام بتائیے جنہوں نے  
 حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا۔ آپ نے جواب نہ دیا اور خاموش



رہے۔ ”فَنَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرَائِيلُ فَأَخْبَرَهُ“ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو بلایا اور فرمایا ان ستاروں کے یہ نام ہیں:

(۱) الحراثان (۲) والطارق (۳) والذیال (۴) والتکفان (۵) وذوالفرع  
(۶) والوثاب (۷) والعمودان (۸) والقابس (۹) والضروح (۱۰) والبصیح  
(۱۱) والفیلق (۱۲) والضیاء (۱۳) والنور (۱۱ ستارے اور سورج و چاند کل ۱۳)  
حضرت یوسف علیہ السلام نے آسمان کے اُفق پر دیکھا۔ اس یہودی نے کہا خدا کی قسم! یہی نام ہیں۔ ”فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: هَذِهِ وَاللَّهِ أَسْمَاءُ وَهَآ“

(خصائص کبریٰ، جلد: ۱، صفحہ: ۱۹۳)

## آیت وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَتِي كِتَابًا

{وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَتِي ثَمَنًا قَلِيلًا}

[سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۱]

اس آیت سے بعض علماء نے قرآن پاک کی تعلیم پر اجرت کو ناجائز کہا ہے، مگر یہ صحیح نہیں، اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ میرے احکام کو چھوڑ کر اور ان کو بدل کر اور چھپا کر عوام سے دنیائے ذلیل اور قلیل کو وصول مت کرو۔ (بیان القرآن، پارہ: ۱)

علامہ آلوسی کی تفسیر اُمّی لَا تَشْتَرُوا بِآيَتِي كِتَابًا بِالْإِيمَانِ بِآيَتِي وَالْإِتِّبَاعَ لَهَا حُطُوظَ الدُّنْيَا الْفَانِيَةِ الْقَلِيلَةَ الْمُسْتَرْدَلَةَ بِالنِّسْبَةِ إِلَى حُطُوظِ الْآخِرَةِ، وَمَا أَعَدَّ اللَّهُ تَعَالَى لِلْمُؤْمِنِينَ مِنَ النَّعِيمِ الْعَظِيمِ۔ ایمان بالآیات کو اور اس کی اتباع کو مت تبدیل کرو، دنیائے فانیہ قلیلہ سے جو آخرت کے حطوظ اور حق تعالیٰ کی تمام ان نعمتوں کے مقابلہ میں جو مؤمنین کے لیے وہاں ہیں مسترذلہ ہیں۔

## اُجْرَتِ تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ بَهْتَرِينَ اُجْرَتِ هِيَ

حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم



اجرتِ تعلیم پر لے سکتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ تعلیم پر اجرت میں سب سے خیر اجرت کتاب اللہ کی تعلیم کی اجرت ہے۔ عبارتِ حدیث:

((وَقَدْ صَحَّ أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَأْخُذُ عَلَيَّ التَّعْلِيمِ أَجْرًا؟ فَقَالَ: إِنَّ خَيْرَ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى))

(روح المعانی، ج: ۱، ص: ۲۳۵)

بخاری شریف بابُ الشُّرُوطِ فِي الرُّقِيَّةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي يَه

حدیث اس طرح ہے:

((إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ))

(فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۱۹۹)

**فائدہ:** حفظ و ناظرہ قرآن پاک کے اساتذہ کرام کی تنخواہوں میں برکت کی وجہ آج اس حدیث مذکور سے سمجھ میں آئی۔

علمائے بے عمل کا وعظ کہنا جائز ہے

{أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ}

[سورة البقرة، آیت: ۴۴]

ترجمہ: کیا غضب ہے کہ کہتے ہو لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور خود اپنی خیر نہیں لیتے۔

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ عالم بے عمل و اعظ بننا جائز

نہیں تو یہ غلط ہے۔ اس آیت سے یہ نکلتا ہے کہ واعظ کو بے عمل بننا جائز نہیں۔

دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ (بیان القرآن)

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ}

[سورة الصف، آیت: ۲]

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو۔



اس آیت سے بھی بعض لوگ یہی سمجھے کہ بے عمل کو وعظ نہ کہنا چاہیے حالانکہ یہاں مراد یہ ہے کہ لاف زنی اور دعویٰ اپنے کمالِ اعمال پر مت کرو۔ وعظ بلا عمل اس آیت کے مفہوم سے خارج ہے۔ جیسا کہ سبب نزولِ آیت سے ظاہر ہے۔

**مسائل السلوک:** فِيهِ ذَمٌّ لِدَعْوَى الْأَعْمَالِ وَالْكَفَالِ وَلَيْسَ مَعْنَاهُ  
الْوَعظُ بِمَا لَمْ يَتَّعِظْ بِهِ وَيَدُلُّ عَلَى مَا ذَكَرْتَهُ، سَبَبُ النُّزُولِ أَيْضًا (اس  
میں اعمال اور کمال کے دعویٰ کی مذمت ہے۔) (بیان القرآن)

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک

عَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: وَكَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي يَدِهِ، وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَهُ، وَفِي يَدِ عُمَرَ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ جَلَسَ عَلَى بَيْتِ أَرِيْسٍ، فَأَخْرَجَ الْخَاتَمَ، فَجَعَلَ يَعْبَثُ بِهِ، فَسَقَطَ قَالَ فَاخْتَلَفْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مَعَ عُثْمَانَ، فَنَزَحَ الْبَيْتَ، فَلَمْ يَجِدْهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (فتح الباری، جلد: ۱۰، صفحہ: ۳۲۸)

**ترجمہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی، پھر جب حضرت عثمان کے ہاتھ میں آئی تو ایک دن کنویں پر بیٹھے تھے اور انگوٹھی کو نکال کر اس کے ساتھ کچھ شغل فرما رہے تھے کہ وہ کنویں میں گر گئی۔ پس تین دن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معیت میں تلاش کیا، لیکن فرمایا کہ ہم نے نہ پایا۔

**تشریح:** (۱) ... بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس انگوٹھی پر پہلی سطر پر اللہ اور اسفل سطر پر محمد تھا لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کوئی ایسی تصریح ذخیرہ احادیث میں نہیں پائی۔ ”وَأَمَّا قَوْلُ بَعْضِ الْمَشَائِخِ إِنَّ كِتَابَتَهُ كَانَتْ مِنْ أَسْفَلٍ إِلَى فَوْقٍ يَعْنِي أَنَّ الْجَلَالََةَ فِي أَعْلَى الْأَسْطُرِ



الثَّلَاثَةِ وَ مُحَمَّدٌ فِي أَسْفَلِهَا فَلَمْ أَرِ التَّصْرِيحَ بِذَلِكَ فِي شَيْءٍ مِّنَ  
الْأَحَادِيثِ۔ پس روایت کے مطابق وہ تین سطر پر تھی۔ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، رَسُوْلٌ  
سَطْرٌ، وَاللّٰهُ سَطْرٌ۔

(۲) ... بعض علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں کچھ خاص وہ  
راز تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھا کہ ان کی انگوٹھی گم ہوتے ہی  
ان کا ملک چلا گیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ انگوٹھی گم ہوتے  
ہی آپ کی حکومت میں خوارج پیدا ہو گئے اور بغاوت شروع ہو گئی۔ یہاں تک  
کہ وہ بغاوت آپ کی شہادت تک پہنچ گئی۔

(۳) ... وَ فِيهِ: أَنَّ مِنْ فِعْلِ الصَّالِحِينَ الْعَبَثَ بِخَوَاتِيهِمْ، وَمَا يَكُونُ  
بِأَيْدِيهِمْ وَلَيْسَ ذَلِكَ بِعَائِبٍ لَهُمْ قُلْتُ وَإِنَّمَا كَانَ كَذَلِكَ لِأَنَّ ذَلِكَ  
مِنْ مَثَلِهِمْ، إِنَّمَا يَنْشَأُ مِنْ فِكْرٍ، وَفِكْرُهُمْ إِنَّمَا هِيَ فِي الْخَيْرِ۔

ترجمہ: اس میں اشارہ ہے کہ اپنی انگوٹھیوں سے یا جو چیز ہاتھ میں ہو شغل  
کرنا فعل صالحین سے ہے کیونکہ ایسے حضرات سے اس طرح کا فعل کسی فکر میں  
غرق ہونے سے ہوتا ہے اور ظاہر ہے یہ حضرات جس فکر میں غرق ہوں گے وہ  
افکار خیر ہی کے ہوں گے۔

(۴) ... اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کسی شے کو تلاش کرنے میں اگر تین دن  
صرف ہو جاویں اور پھر بھی نہ ملے تو اس کے ترک سے اس کو ضائع کرنے والا نہ  
سمجھا جائے گا۔ یعنی یہ تین دن حد آخری ہے جس کے بعد مطلوب کی تلاش کو  
متعدی اور مشکل قرار دیا جاوے گا۔

(۵) ... اور اس حدیث سے استعمال آثار صالحین کا تبرک ثابت ہوتا ہے۔  
وَ فِيهِ اسْتِعْمَالُ آثَارِ الصَّالِحِينَ وَ لِبَاسٍ مَلَأَ بِهِمْ عَلَى جِهَةِ التَّبَرُّكِ  
وَ التَّيْسِنِ بِهَا۔ (فتح الباری، جلد: ۱۰، صفحہ: ۳۲۹، ۳۳۰)



## حرمت اسبابِ ازار

حرمت اسبابِ ازار کے متعلق چند اہم دلائل احقر کے رسالہ حرمت اسبابِ ازار میں مفصل موجود ہیں۔ جو ”روح کی بیماریاں اور اُن کا علاج“ کتاب حصہ دوم میں موجود ہے۔

## ولایت عامہ اور ولایت خاصہ

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ روح المعانی ”اِنَّ اَوْلِيَاءَ وَاٰوَةَ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ“ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ مرتبہ اولیٰ میں جو ولایت عامہ تھی بشرط ایمان۔ وہی مرتبہ ثانیہ میں تقویٰ کی شرط سے ولایت خاصہ پر فائز ہو جاتی ہے۔ اس کو ولایت کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ (بیان القرآن، پارہ: ۹، سورۃ الانفال) اور سورۃ یونس میں ارشاد ہے کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟ ”الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ“ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں یعنی معاصی سے پرہیز کرتے ہیں۔ یعنی ایمان اور تقویٰ سے اللہ کا قرب عطا ہوتا ہے اور خوف اور حزن سے ان کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے لیے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی من جانب اللہ خوف اور حزن سے بچنے کی خوشخبری ہے۔ ”لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ط“ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ بزرگی اور ولایت کا مدار ایمان اور تقویٰ پر ہے نہ کہ کشف و کرامت پر ہے۔ (بیان القرآن)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِلَّا سِتْقَامَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ كَرَامَةٍ سِتْقَامَتٍ اِيْكَ هٰزِرٍ كَرَامَاتٍ سِى اَفْضَلٍ هِى۔ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۸۴)



## افضل عبادت

((أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ أَنْتِظَارُ الْفَرَجِ))

(مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، ص: ۱۹۵)

ترجمہ: مصائب میں حق تعالیٰ کی رحمت کا انتظار کرنا افضل عبادت ہے۔

اس کی شرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لِأَنَّ الصَّبْرَ فِي الْبَلَاءِ انْقِيَادٌ لِلْقَضَاءِ وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ“ کیونکہ صبر کرنا بلاء میں قضاء الہی کا احترام اور انقیاد ہے اور یہ نعمت حق تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور انقیاد للقضاء کا مطلب یہ ہے کہ قضاء پر اعتراض نہیں کرتے، تسلیم و رضا اختیار کرتے ہیں۔ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۴۰)

## جنت کی طرف سب سے پہلے پکارے جانے والے لوگ

((أَوَّلُ مَنْ يُدْعَى إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ

فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ))

(شعب الایمان للبیہقی)

قیامت کے دن سب سے پہلے وہ لوگ جنت کی طرف پکارے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں خوشی میں بھی اور تکلیف میں بھی۔ یعنی صحت و مرض، آرام و تکلیف، مالداری اور تنگ دستی، ہر حال میں حمد کرتے ہیں۔

نعمتوں پر حمد تو ظاہر ہے، مگر تکلیفوں پر حمد کس طرح کریں گے؟ جواب یہ ہے کہ تکالیف میں اپنے رب سے راضی رہتے ہیں اعتراض نہیں کرتے۔ پس ”يَحْمَدُونَ اللَّهَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ“ کا مطلب یہ ہوگا ”الَّذِينَ يَرْضَوْنَ عَنْ مَوْلَاهُمْ“ اپنے رب سے راضی رہتے ہیں۔ (عافیت مانگنا اس رضا کے منافی

نہیں بلکہ عبدیت کا عین تقاضا ہے۔) (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۱۲)



## جذب و سلوک کیا ہے؟

سورہ شوریٰ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ}

[سورہ الشوری، آیت: ۱۲۳]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت میں جذب اور سلوک دونوں راستوں کا ذکر ہے۔ ”الْجَبِي هُوَ الْجَذْبُ وَالْهُدَايَةُ إِرَاءَةُ الطَّرِيقِ لِمَنْ يَسْئَلُكَ“ اجتبتای سے جذب کا ثبوت ہے اور یهدی سے سلوک کا ثبوت ہے۔

(روح المعانی)

## أولو الامر کی اطاعت کا حکم

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ}

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

[سورہ النساء، آیت: ۵۹]

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اہل حکومت کی۔ پس بصورت اختلاف اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ ملاً علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل حکومت کے ساتھ اطیعوا نازل نہ فرمانا دلالت کرتا ہے کہ اہل حکومت کی اطاعت کا حکم مستقل نہیں، بلکہ اس شرط پر ہے کہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت جب تک کریں گے قابل اطاعت رہیں گے۔ ”كَأَنَّهُ قِيلَ إِذَا لَمْ يَكُنْ أُولُو الْأَمْرِ مُسْتَقِيلِينَ، وَشَاهَدْتُمْ مِنْهُمْ خِلَافَ الْحَقِّ، فَرُدُّوهُ إِلَى الْحَقِّ، وَلَا يَأْخُذْكُمْ فِي اللَّهِ لَوْمَةٌ لَائِمَةٌ“۔

(مرقاۃ، جلد: ۷، صفحہ: ۲۱۷)



## اللہ والا بننے کا ایک عظیم الشان نسخہ

{ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ }

[سورۃ الحجرات، آیت: ۳]

تَرْجَمًا: بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ عمل ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتنا عظیم الشان عمل اور محبوب عمل تھا کہ اس پر ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور ولایت کے لیے خاص فرمایا اور منتخب فرمایا۔

چھانٹا وہ دل کو جس کی ازل میں نمود تھی  
پسلی پھڑک گئی نظر انتخاب کی

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِمْتَحَنَ بِمَعْنَى اَخْلَصَ ہے۔ اہل عرب جب سونے کو آگ میں ڈال کر اس کا میل کچیل صاف کرتے ہیں تو اس وقت یہ محاورہ بولتے ہیں۔ يُمْتَحَنُ الذَّهَبُ بِالنَّارِ لِيُخْلَصَ اِبْرِيْزُهُ عَنْ خُبْثِيْهِ، وَيُنْقَى۔ (روح المعانی)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ اور مقبولین بارگاہ کی محبت اور ان کا ادب اس قدر محبوب عمل ہے کہ اس کی برکت سے جلد بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے اور جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ اپنے لیے خالص فرمائیں اس کو پھر کون خراب کر سکتا ہے اور کون غیر اللہ اپنا بنا سکتا ہے جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے اور جس کو اللہ نہ رکھے اس کو ساری دنیا چکھے۔



دنیا میں اگر بادشاہ کسی چیز کو اپنے لیے خاص طور پر پسند کر لیتا ہے۔  
خواہ وہ بلی، کتا جیسی حقیر چیز ہو تو بھی ملک میں اس کو کوئی رعایا ہاتھ نہیں لگا سکتی۔  
پھر حق تعالیٰ جو چیز اپنے لیے منتخب فرمائیں، خالص فرمائیں، اس کو کون نقصان  
پہنچا سکتا ہے؟

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

علماء نے تصریح کی ہے کہ جو حضرات دین کی بزرگی رکھتے ہیں ان  
کے ساتھ بھی یہی ادب ہے، گو سوء ادب کا وبال اس درجہ کا نہ ہوگا، لیکن تاؤزی  
بلا ضرورت میں حرمت ضرور ہے۔ (بیان القرآن)

فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبی بن  
کعب رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن پاک کی تعلیم کے لیے جایا کرتے تھے اور  
استاد کا دروازہ نہ کھٹکھٹاتے تھے، یہاں تک خود سے نکلتے۔ ایک دن فرمایا کہ  
اے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ! دروازہ کھٹکھٹا دیا کرو تا کہ آپ انتظار کی  
کلفت نہ اٹھائیں، ہم کو یہ انتظار آپ کا بہت شاق ہوتا ہے۔ عبداللہ بن عباس  
رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”أَلْعَالِمُ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
فِي حَقِّ نَبِيِّهِ: ”وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ“ عالم  
اپنی قوم میں مثل نبی کے ہے، اپنی اُمت میں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ  
السلام کی شان میں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود باہر دولت  
کدہ سے تشریف لاتے تو ان کے حق میں یہ خیر ہوتا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ بچپن میں  
پڑھا تھا اور میں نے ہمیشہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ یہی ادب کیا اور اس  
پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ ”وَقَدْ رَأَيْتُ هَذِهِ الْقِصَّةَ صَغِيرًا، فَعَبَلْتُ



بِمُوجِبِهَا مَعَ مَشَائِخِي، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى عَلَى ذَلِكَ“

(روح المعانی، پارہ: ۲۶، صفحہ: ۱۳۳)

**فائدہ:** یہ پورا مضمون حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل السلوک میں روح المعانی سے نقل فرمایا ہے۔

مشائخ کا بعض مریدین کو خلافت دینے کا ثبوت

{إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا}

[سورة النساء، آیت: ۵۸]

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دو۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مسائل السلوک میں ارقام فرماتے ہیں: ”إِنَّ أَخِيذَ الْعُقُوبَةِ فِي الْأَمَانَاتِ دَلَّتِ الْآيَةُ عَلَىٰ أَمْرِ الشُّيُوخِ بِإِيصَالِ الْبِعَارِفِ وَإِعْطَاءِ الْخِلَافَةِ مَنْ كَانَ أَهْلًا لَهَا“ اگر امانت کو عام لیا جاوے تو آیت میں مشائخ کو بھی امر ہوگا کہ معارف اور برکات کو ان کے اہل تک پہنچادیں اور جو ان میں خلافت ارشاد یہ کا اہل ہو ان کو اجازت دیں۔ (مسائل السلوک)

بعض مریدین کو عدم مناسبت کے سبب خانقاہ سے نکال دینا  
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{هَذَا فِرَاقٌ بَيْنِي وَبَيْنِكَ}

[سورة الكهف، آیت: ۷۸، پارہ: ۱۶]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”هُوَ أَصْلُ لِأَمْرِ الْمُرِيدِ بِالْفِرَاقِ إِذَا لَمْ يَتَوَقَّعْ مُنَاسَبَةً وَوَفَاقًا وَظَهَرَ كَثِيرُ خِلَافٍ وَشِقَاقٍ“ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس مرید سے مناسبت نہ ہو اور آئندہ بھی موافقت کی توقع نہ ہو تو



اس کو الگ کر دینا چاہیے کہ بدون مناسبت دونوں کے اوقات ضائع ہوں گے۔  
(بیان القرآن، مسائل السلوک)

## صالحین کی اولاد کا اکرام کرنا

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا}

[سورة الكهف، آیت: ۸۲]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ”فِيهِ رِعَايَةٌ لِأَوْلَادِ الصَّالِحِينَ“ اس آیت میں صالحین کی اولاد کی رعایت کا ثبوت ہے اور مشائخ صوفیہ اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ (مسائل السلوک)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ باپ صالح ساتویں پشت کے تھے، كَانَ الْآبِ السَّابِعِ، کیسے کریم مالک ہیں کہ اپنے وفادار غلاموں کی سات پشت تک رحمت نازل فرماتے ہیں۔

## نسبت باطنی

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{رَبَّنَا آتِنَا نُورًا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ}

[سورة التحریم، آیت: ۸]

اتمام نور سے مراد تفسیر میں آخرت کا نور ہے کہ اے اللہ! اس نور کو آخر تک قائم رکھے کہ راستے میں گل نہ ہو جاوے، بطور اشارہ اتمام نور سے نسبت مع اللہ کا القاء بھی ہے۔ (ایسا شخص مکمل لفسہ مکمل لغیرہ ہوتا ہے)  
حضرت خواجہ صاحب کی یہ تحریر احقر نے خود دیکھی ہے۔



## انقطاعِ خلق اور تعلق مع اللہ سے کیا مراد ہے؟

بعض نادان صوفیہ ”وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ط“ سے یہ سمجھ گئے کہ ضروری تعلقات دنیویہ سے بھی الگ ہو کر رہبانیت اختیار کر لی جاوے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اس آیت کی نہایت حکیمانہ تفسیر فرمائی ہے۔ ”اور علاقہ خداوندی کو تمام تعلقات پر غالب رکھے۔“ کیا ہی عمدہ تعبیر ہے۔ احقر کا یہ شعر بھی اس مفہوم کا ترجمان ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے  
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

## ہجرانِ جمیل اور صبرِ جمیل

”الصَّبْرُ الْجَمِيلُ الَّذِي لَا شِكْوَى فِيهِ“ یعنی صبرِ جمیل وہ صبر ہے جس میں شکایت نہ ہو اور مراد اس شکایت سے یہ ہے کہ مخلوق سے شکایت نہ کرے۔ پس حق تعالیٰ سے شکایت اپنی تکلیف کی پیش کرنا منافی صبرِ جمیل نہیں۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا تھا ”إِنَّمَا أَشْكُوا بَثْنِي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ“ اور ہجرِ جمیل یہ ہے کہ اس کی شکایت اور انتقام کی فکر میں نہ پڑے۔

## شیخ کو عارف ہونا چاہیے

داعی الی اللہ اور شیخ کو عارف ہونا چاہیے:

{قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ نَفَّ عَلَىٰ بِصِيرَةٍ}

[سورہ یوسف، آیت: ۱۰۸]

بحوالہ روح المعانی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ داعی الی اللہ کو طریق ایصال کا ماہر ہونا چاہیے اور حق تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف ہونا چاہیے۔ ”فِي الرُّوحِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ يُنْبِغِي لِلدَّاعِي إِلَى اللَّهِ تَعَالَى أَنْ



يَكُونُ عَارِفًا بِطَرِيقِ الْإِيصَالِ إِلَيْهِ سُبْحَانَهُ عَالِمًا بِمَا يَجِبُ لَهُ تَعَالَى

## رحمتِ حق کے سامنے شیطان کا ضعف

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”فِيَنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ اللُّطْفِ الْإِلَهِيِّ لَا أضعَفَ مِنْهُ، وَلَا أَذَلَّ فَإِنَّهُ مُشَبَّهُ بِالْكَلْبِ الْوَاقِفِ عَلَى الْبَابِ، وَلِذَا قَالَ تَعَالَى ”إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا“ حق تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ ہوتے ہوئے شیطان سے بڑھ کر کوئی کمزور اور ذلیل نہیں۔ پس تحقیق وہ اس کتے کے مشابہ ہے جو دروازہ پر کھڑا رہتا ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۶)

جیسا کہ بنگلوں اور بڑے لوگوں کے مکانوں پر خونخوار خطرناک قسم کا کتا کھڑا رہتا ہے، جب کوئی داخل ہونا چاہتا ہے تو وہ کتا بھونکتا ہے، پھر آنے والا مالک مکان کو پکارتا ہے، وہ اس کتے کو ڈانٹتا ہے: خاموش! ہمارا آدمی ہے، پھر وہ دم ہلانے لگتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے اپنے دربارِ قرب سے باہر شیطان کھڑا کیا ہوا ہے جو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے ارادہ کرتا ہے، یہ بھونکتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے۔ پس حکم ہو گیا کہ ہم کو پکارو، یہ ہمارا کتا ہے، ہمارے حکم سے خاموش ہوگا۔ تم اس کے وسوسوں کا جواب دو گے تو یہ اور بھونکے گا۔ کہو ”أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے یعنی جو اس کا مالک ہے اس کی مدد چاہتا ہوں۔ اس طرف اشارہ ہے اس حدیث کا۔ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ لَيْسَ لَهُ قُوَّةُ الْمُغَالَبَةِ مَعَ الشَّيْطَانِ وَمُجَادَلَتِهِ، فَيَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُلْتَجِئَ إِلَى مَوْلَاهُ، وَيَعْتَصِمَ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الَّذِي أَوْقَعَهُ“ (بحوالہ بالا)

پس تحقیق بندہ کو اپنی طاقت سے شیطان پر غلبہ پانے اور اس سے جھگڑنے کی طاقت نہیں دی گئی، اس لیے حکم ہے کہ تم اپنے مولیٰ سے رجوع کرو اور پناہ مانگو حق تعالیٰ کی اس مردود سے۔



## حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق آیت کی تفسیری تحقیق

از: حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

{وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ}

[سورۃ الانبیاء، آیت: ۸۷]

اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجئے (حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ کا) جب وہ اپنی قوم سے جب کہ وہ ایمان نہ لائے خفا ہو کر چل دیئے اور ان کی قوم پر سے عذاب ٹلنے کے بعد بھی خود واپس نہ آئے۔ اور اس سفر کے لیے ہمارے حکم کا انتظار نہیں کیا اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ ہم اس چلے جانے میں ان پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے۔ یعنی چونکہ اس فرار کو انہوں نے اجتہاداً جائز سمجھا، اس لیے انتظار نص اور وحی کا نہ کیا، لیکن چونکہ امید وحی تک وحی کا انتظار انبیاء کے لیے مناسب ہے، اس لیے اس ترک مناسب پر ان کو یہ ابتلاء پیش آیا کہ راہ میں ان کو کوئی دریا ملا اور وہاں کشتی پر سوار ہوئے، کشتی چلتے چلتے رُک گئی۔ یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ میرا یہ فرار بلا اذن ناپسند ہوا، اس کی وجہ سے یہ کشتی رُکی۔ کشتی والوں سے فرمایا کہ مجھے دریا میں ڈال دو، وہ راسی نہ ہوئے، غرض قرعہ پر اتفاق ہوا، تب بھی انہیں کا نام نکلا، آخر ان کو دریا میں ڈال دیا اور خدا کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نکل گئی۔ (کذا فی الدر المنثور و بیان القرآن، سورۃ الانبیاء)

بدون انتظار وحی اس مقام سے چلے جانے کا علامہ آ لوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن و شعبی رحمہما اللہ و سعید بن جبیر جلیل القدر تابعی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ جواب نقل فرمایا ہے: "وَيَنْبَغِي أَنْ يُتَأَوَّلَ لِيَنْ قَالَ ذَلِكَ مِنَ الْعُلَمَاءِ كَالْحَسَنِ وَالشَّعْبِيِّ وَابْنِ جُبَيْرٍ وَغَيْرِهِمْ مِنَ التَّابِعِينَ وَابْنِ مَسْعُودٍ مِنَ الصَّحَابَةِ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ. بِأَنْ يَكُونَ مَعْنَى قَوْلِهِمْ لِرَبِّهِ لِأَجْلِ رَبِّهِ تَعَالَى وَحَمِيَّةً لِدِينِهِ. فَالْلامُ لَامُ الْعِلَّةِ، وَمَا



وَرَدَ مِنْ بَعْضِ السَّلَفِ مُغَاضِبًا لِرَبِّهِ، فَمَعْنَاهُ مُغَاضِبًا لِأَجْلِ رَبِّهِ، لَا عَلَى رَبِّهِ، فَافْهَمُوا“ (سورة الانبياء، روح المعاني، جلد: ۱۷، صفحہ: ۸۳ وحاشیہ بیان القرآن)

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بعض سلف نے جو ”مُغَاضِبًا لِرَبِّهِ“ سے تفسیر کی ہے، اس کا مفہوم لام تعلیلیہ کے پیش نظر ”مُغَاضِبًا لِأَجْلِ رَبِّهِ“ ہے۔ یعنی اپنے رب ہی کے لیے یہ غصہ تھا اور اپنی دینی حمیت کے لیے تھا۔ اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ احقر کے نزدیک اس تفسیر کا ادلال پر محمول کر لینا اقرب والطف ہے۔ (ادلال کے معنی اول علیہ کسی کی محبت پر بہت اعتبار کر لینا) خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کا ذہاب (جانا) تین سبب سے تھا: ”مُغَاضِبًا لِأَجْلِ رَبِّهِ وَحَمِيَّةً لِدِينِهِ وَغَلْبَةً اِلْعْتِمَادِ عَلَى فَحْبَةِ رَبِّهِ“ یہ جانا تین سبب سے تھا۔ اپنے رب ہی کے لیے غضبناک ہوئے اور اور اپنی دینی حمیت اور غیرت کے سبب تھا اور حق تعالیٰ شانہ کی محبت پر غلبہ اعتماد کے سبب تھا۔ اس میں نمبر ۳ جو آخری جملہ ہے ”وَغَلْبَةُ اِلْعْتِمَادِ عَلَى فَحْبَةِ رَبِّهِ“ حضرت اقدس تھانوی کا جواب ہے جو نہایت اقرب والطف ہے۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کا باوجود عصمت و برأت ”اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ“ میں ذنب کی نسبت اپنی طرف کرنا مجازاً ہے جو غلبہ استحضار عظمت حق کے سبب غیر اولیٰ اور ترک مناسب کو ذنب سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسا کہ اکثر اہل اللہ پر اس نوع کے حالات طاری ہوئے ہیں اور ایسے حالات میں کفر کی نسبت بھی اپنی طرف کر لیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نبی کو جس قدر ذنب سے بعد ہے اتنا غیر نبی کو کفر سے نہیں۔ جب اطلاق بعد جائز ہو تو اطلاق بعید میں کیا شک ہے۔

(مسائل السلوک، بیان القرآن)

حق تعالیٰ کا ارشاد ”فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ“ میں ظن دلالت کرتا

ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد تھا۔ ”وَمِنْ ثَمَّ عَبَّرَ بِظَنَّ فَلَا يَلْزُمُ اَنَّهُ



خَطَرَ بِنَالِهِ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - الْجَانِبِ الْمُخَالِفِ " اسی سبب سے ظن کے لفظ سے حق تعالیٰ شانہ نے تعبیر فرمایا۔ پس نہیں لازم آتا اس سے کہ جانب مخالف کا خیال بھی آیا ہو۔

ظن کے ترجمہ میں غور کیجیے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کس قدر منصب نبوت کی عظمت اور عصمت کا حق ادا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر کی قبروں کو اپنے انوار رضائے علیا سے منور اور معمور فرماویں، آمین۔

### ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے

{وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط  
وَوَحَمَلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ط}

[سورة الاحقاف، آیت: ۱۵]

والدین کے ساتھ احسان کا حکم فرماتے ہوئے ماں کا حق خصوصیت سے الگ بیان فرمایا گیا۔ (اور بالخصوص ماں کے ساتھ اور زیادہ) کیونکہ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور پھر بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا اکثر تیس ماہ میں ہوتا ہے۔

(بیان القرآن)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ میں کس کی خدمت زیادہ کروں؟ فرمایا: ماں کی۔ پھر اس نے پوچھا: پھر کس کی؟ فرمایا: ماں کی۔ پھر اس نے پوچھا: پھر کس کی؟ فرمایا: ماں کی۔ پھر اس نے پوچھا: پھر کس کی؟ فرمایا: باپ کی۔

بخاری شریف کی اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ

اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے: "وَقَدْ



وَقَعَتِ الْإِشَارَةُ إِلَى ذَالِكَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ”وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ  
إِحْسَانًا طَحَمَلَتْهُ أُمُّهُ“ (فتح الباری، جلد: ۱۰، صفحہ: ۴۰۲)

”وَنَقَلَ الْبَحَاسِبِيُّ الْإِجْمَاعَ عَلَى أَنَّ الْأُمَّ مُقَدَّمَةٌ فِي الْبِرِّ عَلَى الْأَبِّ“ ماں کا  
حق باپ سے زیادہ ہے، حسن سلوک میں اس پر اجماع ہے۔

(فتح الباری، جلد: ۱۰، صفحہ: ۴۰۳)

حمل سے لے کر دودھ کے چھڑانے کی مدت دو سال نو ماہ ہے اور اس  
آیت میں تیس ماہ (ڈھائی سال) بنتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک  
یہ اس حساب پر مبنی ہے کہ حمل کی قلیل مدت چھ ماہ ہے اور اکثر مدت رضاع دو  
سال ہے۔ مجموعہ ڈھائی سال ہو گیا۔ اب رہا یہ سوال کہ ایک کی اقل مدت اور  
دوسرے کی اکثر مدت کیوں لیا؟ تو جواب یہ ہے کہ منضبط یہی مدتیں ہیں۔  
بخلاف اکثر مدت حمل کے کہ کسی دلیل قطعی سے منضبط نہیں اور اسی طرح اقل  
مدت رضاع کی بھی منضبط نہیں۔ پوری تفصیل بیان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

متعدد شوہروالی عورت جنت میں کس کو ملے گی؟

یاسب سے آخر والے شوہر کو یاسب سے پہلے شوہر کو یا جس شوہر کے  
اخلاق اچھے ہوں گے، یہ عورت اس کو اپنی مرضی سے انتخاب کر لے گی۔  
”فَتَخْتَارُ مَنْ كَانَ أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا مَعَهَا“ (روح المعانی، جلد: ۲۵، صفحہ: ۱۳۶)

کافر کی مسلمان بیوی کس کو ملے گی؟

”وَتُعْطَى زَوْجَةً كَافِرٍ دَخَلَتْ الْجَنَّةَ لِمَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى“ کافر کی  
مسلمان بیوی جنت میں جب داخل ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جس کو چاہیں  
گے عنایت فرمادیں گے۔



## فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کس کو ملیں گی؟

”وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ أَسِيَّةَ امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ تَكُونُ زَوْجَةَ نَبِيِّنَا - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -“ تحقیق کہ وارد ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا بیوی فرعون کی جنت میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔

(روح المعانی، جلد: ۲۵، صفحہ: ۱۳۶)

## تخت سلیمانی کی رفتار

{وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحُ غَدُوَهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ}

[سورہ سبأ، آیت: ۱۲]

تَرْجَمًا: صبح کا چلنا اس ہوا کا ایک ماہ کی مسافت تھی اور شام کا چلنا بھی اسی طرح ایک ماہ کی مسافت تھی۔ (بیان القرآن)

اس رفتار کے متعلق علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ بیت المقدس سے صبح اپنے تخت سلیمان سے چل کر اصرطخر میں قیلولہ فرماتے تھے اور پھر شام کو وہاں سے آپ کے تخت کو ہوا اڑا کر خراسان کے قلعہ میں پہنچاتی تھی اور راستہ میں جب تخت چلتا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر طیور صفوف کی شکل میں سایہ رکھتے تھے اور ساتھ ہی جنات اور بہت سے انبیاء اور علماء بھی ہوتے تھے۔ ”أَخْرَجَ أَحْمَدُ فِي الزُّهْدِ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ قَالَ فِي الْآيَةِ: كَانَ سُلَيْمَانُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - يَخْدُو مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَيَقِيلُ بِاصْطَخْرَ، ثُمَّ يَرُوحُ مِنْ اصْطَخْرَ فَيَقِيلُ بِقَلْعَةِ خُرَّاسَانَ“ آگے چند ابیات ہیں جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔

تَظِلُّهُمْ طَيْرٌ صُفُوفٌ عَلَيْهِمْ

(روح المعانی، پارہ: ۲۲، صفحہ: ۱۱۷ اور پارہ: ۱۷، صفحہ: ۷۸)



تفسیر بیان القرآن، پارہ: ۱، صفحہ: ۵۴ (سورۃ انبیاء) میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ درمنثور میں روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مع اعیان ملک اپنی کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے اور ہوا کو حکم دیتے تھے وہ سب کو اٹھا کر تھوڑی دیر میں ایک ماہ کی مسافت قطع کرتی۔

## کامل مسلمان کون ہے؟

حدیث پاک میں ہے کہ:

((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ))

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون، ج: ۱، ص: ۶)

کامل مسلمان وہ ہے کہ جس سے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔

ایک غیر مسلم نے حضرت مرشدی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا کہ غیر مسلم کی حفاظت کا اس حدیث میں ذکر نہیں۔ کیا ان کو ستانا جائز ہے؟ فرمایا کہ چونکہ کثرت سے معاملات مسلمانوں کے مسلمانوں سے رہتے ہیں۔ جب کثیر الوقوع حالات میں اس پر عمل کریں گے تو قلیل الوقوع حالات میں بدرجہ اولیٰ اس حدیث پر عمل کریں گے۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری عمدۃ القاری،

جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۲ پر اس حدیث کی شرح اس طرح فرمائی ہے:

”الْأُولَى: فِيهِ الْحَثُّ عَلَى تَرْكِ أَذَى الْمُسْلِمِينَ بِكُلِّ مَا يُؤْذِي وَيَسُرُّ الْأَمْرَ فِي

ذَلِكَ حُسْنُ التَّخَلُّقِ مَعَ الْعَالَمِ كَمَا قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ

الْأَبْرَارِ هُمْ الَّذِينَ لَا يُؤْذُونَ الدَّارَ وَلَا يَرْضَوْنَ الشَّرَّ

وَالثَّانِيَةُ: فِيهِ الرَّدُّ عَلَى الْبُرْجِيَّةِ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ عِنْدَهُمْ إِسْلَامٌ نَاقِصٌ

وَالثَّلَاثَةُ: فِيهِ الْحَثُّ عَلَى تَرْكِ الْبِعَاصِي وَاجْتِنَابِ الْهِنَاهِي

تَرْجَمًا: اس حدیث سے درج ذیل فوائد ثابت ہوتے ہیں:



(۱)... مسلمانوں کو ایذا پہنچانے والے افعال کے ترک کر دینے کی ترغیب ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسن اخلاق کا اہتمام ہو۔ جیسا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابرار کی تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایک چیونٹی کو بھی تکلیف نہیں دیتے اور شر کرنا تو کیا شر سے راضی بھی نہیں ہوتے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام تصوف کا نچوڑ اور حاصل یہ ہے کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

**حکایت:** حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے کسی کو گناہ کرتے دیکھا، واپس آگئے، چار پائی پر غم سے لیٹ گئے اور جب پیشاب کیا تو غم سے اس میں خون آ گیا۔ یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنی نافرمانی سے حفاظت نصیب فرما۔ ان بزرگوں کے طفیل جن سے ہم وابستہ ہیں۔

(۲)... اس حدیث میں فرقہ مرجئہ کی تردید ہے جن کے نزدیک اسلام ناقص نہیں ہوتا۔ (یا مسلمان کامل یا کافر ہوتا ہے)

(۳)... ترکِ معاصی اور نافرمانی سے اجتناب کی ترغیب ہے۔

**سوال نمبر ۱:** ”یَد“ کو خاص کیوں کیا جب کہ اور اعضاء سے بھی افعال

صادر ہوتے ہیں۔ لِمَ خَصَّ الْيَدَ مَعَ أَنَّ الْفِعْلَ قَدْ يَحْصُلُ بِغَيْرِهَا؟

**جواب:** إِنَّ سُلْطَنَةَ الْأَفْعَالِ إِمَّا تَظْهَرُ فِي الْيَدِ إِذْ بِهَا الْبَطْشُ وَالْقَطْعُ وَالْوَصْلُ وَالْأَخْذُ وَالْمَنْعُ وَالْإِعْطَاءُ وَنَحْوُهُ، قَالَ الزَّهَّشَرِيُّ: لَبَّأ كَانَتْ أَكْثَرُ الْأَعْمَالِ تُبَاشَرُ بِالْأَيْدِي غَلَبَتْ، فَقِيلَ فِي كُلِّ عَمَلٍ هَذَا هِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِيهِمْ وَإِنْ كَانَ عَمَلًا لَا يَأْتِي فِيهِ الْمُبَاشَرَةُ بِالْأَيْدِي۔

**خلاصہ ترجمہ:** اکثر افعال تو ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں جیسے پکڑنا، کاٹنا،

جوڑنا، دینا، روکنا وغیرہ۔ علامہ زہخشری نے فرمایا کہ جب کہ اکثر اعمال ہاتھ سے



ہوتے ہیں تو تغلیباً جملہ اعضاء کے اعمال کو بھی ہاتھ ہی کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ سب ان کے ہاتھوں کے اعمال ہیں۔ اگرچہ دوسرے اعضاء کے اعمال بھی ہوتے ہیں۔

**سوال نمبر ۲:** زبان کو ہاتھ کے ساتھ کیوں ملایا؟ لِمَ قَرَنَ اللِّسَانَ بِالْيَدِ؟

**جواب:** أُجِيبُ بِأَنَّ الْإِيذَاءَ بِاللِّسَانِ وَالْيَدِ أَكْثَرُ مِنْ غَيْرِهِمَا زَبَانَ اور ہاتھ سے ایذا بہ نسبت دوسرے اعضاء کے زیادہ ہوتی ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ ہاتھ سے پٹائی کے وقت زبان بھی ساتھ کچھ بولتی رہتی ہے۔ ایسا نہیں دیکھا جاتا کہ کوئی ہاتھ سے کسی کو پیٹ رہا ہو اور زبان بالکل خاموش ہو۔

**سوال نمبر ۳:** زبان کو ہاتھ پر کیوں مقدم فرمایا؟ لِمَ قَدَّمَ اللِّسَانَ عَلَى

الْيَدِ؟

**جواب:** أُجِيبُ بِأَنَّ إِيذَاءَ اللِّسَانِ أَكْثَرُ وَقُوْعًا وَأَسْهَلُ لِأَنَّهُ أَشَدُّ نَكَايَةً،

وَلِهَذَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِحَسَانٍ: "أَهْجُ الْبَشْرِ كَيْنٍ،

فِيَّانَهُ أَشَقُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشَقِ النَّبْلِ" وَقَالَ الشَّاعِرُ

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا التِّيَامُ

وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَّحَ اللِّسَانُ

زبان سے ایذا کثیر الوقوع ہے اور آسان ہے اور اس کی ایذا بھی شدید ہے،

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ

مشرکین کی بُرائی میں اشعار کہئے یہ تیروں کی بارش سے زیادہ ان پرش آق

ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ

تیر کا زخم تو بھر بھی جاتا ہے

مگر زبان کا زخم نہیں بھرتا



**سوال نمبر ۴:** بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ”مَنْ لَمْ يَسْلَمْ مِنْهُ الْيَهُودُ مِنْهُ لَا يَكُونُ مُسْلِمًا“ اگر کسی کی ایذا سے مسلمان سالم نہ رہیں تو وہ کافر ہو جاوے گا، لیکن اجماع اس کے خلاف ہے۔

**جواب:** الْهَرَادُ مِنْهُ الْمُسْلِمُ الْكَامِلُ إِذَا لَمْ يَسْلَمْ مِنْهُ الْيَهُودُ، فَلَا يَكُونُ مُسْلِمًا كَامِلًا وَذَلِكَ لِأَنَّ الْجِنْسَ إِذَا أُطْلِقَ يَكُونُ مَحْبُورًا عَلَى الْكَامِلِ۔ اس حدیث سے مراد مسلمان کامل ہے کہ جس کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب اسم جنس مطلق بولتے ہیں تو مراد اس کا فرد کامل ہوتا ہے۔

**سوال نمبر ۵:** بحرین پر حدود اور تعزیرات اور تادیبات کا اجراء بھی تو ایذا ہے؟  
**جواب:** یہ ایذا نہیں ہے بلکہ استصلاح ہے۔ ”وَطَلَبُ السَّلَامَةِ لَهُمْ وَلَوْ فِي الْبَالِ“ ہے۔ معاشرہ کی سلامتی اور امن اس پر موقوف ہے اور شریعت نے اس کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

**سوال نمبر ۶:** ذمی کفار کو بھی اذیت جائز نہیں ہے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے، صرف مسلموں کا ذکر ہے۔

**جواب:** بِأَنَّهُ قَدْ ذُكِرَ الْمُسْلِمُونَ بِطَرِيقِ الْغَالِبِ چونکہ اکثر حالات میں معاملہ مسلمانوں سے ہوتا ہے، اس لیے ان کا ذکر ہے۔ اس قاعدہ کا نام تغلیباً ہے اور ذمی ان کے تابع ہو کر شامل ہیں۔

**سوال نمبر ۷:** حدیث میں مسلمات کا ذکر نہیں ہے، ان کی سلامتی کا کیا ہوگا؟

**جواب:** أُجِيبُ هَذَا مِنْ بَابِ التَّغْلِيْبِ؛ فَإِنَّ الْمُسْلِمَاتِ يَدْخُلْنَ فِي سَائِرِ النَّصُوصِ وَالْمَخَاطَبَاتِ۔ عورتیں تمام احکام شریعت میں مردوں کے تابع ہیں۔ جیسے ”وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ“ وغیرہ میں شامل ہیں جبکہ ”وَأَقِيمُوا مَذَكَرَ كَاصِيغَةٍ“ ہے۔



**سوال نمبر ۸:** زبان کے اقوال سے اذیت ہوتی ہے نہ کہ زبان سے، پھر اقوال اور کلام کے بجائے زبان کو تعبیر کیوں فرمایا؟ لِمَ عَبَّرَ بِاللِّسَانِ دُونَ الْقَوْلِ فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ إِلَّا بِاللِّسَانِ؟

**جواب:** قول کے بجائے زبان کو اس لیے بیان فرمایا کہ بعض وقت شریر آدمی زبان سے کچھ بولتا تو نہیں، مگر مذاق اڑانے کی نیت سے زبان کو باہر نکال دیتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا کلام نبوت کی بلاغت ہے اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی کمال فہم ہے۔ ”جَزَاةُ اللَّهِ تَعَالَى خَيْرًا أَمَّا عَبَّرَ بِهِ دُونَ الْقَوْلِ حَتَّى يَدْخُلَ فِيهِ مَنْ أَخْرَجَ لِسَانَهُ عَلَى سَبِيلِ الْإِسْتِهْزَاءِ۔“

**سوال نمبر ۹:** زبان اور ہاتھ کی اذیت میں کیا فرق ہے؟

**جواب:** زبان کی ایذا موجودین اور ماضیین اور حادثین سب کے لیے عام ہے۔ یعنی ماضی، حال، مستقبل سب کو برا کہہ سکتی ہے، لیکن ہاتھ کی اذیت صرف موجودین پر جاری ہو سکتی ہے۔ ”اللَّهُمَّ إِلَّا إِذَا كَتَبَ بِالْيَدِ فَحِينِيذٍ تُشَارِكُ اللِّسَانَ“ یا اللہ! مگر یہ کہ کوئی ہاتھ سے تینوں زمانے کے لوگوں پر بُرائی لکھ دے، پس اس وقت ہاتھ زبان کے برابر ہو جاوے گا۔

(عمدة القاری، جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۳-۱۳۲)

مہاجرین کے لیے تازیانہ عبرت

((وَرَوَى أَحْمَدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَبْسُةَ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَيُّ الْهَجْرَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَنْ تَهْجُرَ مَا كَرِهَ رَبُّكَ))

(مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، ص: ۱۶)

**ترجمہ:** حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افضل ہجرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دو۔



## اچھی نیت پر مفت ثواب حاصل کیجیے

((رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى فِي مُسْنَدِهِ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ: يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لِلْحَفِظَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اُكْتُبُوا الْعَبْدِي كَذَا وَكَذَا مِنْ الْأَجْرِ فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا لَمْ نَحْفَظْ ذَلِكَ عَنْهُ،

وَلَا هُوَ فِي صُحُفِنَا، فَيَقُولُ: إِنَّهُ نَوَاهُ))

(عمدة القاری، ج: ۱، ص: ۳۵)

تَرْجَمًا: قیامت کے دن حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے فرشتوں سے کہ میرے بندے کے لیے فلاں فلاں عمل کا ثواب لکھو۔ فرشتے کہیں گے یا رب! ہم نے تو ان اعمال کو اس سے محفوظ نہیں کیا اور نہ ہمارے صحیفوں میں یہ اعمال نوٹ ہیں۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس بندے نے اچھے اچھے اعمال کی نیت کی تھی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک اُمتی صحابی ایک ریت کے ٹیلے سے گذرا اور وہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ اس نے دل میں کہا کہ کاش! یہ سب غلہ بن جاتا اور میں یہ سب کا سب بھوکوں میں تقسیم کر دیتا۔ ”رَوَى أَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مَرَّ بِكُثْبَانٍ رَّمَلٍ فِي حِجَابَةٍ، فَقَالَ فِي نَفْسِهِ: لَوْ كَانَ هَذَا الرَّمَلُ طَعَامًا لَقَسَّيْتُهُ بَيْنَ النَّاسِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِمْ قُلْ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ صَدَّقَكَ، وَشَكَرَ حُسْنَ صَنِيْعِكَ وَأَعْطَاكَ ثَوَابَ مَا لَوْ كَانَ طَعَامًا، فَتَصَدَّقْتُ بِهِ“ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں اس وقت کے نبی کو وحی فرمائی کہ آپ اس صحابی سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری اس نیت کی تصدیق کر دی اور تیرے حسن عمل کو قبول فرمایا اور تیرے لیے اسی قدر ثواب عطا کر دیا گیا، اگر تو تمام ریت کے ٹیلے کے برابر غلہ خیرات کرتا۔

(مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۴۴)

**حل لغت:** کثیب: ریت کا ٹیلہ۔ جمع: کثب و کثبان



## حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات

”هُوَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَانَ أَبِي قُحَافَةَ بِضْمٍ

الْقَافِ“ آپ کے والد صاحب کا نام ابی قحافہ تھا جس کے قاف پر پیش ہے۔  
 ”وَصَلَّ بِالْأَبِ السَّابِعِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ ساتویں پشت  
 پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نسب مل جاتا ہے۔ یعنی حضرت صدیق  
 کے ساتویں دادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں دادا ایک ہیں۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ، کا لقب عتیق اس لیے ہے کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

((مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عَتِيقٍ مِّنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى

أَبِي بَكْرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -))

جو ارادہ کرے کہ جہنم سے آزاد کو دیکھے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

”شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْبَشَاهِدَ كُلَّهَا“ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر جہاد میں شریک رہے۔ ”وَلَمْ يُفَارِقْهُ فِي  
 جَاهِلِيَّتِهِ وَلَا فِي الْإِسْلَامِ“ اور اپنی جاہلیت یعنی قبل اسلام اور بعد اسلام کبھی بھی  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ”وَهُوَ أَوَّلُ الرِّجَالِ إِسْلَامًا“ اور یہ  
 مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ ”كَانَ أَبْيَضَ“ گورے تھے۔ ”نَجِيفًا  
 خَفِيفَ الْعَارِضِينَ“ تھے۔ ”مَعْرُوقَ الْوَجْهِ، غَائِرَ الْعَيْنَيْنِ، نَأَى الْجَبْهِ،  
 عَارِي الْأَشَاجِعِ الْخَضِيبِ بِالْحِنَاءِ“ تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چار پشت صحابی ہے ”لَهُ، وَلَا بَوِيه،

وَوَلِدِهِ، وَوَلِدِ وَلِدِهِ صُحْبَتُهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَلَمْ يَجْتَبِعْ هَذَا لِأَحَدٍ

مِّنَ الصَّحَابَةِ“ حضرت صدیق اکبر اور ان کے والدین اور ان کے بیٹے اور ان



کے پوتے سب صحابی ہیں۔ یہ نعمت چار پشت صحابی کی کسی صحابی کو حاصل نہیں۔ ”وَلِدًا مِمَّكَتًا وَمَاتَ بِالْمَدِينَةِ، وَصَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -“ مکہ شریف میں پیدا ہوئے اور مدینہ شریف میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، آپ کی خلافت کی مدت دو سال چار ماہ ہے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال للشیخ ولی الدین صاحب، مشکوٰۃ، صفحہ: ۵۸۷)

### مِنَ الْفٰسِقِیْنَ اٰهْلِ اللّٰهِ كَافِسَاوِ اسْتِعْدَادِ

{قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ج}

[سورۃ یسین، آیت: ۱۸]

ترجمہ: کافروں نے کہا کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں، ان رسولوں نے فرمایا:

{قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ط اِنَّ ذٰلِكُمْ لَطَبْلٌ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ}

[سورۃ یسین، آیت: ۱۹]

ترجمہ: تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے، کیا تم اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم حد سے گزرنے والے ہو۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ روح المعانی بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”وَفِي الْبُرُوجِ قَالَ مُقَاتِلٌ: اِنَّهُ حَبَسَ عَنْهُمْ الْهَطْرَ“ ان نالائقوں پر بارش روک دی گئی۔ ”وَقَالَ اٰخَرٌ: اَسْرَعَ فِيْهِمْ الْجَزَاةُ سب کے سب کوڑھی ہو گئے، اسی وقت جس وقت کہ ان گستاخوں نے رسولوں کی تکذیب کی۔ ”وَهٰذَا عَادَةُ اللّٰهِ اِذَا اَنْكَرَ النَّاسُ عَلٰى اَوْلِيَآئِهِ“ اور یہی عادت اللہ تعالیٰ ہے یعنی دستور حق تعالیٰ کا ہے کہ جب اولیاء اللہ کے ساتھ گستاخی کی جاتی ہے تو اسی طرح کا وبال ان پر آتا ہے۔

”قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ“ روح المعانی میں ہے کہ اس کے اندر اشارہ ہے

کہ ان کی استعداد ہی فاسد تھی۔



”وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي“ میں اپنے اوپر الزام رکھ کر بیان کرنا ارشاد میں تملطف ہے اور مصلحین کا یہی طرز ہے۔

”فَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ“ میں اشارہ ہے کہ مخالفین کے اقوال کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ حق تعالیٰ شانہ خود آگاہ ہیں، مناسب انتقام لے لیں گے۔

”إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ“ میں دلالت ہے کہ تربیت پر جو فائدہ مرتب ہوتا ہے وہ طالب کی استعداد کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ مربی ظاہری کی عطاء (لیکن اس استعداد کے ظہور کا چونکہ مربی سبب ہوتا ہے اس لیے اس کے حقوق کا اہتمام سلوک کی روح ہے۔) (بیان القرآن، مسائل السلوک، پارہ: ۲۳، سورۃ یسین)

## چند مسائل سلوک

از: بیان القرآن، سورۃ یوسف، پارہ: ۱۳

### اہل اللہ کا مشاہدہ تجلیات

{فَلَبَّارًا يِّنَّةَ آكِبُونَ وَقَدَّلَعْنَ أَيْدِيَهُنَّ}

[سورۃ یوسف، آیت: ۲۱]

جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ روح المعانی میں ابن عطاء سے منقول ہے کہ یہ تو مشاہدہ مخلوق کا غلبہ ہے سو مشاہدہ حق کا کیا کچھ اثر ہو سکتا ہے تو اگر ایسے شخص سے کوئی امر خلاف ظاہر صادر ہو جاوے تو اس پر اعتراض اور انکار نہ کرے۔

### مرشد کا بعض مریدین سے زیادہ محبت کرنا

(۱)... {إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا}

[سورۃ یوسف، آیت: ۴]



(۲)... {إِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّنَّا}

[سورہ یوسف، آیت: ۸]

اس میں دلالت ہے کہ شیخ کو جائز ہے کہ اپنے مریدین میں سے کسی مرید سے دوسروں سے زیادہ محبت کرے جبکہ اس میں اوروں سے زیادہ رُشد کے آثار پائے جاویں۔

مرید صرف اپنے شیخ کو حالات کی اطلاع کرے

مرید اپنے مرشد کے علاوہ کسی سے اپنا حال بیان نہ کرے ”قَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَيَّ إِخْوَتِكَ“ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بیٹے یوسف! اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے خواب کو مت بیان کرنا۔ (۱) اس میں دلالت ہے کہ مرید کو جو حالات پیش آویں اس کو اپنے شیخ سے بیان کرے۔ جیسا کہ إِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ لِأَبِيهِ فِي مِثْلِهِ شَيْءٍ (۲) دوسری میں دلالت ہے کہ اپنا حال غیر شیخ سے نہ کہے کہ اس میں ضرر کا احتمال ہے۔

متقی عالم کا اپنے اوصاف انتفاع طالبین کے لیے بیان کرنا

{قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقُنِيهِ إِلَّا نَبَأُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ}

[سورہ یوسف، آیت: ۳۷]

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لیے ملتا ہے۔ اس کے آنے سے قبل اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں۔ ”ذَلِكَ مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي“ یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے۔

روح المعانی میں ہے کہ ”إِنَّ وَصَفَ الْعَالِمِ نَفْسَهُ لِيُنْتَفَعَ بِهِ

لَا يَحْرُمُ وَلَا يُعَدُّ ذَالِكُ مِنَ التَّزَكِّيَةِ الْمَحْظُورِ“ اگر کوئی عالم اپنے اوصاف اس لیے بیان کرے کہ لوگ اس سے نفع حاصل کریں تو جائز ہے اور یہ تزکیہ



ممنوعہ میں داخل نہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ تزکیہ ممنوعہ ”فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ ط“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو پاک مت کہو۔ جہاں تزکیہ کا حکم ہے وہاں مطلب ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کرو اور جہاں نفی ہے وہاں مراد نسبت الی المأخذ سے منع کرنا ہے۔ پس پاک کردن تو فرض ہے اور پاک گفتن حرام ہے۔ یعنی اپنے نفس کی اصلاح تو فرض ہے مگر اپنے کو اصلاح یافتہ اور پاک سمجھنا حرام ہے۔

{ اَلَا تَرَوْنَ اَنْتُمْ اَوْ فِي الْكَيْلِ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ }

[سورہ یوسف، آیت: ۵۹]

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں۔ ”فِيْهِ اَنَّ اِظْهَارَ حُسْنِ مُعَامَلَتِهِ اِذَا كَانَ فِيْهِ مَصْلَحَةٌ وَلَا يِرَادُ بِهٖ التَّهْدِيْحُ لَا يِنَافِي التَّوَاضُّعَ“ اس میں دلالت ہے کہ اپنی خوش معاملگی کا اظہار اگر اس سے اپنی مدح مقصود نہ ہو بلکہ اس میں کوئی مصلحت ہو منافی تواضع نہیں ہے۔

کاملین کو محبتِ طبعیہ حق تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی

{ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا سَفِي عَلٰى يُوْسُفَ }

[سورہ یوسف، آیت: ۸۴]

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے دوسری طرف رخ پھیر کر فرمایا: ہائے یوسف فسوس! روح البعانی میں ہے کہ محبت بیٹے کی منصب نبوت کے خلاف نہ تھی۔ یہ محبتِ طبعیہ ہے جو کاملین کو حق تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس میں معین ہوتی ہے۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے ”اِنَّمَا اَشْكُوْا بَنِيَّ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ“ (یعنی انابت اور لذت مناجات اور توجہ الی الحق میں ترقی ہو جاتی ہے۔)



## تدابیر شرعیہ کا اہتمام منافی کمال نہیں

{قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ}

[سورہ یوسف، آیت: ۶۶]

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے۔ ”فِيهِ أَنْ التَّدْبِيرَ الْبَاطِنُونَ فِيهِ لَا يَنفَعِي كَمَا أَلِ التَّوَكُّلِ“ اس میں دلالت ہے کہ تدبیر جائز کمال توکل کے خلاف نہیں۔ (بیان القرآن، مسائل السلوک، پارہ: ۱۳، سورہ یوسف)

## حضرت حواء علیہا السلام کی تاریخ

عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَهَا أَخْرَجَ إِبْلِيسَ مِنَ الْجَنَّةِ، وَأَسْكَنَهَا آدَمَ بَقِي فِيهَا وَحْدَهُ، وَمَا كَانَ مَعَهُ مَنْ يَسْتَأْنِسُ بِهِ، فَأَلْقَى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ النَّوْمَ، ثُمَّ أَخَذَ ضِلْعًا مِنْ جَانِبِهِ الْأَيْسَرِ، وَوَضَعَ مَكَانَهُ لِحَبًا، وَخَلَقَ حَرًّا مِنْهُ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ وَجَدَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ قَاعِدَةً، فَسَأَلَهَا مَنْ أَنْتِ؟ قَالَتْ: إِمْرَأَةٌ، قَالَ: وَلِمَ خُلِقْتِ؟ قَالَتْ: لِتَسْكُنَ إِلَيَّ))

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جب جنت سے نکالا اور حضرت آدم علیہ السلام تنہا جنت میں رہ گئے تو کوئی نہ رہا جس سے انس حاصل کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو طاری فرما دیا اور ایک پسلی بائیں طرف سے نکالی اور اس کی جگہ گوشت رکھ دیا اور اسی پسلی سے حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ پس جب آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو اپنے سر کے پاس ان کو بیٹھے ہوئے پایا اور دریافت کیا تم کون ہو؟ کہا کہ میں عورت ہوں۔ پوچھا کہ کیوں تجھے پیدا کیا گیا؟ کہا تاکہ آپ مجھ سے سکون اور تسلی حاصل کریں۔



پھر ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟  
 فرمایا: یہ عورت ہے۔ دریافت کیا کہ ان کا نام امرأۃ کیوں ہے؟ فرمایا: کیونکہ یہ  
 ”خُلِقَتْ مِنَ الْبَرِّءِ“ مرد سے پیدا کی گئی ہے۔ دریافت کیا: ان کا نام کیا ہے؟  
 فرمایا: حَوَائِی۔ پوچھا کہ نام حَوَائِی کیوں ہے؟ فرمایا: ”لِأَنَّهَا خُلِقَتْ مِنْ  
 شَيْءٍ حَيٍّ“ کیونکہ زندہ سے پیدا کی گئی ہیں۔ (روح المعانی، جلد: ۱، صفحہ: ۲۳۳)

بخاری شریف کی حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -  
 الْبَرَاءَةُ كَالضَّلَعِ إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنْ اسْتَبْتَعْتَ بِهَا  
 اسْتَبْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ))

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المداراة مع النساء، ج: ۲، ص: ۷۷۹)

ترجمہ: عورت مثل پسلی کے ہے، اگر اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ دو گے اور اگر  
 اس سے فائدہ اٹھاؤ گے تو اسی حالت میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو کہ اس کے  
 اندر ٹیڑھا پن رہے گا۔

اس حدیث کو امام بخاری باب المداراة مع النساء کے ذیل میں  
 لائے ہیں جس سے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا سبق ملتا ہے اور ان کی  
 بداخلاقوں پر صبر و تحمل کی تعلیم بھی ملتی ہے۔

دوسری حدیث میں تصریح ہے کہ پسلی سے ان کو پیدا کیا گیا ہے:

((وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلْعٍ))

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الرخصة بالنساء، ج: ۲، ص: ۷۷۹)

ترجمہ: عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرو کیونکہ ان کو پسلی سے پیدا کیا  
 گیا ہے۔ (جوہر البخاری، صفحہ: ۲۳۲-۲۳۱)



دوستی کا اصل معیار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے

{وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ

يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ {

[سورة التوبة، آیت: ۷۱]

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں۔

میرے مرشد مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اس آیت میں دوستی اور رفاقت کا اصل معیار یہ بتایا گیا ہے کہ ایک دوسرے کو نیک کام کی ترغیب دلائیں اور بُرائی پر روک ٹوک کریں، لیکن آج کل ایسے لوگوں کو پسند نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ”من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو“ والوں کو پسند کرتے ہیں۔

**لطیفہ:** حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مولوی صاحب سے جو کہ اصلاح کے لیے تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے، دریافت فرمایا کب تک ٹھہرو گے؟ کہا: جب تک آپ میری اصلاح کے لیے مناسب سمجھتے ہیں۔ فرمایا: ہم تو پندرہ سال تک ٹھہرنے کو مناسب سمجھتے ہیں، کیا آپ اتنے دن تک ٹھہریں گے؟ بس خاموش ہو گئے۔ بہت دریافت کیا: مگر جواب نہ دیا۔ پھر ان سے کہا کہ آپ اس وقت اٹھ جائیے، مجلس سے آپ کو دیکھ دیکھ کر مضامین کی آمد ہو رہی ہے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ یہ لوگ مجھ کو بد اخلاق کہیں گے اور ہم ان کو بد اخلاق کہیں گے کہ بات صاف نہیں کرتے۔ ان تکلفات سے تکلیف ہوتی ہے۔ بہر حال ہم دونوں ایک دوسرے کو پا جی کہیں گے۔ وہ ہم کو اور ہم ان کو۔ پھر ہنس کر یہ مصرعہ پڑھا۔



من ترا پاجی بگویم تو مرا پاجی بگو

(حسن العزیز، صفحہ: ۱۱۳)

مشائخ کے لیے مریدین پر عفو و کرم کی تعلیم

{وَلَا يَأْتِلِ أَوْلُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ

وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ص وَلِيَعْفُوا وَلِيَصْفَحُوا ط

أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ط وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

[سورۃ النور، آیت: ۲۲]

تَرْجَمًا: اور جو لوگ تم میں سے بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دیں، بے شک اللہ تعالیٰ غفورٌ رحیمٌ ہے۔

آیت کا شان نزول تو حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے اور یہ بدری صحابی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ناراض ہو کر قسم کھالی تھی کہ اب ان کی کبھی کوئی مدد نہ کریں گے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رشتہ داری میں یہ بھانجے ہوتے تھے۔ ان پر خیر و خیرات کیا کرتے تھے۔ جب قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ عفو و کرم سے کام لیں۔ کیا قیامت کے دن تم اپنے قصوروں کی معافی نہیں چاہتے۔ یعنی ہمارے بندوں کو یہاں تم عفو کرو وہاں ہم تمہیں اس کے صلے میں معاف کر دیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان آیات کے نزول کے بعد قسم توڑ کر کفارہ ادا فرمایا اور حضرت مسطح کو معاف کر دیا اور ان پر خوب احسان فرمانے لگے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فرماتے ہیں: "أَوْلُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ"

أُمِّي الزِّيَادَةُ فِي الدِّينِ "وَالسَّعَةِ" أُمِّي فِي الْبَالِ "وَلِيَعْفُوا" مَا فَرَطَ مِنْهُمْ



”وَلِيَصْفَحُوا“ بِإِلْغَظَاءِ عَنْهُ ”أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ“ أَيْ بِمُقَابَلَةِ عَفْوِكُمْ وَصَفْحِكُمْ وَإِحْسَانِكُمْ إِلَى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكُمْ ”وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ“ مُبَالِغٌ فِي الْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ مَعَ كِبَالِ قُدْرَتِهِ سُبْحَانَهُ عَلَى الْمُوَاخَذَةِ“ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیتیں سنیں ”وَصَحَّ أَنْ وَأَبَا بَكْرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - لَهَا سَمِعَ الْآيَةَ“ فرمایا: بے شک اے ہمارے رب! ہم محبوب رکھتے ہیں کہ آپ ہم کو بخش دیں۔ ”قَالَ بَلَى وَاللَّهِ يَا رَبَّنَا إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا، وَأَعَادَ لَهُ نَفَقَتَهُ وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّهُ صَارَ يُعْطِيهِ ضِعْفِي مَا كَانَ يُعْطِيهِ أَوْلَى“ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو جس قدر پہلے دیا کرتے تھے اس سے دوگنا دینے لگے۔ (روح المعانی، پارہ: ۱۸، صفحہ: ۱۲۵)

### مسائل السلوك از بيان القرآن:

(۱) ... اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ ان کو اولوالفضل سے خطاب فرمایا گیا۔

(۲) ... ”وَفِي الرُّوحِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ يَنْبَغِي لِلشُّيُوخِ وَالْأَكَابِرِ أَنْ لَا يَهْجُرُوا أَصْحَابَ الْعَثْرَاتِ وَأَهْلَ الزَّلَّاتِ مِنَ الْهَرِيدِينَ وَأَنْ لَا يَقْطَعُوا إِحْسَانَهُمْ وَفِيُوضَاتِهِمْ عَنْهُمْ“ روح المعانی میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ مشائخ اور اکابر کو اپنے مریدین سے ان کی لغزشوں کے سبب قطع تعلق نہ کرنا چاہیے اور اسی طرح اپنے احسانات اور فیوضات کو ان پر بند نہ کرنا چاہیے۔

### اصلاح نفس کا مدار

کامیابی اور اصلاح نفس کا مدار صرف حق تعالیٰ شانہ کا فضل اور ان کی

رحمت ہے کہ نہ کہ صرف مجاہدہ اور سعی محض:

{وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ



اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

[سورۃ النور، آیت: ۲۱]

**ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن:** اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک و صاف نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک و صاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنا سب کچھ جانتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مقبول التوبہ اور پاک ہو کر آخرت میں مرحوم ہیں۔

**مسائل السلوک:** وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ لَخَصِرَ فِي أَنْ الْمَنَاظُ هُوَ الْفَضْلُ لَا السَّعْيُ الْمَحْضُ۔ اس آیت وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ سے صراحتاً یہ مسئلہ واضح ہے کہ تزکیہ اور اصلاح نفس کا مدار اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے نہ کہ مجاہدہ اور سعی محض پر ہے۔

(بیان القرآن)

**بلاغت و معارف:** اور اس مقام پر فضل اور رحمت کا فرق یہ ہے کہ فضل سے اشارہ توفیقِ توبہ ہے اور رحمت سے اشارہ شرفِ قبولِ توبہ ہے۔ اور وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ سے اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ کو سننے والے ہیں اور تمہارے اخلاصِ نیت سے باخبر ہیں۔ ”سَمِيعٌ بِاسْتِغْفَارِكُمْ وَعَلِيمٌ بِإِخْلَاصِ نِيَّاتِكُمْ“ اور اسم ذاتِ جل شانہ اللہ سے خبردار کرنا ہے کہ الوہیت کے لیے سمع اور علم لوازم سے ہے۔ اور ضمیر پر اکتفا نہ فرمایا تاکہ غیبوت اور بُعد کا الم نہ محسوس ہو۔ محبوبِ حقیقی کے نام پاک کی لذت بھی ان کو حاصل ہو جاوے۔ ورنہ ”إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ“ کا عنوان بھی ہو سکتا تھا، مگر ضمیر غائب سے تعبیر نہیں فرمایا۔

(روح المعانی مع التشریح من احقر)

## اصلاحِ قلب کی اہمیت

((عَنْ نُعْمَانَ بْنِ بَشِيرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-



يَقُولُ: أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ))

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدينه، ج: ۱، ص: ۱۳)

**ترجمہ:** تحقیق جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ اچھا ہوتا ہے تو تمام جسم اچھا ہوتا ہے اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے اور یاد رکھو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

**حالِ راوی:** کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصاری صحابی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مسلمین انصار میں یہ سب سے پہلے بچے ہیں جو تولد ہوئے، یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں اور کوفہ میں رہتے تھے اور شام کے ایک شہر (جس نام حمص ہے) کے گورنر بنائے گئے اور جس وقت یہ آٹھ سال سات مہینہ کے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی اور بالغ ہونے کے بعد منبر پر بیان کی جس کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے قبول کیا۔

**مسئلہ:** اس میں دلیل ہے کہ جب بچے میں عقل تمیز پیدا ہو جائے تو اس وقت اس کی روایت معتبر ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى صِحَّةِ تَحْمِلِ الصَّبِيِّ الْهَيِّئِ لِأَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَاتَ وَلِنُعْمَانَ ثَمَانُ سِنِينَ" (فتح الباری، جلد: ۱، صفحہ: ۱۲۶)

**تشریح:** "أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ" میں جو واو ہے وہ جملہ مقدر پر عطف ہے جو یہ ہے وَهِيَ أَنَّ حَقِيقَةَ الْأَمْرِ "مُضْغَةً" قلب کو مضغہ سے اس لیے تعبیر فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جسم کے مقابلہ میں قلب بہت چھوٹا ہے لیکن قالب کی اصلاح و فساد قلب کے تابع ہے لِأَنَّ الْقَلْبَ سُلْطَانَ الْبَدَنِ لَهَا صَلَاحُ السُّلْطَانِ صَلَاحِ الرَّعِيَّةِ (بتغیریسیر) اس لیے کہ قلب جسم کا بادشاہ ہے جب بادشاہ صحیح ہوگا تو رعیت بھی صحیح ہوگی۔ (عمدة القاری، جلد: ۱، صفحہ: ۳۰۲)

**تشریح از مرقاة، جلد: ۲، صفحہ: ۳۶:** "إِذَا صَلَحَتْ" أَيْ تَنَوَّرَتْ







((عَنْ أُمِّ سَلِيمَةَ قَالَتْ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ))

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات)

ترجمہ: ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو کثرت سے پڑھتے تھے اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو دین پر قائم رکھے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (بفتح القاف و بضم خطا باشد۔ قسطہ ایک مقام ہے جس کی طرف نسبت ہے۔ غیاث اللغات) نے قلب کو امیر البدن اور قالب کو اس کی رعیت فرمایا اور رعیت کی صلاح و فساد موقوف ہے امیر کی صلاح و فساد پر، فرماتے ہیں: ”وَ أَشْرَفُ مَا فِي الْإِنْسَانِ قَلْبُهُ، فَإِنَّهُ الْعَالِمُ بِاللَّهِ تَعَالَى وَالْجَوَارِحُ خَدَمٌ لَهُ“ (ارشاد الساری فی شرح البخاری، جواہر البخاری، صفحہ: ۵۵)

سُمِّيَ الْقَلْبُ قَلْبًا لِتَقَلُّبِهِ فِي الْأُمُورِ وَ حُصَّ الْقَلْبُ بِذَلِكَ لِأَنَّهُ أَمِيرُ الْبَدَنِ بِصَلَاحِ الْأَمِيرِ تَصْلُحُ الرَّعِيَّةُ وَ بِفَسَادِهَا تَفْسُدُ الرَّعِيَّةُ، وَ فِيهِ تَنْبِيهُ عَلَى تَعْظِيمِ قَدْرِ الْقَلْبِ وَ الْحَثِّ لِصَلَاحِهِ.

ترجمہ: قلب کا نام قلب اس لیے رکھا گیا کہ وہ متقلب فی الامور ہوتا ہے اور اس نام کے ساتھ قلب کو خاص کیا گیا کیونکہ قلب امیر البدن ہے، امیر کی صلاح سے رعایا کی صلاح ہوتی ہے اور اس کے فساد سے رعایا کا فساد ہوتا ہے۔

(فتح الباری، جلد: ۱، صفحہ: ۱۲۸)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اصلاح قلب کا عظیم الشان ثبوت ہے، جیسا کہ صوفیائے کرام کا معمول ہے، اگر قالب سے گناہ سرزد ہوتے ہیں (مثلاً ڈاڑھی منڈانا، ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانا، بدزگاہی کرنا وغیرہ) تو یہ سب قلب کے فساد کی علامت ہے، صلاح قالب



کے لیے صلاح قلب لازمی ہے اور فساد قلب کے لیے فساد قلب لازمی ہے۔

کہا قال الخواجه الہندی البجذوب رحمة الله عليه۔  
دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو  
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

### قلب سلیم کی تفسیر

جب قلب صالح ہو جاتا ہے اس کو ”قلب سلیم“ کہتے ہیں، قلب سلیم کی پانچ تفسیریں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہیں اس آیت کے ذیل میں:

{يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۚ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝}

[سورة الشعراء آیت: ۸۹-۸۸، پارہ: ۱۹]

تَرْجَمًا: اس دن میں کہ نجات کے لیے نہ مال کام آوے نہ اولاد، مگر ہاں اس کی نجات ہوگی جو اللہ کے پاس کفر و شرک سے پاک دل لے کر آوے گا۔

(۱) ... الَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ فِي سَبِيلِ الْبِرِّ۔ قلب سلیم وہ ہے کہ جو مال خرچ کرے نیک راستہ میں۔

(۲) ... الَّذِي يُرِيدُ بِنِيهِ إِلَى الْحَقِّ۔ قلب سلیم وہ ہے جو اپنی اولاد کو نیک راستے پر لانے کی کوشش کرے۔

یہ دو تفسیر ”يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ“ کے پیش نظر اس کے ربط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئیں۔

(۳) ... الَّذِي يَكُونُ خَالِيًا عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ أَيْ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ قلب سلیم وہ ہے جو عقائد باطلہ یعنی کفر و شرک اور بدعت سے خالی ہو۔

(۴) ... الَّذِي يَكُونُ خَالِيًا مِنَ الشَّهَوَاتِ الَّتِي تُؤَدِّي إِلَى النَّارِ قلب سلیم وہ ہے جو ان تقاضائے شہوانیہ کے غلبہ سے نجات پا جائے جو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔



(۵) ... قَالَ سُفْيَانُ: الَّذِي لَيْسَ فِيهِ غَيْرُ اللَّهِ - اور سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قلب سلیم وہ ہے جس میں ماسوی اللہ کے اور کوئی نہ ہو۔

(روح المعانی، جلد: ۱۹، صفحہ: ۱۰۱)

کہا قال الخواجه الہندی رحمۃ اللہ علیہ

دل میرا ہو جائے اک میدان ہو  
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو  
اور میرے تن میں بجائے آب و گل  
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل  
غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر  
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر  
ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی  
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

کہا قَالَ الْإِمَامُ الْغَزَالِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ هُوَ اللَّهُ بِشَرْطِ أَنْ تَقُولَ: اللَّهُ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ سِوَى اللَّهِ إِمَامُ غَزَالِي رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فرماتے ہیں کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے، بشرطیکہ اللہ زبان سے نکلے تو قلب غیر اللہ سے خالی ہو۔

گذرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے  
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

(اختر)

علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے اصلاحِ باطن پر جس کا صوفیاء اہتمام کرتے ہیں۔ "هَذَا الْحَدِيثُ التَّائِيدُ عَلَى السَّعْيِ فِي إِصْلَاحِ الْقَلْبِ" یہ حدیث دلالت کرتی ہے اصلاح



قلب کے حاصل کرنے پر۔ (شرح مسلم شریف، جلد: ۲، صفحہ: ۲۸، مطبوعہ دہلی)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (بضم القاف والطاء ہے۔ قرطبی اندلس کا ایک شہر ہے اور اندلس کو اب اسپین کہتے ہیں) اعمال کی صحت و فساد کا مدار قلب کے صلاح و فساد پر ہے۔

”أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً أُخِ” کو محدثین نے عماد الدین فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: ”قَالَ النَّوَوِيُّ، رَحِمَهُ اللَّهُ، اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى عِظْمِ مَوْجِعِ هَذَا الْحَدِيثِ وَكَثْرَةِ فَوَائِدِهِ فَإِنَّهُ أَحَدُ الْأَحَادِيثِ الَّتِي عَلَيْهَا مَدَارُ الْإِسْلَامِ قِيلَ هِيَ ثَلَاثُ حَدِيثٍ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَحَدِيثُ مَنْ حُسِّنَ إِسْلَامِهِ الْبِرُّ تَرَكُهُ مَا لَا يَعْينُهُ وَهَذَا الْحَدِيثُ“ (مرقاۃ، جلد: ۶، صفحہ: ۳۵)

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى عِظْمِ مَوْجِعِ هَذَا الْحَدِيثِ وَكَثْرَةِ فَوَائِدِهِ وَإِنَّهُ أَحَدُ الْأَحَادِيثِ الَّتِي عَلَيْهَا مَدَارُ الْإِسْلَامِ قَالَ جَمَاعَةٌ: هُوَ ثَلَاثُ الْإِسْلَامِ وَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَدُورُ عَلَيْهِ، وَعَلَى حَدِيثِ الْأَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ وَحَدِيثِ مَنْ حُسِّنَ إِسْلَامِهِ الْبِرُّ تَرَكُهُ مَا لَا يَعْينُهُ

(شرح مسلم للنووی، ج: ۲، ص: ۲۸، مطبوعہ دہلی)

ترجمہ: علماء کا اجماع ہے کہ یہ حدیث عظیم الشان ہے اور کثیر الفوائد ہے اور یہ حدیث ان تین احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دار و مدار ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ یہ حدیث ثلاث اسلام ہے (یعنی اس میں تہاذا اسلام ہے) وہ تین احادیث جن پر مدار اسلام ہے یہ ہیں:

(۱) ... أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً أُخِ

(۲) ... إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ أُخِ

(۳) ... مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِهِ الْبِرُّ تَرَكُهُ مَا لَا يَعْينُهُ۔



تَرْجَمًا: (۱) ترجمہ ہو چکا۔ (۲) اعمال کی قبولیت کا مدار اخلاص نیت پر ہے۔ (۳) آدمی کا حسن اسلام لایعنی اور فضول باتوں کے ترک کر دینے سے ہے۔

## حقوقِ مصلح اور آدابِ اصلاح

از ملفوظات کمالاتِ اشرافیہ

(۱)... فرمایا کہ بدون صحبتِ شیخ اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! خود ذکر اللہ میں یہ کیفیت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا، صحبتِ شیخ کی کیوں قید ہے۔ فرمایا کہ کام بناوے گا تو ذکر اللہ ہی بناوے گا لیکن عادت اللہیوں ہی جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں، اس کے لیے صحبتِ شیخ شرط ہے۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو، ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کر سکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔

(صفحہ: ۱۸۳)

(۲)... فرمایا کہ

تین حقِ مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد  
اعتقاد و اعتماد و انقیاد

(صفحہ: ۳۷)

(۳)... فرمایا کہ شیخِ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا تتبع ہو، بدعت اور شرک سے محفوظ ہو، کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو، اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر یہ ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جاوے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جاوے اور جو مرض باطنی بیان کرو اس کو توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس علاج سے دمبدم نفع ہوتا چلا جاوے اور اس کے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی جاوے۔ (صفحہ: ۳۷)



(۴)... فرمایا کہ ہمت سے اگر انسان کام لے تو کوئی کام بھی مشکل نہیں اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے یا اس سے تعلق پیدا کرنے سے۔ (صفحہ: ۴۴)

(۵)... فرمایا کہ ایسے کو مرید کرنا مناسب نہیں جس کا ادب شیخ کو کرنا پڑے بلکہ ایسے کو کرنا چاہیے جس کو جو چاہے کہہ سکے۔ (صفحہ: ۵۱)

(۶)... فرمایا کہ جب تک نسبت راسخ نہ ہو جائے مختلف بزرگوں سے ملنا اچھا نہیں، کسی کے پاس بقصد استفادہ و برکت نہ جاوے، مزارات پر بھی اس قصد سے نہ جاوے اور بعد رسوخ نسبت خود ہی جانے کو دل نہ چاہے گا۔ پھر فرمایا کہ طالب کا تو اپنے شیخ کی نسبت یہ مسلک ہونا چاہیے۔

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ما ہے  
چہ کنم کہ چشم بدخونہ کند بکس نگاہے

وہ عورت فاحشہ ہے جو اپنے خاوند کے سوا دوسرے پر نظر کرے۔ اسی طرح مرید کو شیخ کے علاوہ کسی دوسرے پر نظر نہ کرنی چاہیے، شیخ کو یہ سمجھے کہ میرے لیے سب سے نفع یہی ہے، اس کو وحدت مطلب کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح وحدت مطلوب ضروری ہے اسی طرح وحدت مطلب ضروری ہے، البتہ نسبت راسخ ہو جانے کے بعد پھر جہاں چاہے جاوے، جہاں چاہے اٹھے، جہاں چاہے بیٹھے۔ (صفحہ: ۱۷۰)

(۷)... فرمایا کہ بعد تکمیل کے پھر شیخ کا دخل تربیت میں نہیں رہتا، نہ حاجت رہتی ہے، خود منجانب اللہ بلا واسطہ اس کی تربیت ہوتی رہتی ہے، طالب شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مشاطہ بنا سنوار کر دلہن کو دولہا تک پہنچا دیتی ہے، اس کے بعد پھر وہاں اس کا گزر نہیں ہوتا۔ البتہ شیخ کا جس کی بدولت اس کو یہ وصول الی اللہ میسر ہوا ہے ہمیشہ ممنون رہنا چاہیے ورنہ ناشکری موجب زوال



ہو جاتی ہے۔ (صفحہ: ۱۸۳)

(۸) ... فرمایا کہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر۔ یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لیے نہایت نافع ہوگا۔ غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے۔ (صفحہ: ۱۸۹)

(۹) ... فرمایا کہ طالب کو اپنے شیخ کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کر دینا چاہیے۔ دو چیزیں لازمہ طریق ہیں: اتباع سنت اور اتباع شیخ، جب یہ حالت مرید کی نہ ہو کہ اگر شیخ جان بھی مانگے تو بھی دریغ نہ کرے تب تک کچھ لطف بیعت کا نہیں۔ (صفحہ: ۱۹۲)

(۱۰) ... فرمایا کہ جو ذکر و شغل کے لیے آوے اس کو کسی بات سے تعلق نہیں رکھنا چاہیے، بس اپنے کام میں مشغول رہے نہ کسی کا پیام پہنچا دے نہ کسی کا سلام شیخ کو پہنچا دے۔ خود بھی کسی اور جانب متوجہ نہ ہو اور نہ شیخ کو متوجہ کرے، بلکہ جہاں تک ہو سکے شیخ کو اپنی طرف متوجہ رکھے، اگر کسی کا سلام پہنچایا تو گویا اس نے خود اپنے شیخ کو دوسرے کی طرف متوجہ کیا جو اس کی مصلحت کے بھی منافی ہے اور غیرتِ عشق کے بھی خلاف ہے۔ (صفحہ: ۱۹۳)

(۱۱) ... ایک شخص نے دریافت کیا کہ کوئی بیعت تو ایک شیخ سے ہے اور تعلیم دوسرے شیخ سے باجاست یا بلا اجاست شیخ اول کے حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے لیے افید و نفع و افضل ہونے کا اعتقاد کس کے ساتھ رکھے۔ فرمایا کہ ثانی کے ساتھ، مگر اول کو اس نفع کا سبب بعید یعنی سبب السبب سمجھے اور اس کے ساتھ گستاخی نہ کرے۔ (صفحہ: ۲۱)

(۱۲) ... فرمایا کہ جب کوئی مرض یاد آ جائے اس کو فوراً نوٹ کر لیا کرے اور ایک ہفتہ تک دیکھا کرے کہ وہ زائل ہوا یا نہیں، اگر زائل نہ ہو تو نفس کو اور



مہلت نہ دے بلکہ مصلح کو اطلاع کر دے۔ (صفحہ: ۲۴)

(۱۳)... فرمایا کہ اخلاقِ رذیلہ کا مختصر علاج یہ ہے کہ تا مثل و تحمل یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام کیا کرے یا اطلاع و اتباع یعنی اپنے احوال و اعمال سے شیخ کو مطلع کرتا رہے اور اس کی تجویز پر عمل کرے اور جو کچھ کہے اس پر اعتماد کرے۔ (صفحہ: ۲۴)

(۱۴)... فرمایا کہ شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں، مقبول ہونا ضروری نہیں، ہاں فن کا جانتا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے، جیسے کہ طبیب کہ اس کا پرہیزگار ہونا ضروری نہیں، فن کا جانتا البتہ ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اعمالِ صالحہ ہوں، تقویٰ ہو، ولایت حاصل ہو جائے گی گو شیخ نہ ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر شیخ ولی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں برکت زیادہ ہوگی۔ (صفحہ: ۳۱)

(۱۵)... فرمایا کہ توجہ مرشد کی اس وقت نافع ہوتی ہے جب کہ اس کی اطاعت کی جاوے اور اس کے بتلانے کے موافق عمل کیا جاوے اور اپنے کو اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ کر دیا جاوے کہ وہ جس طرح چاہے تم میں تصرف کرے، اس کے بعد جو توجہ مرشد کی ہوتی ہے وہ واقعی کیمیا ہوتی ہے۔ (صفحہ: ۳۳)

(۱۶)... فرمایا کہ ایذائے شیوخ بلا قصد بھی وبال سے خالی نہیں ہوتی، اس لیے افراط فی الشفقت مضر ہے کیونکہ جتنی شفقت زیادہ شیخ کو ہوگی اتنی ہی مرید کی بے تمیزیوں سے زیادہ ایذا ہوگی۔ (صفحہ: ۵۱)

(۱۷)... فرمایا کہ مرید کے لیے شیخ کے قلب میں اپنی طرف رغبت و انس پیدا کرنے کا طریق اتباع ہے نہ کہ اس سے اختلاف کرنا اور مریدی کے سر ہو جانا۔ (صفحہ: ۶۱)

(۱۸)... فرمایا کہ سلف کے خدام کا یہ مذاق تھا کہ شیخ نے ذرا بھی شریعت سے تجاوز کیا فوراً گرفت کرتے تھے اور یہ سبق حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہم کو



پڑھایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ ”لَوِ مِلْتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْئًا فَمَا تَفْعَلُونَ؟“ اگر میں حق سے ذرا ہٹ جاؤں تو تم کیا کرو گے؟ اسی وقت ایک صحابی تلوار لے کر اٹھے اور سیدھی کر کے کہا ”لَنْ نَقِيْبَنَّكَ بِهَذَا السَّيْفِ“ یعنی ہم تلوار سے آپ کو سیدھا بنا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ“ خدا کا شکر ہے کہ میرے دوستوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو میری کجی کو درست کر سکتے ہیں، اب مجھے بے فکری ہے کہ ان شاء اللہ میں حق سے نہ ہٹوں گا۔ (صفحہ: ۶۳)

(۱۹) ... فرمایا کہ مناسبتِ شیخ (جو مدار ہے افاضہ و استفاضہ کا) اس کے معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر موانست ہو جاوے کہ شیخ کے کسی قول و فعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر نہ پیدا ہو گو عقلی ہو۔ (صفحہ: ۶۷)

(۲۰) ... فرمایا کہ اس طریق میں تکرر قلب شیخ مانع و حاجب ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بُرے طور سے قتل کیا تھا اپنے سامنے آنے سے روک دیا کہ روزِ روز دیکھ کر انقباض ہوگا اور میرے انقباض سے ضرر ہوگا کہ فیوض و برکات سے حرمان ہو جائے گا۔ (صفحہ: ۷۲)

(۲۱) ... فرمایا کہ کسی بزرگ سے تعلق پیدا کر لو، اگر ممکن ہو سکے تو اس کی صحبت میں رہو، اگر اس کے حقوقِ صحبت ادا نہ کر سکو تو اس سے خط و کتابت کر کے اپنے اعمال کی حفاظت رکھو اور شیخ کو اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہو اور وہ جو بتلائے اس پر عمل کرو کیونکہ امراضِ باطنی کی جو دوائیں ہیں وہ ان کی خاصیت خوب جانتا ہے۔ (صفحہ: ۸۲)

(۲۲) ... فرمایا کہ اس قسم کے مسائل جن کا تعلق اصلاحِ نفس سے ہے کسی تصوف کی کتاب میں دیکھ کر اس پر عمل کرنا اس شرط سے درست ہے کہ فہم میں یا



حدود و شروط میں غلطی نہ ہو، لیکن ان غلطیوں کا احتمال عاۓہ غالب ہے، اس لیے بدون مشورہ کسی شیخ مبصر کے خود عمل مناسب نہیں، البتہ مناسب ہے کہ اس علاج کو نقل کر کے مشورہ کر لے۔ (صفحہ: ۹۰)

(۲۳)... فرمایا کہ تعلق فی اللہ والے کی رضا کا قصد اللہ ہی کی رضا کا قصد ہے اور وہ عینِ اخلاص ہے، مثلاً شیخ کے خوش کرنے کے لیے تہجد پڑھنا خلافِ اخلاص نہیں۔ (صفحہ: ۹۷)

(۲۴)... فرمایا کہ اس طریق میں سب سے زیادہ جو مضر چیز ہے وہ معلم پر اعتراض ہے، اس کا ہمیشہ خیال چاہیے۔ (صفحہ: ۹۲)

(۲۵)... فرمایا کہ اصل بیعت تو انقیاد و اعتقاد ہے کہ ایک شخص راہ بتانے والا ہو اور تم اس کا اتباع لازم سمجھو، بیعت صوری کی ضرورت نہیں۔ (صفحہ: ۹۸)

(۲۶)... فرمایا شیخ اور مرید کی مناسبت کے معنی یہ ہیں کہ شیخ کی سب باتیں مرید کو پسند ہوں اور مرید کی سب باتیں شیخ کو پسند ہوں اور یہی مناسبت شرط ہے بیعت کی نہ کہ تعلیم کی۔ (صفحہ: ۱۱۹)

(۲۷)... فرمایا کہ نفع باطنی کا دار و مدار مناسبت طبعیت پر ہے اور اس کو خود صاحبِ معاملہ ہی جان سکتا ہے، جب تک دو طبیعتوں میں موافقت نہ ہوگی نفع نہ ہوگا، مرید تو شیخ کو یہی سمجھتا رہے کہ میرے لیے بس جو کچھ ہیں یہی ہیں چاہے وہ کچھ بھی نہ ہوں۔

ہمہ شہر پر زخوبان منم و خیال ما ہے  
چہ کنم کہ چشم بدخونہ کند بہ کس نگاہے

(صفحہ: ۱۵۸)

(۲۸)... فرمایا کہ اگر شیخ سے قطع تعلق کر دے تو سب فیوض بند ہو جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تعلق کر کے تو پھر بالکل واردات و فیوض کچھ بھی



نہ رہیں گے۔ (صفحہ: ۱۶۳)

(۲۹) ... فرمایا کہ مرید کو شیخ کے قلب کا انقباض مانع فیض ہو جاتا ہے، اس

لیے مرید کو اپنے شیخ سے طالب علمی کی حیثیت سے پڑھنا نہ چاہیے، ہاں  
بلا کتاب کے بیٹھ جانا، تقریر کو سننا اور سوالات نہ کرنا اس کا مضائقہ نہیں۔ (صفحہ: ۲۱۳)

(۳۰) ... فرمایا کہ حقوق الشیخ کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ دل آزاری نہ ہو، نہ

قول و فعل سے نہ حرکات و سکنات سے۔ (صفحہ: ۲۷۷)

(۳۱) ... فرمایا کہ شیخ کا اتباع مطلق و اطاعت مطلقہ نہ عقائد میں ہے، نہ

کشفیات میں، نہ جمیع مسائل میں، نہ امورِ معاشیہ میں (مثلاً شیخ طالب سے کہے

کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے یا کسی اور سے کر دو) صرف طریق

تربیت، تشخیص امراض و تجویز و تدابیر اور ان مسائل میں ہے جن کا تعلق تربیت و

اصلاح باطنی سے ہے، وہ بھی اس وقت تک جب تک ان کا جواز مرید و شیخ کے

درمیان متفق علیہ ہو اور اگر اختلاف ہو تو شیخ سے مناظرہ کرنا تو خلاف طریق ہے

اور امتثال امر خلاف شریعت ہے، ایسی صورت میں ادب جامع بین ادبین یہ

ہے کہ علماء سے استفتاء کر کے یا اپنی تحقیق سے حکم متعین کر کے شیخ کو اطلاع

کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور ہمارے سلسلہ میں اس قسم کی تعلیم

ہے مجھ کو کیا کرنا چاہیے، اس پر اگر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا

چاہیے، اور اگر وہ ترک کی اجازت دے تو یہ بھی اس کی متابعت ہے، یہ معنی ہیں

اتباع کامل کے۔ یعنی جو مرضِ نفسانی اس نے تجویز کیا ہو یا جو تدابیر اس نے

تجویز کی ہوں یا جو عمل مشروع جس کا مشروع ہونا شیخ و مرید میں متفق علیہ ہو

تجویز کیا ہو، ان چیزوں میں اتباع کامل کرے۔ ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ

دے اور باقی امور میں اتباع مراد نہیں۔

(۳۲) ... فرمایا کہ ذوق پیدا ہوتا ہے اہل اللہ کی صحبت اور ان کی جو تیاں



سیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد و انقیاد کے ساتھ ہو کیونکہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے، چون و چرا کرنے سے کام نہیں چلتا ہے۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ

جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

جیسے کوئی بچہ استاد کے سامنے الف بے لے کر بیٹھے اور استاد پڑھا دے کہہ الف اور کہہ بے اور بچہ یوں کہنے لگے کہ الف کی صورت ایسی کیوں ہوئی اور بے کی ایسی کس واسطے ہوئی تو استاد اس سے کہے گا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے۔ بات یہ ہے کہ ابتدا ہر امر کی تقلید محض ہے۔ (صفحہ: ۱۲۶)

(۳۳) ... فرمایا کہ شیخ وہ ہے کہ مصلح ہو، نرا صالح ہونا کافی نہیں۔ ولی کے لیے صالح ہونے کی ضرورت ہے، مصلح ہو یا نہ ہو اور شیخ ولی ہونے کے لیے دونوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے کہ صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو، مصلح اگر صالح اور متقی نہیں تو ایسوں کے راستہ بتلانے میں برکت نہیں ہوتی، عادت اللہ ہے کہ جو ایسوں سے رجوع کرتے ہیں ان کو طریق پر آمادگی نہیں ہوتی۔ شیخ کو چاہیے کہ اپنے لیے خلوت کا بھی کچھ نہ کچھ وقت تجویز کرے، اس سے بھی برکت ہوتی ہے۔ (صفحہ: ۱۲۸)

(۳۴) ... فرمایا کہ ایک بات سمجھنے کے قابل ہے کہ احکام شریعت کے خلاف کرنے سے تو آخرت میں عذاب ہوگا اور آداب طریقت کے خلاف کرنے سے معصیت نہیں ہوتی، مگر دنیوی ضرر لاحق ہو جاتا ہے، آخرت کا ضرر نہ ہوگا گو بواسطہ آخرت سے بھی محرومی ہو جاوے گی کیونکہ اس مخالفت کا اول ضرر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینے کی حلاوت جاتی رہتی ہے، پھر تعطل ہو جاتا ہے، پھر ترک مستحب، پھر ترک سنت و واجبات یہاں تک کہ سلب ایمان کی نوبت آ جاتی ہے، کہیں اگر اس حالت میں بھی ہمت سے شریعت کا کام کرتا رہے تو آخرت کا



نقصان نہیں، مگر انشراح و راحت و اطمینان نصیب نہ ہوگا۔ یہ غلط ہے کہ پیر کے ناراض ہو جانے سے اللہ میاں ناراض ہوں گے اور آدابِ طریقت سے کوئی ادب غامض نہیں۔ پیر کو مکدر نہ کیا جاوے، طعن و اعتراض اس پر نہ ہو، پیر سے غلطی ہو جانے پر نصیحت بھی کرے، مگر ادب سے۔ (صفحہ: ۱۲۸)

(۳۵)... فرمایا کہ پیر کو مکدر نہ کرنا چاہیے، اگر تکدر سے بچنے کا قصد کرے اور تکدر ہو جائے تو اس کا اثر نہیں، اثر ہوتا ہے قلبِ مبالات کا۔ پس یہ تین حالتیں ہیں، ایک تو دل دکھانے کا قصد ہے، دوسرے دل نہ دکھانے کا قصد نہ ہو، تیسرے دل نہ دکھانے کا قصد ہو۔ پہلی حالت اشد ہے، دوسری اہون، تیسری پسندیدہ ہے، دوسری حالت کا باعث قلبِ مبالات ہے جس دل میں محبت اور عظمت ہوگی تو بے پروائی نہیں ہو سکتی، اگر قلبِ مبالات ہے اور بے پروائی ہے تو یا تو محبت کم ہے یا عظمت کم ہے، اگر محبت و عظمت دونوں نہ ہوں تو ایسے موقع پر عقل سے کام لو، سوچ کر کام کرے جس سے تکدر نہ ہو۔ (صفحہ: ۱۲۸)

(۳۶)... فرمایا کہ شیخ کے قلب کو ہرگز مکدر نہ کرے، اگر اس کو چھوڑنا ہی ہے تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے ورنہ دنیاوی زندگی اس کی تلخ ہو جاوے گی تا دم نزع اس کو چین نصیب نہ ہوگا، جس کو یقین نہ ہو وہ آزما کر دیکھ لے اور ایک طرح دین کا نقصان بھی ہو سکتا ہے، وہ یہ کہ ذوق و شوق جاتا رہتا ہے، اگر ہمت کرے اور طبیعت پر جبر کرے تو دینی اعمال میں کچھ فرق نہیں آتا، لیکن وہ جو ایک خاص قسم کی توفیق و تائید تھی وہ جاتی رہتی ہے، اگر ہمت سے کام لے تو اب بھی قادر ہو سکتا ہے اور اگر ہمت نہ کی تو دینی اعمال کی بھی توفیق نہ رہے گی، اس اعتبار سے شیخ کے تکدر کرنے میں دینی نقصان بواسطہ بھی ہو سکتا ہے، گو بلا واسطہ دینی نقصان نہیں ہوتا۔ (صفحہ: ۲۵۳)

(۳۷)... فرمایا کہ زیادہ رہن اس طریق کا کبر ہے۔ مثلاً بڑا ماننا اصلاح سے



اور فرمایا کہ تعلیم بدون صحبت کے کافی نہیں ہوتی، زیادہ تر صحبت کی ضرورت ہے۔

(صفحہ: ۱۷۰)

(۳۸)... فرمایا کہ جس سے معتقد ہو اس کے کہنے کو بُرا نہ مانے، تھوڑی دیر صبر

کرے، شاید یہ امتحان ہی لیتے ہیں، پھر فرمایا کہ اگر وہ اس کا امتحان ہو اور پہلے

سے بتلا دے تو پھر امتحان ہی کیا ہوا۔ (صفحہ: ۱۷۱)

(۳۹)... فرمایا کہ جب تک فناء کی کیفیت غالب نہ ہو اس کو مشتاق یا محب

نہیں کہہ سکتے اور محبت کے اس درجہ کا انسان مکلف نہیں، مگر کمال یہی ہے۔ پھر

فرمایا کہ اکثر ایسی محبت اول ہی میں ہو جاتی ہے اور اس کیفیت عشقیہ کے

بڑھنے میں کسی اسباب کی حاجت نہیں اور بیعت میں شیخ کو طالب کی جانب سے

ایسی ہی محبت کا انتظار ہوتا ہے، ہاں اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اس کا مذاق ہی نہیں

اس وقت میں مجبوری ہے، طبعاً انقیاد محض بدون اس کے نہیں ہوتا بلکہ وساوس کی

مزا حمت رائے میں رہتی ہے اور اگر ایسی محبت ہو جاوے تو پھر واللہ! اگر

سر بازار جو تیاں لگائیں تو قلب پر اثر نہ ہو اور طبعی حزن الگ چیز ہے اور اگر

ناگواری ہو تو محبت ہی نہیں اور اس کی تحقیق امتحان سے ہو جاتی ہے۔ (صفحہ: ۱۷۲)

(۴۰)... عرض کیا گیا کہ ”فروع الایمان“ میں لکھا ہے کہ شیخ کا ایک ادب یہ

ہے کہ مرید اپنا سایہ شیخ پر نہ پڑنے دے۔ فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر

شیخ کوئی کام کر رہا ہے تو اس کا خیال رکھے کہ اس پر سایہ نہ پڑنے پاوے ورنہ

پر چھائیں پڑنے اور اس میں حرکت ہونے سے اس کی پکسوئی میں فرق آ کر

کام میں خلل پڑے گا۔ غرض اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہمیشہ خیال رکھے کہ

شیخ کو کوئی کلفت یا کدورت نہ ہونے پاوے۔ (صفحہ: ۲۳۲)

(۴۱)... ایک صاحب نے عرصہ سے خط نہ لکھنے کی وجہ سے شرمندگی ظاہر کی

تھی۔ فرمایا کہ شرمندگی کا تدارک یہی ہے کہ حالت سے اطلاع دینا شروع کر دیں۔

(صفحہ: ۲۵۳)



(۲۲)... فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے، اس میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی شان، اپنے کمالات سب کو فنا کر دے اور مصلح کی ہر بات اور ہر تعلیم پر عمل کرنے کے لیے اپنے کو آمادہ کر لے، اس راہ کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ ایسا بن جاوے فرماتے ہیں۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں  
شرطِ اول قدم آن است کہ مجنوں باشی

حتیٰ کہ جوتیاں کھانے تک کو تیار ہو جائے اور جو جوتے کھانے کو تیار ہو گیا اس نے گویا جوتیاں کھا ہی لیں اور اس کی اصلاح ہو ہی گئی۔ آمادہ ہونا ہی تو مشکل ہے، اس لیے کہ آمادگی وہی معتبر ہے جو خلوص دل سے ہو اور خلوص دل سے وہی آمادہ ہوتا ہے جو اپنی شان نہیں رکھتا اور یہ ہی اصل چیز ہے کام کی کہ اپنے کو مٹا دے، فنا کر دے، ورنہ محض جوتیاں کھانے سے بھی کیا ہوتا ہے۔ (صفحہ: ۲۵۸)

(۲۳)... فرمایا کہ میں اہل طریق کے لیے ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں کہ ہر کام سہولت سے ہو جائے، حتیٰ کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور یہ موقوف ہے صحبت پر، مرید کو شیخ کی خدمت میں ایک مدت خاص تک رہنا ضروری ہے، اس مقصود میں خاص خاص سہولت ہو جاتی ہے، رہا یہ کہ کس قدر مدت میں کام ہو جاتا ہے اس کا تعین مشکل ہے۔ یہ مناسبت پر موقوف ہے، اگر اہل استعداد ہوتا ہے بہت جلد کام ہو جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کل پینتالیس روز رہے، اس کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس وقت کا یہ فرمانا حضرت کا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا دیا، مگر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا۔ پھر اس پر مولانا گنگوہی



نے مزاحا فرمایا کہ اگر ہم جانتے کہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے۔

اس پر حضرت مولانا نے مزاحا فرمایا کہ مل جانے پر فرماتے تھے ورنہ

پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔ (صفحہ: ۲۵۹)

(۲۴)... فرمایا کہ اس طریق میں مصلح کے ساتھ مناسبت ہونا بڑی چیز ہے،

بدون مناسبت کے طالب کو نفع نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ میں عدم مناسبت کی

بناء پر طالب کو مشورہ دیتا ہوں کہ مجھ سے تم کو نفع نہ پہنچے گا، اگر تم چاہو تو کسی

دوسرے مصلح کا نام بتلا دوں۔ (صفحہ: ۲۵۹)

(۲۵)... فرمایا کہ ایک رسالہ میں ایک ایسا جامع مضمون لکھا دیکھا کہ اگر وہ

ذہن میں آجائے تو پھر سارے رسالے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ

میں دین ہونا چاہیے انبیاء کا سا اور سیاست یعنی دارو گیر، محاسبہ، معاقبہ سلاطین کا

سا، تجویز اطباء کی سی کہ وہ ہر شخص کا جدا علاج تجویز کرتا ہے۔ ایک صاحب نے

عرض کیا کہ حضرت! انبیاء کا سادین کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا یہ مراد نہیں کہ ان کے

برابر ہو، مطلب اخلاص میں تشبیہ ہے یعنی اعمال میں غوائل دنیا کی اور خواہشات

نفس کی آمیزش نہ ہو۔ جس میں یہ باتیں ہوں وہ شیخ ہو سکتا ہے۔ (صفحہ: ۲۶۰)

(۲۶)... ایک صاحب نے پوچھا کہ شیخ جو القائے نسبت کرتا ہے اس کے کیا

معنی ہیں؟ فرمایا کہ اس کی توجہ اور شفقت میں یہ برکت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ

نسبت القاء فرمادیتے ہیں، جیسے استاد اگر توجہ اور شفقت کے ساتھ پڑھاوے تو

شاگرد کے قلب میں اللہ تعالیٰ مضامین القاء فرمادیتے ہیں، پس القاء استاد یا شیخ

کا فعل نہیں۔ یہی سبب ہے کہ اس قسم کے اجارہ کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے کہ مثلاً

میرے لڑکے کو حساب کا ماہر کر دو، ہاں یہ جائز ہے کہ تم بتلا دو ماہر کر دینا کسی کے

اختیار میں نہیں اور بتلا دینا اختیار میں ہے۔ پھر ان صاحب نے عرض کیا کہ یہ جو

مشہور ہے کہ مشائخ بیعت کے وقت القائے نسبت کرتے ہیں اس کا یہی



مطلب ہے۔ فرمایا کہ بیعت کے وقت اجمالاً القائے نسبت ہو جاتا ہے یعنی مناسبت مجملہ حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے، اہل اللہ کے ساتھ تعلق ہو گیا تو گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو گیا۔ بیعت سے گویا ایک خصوصیت ہو گئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ (صفحہ: ۲۴۵)

(۲۷) ... فرمایا کہ زیادہ مقرب بننے سے لوگوں میں حسد پیدا ہونے لگتا ہے، میرے یہاں کوئی مقرب نہیں، یہ میں نہیں کہتا کہ مجھے کسی سے خصوصیت نہیں، جس سے ہے لیکن دل میں ہے۔ معاملات میں سب کے ساتھ میں یکساں ہوں، کوئی ناز نہ کرے کسی بات کا، کوئی مقرب نہ بنے، ہر شخص کو براہ راست چاہیے معاملہ رکھنا مجھ سے، میرے یہاں سفیروں کے واسطے کا قصہ نہیں، اس میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (صفحہ: ۲۴۶)

(۲۸) ... فرمایا کہ صاحبو! اہل اللہ کی مجالست میں نیت یہ ہونا چاہیے کہ وہاں دین کی باتیں سنیں گے۔ وعظ و نصیحت کی باتیں کان میں پڑیں گی اور بزرگوں کی نیت بھی دین کی باتیں سنانے کی ہونا چاہیے۔ ہاں! مباح باتوں کی بھی اجازت ہے۔ اس کا مزاج پوچھ لیا، گھر کی حالت پوچھ لی یا اس کی طبیعت کے موافق کوئی اور بات کر لی۔ خواہ ظاہر میں فضول ہی ہو مگر اس خیال سے کہ اس کا دل کھلے گا، اُس ہوگا، وحشت دور ہوگی۔ تو اس غرض کے بعد وہ فضول نہ رہے گی اور یہ باتیں اس طرح کرے کہ وہ یہ سمجھ جاوے کہ شیخ کو ایسی باتوں سے ہماری رعایت مقصود ہے۔ ان باتوں کے بعد پھر کام کی باتیں شروع کر دے، دین کی باتیں سنادے۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس نے اپنا فرض منصبی پورا نہ کیا۔

(صفحہ: ۲۶۲)

(۲۹) ... ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ پہلے مناسبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ میں جو لوگوں کو مشورہ دیتا



ہوں کہ کچھ روز یہاں آ کر قیام کرو اور زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ ہو، اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ مناسبت پیدا ہو جاوے۔ لوگ اس کو بہت ہی سخت شرط بتلاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی سخت ضرورت ہے۔ جب تک یہ نہ ہو مجاہدات، ریاضات، مراقبات، مکاشفات سب بے کار ہیں، کوئی نفع نہ ہوگا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا اگر طبعی مناسبت نہ ہو اور عقلی پیدا کر لی جاوے۔ فرمایا کہ کوئی بھی ہو، ہونا چاہیے۔ نفع اسی پر موقوف ہے۔ (صفحہ: ۲۸۳)

(۵۰)۔ فرمایا کہ طریق مشورہ لینے کا یہ ہے کہ کئی شقوق لکھیں اور ہر شق کے مفاسد اور مصالح لکھیں اور پھر ترجیح کی درخواست کریں۔ (صفحہ: ۲۸۳)

(۵۱)۔ فرمایا کہ اصلی چیز اصلاح کے لیے صحبت ہے علم چاہے ہو یا نہ ہو بلکہ علم بھی بلا صحبت کے بے کار ہے ”صاحب صحبت بلا علم“ کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے، صاحب علم بلا صحبت سے۔ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ انگریزی خواں بچوں کو صلحاء و علماء کے پاس بھیجا کرو اور بڑے بھی اس کا خیال رکھیں تو بڑا فائدہ ہو اور ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ ان کے پانچوں پر اعتراض کریں گے نہ ان کی ڈاڑھی سے ہمیں بحث ہوگی، نہ ہم ان کو مار مار کر نماز پڑھاویں گے، وہ ہمارے پاس بیٹھیں گے تو ان کو ہم سے اور ہم کو ان سے اُنس ہوگا اور دین سے مناسبت پیدا ہوگی۔ یہ مناسبت جڑ ہے اور علم و عمل اس کی فرع۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عالم نہ تھے، صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف کی۔ (صفحہ: ۱۷۲)

(۵۲)۔ فرمایا کہ اکثر رئیسوں کو حق تعالیٰ حوصلہ عطا فرمادیتے ہیں۔

خدا جب حسن دیتا ہے  
نزاکت آہی جاتی ہے



جناب خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اسی طرح بزرگانِ کالمین دولتِ باطنی دینے میں سخی ہوتے ہوں گے، مگر ان کو اس میں اختیار کیا ہے وہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ فرمایا کہ ان کے اختیار کی ضرورت نہیں، ان کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے، تجربہ یہی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک اور شخص نہر میں وضو کر رہے تھے۔ اس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقبول بندے ہیں، میرا مستعمل پانی ان کے پاس جاتا ہے، یہ بے ادبی ہے، اس لیے وہ اٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا۔ بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ مغفرت ہوگئی یا نہیں؟ کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کیا تھا، ہمیں یہ پسند آیا۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا، ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے۔ اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو، چاہے بڑا ہو۔ (صفحہ: ۲۴۲)

(۵۳)۔ فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ بعض لوگ مجھ کو مشورہ دیتے ہیں کہ بانوں کی دکان کر لو۔ کوئی کہتا ہے کہ دواؤں کی دکان کر لو تو مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ میں نے لکھ دیا کہ میرا باپ نہ کھٹ بنا تھا نہ پنساری، مجھے ان چیزوں میں تجربہ نہیں۔ کسی تجربہ کار سے معلوم کر کے عمل کرو۔ میرے دو کام ہیں۔ ایک دعا کرالو چاہے وہ دنیا ہی کے لیے سہی وہ بھی عبادت ہے۔ دوسرے اللہ کا نام پوچھ لو۔ پھر فرمایا کہ اتنا تو یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ ان کو تجربہ نہیں مگر پھر بھی ایسی بات پوچھنے کی کیا وجہ؟ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ والوں سے پوچھ کر اس لیے کرنا چاہیے کہ ان کے دل میں وہی آوے گی جو ہونے والی ہے حالانکہ یہ غلو ہے۔



حاصل یہ ہے کہ اس مشورہ کا منشاء عقائد کی خرابی ہے۔ میں اس جہل سے بھی لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں کہ دھوکہ میں نہ رہیں اور بعض حضرات جن کا مجھ سے بے تکلفی کا تعلق ہے ان سے معلوم ہوا کہ عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہی عقیدہ ہمارا بھی ہے کہ وہی ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اعتقاد میں بھی درجات ہیں اور بنا جدا جدا ہیں، عوام کے اعتقاد کی تو نوعیت بہت ہی خراب ہے، وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ خد ف ہو ہی نہیں سکتا۔ بخلاف اہل علم کے کہ ان کا اعتقاد اس درجہ کا نہیں ہو سکتا۔ (صفحہ: ۲۶۱) (۵۴)۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا، مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ محاسبہ میں وہ کام نہیں بن سکتا جو حضرت کے یہاں بلا محاسبہ ہی بن جاتا تھا۔ یہ محض حضرت کی برکت تھی۔ (صفحہ: ۲۶۱)

(۵۵)۔ فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس لیے رہبر کامل کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ماضی پر افسوس کرنا بھی حجاب مستقبل کا ہو جاتا ہے کہ اس تاسف میں غلو کے ساتھ مشغول ہو کر آئندہ کے لیے معطل ہو جاتا ہے۔ (صفحہ: ۲۷۸) (۵۶)۔ ایک صاحب دہلی کے آئے۔ وہ ایک واعظ کے پاس رہے تھے۔

رات دن خدمت کرنے کے خوگر تھے۔ بعد کو ان کا میلان بدعت کی طرف دیکھ کر یہاں آئے، ان کی عادت تو اسی کی پڑی ہوئی تھی۔ مجھ سے بھی بھوت کی طرح لپٹنا چاہا۔ میں نے انہیں نرمی سے سمجھایا، انہوں نے ایک پرچہ لکھ کر دیا کہ مجھے رنج ہوا، آپ نے مجھے محروم رکھا۔ میں نے بلا کر کہا کہ اگر آپ کو مجھ سے اعتقاد نہیں تو میری خدمت میں کوئی سعادت نہیں جس کی محرومی کا رنج کیا جاوے اور اگر اعتقاد ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھے سعادت سے محروم کرنے والا سمجھتے ہیں۔ جب آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں تو میں آپ کا



ہوں۔ پھر یہاں آپ کا رہنا فضول ہے، تشریف لے جائیے۔ تب ان کی آنکھیں کھلیں۔ پھر میں نے کہا کہ تمہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ مجھ کو کہا جاوے گا وہی ٹھیک ہوگا۔ پھر فرمایا کہ حضرت! میں نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاؤں کی کبھی نہیں کی کہ شاید مجھ سے نہ آوے تو انہیں تکلیف ہو۔ (صفحہ: ۲۲۴)

(۵۷)۔۔۔ فرمایا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ گربہ زندہ بہ از شیر مردہ۔ یعنی زندہ شیخ سے جو فیوض و برکات حاصل ہو سکتے ہیں وہ مردہ شیوخ سے نہیں ہو سکتے۔ موٹی بات ہے کہ اس طریق میں سخت ضرورت تعلیم کی ہوتی ہے اور عادت مردوں سے تعلیم نہیں ہو سکتی۔ گو وہ بزرخ میں احیاء سے بڑھ کر متصف بالحیاء ہوں۔ ہاں تقویت نسبت ہو سکتی ہے لیکن نری تقویت نسبت سے کیا ہوتا ہے، کوئی ہزار پہلوانی کا زور رکھتا ہو لیکن داؤ نہ جانتا ہو تو وہ کچھ بھی نہیں، ایک بچہ اسے چت کر دے گا۔ نری تقویت سے کیا ہوتا ہے؟ صنعت بھی تو چاہیے۔ روایت کا سلسلہ آخر عبث تھوڑا ہی ہے، مرغی بے مرغ کے بھی انڈے دیتی ہے لیکن خاکی انڈے سے بچے نہیں نکلتے اسی طرح گو وہ خود کچھ ہو جاوے لیکن ایسے شخص سے دوسرے کو نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اول تو خود اسی کے منتفع ہونے میں کلام ہے کیونکہ ایسے شخص کو جو مدعی ہے نسبت اویسہ کا اگر کوئی عقبہ پیش آوے تو وہ کسی سے پوچھے گا نہیں، کیونکہ لوگوں کے نزدیک اس کی نسبت اویسہ قطع ہو جاوے گی۔ اس کو سکی ہونے کا خیال ہوگا۔ پھر فرمایا کہ نسبت اویسہ ہوتی ہے لیکن میرے نزدیک کافی نہیں۔ ایسے شخص سے غلطیاں واقع ہو سکتی ہیں، کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہر جزئی کی تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر سکے اور اگر ہو بھی تو احتمال ہے کشف کے غلط ہونے کا، محض روحانی طور پر فیض ہونے سے نسبت میں تو قوت ہو جاتی ہے لیکن حقیقت طریق معلوم نہیں ہو سکتی۔ (صفحہ: ۲۳۱)

(۵۸)۔۔۔ فرمایا کہ بیعت کے بعد جو نفع ہوتا ہے وہی بلا بیعت کے بھی حاصل



ہوسکتا ہے۔ نفع کا دار و مدار بیعت پر نہیں۔ عرض کیا گیا کہ پھر بیعت بدعت ہے؟ اگر بدعت ہے تو اس کو ترک کر دینا چاہیے۔ فرمایا کہ بیعت بدعت نہیں، بیعت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے، بلکہ بیعت ایک سنت مستحبہ غیر ضروری ہے۔

(صفحہ: ۲۳۸)

(۵۹)... فرمایا کہ اہل فن کے نزدیک وصول نفع کے لیے جو یہ شرط ہے کہ شیخ سے سارے تعلقات سے زیادہ قوی تعلق ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ استفادہ کے وقت اس کو ظناً نفع سمجھے اور اس ظن کا درجہ اتنا ہونا چاہیے کہ دوسری طرف نگرانی سے اس کو مانع ہو۔ پھر جب ایک معتد بہ زمانہ تک نفع نہ ہو اوّل اسی شیخ سے اس کی وجہ تحقیق کرے۔ اگر تسلی نہ ہو تو پھر دوسرے سے استفادہ کرے، اسی ظن مذکور کے ساتھ باقی مغلوب المحبت ہونا ضروری نہیں۔ (صفحہ: ۲۵۲)

(۶۰)... ایک مرید نے لکھا کہ بعض وقت یہ خیال آ کر کہ لوگ ریاکار کہیں گے یا اچھا کہیں گے تو نفس خوش ہوگا نفل وغیرہ پڑھنے سے باز رہتا ہوں۔ کیا یہ ناکارہ ہر طرح سے محروم ہی رہے گا۔ تحریر فرمایا کہ ریا کا خیال تو شیطانی خیال ہے، باوجود اس خیال کے بھی کام کرنا چاہیے اور مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ محروم رہو گے یا کیا، مجھ کو تو اپنا ہی حال معلوم نہیں۔ پھر یہ کہ اپنی کوتاہی جب سبب محرومی کا ہو تو دوسرا علاج کیا کرے۔ معلم کا کام اتنا ہے کہ طالب کام کرے اور اطلاع حالات کی دے کر جو کچھ پوچھنا ہو اس سے پوچھے۔ بدون اس کے کوئی کھیر تو ہے نہیں کہ چٹادی جاوے گی۔ (صفحہ: ۲۵۲)

(۶۱)... فرمایا کہ بیعت ضروری نہیں۔ ضروری چیز تعلیم ہے اور ملقن کے ساتھ اعتقاد، کیونکہ اگر اعتقاد ہو تو چاہے وہ خود کسی قابل نہ ہو لیکن اس کا (یعنی تعلیم حاصل کرنے والے کا) کام بن جاتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح سلسلہ ہو۔ اگر صحیح سلسلہ نہ ہو تو نرے اعتقاد سے کچھ نہیں ہوتا۔ صحیح سلسلہ ہونے کی صورت میں چونکہ سلسلہ دور تک متعدی ہوتا ہے، اس کے واسطے سے بزرگوں کا فیض پہنچ جاتا ہے۔ ایک



بار فرمایا کہ صحیح سلسلہ کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نسب کے صحیح سلسلہ ہونے کا۔

(صفحہ: ۲۲۷)

(۶۲)۔۔۔ فرمایا کہ ایک پیر صاحب پر ان کے مرید کا سایہ پڑ گیا تو نہایت ہی خفا ہوئے اور جرمانہ کیا (یعنی اس کو خلاف تعظیم و توقیر سمجھا) بس میرا تو اس باب میں یہ مسلک ہے کہ محبت کے متعلق جو آداب ہیں وہ تو ضروری، ان کے تو دقائق کی بھی رعایت چاہیے۔ باقی تعظیم و تکریم کے متعلق جو آداب ہیں وہ سب بے کار۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبت کے آداب کا بہت لحاظ رکھتے تھے، تکریم و تعظیم کا ان کو اہتمام نہ تھا۔ (صفحہ: ۲۳۱)

(۶۳)۔۔۔ ایک صاحب نے استفسار کیا کہ محبت کے آداب کیا ہیں؟ فرمایا کہ جب محبت ہوگی خود بخود آداب معلوم ہو جائیں گے۔ جیسے لڑکا جب بالغ ہوتا ہے خود بخود اس کو شہوت ہونے لگتی ہے۔ نابالغ بچے کو کسی طرح سمجھایا جاوے کہ جماع اس طرح پر ہوتا ہے۔ محبت پیدا کر لے، پھر خود بخود آداب قلب میں آنے لگیں گے۔ محبت کے آداب کی کوئی فہرست تھوڑا ہی تیار ہو سکتی ہے اور تکلف کے ساتھ محبت بھی نہ کرے۔ اگر کھینچ مان کر اور آداب کی فہرست معلوم کر کے محبت بھی کی تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ جتنی محبت ہو بس اتنا ہی ظاہر کرے، تکلف اور تصنع نہ کرے یہ تو خواہ مخواہ شیخ کو دھوکہ دینا ہے۔ (صفحہ: ۲۳۲)

(۶۴)۔۔۔ فرمایا کہ میں نے بزرگوں کے پاؤں کبھی نہیں داہے، نہ کبھی اس کا جوش اٹھا۔ ایسی حالت میں اگر کبھی داہتا تو تصنع سے ہوتا ہے۔ جب جی میں نہیں تھا نہیں کیا کہ کونین بناوٹ کرے۔ بزرگوں سے بہت سے لوگ تو اس کو ذریعہ تقرب سمجھتے ہیں۔ البتہ جب جوش ہو تو مضائقہ نہیں اور صاحب کیا بزرگوں کو معلوم نہیں ہو جاتا۔ جوش چھپا نہیں رہتا۔ آدمی جس کو شیخ بناتا ہے وہ بہر حال اس کو اپنے سے تو زیادہ ہی عقلمند اور صاحب بصیرت سمجھتا ہے، پھر اس کے ساتھ



تصنع کیوں کرے۔ میں بزرگوں کے معاملہ میں تو کیا بناوٹ کرتا؟ اپنے عیوب بھی ان سے کبھی نہیں چھپائے۔ صاف کہہ دیا کہ مجھ میں یہ عیوب ہیں اور یہ مرض ہیں۔ خیر وہ مرض تو گئے نہیں لیکن اس سے علاج تو ہر مرض کا معلوم ہو گیا۔ ورنہ لوگ بلی کے گو کی طرح اپنے عیوب کو چھپاتے ہیں۔ گو معصیت کا اظہار نہیں چاہیے لیکن جب اس کی اصلاح اپنے اختیار سے باہر ہو جائے تب اظہار بھی ضروری ہے۔ گو تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ آخر شیخ کو تعلق ہوتا ہے۔ اس کو سن کر افسوس ہوتا ہے۔ ہاں! جب مرض بڑھنے لگے تب اظہار ضروری ہے۔ جیسے کسی کو سوزاک ہو جاوے تو اگر معمولی تدابیر سے اچھا نہ ہو تو ضروری ہے کہ اپنے باپ سے ظاہر کر دے۔ (صفحہ: ۲۳۲)

(۶۵)۔ ایک صاحب جو سلسلہ میں داخل ہونے کے لیے سفر کرنا چاہتے تھے اور رشوت میں بھی مبتلا تھے، انہوں نے ذکر و شغل کا شوق ظاہر کیا تھا۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ جب رشوت بالکل چھوٹ جاوے، اس وقت طریقہ ذکر و شغل کا پوچھے۔ (صفحہ: ۲۳۹)

(۶۶)۔ فرمایا کہ جس طرح جو صحبت بدوں زوجین کی شہوت کے ہو اس سے نسل نہیں چلتی، عورت مرد دونوں کو شہوت ہونی چاہیے۔ چنانچہ توافق انزالین شرط ہے حمل قرار پانے کے لیے۔ اسی طرح بے دلی سے تعلیم کرنا بالکل ایسا ہی جیسے بلا شہوت صحبت کرنا۔ (صفحہ: ۲۲۲)

(۶۷)۔ فرمایا کہ تعلیم کنندہ تو محض بہانہ ہے، اصل میں مبداء فیاض ہی سے فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں۔ شیخ برائے نام واسطہ ہوتا ہے لیکن طالب کو چاہیے کہ واسطہ کی قدر کرے کیونکہ خدا کی عادت ہے کہ بدوں واسطہ کے وہ فیوض و برکات نازل نہیں فرماتے۔ (صفحہ: ۲۲۳)

(۶۸)۔ فرمایا کہ بزرگوں میں یہ بات دیکھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم



کی متابعت میں سے کتنا حصہ ملا ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ مناسبت ہے اور مناسبت بھی بے ساختگی اور پختگی کے ساتھ۔ یوں دو چار دن کو تو سب بن سکتے ہیں۔ (صفحہ: ۲۲۳)

(۶۹)... فرمایا کہ آج کل ایک مرض یہ بھی ہے کہ مرید ہونے کے لیے لوگوں کو اپنے بزرگ کے پاس لاتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں۔ اس سے تو مجھے ایسی چڑ ہے کہ ذرا بھی معلوم ہو جاوے کہ کسی کا لایا ہوا ہے تو اسے مرید کرتا ہی نہیں تاکہ وہ ان ترغیب دینے والوں کو گالیاں دے اور پھر انہیں سفارش کرنے کا حوصلہ نہ رہے۔ جناب طلب وہ چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی کی سفارش کی ضرورت ہی نہیں۔ دوسرے یہ بات ہے کہ جو سفارش کے ذریعے سے بیعت ہونا چاہتا ہے تو اس کا ایہام ہوتا ہے گو یہ نیت نہ ہو، لیکن اس کی صورت اس کی ہوتی ہے کہ اس کو نیاز مندی سے عار ہے۔ (صفحہ: ۲۲۴)

(۷۰)... فرمایا کہ جب تک طریق کی حقیقت نہ معلوم ہو جاوے تب تک تو صحبت شیخ ضروری ہے۔ جب اس کی حقیقت معلوم ہوگئی اور طریق سے مناسبت پیدا ہوگئی، پھر صحبت ضروری نہیں۔ (صفحہ: ۲۲۷)

(۷۱)... فرمایا کہ کام میں لگنا چاہیے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ کیفیات بھی ہیں یا نہیں، حظوظ و لذائذ بھی ہیں یا نہیں اور نہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کچھ ہوا یا نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ جیسے رات کو پسینہ آتا پیتا ہے، مگر اس پینے والی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آٹا چکی سے گر رہا ہے یا نہیں اور نہ یہ خبر ہوتی ہے کہ کس قدر جمع ہو گیا۔ پینے ہی کی دھن لگی رہتی ہے۔ صبح کو جب دیکھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام چکی کے گرد آٹا جمع ہے۔ اگر رات بھر یہ کرتی کہ ایک چکر چکی کا گھما کر آٹے کو ٹٹولا کرتی تو پاؤ بھر بھی آٹا نہ پیس سکتی۔

علاوہ اس کے اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے اس پر بغیر اعتماد اور انقیاد و



اعتقاد کے کام نہیں چل سکتا۔ جب جانے والا یہ کہہ رہا ہو کہ کام ہو رہا ہے بس اطمینان کرنا چاہیے۔ (صفحہ: ۹۱)

(۷۲)۔۔۔ فرمایا کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں۔ آپ کے ایک مرید نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ کا کون سا مقام ہے۔ کیا آپ غوث ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”نَزَّكَ شَيْخَكَ“  
 عَنِ الْغَوْثِيَّةِ“ یعنی اپنے شیخ کو مرتبہ غوثیہ سے برتر سمجھو۔ پھر اس نے عرض کیا کہ پھر آپ قطب ہیں؟ فرمایا: ”نَزَّكَ شَيْخَكَ عَنِ الْقُطْبِيَّةِ“ یعنی اپنے شیخ کو مرتبہ قطبیت سے برتر سمجھو۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمام ارواح اولیاء کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو جس کا جی چاہے مانگے۔ ہر ایک نے جو اس کے دل میں تھا عرض کیا۔ کسی نے مرتبہ غوثیہ طلب کیا، کسی نے مرتبہ قطبیت۔ پہلاں تک کہ نوبت مجھ تک پہنچی تو میں نے عرض کیا: ”رَبِّ اِنِّحْ اُرِيدُ اَنْ لَا اُرِيدَ، وَاَخْتَارُ اَنْ لَا اَخْتَارَ“ یعنی الہی! میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں اور یہ تجویز کرتا ہوں کہ کچھ نہ تجویز کروں۔ ”فَاعْطَانِي مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَيَّ قَلْبٍ بَشَرٍ مِّنْ اَهْلِ هَذَا الْعَصْرِ“ پس مجھے وہ چیز عنایت ہوئی جو اس زمانہ والوں میں سے نہ کسی کی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کے کان نے سنی اور نہ کسی کے دل پر گزری۔ (اس سے معلوم ہوا کہ شیخ اپنے مرید کی تسلی کے لیے اپنے مقام کی اطلاع دے سکتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تفویض نہایت اعلیٰ مقام ہے۔) (صفحہ: ۱۱۲)

(۷۳)۔۔۔ فرمایا کہ قطب الارشاد نائب رسول ہوتے ہیں۔ لوگوں کے قلوب میں انوار و برکات ان کی وجہ سے آتے ہیں۔ برکات سے متمتع ہونے کی شرط ان کے ساتھ اعتقاد ہے۔ (صفحہ: ۱۳۰)

(۷۴)۔۔۔ فرمایا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے درمیان جو شرائط



طے ہوئے تھے وہ مناسبت و عدم مناسبت کے امتحان ہی کے لیے تو طے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب عدم مناسبت ثابت ہوگئی تو جدائی ہوگئی۔ اسی طرح شیخ اگر کسی مرید کو گو وہ معصیت کا مرتکب نہ ہو بوجہ عدم مناسبت علیحدہ کر دئے تو جائز ہے۔

(صفحہ: ۲۱۸)

(۷۵)۔۔۔ فرمایا کہ اس طریق کی مناسبت تو شیخ کے پاس رہنے سے اور افادات کے سننے سے حاصل ہوتی ہے۔ خصوصاً کام کرتے رہنے سے اور اطلاع دیتے رہنے سے۔ (صفحہ: ۲۵۰)

(۷۶)۔۔۔ فرمایا کہ بزرگوں کے سامنے سے جو کھانا اٹھا کر ان ہی کے سامنے کھاتے ہیں میں تو اس طریق متعارف کے خلاف ہوں کیونکہ جس کے سامنے سے تبرک سمجھ کر کھانا کھالیا اگر وہ متکبر ہے تو اس کا تکبر بڑھتا ہے اور اگر متواضع ہو تو اس کو اذیت ہوتی ہے بلکہ یوں کیا جائے کہ جب کھانا اٹھ جائے تو مالک سے مانگ لے، سامنے سے لے کر کھانا چاٹنا ٹھیک نہیں۔ (صفحہ: ۲۹۳)

(۷۷)۔۔۔ اپنے ایک عزیز کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ جو جوابات تم نے لکھے ہیں اگر وہ تمہارے نزدیک شرح صدر کے ساتھ تمہارے معاملہ کی صفائی کے لیے کافی ہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے تو کسی کی خوشی ناخوشی کی پروا نہ کرو کیونکہ اصل دیانت ہے اور ہر معاملہ کی انتہا حق تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ جب حق تعالیٰ سے صفائی ہے تو اور کسی کی پروا نہیں۔ میں تو کیا چیز ہوں، میری خوشی ناخوشی کا تم پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر کسی کا معاملہ قِيَامًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ صَاف ہو اور اس کا شیخ جس سے وہ بیعت ہے وہ بھی نازا ضن ہو تو بھی پروا نہ کرنا چاہیے اور اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ شیخ معبود نہیں ہے بلکہ واسطہ الی المعبود ہے اور معاملہ عبد کا معبود کے ساتھ ہے۔ (صفحہ: ۳۳۹)

(۷۸)۔۔۔ فرمایا کہ کام میں لگا رہے اور حالات سے اطلاع دیتا رہے۔ ان شاء



اللہ! کامیابی یقینی ہے، اس راہ میں حرمان ہرگز ہرگز نہیں ہوتا۔ (صفحہ: ۲۳۰)

(۷۹)... فرمایا کہ طالب کی نیت تو رہبر بننے کی بھی نہیں ہونی چاہیے بلکہ یہ نیت ہو کہ ہمیں راستہ نظر آ جاوے اور رہبر بننے کی نیت شرک فی الطریقتہ ہے بلکہ بزرگ بننے کی نیت بھی نہ ہونی چاہیے۔ اگر یہ نیت ہے تو وہ شخص غیر حق کا طالب ہے خود کچھ تجویز نہ کرے۔ (صفحہ: ۱۲۷)

(۸۰)... فرمایا کہ کتابوں سے بھی ثابت ہے اور تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ نفس کو جب تک ذلت نہ دی جائے یہ سیدھا نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذلت نہیں ہوتی۔ بازار میں کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر جوتیاں بھی مار لیں تب بھی ذلت نہ ہو۔ ذلت تو جناب دوسرے ہی کے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ (صفحہ: ۲۲۳)

(۸۱)... فرمایا کہ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کتا سامنے سے گذرا۔ اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی۔ ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتے پر اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے۔ ہنس کر فرمایا کہ وہ گویا کتوں کے لیے شیخ بن گیا۔

پھر فرمایا کہ جن کے فیوض جانوروں پر ہوں ان سے انسان کیسے محروم ہو سکتا ہے۔ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ہاں! دھن ہونی چاہیے چاہے تھوڑی ہی ہو۔

(صفحہ: ۲۰۴)

(۸۲)... فرمایا کہ نفع میں بیعت کو ذرا دخل نہیں۔ باقی کامیابی یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ طبیب صرف نسخہ تجویز کر سکتا ہے اس کا استعمال مریض کے اختیار میں ہے اور صحت دینا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ طبیب صحت کی



میعاد معین نہیں کر سکتا۔ البتہ اس طریق باطن میں اتنی اُمید ضرور دلائی جاسکتی ہے کہ مرض ظاہری میں تو کبھی مایوسی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، لیکن یہاں مایوسی ہرگز نہیں۔ صحت یقینی ہے خواہ مرتے وقت ہی نصیب ہو جاوے۔ ویسے حق تعالیٰ کا فضل ہے جلدی ہو جاوے۔ باقی اپنی طرف سے اس بات پر آمادہ رہنا چاہیے کہ اگر مرتے وقت تک بھی کامیابی ہو جاوے تب بھی راضی ہیں۔ (صفحہ: ۲۰۴)

(۸۳)۔ فرمایا کہ طالب سے انکسار کرنا یہ خداع ہے ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص سودا خریدنے جاوے اور ہر دکاندار کہہ دے کہ میرے یہاں نہیں ہے۔ تو وہ بے چارہ یوں ہی رہا۔ ہاں! غیر طالب سے قسم کھا کر بھی کہہ دے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، اس میں کچھ حرج نہیں۔ (صفحہ: ۲۰۵)

(۸۴)۔ فرمایا کہ مرید کرنے کو میں نفع نہیں سمجھتا۔ اصل نفع حق بات کا کانوں میں پہنچا دینا ہے۔ مرید کرنا اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتا۔ ہاں! تعلیم کرنا ہر مسلمان کا حق ہے اور گو یہ کہنا ہے تو بڑی بات لیکن تحدیثاً بالنعمة کہتا ہوں کہ الحمد للہ! میں ایک ہی جلسہ میں خدا تک پہنچا دیتا ہوں۔ راستہ مقصود بتلا دینا خدا ہی سے ملا دینا ہے۔ (صفحہ: ۲۰۵)

(۸۵)۔ فرمایا کہ جب تک پوری مناسبت نہ ہو جاوے بیعت نہ کرنا چاہیے۔ جب پوری طرح راہ پر پڑ جائے تب چاہیے۔ مرید ہونے کے بعد پھر بے فکر ہو جاتے ہیں اور مرید ہونے کے لالچ میں تو کسی قدر اپنی اصلاح کی فکر میں مشغول بھی رہتے ہیں تاکہ جلد مقصود حاصل ہو جاوے۔ یہ اکثری ہے اور شیخ مبصر بعض مواقع کو اس سے مستثنیٰ بھی کر سکتا ہے۔ (صفحہ: ۲۰۵)

(۸۶)۔ فرمایا کہ الحمد للہ! میں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ کبھی ظاہراً یا باطناً اختلاف نہیں کیا اور ہر طرح ادب ملحوظ رکھا حالانکہ مجھ کو سیکڑوں احتمالات سو جھتے تھے۔ لیکن میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ہم کیا جانیں اور اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں



نہ بھی آئی تب بھی دل کو یہ کہہ کر سمجھالیا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی بات بھی بلا سمجھے نہ رہے؟ سو واقعی طالب تحقیق کو پیشتر تقلید ضروری ہے۔ بعد کو بہ برکت تقلید کے تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ ترتیب یہی ہے۔ دیکھئے اگر کوئی بچہ اپنے استاد کی تقلید نہ کرے اور پڑھاتے وقت یہ کہے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں تو بس پڑھ چکا۔ (صفحہ: ۱۹۲)

(۸۷)۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی ذکر و شغل کا نفع ظاہر کرتا تو فرماتے کہ بھائی استعداد تو تمہارے اندر خود موجود تھی میرے ذریعہ سے صرف ظاہر ہو گئی ہے، لیکن تم ایسا مت سمجھنا تم یہی سمجھنا کہ مجھ سے تم کو یہ نفع پہنچا ہے ورنہ تمہارے لیے مضر ہوگا۔ یہ شانِ اہل مقام ہی کی ہوتی ہے کہ ہر پہلو پر نظر رہے ورنہ اہل حال ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ دوسرے پہلو پر ان کی نظر نہیں جاتی۔ (صفحہ: ۱۹۳)

(۸۸)۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر کوئی مرشد کو بُرا بھلا کہے تو اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ اس کو روک دے کہ میرے سامنے ایسا تذکرہ مت کرو، مجھ کو صدمہ ہوتا ہے۔ پھر اس کی ہمت ان شاء اللہ نہ ہوگی اور اگر صبر نہ ہو سکے اور پوری قدرت ہو اور کسی مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس وقت بحفظ حد شرعی جوتے سے ٹھیک کر دے۔ اگر قدرت نہ ہو اور وہ روکے سے نہ رُکے تو وہاں سے چلا جاوے اور اس آیت سے ثابت ہے، ارشاد ہے کہ:

{وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا  
وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۗ}

[سورۃ النساء، آیت: ۱۴۰]

اور اس آیت کا حکم عدم قدرت کے زمانہ میں تھا، پھر زمانہ قدرت میں دوسرا قانون ہو گیا۔ یعنی ضرب یضرب مگر اس وقت کے حالات کے مناسب یہی



ہے کہ اس کو یہ اطلاع کر کے چلا جاوے کہ میں اس وجہ سے تمہارے پاس نہیں بیٹھتا کہ تم میرے پیر کو برا کہتے ہو۔ لڑے بھڑے نہیں۔ اس برتاؤ سے پیر کی بھی قدر ہوگی کہ پیر کی کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ بس وہاں ہی چلو جہاں انہوں نے تعلیم پائی ہے کہ کیسا صبر و تحمل ان میں آ گیا ہے؟ اس کو کر کے دیکھئے کہ کیا اثر ہوتا ہے؟

(صفحہ: ۱۳۴)

(۸۹)۔۔۔ فرمایا بیعت میں جلدی اچھی نہیں جب خوب محبت ہو جاوے پیر سے اس وقت بیعت زیادہ نافع ہے۔ اس کی ایک مثال ہے اور ہے تو فحش مگر بیان کیے دیتا ہوں۔ ایک تو ہے نکاح کرنے کے بعد بیوی پر عاشق ہونا کہ ماں باپ نے نکاح کر دیا، اس کے بعد محبت ہو جاتی ہے اور ایک ہے عاشق ہو کر نکاح کرنا۔ دونوں صورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسی قدر دوسری صورت میں ہوتی ہے پہلی صورت میں عشرِ عشیر بھی نہیں کیونکہ دوسری صورت میں مدتوں پیچھے پھر کر تکالیف اٹھا کر نکاح ہوگا۔ تو وہ شخص جیسی بیوی کی قدر کرے گا پہلی صورت والا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بیعت بھی ہے ایک تو وہ شخص ہو کہ آتے ہی بیعت ہو جاوے اور ایک وہ کہ عاشق ہو کر بیعت ہو پوری قدر اس کو ہوگی بیعت کی۔ (صفحہ: ۱۵۴)

(۹۰)۔۔۔ فرمایا کہ بیعت کوئی معمولی چیز نہیں۔ اسلم طریق یہ ہے کہ جس سے بیعت ہونا چاہے ایک تو کچھ مدت تک اس کو جانچے۔ جس کے دو طریق ہیں: ایک مصاحبت طویلہ یعنی مدت کافیہ تک اس کے پاس رہے اور یہ احوط ہے۔ دوسرا طریق مکاتبت طویلہ یعنی اس سے کچھ طریق پوچھ کر اس پر عمل کرے۔ پھر اپنے احوال سے اس کو اطلاع دے۔ پھر جو وہ تجویز کرے اس کا اتباع کرے، اسی طرح مدت دراز تک کرتا رہے۔ بعد اس کے اگر دل چاہے بیعت کی درخواست کرے۔ پھر دوسرا جو کچھ جواب دے اس پر راضی رہے۔ (صفحہ: ۱۵۵)



(۹۱)... فرمایا کہ جس سے عقیدت ہو اس سے سوال و جواب کی نوبت نہ آنے دینا چاہیے بلکہ اس کی رائے اور مشورہ کے سامنے اپنی رائے کو فنا کر دینا چاہیے۔ بزرگوں کے سامنے رد و کد کرنا بالکل خلاف ادب ہے۔ (صفحہ: ۲۱۳)

(۹۲)... فرمایا کہ یہ مرض عام ہو گیا ہے چاہتے ہیں کہ سہولت پہلے ہو، اس کے بعد کام شروع کریں۔ شرائع کی خاصیت یہ ہے کہ پہلے کام شروع کریں، اس کے بعد سہولت ہوگی۔ لوگوں نے اس کا عکس کر رکھا ہے۔ بڑی چیز اس طریق میں شیخ پر اعتقاد ہے۔ بدون اس کے کام نہیں چل سکتا، پھر سہولت کا انتظار کیسا؟ (صفحہ: ۲۵۸)

(۹۳)... فرمایا کہ اگر پیر کا پیر بھی ہو اور اس کی طرف میلان نہ ہو تو اس سے نفع نہ ہوگا۔ (صفحہ: ۲۵۹)

(۹۴)... فرمایا کہ کسی کے پاس نہ رہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر نہ ہو؟ (صفحہ: ۲۶۱)

(۹۵)... فرمایا کہ بزرگوں کو جو خطوط لکھے جاویں ان میں اشعار کا لکھنا میں خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ ہاں! بطور جوش نکل جائے تو دوسری بات ہے۔ قصداً ایسا کرنے کا حاصل یہ ہے کہ ان کو اشعار سے متاثر کر کے کام نکالنا چاہیے۔ نیز اپنی لیاقت کا اظہار بھی ہے۔ طالب کا کوئی فعل معلم کے ساتھ ایسا نہ ہونا چاہیے۔ (صفحہ: ۲۷۷)

## آداب سلوک کے متعلق چند اشعار مع تشریح

از عرفانِ محبت مجموعہ کلام حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ  
مع تشریح از احقر

(۱)... یہ معراجِ محبت ہے یہ اعجازِ محبت ہے

ہزاروں زخم کھا کر مسکرانا شادماں رہنا



اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ طریق میں مربی سے جو بھی بظاہر جو رستم اور زخم لگے اس پر شاداں و فرحاں رہے۔ شکایت اور اُف بھی نہ کرے۔

(۲) ... یہ عرفانِ محبت ہے یہ برہانِ محبت ہے

کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ مخلوق میں خواہ کس قدر شہرہ اور قبول ہو لیکن خود اپنی طرف سے بے نام و نشاں رہنے کو پسند کرے۔

(۳) ... یہی ضبطِ محبت ہے یہی شرطِ محبت ہے

تڑپنا رات دن اور پھر بھی بے آہ و فغاں رہنا

اس شعر سے یہ ہدایت ملی کے بعض کا ملین پر شانِ ضبطِ غالب رہتی ہے جس سے آہ و فغاں کا ظہور نظر نہیں آتا، لیکن اندر اندر وہ تڑپتے رہتے ہیں۔ اس سے احقر کو تشفی ہوئی اور اس رنگ کے اکابر سے حسنِ ظن کی راہ و۔

(۴) ... جو خوش قسمت ہیں ان کو ہی ملا کرتی ہے یہ دولت

ربہ فیضِ عشقِ صحراء میں بھی بن کر گلستاں رہنا

اس شعر میں یہ ہدایت ملی ہے کہ محبت کی دولت خوش قسمت لوگوں کو عطا ہوتی ہے اور اس کی برکت سے صحراء میں بھی وہ لطفِ گلستاں یعنی ناموافق حالات میں اور ناگوار احوال میں بھی گلستان کی طرح جامِ تسلیم و رضا سے خنداں و شاداں و فرحاں و غزلخواں رہتے ہیں۔

(۵) ... تیرے جامِ محبت کا یہ اک ادنیٰ کرشمہ ہے

سردارِ عاشقوں کا مست ہو کر نغمہ خواں رہنا

اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جامِ محبت جس کو مل جاتا ہے وہ دار و رسن پر بھی مست اور نغمہ خواں رہتا ہے اور نازک دل نہیں ہوتا۔

(۶) ... دوست کی جانب سے جو پہنچے بلا

وہ بلا ہر گز نہیں وہ ہے کرم



اس شعر سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ کبھی کرم بصورتِ ستم ہوتا ہے گھبرانا نہ چاہیے۔  
مرشد کی طرف سے اصلاح کے لیے جو سختی ہو اس کو عین مہربانی و لطف سمجھے۔  
حضرت مرشدی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شعر بہت پسند آیا  
اور تقریر میں بھی پڑھا کرتے تھے۔

(۷) ... واصلِ حق ہو نہیں سکتا کبھی

ڈھانہ دے تو کبر کا جب تک صنم

**فائدہ:** اس شعر سے یہ ہدایت ہوئی کہ کبر کا بت جب تک توڑا نہ جائے گا، اس  
وقت تک محبوبِ حقیقی سے واصل نہ ہوگا اور مرشد ہی اس بت کو توڑ سکتا ہے لہذا  
اس کے ہر اندازِ ستم کو بھی عین کرم سمجھ کر مشکور اور ممنون اور مسرور رہنا چاہیے۔

(۸) ... جس پہ کھل جائے گا رازِ بندگی

بھول جائے گا وہ بے شک کیف و کم

**فائدہ:** جس پر فنائیت و عبدیت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں وہ کیفیت و  
کسیت کی تجویزات سے نجات پا جاتا ہے اور سراپا رضاء بالقضا اور تسلیم اور افتاء  
تجویز کی دولت سے مشرف ہو جاتا ہے۔

(۹) ... توبہ ارے غیروں پر وہ بیداد کریں گے

اپنا جسے سمجھیں گے اسے یاد کریں گے

احقر کو اس شعر سے یہ ہدایت ملی کہ جس قدر تعلق قوی ہوتا ہے اسی قدر اس کی  
اصلاح میں دینی مربی زیادہ کاوش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اور جس قدر تعلق  
ڈھیلا ڈھالا ہوتا ہے اسی قدر اس کے ساتھ معاملہ نرم کیا جاتا ہے۔

(۱۰) ... ہم آہ و فغاں اور نہ فریاد کریں گے

ان کے کرم خاص کو بس یاد کریں گے

اس شعر سے یہ ہدایت ملی کہ مربی کی تربیتی سختیاں نہایت شوق سے گوارا کر لے



اور آہ و فغاں نہ کرے اور نہ فریاد کرے، بلکہ مربی کے خاص کرم کو یاد کرتا رہے کہ اس کا ہر ستم صورتہ ستم ہے معنًا وہ بھی کرم ہے۔ کما قال العارف الرومی رحمۃ اللہ علیہ

گر بہر زخمی تو پُرکینہ شوی

پس چرا بے صیقل آئینہ شوی

(۱۱)...مانہ نہ سہی آج تو کل یاد کریں گے

ناشاد محبت کو مگر شاد کریں گے

وقتی طور پر تربیت کے لیے اگر کچھ دن کے لیے صورتہ وہ مرئی جفا اور اعراض کرے گا تو جلد ہی پھر وہ یاد کرے گا اور پھر اپنے کرم و عطا سے خوش کر دے گا۔ حالتِ اعراض میں بھی وہ دل سے پاس رکھتا ہے۔

وہ دل سے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں

(مجدوب)

(۱۲)... جس نے اپنا مٹایا نام و نشان

ہفت اقلیم کا بنا سلطان

**فائدہ:** جو شخص ارضاء حق کے لیے اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے منجملہ انواعِ افناءِ نفس سے افناءِ نفس سے افناء تجویز و رائے پیش مرشد ہے تو حق تعالیٰ شانہ ”مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ“ کے وعدہ کے مطابق ہفت اقلیم کا سلطان بنا دیتے ہیں۔ یعنی عزت متوقعہ سے بھی زیادہ قبول فی الخلق کا مقام عطا فرماتے ہیں اور حفاظت غیبیہ بھی نصیب فرماتے ہیں۔ پس یہ شہرہ و قبول من الغیب و تاسید الغیب کے سبب مبصرت رساں بھی نہ ہوگا۔

(۱۳)... تیر پر تیر کھاتے ہیں عشاق

نہیں کرتے ہیں پھر بھی آہ و فغاں



**فائدہ:** راہِ حق میں بڑے بڑے مصائب و مجاہدات برداشت کرتے ہیں اور آہ و فغاں اور شکوہ جو رو جفا نہیں کرتے بلکہ جو رصوری میں صدہا کرم معنوی کو پنہاں سمجھتے ہیں۔

دما دم شراب الم درکشند  
وگر تلخ بیند دم درکشند  
(۱۴)۔ ان کی مرضی پہ دل سے ہو قرباں  
جانے اس کو حاصل عرفاں

**فائدہ:** رضائے حق پر دل سے قربان رہے اور ارضاءِ حق کے اہتمام کو حاصل عرفاں سمجھنا چاہیے اور ارضاءِ مرشد کا قصد بھی ارضاءِ حق ہی کا قصد ہے۔ (یعنی اپنے جذبات اور مرضیات کو اللہ تعالیٰ شانہ کی مرضیات پر قربان کر دینا ہی حاصل عرفانِ کامل ہے۔ اگر یہ دولت حاصل نہیں تو وہ عارفِ کامل بھی نہیں۔)

(۱۵)۔ آنے لگے گلشن کے مزے ہم کو قفس میں  
شکوہ نہ کبھی ہم ترا صیاد کریں گے

**فائدہ:** اس شعر کے اندر اس نعمت کا ذکر ہے کہ تسلیم و رضاء کی برکت سے ہر حال میں سالک حیاۃ طیبہ سے مشرف رہتا ہے اور بوجہ انکشاف بعض حکم و اسرار مثل ترقی درجات فی القرب و اصلاح عجب و کبر و تکمیل عبدیت و نحو ذالک مری سے شکایت کے بجائے ممنون کرم رہتا ہے۔

ہے عشق مجھے کس لب شیریں کا آلہی  
گر درد بھی اٹھتا ہے تو بیٹھا مرے دل میں

(مجدوب)

(۱۶)۔ وہ چاہنے والوں کے لیے اپنے یقینا  
عالم ہی نیا حسن کا ایجاد کریں گے



**فائدہ:** وہ محبوب حقیقی اپنے عاشقین کے لیے یعنی ان کی تربیت و ترقی اور تکمیل عشق کے لیے نئے نئے اسباب و حالات ایجاد کریں گے۔ کما قال اصغر رحمۃ اللہ علیہ۔

کبھی عالم گلستاں اور کبھی ویرانہ ہوتا ہے  
جو ہوتا ہے پیاس خاطر دیوانہ ہوتا ہے  
اسی طرح مرشد و مصلح بھی طالبین کی تکمیل و اصلاح کے لیے اور ان کو کبر و عجب اور حب جاہ جیسے مہلکات سے تحفظ کے لیے نئے نئے انداز تربیت ایجاد کرتا ہے اور اس کا اجتہاد بوجہ مؤید بالغیب ہونے کے طالب کے لیے آب حیات ہوتا ہے۔ سالک کو اعتماد کامل کے ساتھ اور والہانہ طور پر مربی کی ہر شان تربیت پر راضی رہتے ہوئے اس کو اپنے لیے نافع بلکہ نفع سمجھنا چاہیے۔  
(۱۷)... نعمت یہ مبارک ہو کہ احمد کبھی تجھ کو

وہ دامِ محبت سے نہ آزاد کریں گے

**فائدہ:** اللہ تعالیٰ شانہ اپنے کرم سے جن کو اپنا مقبول بنا لیتے ہیں، ان کو پھر بھی مردود نہیں فرماتے کیونکہ وہ مقبول ہی اسے بناتے ہیں جو ان کا ہمیشہ با وفا رہتا ہے۔ علم مستقبل جس کو نہیں ہوتا وہ تو غدار اور بے وفا کو با وفا حالاتِ حاضرہ سے بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ مخلوق میں مشاہد ہے۔ ”وَهَذَا لِلْخَالِقِ مَحَالٌ“ یہی مراد ہے صوفیائے کرام کی ”الْفَانِي لَا يَرُدُّ“ سے۔ پس اس پر حق تعالیٰ شانہ کا ایک عظیم انعام ہوگا جسے وہ اپنے دامِ محبت سے آزاد نہ فرماویں گے۔ وَفِي هَذَا الْبِقَامِ  
نعم قال المجدوب رحمه الله عليه

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے

اس قید کی ایسے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مربی مشفق حضرات بھی اپنے طالبین کے ساتھ یہی معاملہ فرماتے ہیں کہ تربیت



و اصلاح کی غرض سے اگر دور فرماتے ہیں تو ہمہ تن اس پر متوجہ بہ دعارتے ہیں اور سوجان سے اس پر ستم صوری کی حالت میں کرم معنوی سے متوجہ رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب زمانہ ہجراں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے مبارک کا انحراف فرماتے تھے اور جب ہم نہیں دیکھتے تھے تو نگاہ نبوت ہم پر کرم انداز ہوتی تھی۔ ولنعم ما قال البجذوب رحمة الله عليه۔

یوں نظر تو مجھ پہ ڈالی جائے گی

جب میں دیکھوں گا تو ہٹالی جائے گی

(۱۸)۔۔۔ جو چیز تیرے ذوق میں آف جو رستم ہے

احساس میں عاشق کے وہی لطف و کرم ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: اے مخاطب! راہِ محبت میں جس عتابِ محبوب کو تو جو رستم سمجھ رہا ہے اور اس کو سببِ ایحاش سمجھتا ہے دراصل یہ تیری نادانی اور حقیقت ناشناسی ہے بلکہ قلتِ محبت و عظمت اور اسرارِ محبت سے ناواقفی بلکہ عجب و کبر اور حُبِ جاہ کے جراثیم کی زہر افشانی اور سلامتی قلب اور سلامتی عقل سے تہی دامن ہے۔ عاشقین صادقین کے نزدیک تو راہِ محبت کے ہر جو رستم صوری صد ہا لطف و کرم معنوی کے ماہتاب اور آفتاب ہوتے ہیں جن کے انوار و برکات کو خفاش طبع اور خوگر ظلمتِ نفوس ادراک نہیں کر پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ! اپنی رحمت سے سلامتی فہم اور سلامتی قلب کی دولت جس کو عطا فرمادیں وہی حضرات اس دستریِ نعماءِ باطنی سے مشرف ہوتے ہیں۔

(۱۹)۔۔۔ ہے تیری خطا ہائے، سمجھتا جو ستم ہے

کیا شے ہے ستم کچھ بھی ہو ہر حال کرم ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: جس خفاش طبع اور عجب و کبر اور حُبِ جاہ کی



ظلمتوں کے جراثیم زدہ قلب نے راہ سلوک میں مربی کی جفاہائے صوری کو ستم سمجھا وہ سخت خطا کار ہے اور حضرات اہل اللہ کہ وہ ارحم الراحمین کی طرف سے تربیت نفوس و ارواح کے نمائندے ہیں جو معاملہ اور تدبیر بھی اصلاح نفوس کے لیے اختیار فرمائیں۔ وہ اس باب میں سراپا اخلاص اور سراپا وفا اور سراپا کرم اور سراپا شفقت اور سراپا محبت ہیں۔ ہر حال میں طالب کو ہر ظاہری اور صوری قہر کو عین مہر اور ہر ستم کو عین کرم سمجھنا چاہیے۔

(۲۰) ... ہو تجھ کو مبارک کوئی مائل بہ کرم ہے

اعزاز محبت ہے جو یہ مشق ستم ہے

الْعِبْرَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: اگر مربی احتساب اور عتاب اور ڈانٹ ڈپٹ کا رنگ اختیار کرے تو اے طالب! تجھے یہ شانِ مرشد مبارک ہو کہ یہ عین ان کا کرم ہے۔ چاہتے ہیں کہ تیرے نفس کے عجب و کبر اور آثارِ حب جاہ کے سیاہ بادلوں کی حیلولت کو تیرے قلب کے محاذات سے فنا کر دیں تا کہ نسبت مع اللہ کا بدر کامل جو پردہِ خفا میں ہے حق تعالیٰ شانہ فناءِ نفس کی برکت سے تجھ پر منکشف فرمائیں اور جس احتساب مرشد کو تو اپنی ذلت اور رسوائی سمجھتا ہے تو خوب سمجھ لے کہ یہ مشق ستم عین اعزاز ہے۔ فی الحدیث "مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ" و نعم ما قال المجدوب كبر رحمة الله عليه۔

عشق کی ذلت بھی عزت ہوگئی

لی فقیری بادشاہت ہوگئی

(۲۱) ... سر جس کا نہیں در پہ تیرے شوق سے خم ہے

محروم ہے کیا جانے وہ کیا چیز کرم ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: راہِ عشق میں محبوب کی رائے اور ارشاد پر جو تسلیم سر شوق سے نہیں کرتا اور وہاں اتباع اور افتائے رائے اور افتاء تجویز نہیں



کرتا وہ سالک محروم کرم اور محروم عنایت خاصہ رہتا ہے اور برکاتِ تفویض و تسلیم کے انعامات سے مشرف نہیں ہوتا۔

(۲۲) ... ہر زخم میں پوشیدہ ہیں جنت کی بہاریں

عشاق سے پوچھو یہ کرم ہے کہ ستم ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: محبت کی راہ میں جو زخم بھی لگتے ہیں عاشق کو چاہیے کہ خوشی خوشی اسے جھیل لے اور لفظ جھیلنا بھی تو بہنِ محبت ہے۔ والہانہ اور نعرہ مستانہ کے ساتھ ہر ادائے محبوب پر فدا رہے کہ اس لذتِ تسلیم میں جنت کی بہاریں پوشیدہ ہیں۔

اس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی  
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے  
صدمہ سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں  
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کئے ہے

(اختر)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایسی محبت عطا فرما دیں۔ آمین۔ محض عقلِ محبت سے اس کیفیت کا حصول عادیہً مشکل ہے۔ طبعی محبت کی الحاج کے ساتھ دعا کرنی چاہیے۔

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن  
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے

(حضرت پرتا بگڈھی)

(۲۳) ... جس کی نگہ شوق اسے ڈھونڈ رہی ہے

احساس میں اس کے نہ کرم ہے نہ ستم ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: جس طالب کی نظر محبوب کی رضا پر ہوتی



ہے اس کے سامنے کرم و ستم کے دونوں رُخ کا عدم ہوتے ہیں۔  
 فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب  
 کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے  
 پس طالبِ رضاء حق کو تسلیم و تفویض کی راہ سے گذرنا چاہیے۔  
 بے کیفی میں بھی ہم نے تو ایک کیفِ مسلسل دیکھا ہے  
 جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے  
 (۲۴)۔۔۔ ساقی کے کرم سے جو ہے مخمور محبت

ہر ایک ستم اس کے لیے جانِ کرم ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: اس شعر کے اندر یہ ہدایت نظر آتی ہے کہ  
 مرشد کی جانب سے اصلاح کے لیے جو عنوان کبھی بضرورت سخت اور تلخ اور  
 درشت اختیار کیا جاتا ہے وہ مفید اور مناسب سمجھ کر کیا جاتا ہے اور عقل کو غالب  
 رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ کسی نادان کو نادانی سے غلبہ طبع کا واہمہ بھی نہ ہونا  
 چاہیے اور مرشد کے ہر معاملہ کو نیک محمل پر حمل کرنا چاہیے کہ وہ جسمانی باپ سے  
 بھی زیادہ شفیق و مہربان ہوتا ہے۔ جسمانی باپ کا تو جسمانی تربیت کا احسان  
 ہوتا ہے جس کا ثمرہ حیات دنیویہ پر مرتب ہوتا ہے اور روحانی مربی کا ثمرہ دنیا اور  
 آخرت کی دائمی حیات دونوں جگہ مرتب ہوتا ہے۔ اسی سبب سے مربی روحانی کے  
 لیے طالب کو دعا گو بھی رہنا چاہیے۔ جیسا کہ بیان القرآن کے حاشیہ میں ”رَبِّ  
 اَرْحَمُهُمْ“ (الآیة) کے ذیل میں حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت  
 سے مرشدین کے لیے طالبین کو دعائے رحمت کرنے کی ہدایت کا استنباط فرمایا ہے۔  
 پس ہر ستم صوری مرشد کی طرف سے صدہا کرم معنوی کا حامل ہوتا  
 ہے۔ لیکن جو محبت میں خام ہوتا ہے وہ گھبرا جاتا ہے اور اس کے بجائے وحشت  
 میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے خام اور نادان لوگوں کی موانست اور تکمیل ہدایت کی



خاطر اہل اللہ شفقہ ورحمۃ وحرصاً علی الامۃ نزول فرماتے ہیں۔  
یعنی جب اہل اللہ اپنے کرم عمیم اور پر تو خلق عظیم سے ان خام کاروں  
اور نادانوں کا ضعف تحمل بھانپ لیتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کی تربیت میں نرم  
انداز اختیار فرماتے ہیں۔

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندہ بے دام ہوتا ہے  
محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے

وقال الرومی رحمۃ اللہ علیہ۔

مہر پا کاں در میانِ جاں نشاں

دل مدہ الابہ مہرِ دل خوشاں

چونکہ محبت سے اتباع کی تسہیل بلکہ تلذیز ہوتی ہے اور قلب عاشق محبت کے  
ذریعہ محبوب مرشد کے باطنی اخلاق کو بھی جذب کر لیتا ہے۔ ”کہنا قال الامام  
الغزالی رحمۃ اللہ فیہ فان الطباع تشرق الاخلاق من طباع اُخری“ اس  
لیے ساتی پہلے اپنے کرم سے طالبین کو مئے محبت سے مخمور کرتے ہیں اور جس کی  
برکت سے اس کا ہر ستم بھی جان کرم محسوس ہوتا ہے اور اس نوع کا احساس محبت  
مرشد ہی کا ثمرہ ہوتا ہے۔

(۲۵) ... لذت دید ہجر میں، عشق کی یہ کرامتیں

میں نے خزاں میں بھی بہار دیکھ لی تیری یاد میں

الہدایۃ الحاصلۃ من ہذا الشّعیر: حالت فراق میں رضائے محبوب کے اعمال  
اور ذکر محبوب لذت قرب و وصال کا ذریعہ ہے۔

أذکروا اللہ شاہِ ما دستور داد

اندر آتش دید و مارا نور داد

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)



اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو عاشقوں کے لیے دستور بنا دیا۔ پس جدائی اور فراق کے غم اور آگ کو نورِ گلزار بنا دیا۔

جس فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کر دیا  
اشکھائے خوں نے مجھ کو گلِ بداماں کر دیا

(مجدوب رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ جس کو توفیقِ ذکر عطا فرمادیں تو وہ حالتِ خزاں میں بھی بہار کا لطف پاتا ہے کیونکہ خالقِ بہار سے رابطہ رکھنے والا مخلوق بہار کا محتاج نہیں رہتا۔

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں  
جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

(اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ)

تیرے غم کی جو مجھ کو دولت ملے  
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

(سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا  
اُن کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

(اختر)

اگر عالم سراسر خار باشد  
دلِ عاشق گل و گلزار باشد

(رومی رحمۃ اللہ علیہ - دیوانِ شمس تبریز)

وہ گرمیِ ہجران وہ تیری یاد کی خنکی  
جیسے کہ کہیں دھوپ میں سایہ نظر آئے  
(۲۶) ... ایک ہی بات میں نظر آتی ہیں باتیں سینکڑوں  
پڑ گئی جانِ عشق کے فیض سے اجتہاد میں



الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشِّعْرِ: اہلِ مَحَبَّتِ جَب شَرَحِ مَحَبَّتِ كَرْتِے ہيں تُو  
 ايك بات ميں فيضانِ مَحَبَّتِ سے سينکڑوں علوم وارد ہوتے ہيں۔  
 جو چپ بيٹھوں تو اک کوہِ گراں معلوم ہوتا ہوں  
 جو لب کھولوں تو دريائے رواں معلوم ہوتا ہوں

(مجدوب)

سینہ خواہم شرح شرح از فراق  
 تا بگویم شرح از دردِ اشتیاق  
 عقل در شرحش چو خرد رگلِ بخت  
 شرح عشق و عاشقی ہم عشقِ گفت  
 لوٹ آئے جتنے فرزانی گئے      تا بہ منزلِ صرف دیوانے گئے  
 مستند رستے وہی مانے گئے      جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے  
 آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے      آہ نکلی اور پہچانے گئے  
 گفتگوئے عاشقان در کارِ رب      جوشِ عشق است نے ترکِ ادب  
 در و نم را بہ عشقِ خویشتن سوز  
 بہ تیر دردِ خود جان و دلم دوز

(مولانا نونوئی رحمۃ اللہ علیہ)

(۲۷) ... نہیں طالب وہ جو رہبر سے خفا ہوتے ہیں  
 کہیں عاشق میں بھی اندازِ جفا ہوتے ہیں  
 رہبر سے خفگی خامیِ محبتِ مرشد کی علامت ہوتی ہے ورنہ شانِ عشاق تو یہ ہے کہ ہر  
 ادائے مرشد پر فدا رہتے ہیں۔

(۲۸) ... عشق کی شان ہی کچھ اور دیکھ رہا ہوں آج میں  
 کیف ہے اعتماد پر لطف ہے انقیاد میں



الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: سالک کو مرشد کے ساتھ عقلی محبت کے ساتھ اگر طبعی محبت بھی عطاء حق سے نصیب ہو جاوے تو اعتماد اور انقیاد دونوں ہی پُر لطف اور لذیذ ہو جاتے ہیں۔ محبت اور عشق مرشد تمام مقامات سلوک کی مفتاح ہے اور بخاری شریف کی اس روایت سے مراد اور مسئول سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ))

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء في عقدة التسيح باليد، ج: ۲، ص: ۱۸۷)

تَرْجَمًا: اے اللہ میں سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت کا اور ان اعمال کی محبت کا جو آپ کی محبت تک رسائی کا وسیلہ ہو۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کائنات میں محبت الہیہ کے لیے اور اعمال صالحہ کی محبت اور توفیق کے لیے اہل اللہ کی محبت سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں اور اسی حدیث مذکور سے استدلال فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت حق اور محبت اعمال صالحہ کے درمیان محبت اہل اللہ کی مطلوبیت رکھی ہے جس میں اشارہ موجود ہے کہ یہ دولت یعنی محبت اہل اللہ محبت حق اور محبت اعمال صالحہ کا وسیلہ ہے اور اس کا تعلق دونوں سے مربوط ہے۔ صوفیائے کرام اسی لیے طالبین پر شفقت و محبت سے متوجہ رہتے ہیں کہ ان کے قلوب میں مری کی محبت پیدا ہو جاوے اور ان کی اصلاح حال اور ترقیات میں یہ محبت ذریعہ تکمیل بن جائے۔

(۲۹) ... کیف میں تونے ڈوب کر چھیڑی جو داستانِ عشق

قابو رہا نہ ضبط پر رونے لگا میں داد میں

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: اس شعر میں یہ ہدایت ہے کہ دعوت الی اللہ کے وقت حق تعالیٰ شانہ کی محبت کا غلبہ رہے تاکہ حق تعالیٰ کا راستہ محبوب اور لذیذ



معلوم ہو اور قلوب بآسانی اس دعوت کو مشتاقانہ قبول کر لیں۔

اسلوبِ تعبیرات قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام کی مقدار پورے قرآن میں اگر جمع کیا جاوے تو تقریباً ایک پارے میں جمع ہو جاوے گی یا اس سے بھی کم میں۔ لیکن قصص انبیاء اور دلائل معرفت اور ذکر انعاماتِ الہیہ موجبہ محبتِ محسن سے تمام قرآن مملو ہے۔ اور اکابر کے مواعظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ احکامِ قلیل لیکن محبت اور معرفت کے مضامین کی کثرت رہتی ہے جو بِالْمَوْعِظَةِ وَالْحِكْمَةِ كَا عَيْنٍ مَّقْتَضَىٰ ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سائنک کو اہل محبت کی صحبت اختیار کرنی چاہیے اور محبت کی ترقی کے لیے گلزارِ ابراہیم مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور اہل اللہ کے حالات و حکایات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(۳۰) ... تیری ہر ایک بات پر مجھ کو نہ ہو یقین کیوں

ضعف کا نام تک نہیں ہے مرے اعتقاد میں

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: مرشد پر اعتقاد کامل جب ہوتا ہے تو اس کی ہر تربیتی تدبیر پر یقین نافعیت کے ساتھ عمل کرتا ہے اور اگر تلخ تدبیر اختیار کرتا ہے تو وجد و کیف کے ساتھ قبول کرتا ہے۔

بدر و صاف ترا حکم نیست دم درکش

کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

(۳۱) ... غیر سے مطلب ہی کیا مقصود سے بس کام ہے

جو ہے عاشق اس کو کیا پروائے ننگ و نام ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: مخلص سالک کی نظر حق تعالیٰ شانہ کی

صرف رضاء پر رہتی ہے۔ مخلوق کی فکر کہ دنیا کیا کہے گی اس کی پرواہ بھی نہیں ہونی

چاہیے۔ ونعم ما قال العارف الہندی رحمۃ اللہ علیہ۔



سارا جہاں خلاف ہو پروانہ چاہیے پیش نظر تو مرضیٰ جانا نہ چاہیے  
 پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے  
 (۳۲) ... مست ہے ہر حال میں جو عاشق بدنام ہے  
 اس کو کلفت میں بھی حاصل راحت و آرام ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: عاشق مخلص جو بدنامی کے خوف کو بالائے  
 طاق رکھ دیتا ہے اس کو تفویض اور لذتِ تسلیم سے کلفت ظاہری میں بھی آرام و  
 راحت معنوی حاصل رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ غم تمام غموم دنیویہ  
 کے سانپوں اور بچھوؤں کو مثل عصائے موسویٰ نکل جاتا ہے۔ ایک بزرگ شاعر  
 فرماتے ہیں۔

وہ تو کہتے کہ ترے غم نے بڑا کام کیا  
 ورنہ مشکل تھا غمِ زیست گوارا کرنا

(اصغر رحمۃ اللہ علیہ)

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں  
 جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے  
 زندگی پُر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا  
 ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا  
 صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال  
 جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

(اختر)

(۳۳) ... چھوڑ دے چون و چرا تجویز سے کیا کام ہے

ہے وہی فائز جو ان کا بندہ بے دام ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: اے سالک اور عاشق تو اللہ تعالیٰ کی راہ



محبت میں چوں و چرا اور تجویز ترک کر دے کہ  
 کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی  
 محبت اور انانیت رائے کا اجتماع مترادف اجتماعِ ضدین ہے۔  
 جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائیے  
 کیوں آپ اہل عشق کی محفل میں جائیے  
 اللہ تعالیٰ کی محبت کی راہ میں وہی بندہ فائز المرام اور خوش انجام ہوتا ہے جو چوں و  
 چرا اور تجویز کو ترک کر کے مرشد کا بندہ بے دام بن جائے۔

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندہ بے دام ہوتا ہے  
 محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے  
 (۳۴) ... اس کو دنیا اور مافیہا سے کچھ مطلب نہیں  
 کوچہ محبوب میں مدت سے جو گننام ہے  
 الْهَدَايَةُ الْخَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: گاہ حق میں بے نام و نشاں پڑا رہے اور  
 اپنی گننامی کو عزیز رکھے۔ اِلَّا يَهِيَ كَمَا تَعَالَى شَانُهُ اس سے کام لینے کے لیے اس  
 کی شہرت کا غیبی سامان فرمادیں تو پھر یہ شہرت مضر نہ ہوگی اور یہ شخص حفاظتِ حق  
 کے سائے میں رہے گا لیکن اپنی طرف سے ذوق یہی ہو  
 کشتہ و مردہ بہ پیشت اے قمر  
 بہہ کہ شاہ زندگاں جائے دگر

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی  
 اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشین ہوتی

(مجدوب رحمۃ اللہ علیہ)

(۳۵) ... جو میں بھی لطف کی لذت جسے ملتی نہ ہو  
 عشق میں پختہ نہیں ہرگز ابھی وہ خام ہے



الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: جس سالک کو اپنے مرشد کی اصلاحی تغیر مزاجی اور ڈانٹ ڈپٹ وغیرہ ناگوار ہو اور ان اداؤں میں لطف اور لذت محسوس نہ کرے اور ان ظاہری ذلتوں میں اپنی عزت نہ سمجھے وہ سالک عشق میں خام ہے ہرگز پختہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شیخ کی محبت و عظمت اور معرفت اور توفیق افناء نفس طلب کرے اور نازک دل نہ رہے۔

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش  
ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی  
جس کو ہو جان و دل عزیز اس گلی میں جائے کیوں

طالب کو اپنے مرشد کے ہر ناز کو اٹھانے کا حوصلہ ہونا چاہیے کہ یہ ناز برداری مرشد کی راہ حق کی ناز برداری ہے۔ البتہ ضعف قلب اور ضعف طبع سے اگر طالب سے تحمل نہ ہو سکے اور یہ سبب بن جائے عدم موانست کا اور توحش عن المصاحبت والمجالست کا تو اپنے ضعف طبعی سے مرشد کو آگاہ کر کے درخواست رحم کی پیش کر دے۔ اہل اللہ تو سراپا کرم اور سراپا رحمت ہوتے ہیں۔ پھر وہ ایسے طالب کی ضعف طبع اور ضعف قلب کی رعایت فرمائیں گے اور انداز تربیت نرم کر دیں گے۔

(۳۶) ... سر جھکا دیں شوق سے حق کی اطاعت کے لیے

اور کیا شے ہے اسی کا نام تو اسلام ہے

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: اصلاح باطن کے لیے اور عجب و کبر اور خود بینی کے اثرات ردیہ اور رذیلہ کو مٹانے کے لیے اگر مرشد دوائے تلخ تجویز کرے تو عجب و کبر کے ملیریا کے لیے اس دوا کو کونین سمجھ کر نگل جائے اور معالج سے حسن ظن اور کامل اعتماد رکھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کونین کی برکت سے جب عجب و کبر کے حجابات رفع ہوں گے تو نسبت مع اللہ کا چاند پہلو میں جلوہ گر ہوگا اور اس کونین کی بدولت دولت کو نین عطا ہو جاوے گی۔



(۳۷)... میں جوڑ میں بھی لطفِ نہاں دیکھ رہا ہوں  
 خوش ہو کے تیرے تیر و سناں دیکھ رہا ہوں  
 الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: طالب کو اپنے محسن، مربی و کریم مرشد کی  
 تنبیہات اور زجر و تغیر مزاجی کو ناگوار ہونے کی بجائے اس کے اندر لطف و کرم  
 پوشیدہ سمجھنا چاہیے کہ بنشاء مرشد کا اس سے تزکیہ نفس اور اصلاح اخلاق ہے۔  
 البتہ مرئی اور معلم کو اپنی شانِ تربیت اور شانِ تعلیم پر شانِ رحمت کو غالب رکھنا  
 چاہیے تاکہ طبائعِ ضعیفہ بھی تربیت اور تعلیم سے محروم نہ ہوں۔  
 حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں اس شعر

سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

خشتگاں را چو طلب باشد و ہمت نہ بود  
 گر تو بیداد کنی بشرطِ مروت نہ بود  
 پس جب طالب پر سخت اندازِ تربیت کے بجائے مفید ہونے کے مضر محسوس ہو تو  
 معالج کو اندازِ نرم اختیار کرنا چاہیے کیونکہ استفادہ اور استفادہ کے لیے طبعی  
 موانست ضروری ہے جو مرشد کی شفقت اور رحمت سے پیدا ہوتی ہے۔ اہل  
 محبت اس کی قدر جانتے ہیں کہ ہر ادائے محبت و شفقت پر دل و جان سے عاشق  
 ہر نفس فدا ہوتا رہتا ہے۔

(۳۸)... مقدر سے ملی جس کو محبت کی فراوانی

اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمع ایمانی

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: جس کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب  
 ہو جاتی ہے تو اس کی محبت کی فراوانی ہر جگہ نظر آتی ہے۔ عبادات و ذکر کی حلاوت  
 میں، احباب کی تربیت میں اور علی رؤس المنابر اس کی محبت کا جھنڈا لہرا جاتا  
 ہے۔ ونعم ما قال جگر۔



میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر  
 وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا  
 صنمارہ قلندر سزدار بمن نمائی  
 کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی  
 یعنی طرزِ محبت سے افناءِ نفس تام جلد نصیب ہوتا ہے۔ قال العارف الرومی رحمۃ  
 اللہ علیہ

عشق ساید کوہ را مانند ریگ  
 عشق جوشد بحر را مانند دیگ  
 شاد باش اے عشق خوش سودائے ما  
 اے طبیب جملہ علہائے ما  
 اے تو افلاطون و جالینوس ما  
 اے دوائے نخوت و ناموس ما

(رومی)

محبت تیری یہ برکت محبت تجھ پہ صد رحمت  
 نہیں پندار دیکھا میں نے سرشار محبت میں  
 پریت کی لذت جب سے ملی ہے دل کا عالم ہے کچھ اور  
 نگر ڈھونڈورا پیٹ رہا ہوں پریت کرو سب کوئے

(حضرت پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ)

**از عرفانِ محبت:**

سنا جس نے وہی سو جان سے حق پر ہوا قربان  
 کوئی دیکھے تو آ کر عاشقوں کی شانِ گویائی  
 عجب عالم ہو اللہ اکبر اہل محفل کا  
 حدیث عشق کی احمد نے جب بھی شرح فرمائی



احمد تیرا نغمہ ہے یہ پیغامِ محبت  
دلکش ہے یہ آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں  
مٹادو ہاں مٹادوں اپنی ہستی تم محبت میں  
یہی کہتے ہیں بسطامیؒ، غزالیؒ اور جیلانیؒ

الْهِدَايَةُ الْحَاصِلَةُ مِنْ هَذَا الشَّعْرِ: تمام انعامات ظاہرہ و باطنہ کے ہوتے  
ہوئے بھی اپنے نفس کو مٹانا اصل انعام ہے۔ اگر یہ حاصل نہ ہو تو سب لا حاصل  
ہے کیونکہ تو اتر اولیاء اُمت سے افتناء نفس کی ضرورت اور اہمیت ثابت ہے اور یہ  
امر بین الصوفیاء مشہور علی اللانۃ ہے جس کا صحیح مقام حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ  
علیہ نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ:

”میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے فی الحال اور تمام کافروں سے حتیٰ کہ بہائم سے  
بھی کمتر سمجھتا ہوں فی الم آں۔ اور اگر حق تعالیٰ اہل جنت کی جوتیوں میں جگہ عطا  
فرمادیں تو اس کو غنیمت سمجھوں گا۔ اس سے زیادہ کا مجھے حوصلہ نہیں اور یہ جگہ بھی  
بر بنائے استحقاق نہیں بلکہ ازراہِ رحم ہے کہ دوزخ کا تحمل نہیں۔“

اور فرمایا کہ مجھے ناز و کبر بجز اللہ تعالیٰ نہیں ہوتا ہے کیونکہ ہر وقت اس کا دھیان  
ہے کہ ”قیامت کے دن نجانے اشرف علی کیا حال ہوگا۔“

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ان ارشادات میں سا لکین  
راہ کے لیے نہایت اہم تعلیمات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ عمل کی توفیق  
بخشیں، آمین۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۳ جمادی ۱۴۰۵ھ



## ادعیہ خزان قرآن وحدیث

## خزائن قرآن:

## خزانہ نمبر ۱

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُبَيْبٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: خَرَجْنَا فِي لَيْلَةٍ مَطَرٍ  
وُظْلَمَتِ شَدِيدَةً نَطَلَبُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَأَدْرَكْنَاهُ،  
فَقَالَ: قُلْ قُلْتُ: مَا أَقُولُ؟ قَالَ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْبَعُودَتَيْنِ حِينَ  
تُصْبِحُ، وَحِينَ تُمَسِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۱۸۸)

**راوی کا حال:** عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُبَيْبٍ الْجُهَنِيُّ حَلِيفُ الْأَنْصَارِ مَدَنِيٌّ لَهُ

صُحْبَتُهُ، حَدِيثُهُ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ - قَبِيلَةُ جَهَنِيَّةٍ سَيِّدَةٍ تَعَلَّقَتْهَا جَوَانِصَارُ كَحَلِيفَتِهَا،

مَدَنِيٌّ هُوَ، صَحَابِيُّ هُوَ، اِنْ كِي حَدِيثِ اِهْلِ حِجَازِ مِيں پائی جاتی ہے۔ (اسماء الرجال)

**ترجمہ حدیث:** حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات جبکہ بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیرا تھا ہم رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے نکلے، پس ہم نے آپ کو پایا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہہ۔ میں نے عرض: کیا کیا کہوں؟ فرمایا کہ قُلْ هُوَ

اللَّهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، صبح و شام تین

مرتبہ پڑھ لیا کر یہ تجھے ہر چیز کے لیے کافی ہو جائے گی۔

**فائدہ:** حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة، جلد: ۴، صفحہ: ۷۰ پر لکھتے

ہیں کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ“ کی تشریح میں

”أَيُّ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ أَوْ مِنْ كُلِّ وَرْدٍ“ یعنی یہ تینوں سورتیں ہر شر سے

حفاظت کے لیے کافی ہیں یا ان کا پڑھنے والا اگر کوئی اور وظیفہ نہ پڑھ سکے تو ان

کا ورد ہی اسے تمام وظائف سے بے نیاز کر دے گا اور ہر شر سے محفوظ رہے گا۔



آج ہر مسلمان پریشان ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ جن اور آسیب نے پریشان کر رکھا ہے، کوئی کہتا ہے کہ دشمن نے جادو یا کالا عمل کر دیا ہے، کاروبار پر بندش لگوادی ہے، گا ہک نہیں آتے، کسی کو ہر روز ایک نئی بلا اور مصیبت کا سامنا ہے۔ اگر ہم اس وظیفہ کو روزانہ پڑھ لیں جس میں دو تین منٹ بھی نہیں لگتے تو ہر بلا اور مصیبت سے ان شاء اللہ محفوظ رہیں گے۔

### خزانہ نمبر ۲

((عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّبِيحِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ وَكَلَّمَ اللَّهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى يُمِيسَى، وَإِنْ مَاتَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيدًا، وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُمِيسَى كَانَ بِتِلْكَ الْبَنْزَلَةِ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۱۸۸)

**راوی کا حال:** حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، قبیلہ مزین کے ہیں۔ ’بایع تحت الشجرۃ، و سکن البصرۃ، و ینسب الیہ نهر معقل بالبصرۃ‘ صلح حدیبیہ کے وقت بیعت جہاد کی اور بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ بصرہ میں نہر معقل ان ہی کے نام سے منسوب ہے۔ (اسماء الرجال)

**ترجمہ حدیث:** حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ ’’أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّبِيحِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ‘‘ پڑھے، پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیات ایک بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اگر اس دن اسے موت آگئی تو شہید مرے گا اور جو شام کو پڑھے تو اس کو بھی یہی درجہ حاصل ہوگا یعنی ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے اور اگر اس رات میں



مر گیا تو شہید مرے گا۔

سورہ حشر کی آخری تین آیات یہ ہیں: پہلے ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّبِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ“ تین مرتبہ پڑھے، پھر یہ آیات ایک مرتبہ پڑھے:

{هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلْمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّبُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ طَسْبِحْنَ اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْبَصُوْرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ }

[سورۃ الحشر، آیات: ۲۲ تا ۲۴]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں روزانہ صبح ستر ہزار فرشتوں کو اپنے لیے استغفار مانگنے کی ڈیوٹی پر لگا کر پھر ناشتہ کرتا ہوں۔

**مذکورہ بالا اسماء حسنی کے معانی از بیان القرآن:**

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہری چیزوں کا۔

الْمَلِكُ: یعنی صاحب ملک۔

الْقُدُّوسُ: جس کا ماضی عیب سے پاک ہو۔

السَّلَامُ: جس کے مستقبل میں عیب لگنے کا احتمال نہ ہو۔

کذا فی الکبیر اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں لکھا ہے کہ ”السَّلَامُ

هُوَ الَّذِيْ يُسَلِّمُ اَوْلِيَاءَهُ مِنْ كُلِّ اَفَةٍ فَيَسْلَمُوْنَ مِنْ كُلِّ مُخَوِّفٍ“ السلام وہ

ذات ہے جو خود بھی سلامت رہے اور اپنے دوستوں کو بھی سلامت رکھے ہر

آفت سے۔ پس اس کے اولیاء سلامت رہتے ہیں ہر دھمکی دینے والے سے۔



الْبُؤْمِنُ: کے معنی ہیں امن دینے والا ہر بلا سے نگہبانی کرنے والا۔ یعنی کوئی آفت نہیں آنے دیتا۔

الْبُهَيْيُنُ: اور آئی ہوئی کو بھی دور کر دیتا ہے۔

الْعَزِيْزُ: یعنی زبردست طاقت والا۔

الْجَبَّارُ: یعنی خرابی کو درست کرنے والا۔

”وَفِي الرُّوْحِ الْجَبَّارُ هُوَ الَّذِي يُصْلِحُ أَحْوَالَ خَلْقِهِ بِقُدْرَتِهِ الْقَاهِرَةِ“ یعنی

جبار وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کے بگڑے ہوئے احوال کو اپنی قدرت غالب

سے درست فرماوے۔

الْمُبْتَكَبِرُ: یعنی بڑی عظمت والا ہے۔ ”لَيْسَ فِيهِ التَّكْلُفُ بَلِ النِّسْبَةُ إِلَى

الْبَأْخِذِ“

الْمُخَالِقُ: پیدا کرنے والا یعنی معدوم سے موجود کرنے والا۔

الْبَارِئُ: تناسب اعضاء سے پیدا کرنے والا۔ یعنی ٹھیک ٹھیک بنانے والا

حکمت کے موافق۔

الْبُصُوْرُ: صورت بنانے والا۔ وَفِي الرُّوْحِ الْمُهَيِّزُ بَيْنَ خَلْقِهِ بِأَشْكَالِ

الْمُبْتَخَلِفَةِ۔ اپنی مخلوق میں اختلاف صورت سے فرق کرنے والا۔

### خزانہ نمبر ۳

((قَدْ أَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - مَوْقُوفًا وَابْنُ السِّنِيِّ

عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ: - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ

وَحِينَ يُمَسِي "حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ

الْعَظِيمِ" سَبْعَ مَرَّاتٍ كَفَاهُ اللهُ تَعَالَى مَا أَهَمَّهُ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ))

(روح المعانی، پارہ: ۱، ص: ۵۳)

**روای کا حال:** ابو درداء انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خزرجی ہیں "وَاشْتَهَرَ

بِكُنْيَتِهِ" اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔ درداء ان کی بیٹی کا نام ہے۔ "كَانَ



فَقِيهَا عَالِمًا حَكِيمًا سَكَنَ الشَّامَ وَمَاتَ بِدِمَشْقَ "فقیر عالم حکیم تھے، شام میں سکونت اختیار کی اور دمشق میں انتقال فرمایا۔ (اسماء الرجال لشیخ ولی الدین صاحب المشكاة)  
**ترجمہ حدیث:** حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح و شام سات مرتبہ "حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ" پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے ہر غم کے لیے کافی ہو جائیں گے۔  
**ہم کی تعریف:** اللَّهُمَّ هُوَ الْغَمُّ الَّذِي يُذِيبُ الْإِنْسَانَ۔ ہم اس غم کو کہتے ہیں جو انسانی کو گھاا۔

**علمی لطیفہ:** اس چھوٹی ۔ آیت کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے ہمووم کے لیے کیوں کافی ۔ باتے ہیں؟ فرماتے ہیں: "وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ" وہ رب ہے عرشِ عظیم کا۔ اور عرشِ عظیم مرکز نظامِ کائنات ہے جہاں سے دونوں جہان کے فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ پس جب بندہ نے اپنا رابطہ ربِ عرشِ عظیم سے قائم کر لیا تو مرکز نظامِ کائنات کے رب کی پناہ میں آ گیا۔ پھر غمووم و ہمووم کہاں باقی رہ سکتے ہیں۔ کہا قال العارف الہندی خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمة الله عليه

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

((وَأَخْرَجَ ابْنُ النَّجَّارِ فِي تَأْرِيخِهِ عَنِ الْحُسَيْنِ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - قَالَ:

مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ سَبْعَ مَرَّاتٍ "حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ" لَمْ يُصِبْهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ وَتِلْكَ اللَّيْلَةِ كَرْبٌ

وَلَا نَكْبٌ وَلَا غَرْقٌ))

(روح السعانی، پارہ: ۱۱، ص: ۵۳)



ترجمہ: اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص صبح کو سات مرتبہ ”حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ طَالِحٌ“ تک پڑھ لے گا نہیں پہنچے گی اس کو اس دن اور اس رات میں کوئی بے چینی اور نہ کوئی مصیبت اور نہ وہ ڈوبے گا۔

**عجیب واقعہ:** ”وَأَخْرَجَ أَبُو الشَّيْخِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: خَرَجْتُ سَرِيَّةً إِلَى أَرْضِ الرُّومِ، فَسَقَطَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، فَأَنْكَسَرَتْ فِخْدُهُ، فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا أَنْ يَحْمِلُوهَا، فَرَبَطُوا فَرَسَهُ عِنْدَهُ، وَوَضَعُوا عِنْدَهُ شَيْئًا مِّنْ مَّاءٍ وَزَادٍ، فَلَمَّا وَلَّوْا اتَّاهُ ابْتِ، فَقَالَ لَهُ مَا لَكَ هَهُنَا؟ قَالَ: أَنْكَسَرَتْ فِخْدِي، فَتَرَكَنِي أَصْحَابِي، فَقَالَ: ضَعْ يَدَكَ حَيْثُ تَجِدُ الْإِلَّامَ، وَقُلْ: فَإِنْ تَوَلَّوْا (الآية)، فَوَضَعَ يَدَهُ، فَقَرَأَهَا، فَصَحَّ، وَرَكِبَ فَرَسَهُ، وَأَدْرَكَ أَصْحَابَهُ“

(روح المعانی، پارہ: ۱۱، ص: ۵۴)

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب سے روایت ہے کہ ایک سریہ روم کی طرف روانہ ہوا۔ ان میں سے ایک شخص گر گیا اور اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر قادر نہ ہو سکے کہ اس کو اٹھا کر لے جائیں۔ انہوں نے اس کا گھوڑا اس کے پاس باندھا اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور سامان بھی پاس رکھ دیا اور آگے بڑھ گئے۔ ایک مرد غیبی آیا اور پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہا کہ میری ران کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اور میرے ساتھیوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ اس مرد غیبی نے کہا کہ اپنا ہاتھ وہاں رکھو جہاں تکلیف محسوس کر رہے ہو اور پڑھو ”فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ طَالِحٌ“ پس انہوں نے اپنا ہاتھ وہاں رکھا اور یہ آیت پڑھی اور صحت یاب ہو گئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔

**معمول علامہ الوسی:** علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ



”وَهَذِهِ الْآيَةُ وَرُدُّ هَذَا الْفَقِيرِ وَ لِلَّهِ الْحَمْدُ مُنْذُ سِنِينَ، فَأَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُؤَفِّقَ لَنَا الْخَيْرَ بِبَرَكَتِهَا إِنَّهُ خَيْرُ الْمُؤَفِّقِينَ“ یہ آیت حسبی اللہ الخ اس فقیر کے معمولات سے ہے برسوں سے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس آیت کی برکت سے ہم کو خیر کی توفیق بخشیں اور حق تعالیٰ شانہ خیر المؤمنین ہیں۔

**فائدہ:** اس ورد کے بعد دعا بھی کر لے کہ اے اللہ تعالیٰ! یہ برکت بشارت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کے ورد کے وسیلہ سے ہماری دنیا اور آخرت کی تمام فکروں کے لیے آپ کافی ہو جائے۔

**خزائن احادیث:**

خزانہ نمبر ۱

## ۲۳ رسالہ دور نبوت کی جامع دعا

ایسی جامع دعا جس میں ۲۳ سالہ ادعیہ رسول اللہ ﷺ موجود ہیں:

((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - قَالَ: دَعَا النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِدُعَاءٍ كَثِيرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيرٍ لَمْ نَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَجْبَحُ ذَلِكَ كُلَّهُ؟ تَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلْتُكَ مِنْهُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدًا، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدًا، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ))

(جو اہل البخاری، ص: ۵۷۲)

**حال راوی:** حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں رہتے تھے، پھر حمص منتقل ہو گئے۔ یہ ان اصحاب میں سے ہیں جن سے بکثرت روایات منقول



کی جاتی ہیں۔ اکیانوے سال کی عمر میں ۸۶ھ بمقام حمص انتقال ہوا۔ یہ سب سے آخری صحابی ہیں جن کا شام میں انتقال ہوا۔ ان کے بعد شام صحابہ رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔

**ترجمہ حدیث:** حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کثرت سے دعائیں مانگیں لیکن ہم چند لوگوں کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہ رہیں۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے بہت دعائیں مانگیں لیکن ہم کو ان میں سے کچھ بھی یاد نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم سب کو ایسی دعا نہ بتا دوں جو ان سب دعاؤں کی جامع ہو۔ تم یوں کہا کرو کہ اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس تمام خیر کا جس کا سوال کیا آپ سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس تمام شر سے جس سے پناہ چاہی آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور استعانت کے قابل صرف آپ ہی کی ذات ہے اور ہماری فریاد کو پہنچنا آپ پر احساناً واجب ہے۔ ”وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ اور نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی طاقت مگر اللہ کی حفاظت سے اور نہیں ہے نیکی کی قوت مگر اللہ کی مدد سے۔

خزانہ نمبر ۲

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ جنت کا خزانہ ہے

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَكْثَرُ مَنْ قَوْلٍ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ كُنُزِ الْجَنَّةِ. قَالَ: مَكْحُولٌ: فَمَنْ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، وَلَا مَنْجَاءَ مِنْ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ كَشَفَ اللَّهُ عَنْهُ سَبْعِينَ بَابًا مِنَ الضَّرِّ، وَأَدْنَاهَا الْفَقْرُ. رواه الترمذی))

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۵، ص: ۱۲۰)



تَرْجَمًا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" کثرت سے پڑھا کرو کہ یہ جنت کے خزانے سے ہے۔ اور حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ (جو جلیل القدر تابعی ہیں، سوڈان کے رہنے والے تھے اور شام میں مفتی تھے، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پڑھ کر پھر فتویٰ دیتے تھے) موقوفاً روایت کرتے ہیں کہ جس نے پڑھا "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا مَنجَاءَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ" اللہ تعالیٰ اس سے ستر تکلیفوں کو دور کر دیں گے جن میں سب سے ادنیٰ فقر ہے۔

"لَا مَنجَاءَ أُمَّيْ لَا مَهْرَبَ وَلَا مَخْلَصَ" یعنی کوئی جائے فرار اور جائے پناہ نہیں ہے۔ مِنَ اللَّهِ، اللہ کے غضب اور عذاب سے إِلَّا إِلَيْهِ أُمَّيْ بِالرُّجُوعِ إِلَى رِضَائِهِ وَرَحْمَتِهِ، سوائے اس کی رحمت و رضا کی طرف رجوع کرنے کے۔

(مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۲۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" کے ساتھ "لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ" بھی ثابت ہے۔ نسائی کی مرفوع حدیث ہے۔

## لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کے چار فوائد

**فائدہ (۱):** یہ کلمہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" عرش کے نیچے کا جنت کا خزانہ ہے اور جنت کی چھت عرش الہی ہے۔ اس کے پڑھنے سے اعمال صالحہ کے اختیار کرنے کی اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہونے لگتی ہے۔ اس معنی میں یہ جنت کا خزانہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے کوئی عظیم خزانہ نہ بتا دوں۔ عرض کیا بے شک بتا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" (متفق علیہ از مشکوٰۃ)



اس کلمہ کو جنت کا خزانہ کہنے کی وجوہ از شرح مرقاة:

اس کلمہ کو جنت کا خزانہ کہا گیا جس کے حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) ... کیونکہ یہ کلمہ مثل خزانے کے لوگوں کی نظر سے محفوظ اور غائب تھا اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے عطا فرمایا گیا۔

(۲) ... یا اس لیے کہ یہ کلمہ جنت کے ذخیروں میں سے ہے۔

(۳) ... یا اس لیے کہ جنت کی عمدہ عمدہ نعمتوں کو حاصل کرانے والا ہے۔

(۴) ... علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس لیے یہ خزانہ جنت کا ہے کہ

یہ کلمہ اپنے کہنے والے کے لیے جنت میں عمدہ ثواب کا خزانہ جمع کرتا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ پس اسی سبب کا نام مسبب کے نام پر رکھ دیا گیا

جو علاقہ مجاز مرسل کے اصول سے تسمیۃ السبب باسم المسبب کہلاتا ہے۔

**فائدہ (۲):** یہ کلمہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے سب ادنیٰ بیماری

ایسا غم ہے جو انسان کو گھلا دے۔ اس کا نام صم ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَا حَوْلَ

وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ دَوَاءٌ مِّنْ تِسْعَةِ وَتِسْعِينَ دَاءً أَيْسَرُهَا اللَّهُ))

(مرقاة المفاتیح، ج: ۵، ص: ۱۲۱)

**ترجمہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“

ننانوے (دنیوی و اخروی) بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے سب سے ادنیٰ بیماری غم

ہے (چاہے دنیا کا ہو یا آخرت کا)

**فائدہ (۳):** جب بندہ اس کلمہ کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر فرشتوں سے

فرماتے ہیں کہ میرا بندہ فرمانبردار ہو گیا اور سرکشی چھوڑ دی۔

((وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ

مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ



يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَسْلَمَ عَبْدِي، وَاسْتَسْلَمَ))

(مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب ثواب التسبيح والتحميد، ص: ۲۰۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو عرش کے نیچے جنت کا خزانہ ہے۔ وہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ ہے جب بندہ اس کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (حافظ ابن حجر عسقلانی رزمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ سے فرماتے ہیں) ”أَسْلَمَ عَبْدِي أَمِي انْقَادَ وَ تَرَكَ الْعِنَادَ“ یعنی میرا بندہ فرمانبردار ہو گیا اور سرکشی کو چھوڑ دیا۔ ”وَاسْتَسْلَمَ أَمِي فَوَضَّ عَبْدِي أُمُورَ الْكَائِنَاتِ إِلَى اللَّهِ بِأَسْرِهِا“ یعنی میرے بندہ نے دونوں جہاں کے تمام غموں کو میرے سپرد کر دیا۔ (کذافی المرقاة، جلد: ۵، صفحہ: ۱۲۱-۱۲۲)

یہ نعمت کیا کم ہے کہ بندہ زمین پر یہ کلمہ پڑھتا ہے اور حق تعالیٰ شانہ عرش پر فرشتوں کے مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔

شرح: ”يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَسْلَمَ عَبْدِي وَاسْتَسْلَمَ“ یہ عبارت اس حدیث میں یا تو جملہ متانفہ ہے جو اس کلمہ کی فضیلت میں اور جو کہے اس کی فضیلت میں وارد ہوا ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شرط محذوف کی جزاء ہے۔ ”أَمِي إِذَا قَالَ الْعَبْدُ هَذِهِ الْكَلِمَةَ“ جب بندہ یہ کلمہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: ”أَسْلَمَ عَبْدِي، وَاسْتَسْلَمَ“

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں حق تعالیٰ یہ بات ملائکہ سے فرماتے ہیں۔ ”أَمِي لِبَلَاءِكَتِهِ مُعَلِّمًا لَهُمْ بِكَمَالِ قَائِلِهَا الْمُتَحَلِّي بِمَعْنَاهَا“ ملائکہ کو اس کلمہ کے کہنے والے کا کمال بتانے کے لیے کہ اس کا قائل اس کے معنی سے آراستہ ہے یعنی انوار عبودیت اور تفویض اور تسلیم سے منور اور مکمل ہے۔

جب بندہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ ”أَسْلَمَ



عَبْدِي، وَاسْتَسْلَمَ“ فرماتے ہیں ملائکہ سے ”أَسْلَمَ عَبْدِي أَمِي انْقَادَ، وَتَرَكَ الْعِنَادَ، وَأَخْلَصَ فِي الْعُبُودِيَّةِ بِالتَّسْلِيمِ لِأُمُورِ الرُّبُوبِيَّةِ“ یعنی میرا بندہ مطیع ہو گیا اور سرکشی کو ترک کر دیا اور عبدیت میں تسلیم کے ساتھ مخلص ہو گیا حق تعالیٰ کے امور ربوبیت میں۔

”وَاسْتَسْلَمَ أَمِي انْقَادَ انْقِيَادًا كَامِلًا، أَوْ بَالِغَ فِي الْإِنْقِيَادِ، وَقَطَعَ النَّظَرَ عَنِ الْعِبَادِ وَقَالَ الطَّيْبِيُّ، رَحِمَهُ اللهُ: أَمِي فَوَّضَ أُمُورَ الْكَائِنَاتِ

إِلَى اللهِ بِأَسْرِهَا، وَانْقَادَ هُوَ بِنَفْسِهِ لِلَّهِ مُخْلِصًا لَهُ“

ترجمہ: بندہ کامل طور پر مطیع ہو گیا اور غیر حق سے قلب کو منقطع کر لیا اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام اور استسلام کا مفہوم یہ ہے کہ میرے بندے نے تمام کائنات کے امور میرے سپرد کر دیئے اور اخلاص کے ساتھ اپنے نفس کو بھی میرا مطیع کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ ”وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ اللهُ تَعَالَى: أَسْلَمَ وَاسْتَسْلَمَ، أَسْلَمَ أَمِي إِسْلَامًا كَامِلًا، وَاسْتَسْلَمَ أَمِي انْقَادَ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا۔“ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۲۲)

**فائدہ (۲):** پیغام حضرت ابراہیم علیہ السلام بنام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الانام۔ یہ کلمہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام اور وصیت ہے جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج میں ارشاد فرمایا تھا:

((إِنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَيْلَةَ أُسْرِي بِهِ مَرَّ عَلَى إِبْرَاهِيمَ - عَلَيْهِ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَرُّ أُمَّتِكَ أَنْ يُكْثِرُوا

مِنْ غَيْرِ اسِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ))

(مرقاۃ المصابیح، ج: ۵، ص: ۱۱۱)



تَرْجَمًا: شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوا، آپ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی امت کو حکم فرمادیں کہ وہ جنت کے باغوں کو بڑھالیں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" سے۔ اس کے پڑھنے سے وصیت ابراہیمی پر عمل کی سعادت بھی نصیب ہوگی اور اس کی برکت سے جنت کے باغوں میں بھی اضافہ ہوگا۔

### الفاظِ نبوت کی تشریح الفاظِ نبوت سے

((عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقُلْتُهَا: فَقَالَ: أَتَدْرِي مَا تَفْسِيرُهَا؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: لَا حَوْلَ عَنِ مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِلَّا بِعِصْمَةِ اللَّهِ، وَلَا قُوَّةَ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ إِلَّا بِعَوْنِ اللَّهِ))  
(مرقاة المفاتيح، ج: ۵، ص: ۱۱۱)

تَرْجَمًا: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا میں نے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا جانتے ہو اس کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" نہیں ہے طاقت گناہوں سے بچنے کی لیکن اللہ کی حفاظت سے۔ "وَلَا قُوَّةَ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ إِلَّا بِعَوْنِ اللَّهِ" اور نہیں ہے قوت اللہ کی طاعت کی مگر اللہ کی مدد سے۔

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ الفاظِ نبوت کی تشریح الفاظِ نبوت سے ہوئی ہے۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" کے الفاظ بھی سرکاری اور اس کی شرح بھی سرکاری کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور "مَا تَفْسِيرُهَا" سے معلوم ہوا کہ حدیث کی شرح کو تفسیر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اور معلوم ہوا کہ بعض الفاظ لسانِ نبوت سے ایسے سرکاری لغت کے



ہوتے تھے کہ تمام دنیائے عرب اس کو لغت سے حل نہ کر سکتی تھی۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ذی علم اور مفتی و فقیہ صحابی بھی حل نہ کر سکے اور بارگاہ رسالت سے اس کی تفسیر حاصل ہوئی۔ احقر محمد اختر عرض کرتا ہے کہ لا حَوْلَ الْخِ كَامْفَهْوْمٍ اور حاصل اس آیت سے ربط اور تعلق رکھتا ہے بلکہ اس آیت سے مقتبس معلوم ہوتا ہے۔ ”إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ط“ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہ ماظرفیہ زمانیہ مصدریہ ہے اور اس کی تفسیر اس طرح فرمائی ”نَفْسٌ كَثِيرٌ الْأَمْرُ بِالسُّوءِ“ ہے ”إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي أَمَى فِي وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّي وَعِصْبَتِهِ“ یعنی نفس بُرائی سے اسی وقت تک محفوظ رہ سکتا ہے جب تک وہ سایہ رحمت حق اور سایہ حفاظت حق میں رہے گا۔

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کے ساتھ ”الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“ کا ثبوت: مشکوٰۃ میں صفحہ: ۲۰۲ پر ایک روایت ہے جس میں ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“ ہے۔ اس کی شرح فرماتے ہوئے ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ جلد: ۵، صفحہ: ۱۲۰ پر تحریر فرماتے ہیں: ”وَجَاءَ فِي رِوَايَةِ الْبَزَّارِ بِلَفْظِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَهُوَ الْمَشْهُورُ عَلَى الْأَلْسِنَةِ وَإِنْ لَمْ يَرِدْ فِي الصَّحِيحِ قَالَ الطَّبْرِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ لَمْ يَرِدْ فِي أَكْثَرِ الرِّوَايَاتِ إِلَّا عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فَإِنَّهُ أَرْدَفَهَا بِقَوْلِهِ الْعَلِيُّ الْعَظِيمِ“ بزار کی روایت میں الْعَلِيُّ الْعَظِيمِ کا اضافہ ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی الْعَلِيُّ الْعَظِيمِ ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ کنز العمال، جلد: ۲، صفحہ: ۱۴۵ میں بھی روایت ہے جس میں ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“ ہے۔

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں کہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کے

پڑھنے سے خزانہ نیکیوں کا ملتا ہے اور یہ وہ خزانہ ہے جو وطن آخرت میں بھی کام



آتا ہے اور دونوں جہان میں اس کی برکتوں سے مالا مال ہوتا ہے، اس لیے اس کو خزانہ سے تعبیر فرمایا گیا۔

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مشائخ نے حکم دیا ہے کہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کے برابر کوئی کلمہ حق تعالیٰ کی طرف جھکنے اور اس کے فضل کی راہ اختیار کرنے میں معین اور مفید نہیں۔ حضرت مکحول تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ اس کلمہ کو پڑھنے سے ستر قسم کے نقصان اور ضرر کو حق تعالیٰ دور فرمادیتے ہیں اور سب سے ادنیٰ فقر اور محتاجی ہے۔

صاحب مظاہر حق شارح مشکوٰۃ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ اسناد کے اعتبار سے منقطع ہے، مگر مفہوم اور معنی کے اعتبار سے قابل اعتماد ہے کیونکہ اس روایت حضرت مکحول کو روایت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ صحیح ثابت کرتی ہے جو صحاح ستہ میں مرفوعاً منقول ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت سے اس روایت کی توثیق ہوتی ہے۔

(مظاہر حق، باب تسبیح و تکبیر، صفحہ: ۵۴۷، مطبوعہ دارالاشاعت)

خزانہ نمبر ۳

## دوام عافیت و بقاء نعمت کی دُعا

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ

وَجَمِيعِ سَخَطِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۲۱۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں نعمت کے زوال اور عافیت کے چھین جانے سے اور اچانک مصیبت کے آجانے سے اور آپ کی



ہر ناراضگی سے۔

**زوال اور تحویل کافرق:** زوال کہتے ہیں کسی شے کے باقی نہ رہنے کو بغیر بدل کے۔ جیسے کسی کا مال گم ہو جائے مگر اس کے ساتھ دوسری بلا و مصیبت نہ آئے تو اس کو نعمتِ مال کا زوال کہیں گے۔ اور تحویل کہتے ہیں کہ نعمت بھی زائل ہو جائے اور ساتھ میں کوئی مصیبت و بلا بھی لگ جائے۔ حدیث پاک میں دونوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔ مرقاۃ میں اس کی شرح اس طرح ہے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ بِدُونِ بَدَلٍ وَتَحْوِيلِ عَافِيَتِكَ أُمَّي تَبَدُّلِ عَافِيَتِكَ بِالْبَلَاءِ" (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۵، صفحہ: ۲۲۶)

خزانہ نمبر ۲

## قرض اور رنج و غم سے نجات دلانے والی دعا

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: هُمُومٌ لَزِمْتَنِي وَدِيُونٌ يَأْرَسُونَ اللَّهَ، قَالَ: أَفَلَا أُعَلِّمُكَ كَلَامًا إِذَا قُلْتَهُ أَذْهَبَ اللَّهُ هَمَّكَ، وَقَضَى عَنْكَ دَيْنَكَ قَالَ: قُلْتُ بَلَى قَالَ: قُلْ إِذَا أَصَبَحْتَ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ، قَالَ: فَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَذْهَبَ اللَّهُ هُمُومِي وَقَضَى عَنِّي دَيْنِي))

(مشكاة المصابيح، باب الاستعاذة، ص: ۲۱۵)

**ترجمہ:** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے گھیر لیا ہے غموں نے اور قرضوں نے۔ یعنی کثرتِ قرض کی وجہ سے ادائیگی کی فکر سے غموں میں گرفتار ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسی دعا نہ بتا دوں کہ جس کے



پڑھنے سے اللہ تیرے غم کو دور کر دے اور تیرے قرض کو ادا کر دے۔ عرض کیا کہ کیوں نہیں یعنی ضرور بتائیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح و شام یوں دعا مانگا کرو کہ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں ہم اور خزن سے۔

### ہم و حزن اور عجز و کسل کے معنی

”الْهَمُّ هُوَ الْغَمُّ الَّذِي يُذِيبُ الْإِنْسَانَ فَهُوَ أَشَدُّ مِنَ الْحُزْنِ وَالْحُزْنُ لَيْسَ كَذَلِكَ“ ہم اس غم کو کہتے ہیں جو انسان کو پگھلا دے پس وہ حزن سے اشد ہے اور حزن اتنا اشد نہیں ہوتا اور پناہ چاہتا ہوں میں عجز اور کسل سے۔ (کذا فی الرقاة، جلد: ۵، صفحہ: ۲۱۷)

”الْعَجْزُ هُوَ عَدَمُ الطَّاقَةِ عَلَى الطَّاعَةِ“ طاقت یا عبادت پر قدرت نہ ہونا عجز ہے۔ ”الْكَسَلُ هُوَ التَّثَاوُلُ عَنِ الطَّاعَةِ مَعَ الْإِسْتِطَاعَةِ“ وَالْكَسَلُ يَفْتَحِ السِّينَ۔ (کذا فی الرقاة، جلد: ۵، صفحہ: ۲۱۷)

اور استطاعت کے باوجود عبادت میں سستی و گرانی ہونا یہ کسل کہلاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز اور کسل دونوں سے پناہ مانگی ہے اور فرمایا پناہ چاہتا ہوں بخل سے اور بزدلی سے اور پناہ چاہتا ہوں کثرتِ قرض سے اور لوگوں کے غلبہ پالینے سے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس شخص نے کہا کہ میں نے اس پر عمل کیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور کر دیا اور میرے قرض کو ادا کر دیا۔

خزانہ نمبر ۵

### شکرِ خفی سے نجات دلانے والی دعا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور



اقدر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الشِّرْكُ أَخْفَىٰ فِي أُمَّتِي مِنْ دَبِيبِ النَّهْلِ عَلَى الصَّفَاءِ))

(کنز العمال، ج: ۲، ص: ۸۱۶)

ترجمہ: شرک میری امت میں کالے پتھر پر چیونٹی کی رفتار سے زیادہ پوشیدہ ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری حدیث کی شرح کرتے

ہوئے شرک کے بارے میں فرماتے ہیں: ”وَهُوَ فِي غَايَةِ مِنَ الْخِفَاءِ لِأَنَّهُ أَدْقُ

مِنْ دَبِيبِ النَّمْلَةِ السُّودَاءِ عَلَى الصَّخْرَةِ الصَّهَاءِ فِي اللَّيْلَةِ الظُّلْمَاءِ، وَقَلْبًا

يَسْلَمُ مِنْهُ الْأَقْوِيَاءُ، فَكَيْفَ الضُّعَفَاءُ؟“ شرک بہت زیادہ مخفی ہوتا ہے کیونکہ

وہ اندھیری رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ باریک

ہے یعنی جس طرح اندھیری رات میں کالے پتھر پر کالی چیونٹی چلتی ہوئی نظر نہیں

آئے گی اس سے زیادہ خفیہ طریقہ سے شرک قلب میں داخل ہو جاتا ہے اور اس

سے بہت کم بچ پاتے ہیں اقویاء یعنی خواص امت بھی۔ پس ضعیف الایمان لوگوں

کا کیا حال ہوگا؟ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۱۰، صفحہ: ۷۰)

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا گئے اور عرض کیا

”فَكَيْفَ النَّجَاةُ وَالْمَخْرَجُ مِنْ ذَلِكَ“ اس سے نجات اور نکلنے کا راستہ کیا

ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسی دعا نہ بتلا دوں کہ جب

تو اسے پڑھ لے تو ”بَرِئْتَ مِنْ قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ وَصَغِيرِهِ وَكَبِيرِهِ“ تو قلیل

شرک سے اور کثیر شرک سے اور چھوٹے شرک سے اور بڑے شرک سے نجات

پا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ضرور بتائیے اے

اللہ کے رسول! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں دعا مانگا کرو:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَشْرِكَ بِكَ، وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ))

(کنز العمال، ج: ۲، ص: ۸۱۶)



تَرْجَمًا: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ تیرے ساتھ شریک کروں اور اس کو میں جانتا ہوں اور تجھ سے معافی چاہتا ہوں اس کی کہ میں نہ جانتا ہوں۔

**فائدہ:** اس دعا کو معمول بنانے والوں کے لیے شرک سے نجات کی ضمانت ہے اور اخلاص کی دولت سے مالا مال ہونے کی بشارت ہے۔

خزانہ نمبر ۶

## تمام بلاؤں سے محفوظ رکھنے والی دعا

اس دعا کے پڑھنے سے آسمانی اور زمینی تمام بلاؤں سے حفاظت رہتی ہے:

((عَنْ أَبَانَ بْنِ عُمَانَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي صَبَاحٍ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءٍ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّبِيحُ الْعَلِيمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَيَضُرُّهُ شَيْءٌ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۲۰۹)

تَرْجَمًا: حضرت ابان بن عثمان سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ صبح اور شام تین تین بار ”بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّبِيحُ الْعَلِيمُ“ پڑھ لے گا اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

**نوٹ:** مناجات مقبول کی ایک منزل اگر ہر روز پڑھ لی جائے تو سات دن میں اکثر ادعیہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی ورد ہو جائیں گی۔



## ہر پریشانی کو دور کرنے کی دعا

((عَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

إِذَا كَرِبَهُ أَمْرٌ يَقُولُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ))

(مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الدعوات في الاوقات، ص: ۲۱۶)

**حال راوی:** اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں، یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ دس سال کی عمر میں اسلام لائے، ان کی والدہ کا نام ام سلیم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں تعلیم فقہ کے لیے بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ یہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔

(اسماء الرجال لصاحب المشكاة، صفحہ: ۵۸۹)

**ترجمہ حدیث:** حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی کرب یعنی بے چینی اور پریشانی ہوتی تھی تو آپ یا حییٰ یا قیوم بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی اے زندہ حقیقی اے سنبھالنے والے آپ ہی کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔

**حل لغات و تشریح:** یا حییٰ: اُمّی اَزَلًا اَبَدًا وَ حَيَاةً كُلِّ شَيْءٍ بِهٖ مُؤَبَّدًا، ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اور ہر شے کی حیات حق تعالیٰ ہی کی اس صفت حیات سے قائم ہے۔

یا قیوم: اُمّی قَائِمٌ بِذَاتِهِ وَيُقَوِّمُ غَيْرَهُ بِقُدْرَتِهِ، یعنی حق تعالیٰ اپنی ذات سے قائم ہیں اور تمام کائنات کو اپنی قدرتِ کاملہ سے قائم رکھتے ہیں۔

(مرقاة شرح مشکوٰة، جلد: ۵، صفحہ: ۲۲۱)

## سوء قضاء سے حفاظت کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:



(( قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ  
وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ ))

**حال راوی:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔  
زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا، مگر اسلام کے بعد ان کا نام عبد اللہ یا  
عبدالرحمن تھا۔ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے پینتیس اقوال  
سے ثابت کیا ہے کہ ان کا نام عبدالرحمن تھا۔ اپنی کنیت سے ایسے مشہور ہوئے کہ  
”کَمَنْ لَا اسْمَ لَهُ“ ہو گئے، جیسے کہ ان کا نام ہی نہ تھا۔ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ  
احادیث کے حافظ تھے۔ مدینہ منورہ میں آٹھ سوتالبعین اور صحابہ کرام کو  
پڑھاتے تھے۔ حضرات صحابی میں بڑے اکابر صحابی بھی ان کے شاگرد تھے۔  
جیسے عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم۔  
ابو ہریرہ نام کی وجہ یہ ہے کہ ہر وقت اپنی آستین میں بلی کا بچہ رکھتے تھے اور  
اس سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اسی سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا  
نام ابو ہریرہ رکھ دیا (یعنی بلی کا ابا) خیر کے سال ایمان لائے اور ہر جہاد میں  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور تعلیم کے لیے ہر وقت سفر و حضر میں  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔

”كَانَ رَاغِبًا فِي الْعِلْمِ وَرَاضِيًا بِشَبْحِ بَطْنِهِ، وَكَانَ يَدُورُ مَعَهُ  
حَيْثُ دَارَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - دِينَ الْعِلْمِ لِيُصَلِّحَ لِي  
بَيْتِي كِي رُوَيْتِي بِرَاضِي رَهْتِي هُوَيْتِي هِرْوَقْتِي صَحْبَتِي نَبِي صَلِي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاضِرِ  
بَاش تَهْتِي - (اسماء الرجال، صفحہ: ۶۲۶ و مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۶۹)

**ترجمہ حدیث:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! پناہ  
مانگو سخت ابتلاء سے اور بدبختی کے پکڑ لینے سے اور ہر وہ قضا جو تمہارے لیے مضر  
ہو اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے۔



پس طریقہ دعایہ ہوگا:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ

وَسَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ))

**حل لغات:** جَهْدِ الْبَلَاءِ، وہ بلا ہے جس میں آدمی اس کی انتہائی شدت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنے لگے یعنی زندگی سے موت کو ترجیح دے۔

شَقَاءٌ: شین پر زبر ہے، سعادت کی ضد ہے جس کی بدبختی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۲۲۲)

## مزاح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

**مزاح کی تعریف:** انبساط مع الغیر من غیر ایداء۔ مزاح نام ہے کسی کے ساتھ خوش طبعی کا بشرطیکہ ایدانہ ہو۔ اگر ایدا ہو تو وہ مزاح نہیں بلکہ تمسخر اور مذاق ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ میرے چھوٹے اخیافی (ماں شریک) بھائی کبشہ رضی اللہ عنہ نے بلبل پالا تھا۔ جس کی موت سے وہ غمگین تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دل خوش کرنے کے لیے ارشاد فرمایا: اے ابوعمیر! تمہارا بلبل کیا ہو گیا۔ (متفق علیہ)

**حال داوی:** حضرت انس رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، ان کی والدہ کا نام ام سلیم ہے۔ ان کے والد کا نام مالک بن نصر انصاری ہے۔ یہ دس سال کی عمر میں تھے کہ ان کی والدہ صاحبہ نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا: "يَا رَسُولَ اللَّهِ! - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - هَذَا خُوَيْدِيمُكَ اَدْعُ اللَّهَ لَهُ" یہ آپ کا خادم ہے اس کے لیے دعا فرمادیجیے۔ آپ نے دعا فرمائی: "اللَّهُمَّ بَارِكْ فِي مَالِهِ وَوَالِدِهِ وَأَطْلُ عُمُرَهُ وَاعْفِرْ



ذَنْبُهُ“ اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں برکت دے، اس کی عمر کو دراز فرما اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کی برکت سے ہمارے پھل کے درختوں میں سال میں دو مرتبہ پھل آنے لگے اور اولاد میں اس قدر برکت ہوئی کہ میں نے اپنی صلیبی اولاد اٹھانوے عدد دفن کی۔ ”لَقَدْ دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِي مِائَةً إِلَّا اثْنَيْنِ“ اور عمر میں اس قدر برکت ہوئی ”لَقَدْ بَقَيْتُ حَتَّى سَبَيْتُ الْحَيَاةَ“ اتنا زندہ رہا کہ جیتے جیتے زندگی سے تھک گیا۔ چنانچہ اسماء الرجال میں ہے کہ ایک سو تین سال کی عمر پائی اور فرمایا کہ چوتھی دعا کی امید رکھتا ہوں یعنی مغفرت کی۔ یہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد بصرہ صحابہ سے خالی ہو گیا۔ عہدِ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں تعلیم فقہ کے لیے بصرہ منتقل ہو گئے تھے۔ ”انْتَقَلَ إِلَى الْبَصْرَةِ لِيُفَقِّهَ النَّاسَ وَهُوَ آخِرُ مَنْ مَاتَ مِنَ الصَّحَابَةِ بِالْبَصْرَةِ“ ان کی کنیت ابو حمزہ رضی اللہ عنہ تھی، خلق کثیر نے ان سے روایت کی۔ ”وَلَهُ مِنَ الْعُمْرِ مِائَةٌ وَثَلَاثُونَ سِنِينَ“ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۷۳، و اسماء الرجال، صفحہ: ۵۸۵)

### متن عبارت حدیث:

((عَنْ أَنَسِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لِيَخَالِطَنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخِي صَغِيرٍ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّعَيْرُ، وَكَانَ لَهُ نُوَيْرٌ يَلْعَبُ بِهِ فَمَاتَ))  
(صحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ انتہائی حسن معاشرت سے ملے جلے رہتے تھے حتیٰ کہ میرے چھوٹے بھائی کا ایک بلبل تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا وہ مر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دل جوئی کے لیے ارشاد فرمایا: اے ابو عمیر! تمہارا بلبل کیا ہو گیا؟



اس مزاج نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے محدثین رحمہم اللہ نے حسب  
ذیل مسائل کا استنباط فرمایا:

(۱) **جَوَازُ تَكْنِي الصِّغَارِ** (چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنے کا جواز) ابو عمیر کا  
اصل نام کبشہ تھا۔ اس کنیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب فرمانے سے  
چھوٹے بچوں کی کنیت کا جواز ثابت ہوا حالانکہ وہ عمیر کے ابا نہ تھے بچے تھے،  
لیکن صاحب مرقاة لکھتے ہیں کہ یہ تفاؤل ہے۔ کذب نہیں۔ ”لَا يَدْخُلُ ذَلِكَ  
فِي بَابِ الْكِذْبِ لِأَنَّهُ قَصْدٌ بِهِ التَّفَاؤُلُ وَفِيهِ جَوَازُ تَكْنِي الصِّغَارِ“

(۲) **اباحة تصغير الاسماء**: ناموں کی تصغیر کا جواز معلوم ہوا۔ عمیر اور  
نغیر دونوں میں تصغیر ہے۔

(۳) **استحباب استماله قلوب الصغار**: چھوٹے بچوں کے قلوب کو  
بہلانا اور مانوس کرنا مستحب ہے۔ اس سے ان کی وحشت ختم ہو جاتی ہے اور ان  
کی تربیت و اصلاح میں مدد ملتی ہے اور اس طبعی موانست سے وہ اکابر کے اخلاق  
کو جلد جذب کر لیتے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اس میں مشائخ کے لیے بھی تعلیم ہے کہ وہ اپنے  
طالبین کے قلوب کو اس طرح مانوس کریں اور مدارس میں اساتذہ کرام کے لیے  
بھی سبق ہے کہ بچوں کو پٹائی اور سختی سے متوخش نہ کریں۔ گاہ گاہ خوش طبعی سے  
مانوس کریں۔ شانِ رحمت کو غالب رکھیں۔

پرندوں کو دل بہلانے کے لیے پالنا

((وَإِنَّهُ لَا بَأْسَ أَنْ يُعْطَى الصَّبِيُّ الطَّيْرَ لِيَلْعَبَ بِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُعَذِّبَهُ))

(مرقاة المفاتیح، ج: ۹، ص: ۱۷۲)

پس معلوم ہوا کہ پرندوں کا پالنا اور ان سے دل بہلانا درست ہے بشرطیکہ ان  
کے کھانے پینے کا خیال رکھا جاوے اور پنجرہ اتنا بڑا ہو کہ جس سے ان کی آزادی



میں خلل نہ آوے اور وہ اپنے کو قیدی محسوس کر کے اذیت محسوس نہ کریں۔

جیسا کہ چڑیا گھر وغیرہ میں بہت بڑی جگہ کو چاروں طرف سے آہنی

جال لگا کر اس میں پرندوں کو رکھا جاتا ہے۔ (ارشاد البہائم فی حقوق البہائم، صفحہ: ۳)

(۵) مدینہ کے حرم میں شکار درست ہے، بخلاف حرم مکہ کے۔

(۶) **فیه مراعاة السجع فی الکلام:** کلامِ مباح میں سجع اور قوافی کی

رعایت کا جواز معلوم ہوا۔ عمیر پر قافیہ نغیر کا استعمال ہوا جبکہ عرب کی لغت میں

ایک ایک لفظ کے متعدد مترادفات ہوتے ہیں۔ جیسے شیر کو اسد۔ غضنفر، ضنیغم،

حفص، لیث، قسورہ بھی کہتے ہیں، مگر سجع کی رعایت کی گئی ہے۔

(۷) **فیه اباحة الدعابة:** اس حدیث سے مزاح اور خوش طبعی کا جواز معلوم

ہوا بلکہ مستحب ہے اگر دل خوش کرنے کی نیت ہو۔ ”بَلْ اسْتَحْبَابُهُ إِذَا كَانَ

تَطْيِيبًا“

(۸) **وفی ہذا تسلیۃ لہ علی فقدہ بموتہ:** اس مزاح میں ابو عمیر کو

بلبل کی موت سے جو غم تھا اس کی تسلی بھی ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۱۷۲)

## شراط مزاح

علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مزاح

سنت مستحبہ ہے بشرطیکہ (۱) مزاح قلیل ہو۔ (۲) مزاح سے مقصود مخاطب کا دل

خوش کرنا ہو۔ (۳) ایذا رسانی کی حد سے محفوظ ہو۔

مزاح کثیر سے ممانعت کا حکم ہے: ”إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْبِزَاحِ“ (الحدیث)

**مزاح کثیر سے ممانعت کے اسباب:** علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ مزاح کثیر سے ممانعت اس سبب سے ہے کہ کثرتِ مزاح

کثرتِ ضحک کا سبب ہے۔ جو دل کو سخت کرتا ہے اور ذکر اللہ سے غافل کرتا ہے

اور مہماتِ دین کی فکر سے غافل کرتا ہے اور اکثر اوقات ایذا رسانی کی حد تک



پہنچ جاتا ہے اور کینہ یعنی گرانی طبع کا سبب ہو جاتا ہے اور انسان کا وقار زائل کر دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج ان امور سے پاک اور محفوظ تھا۔

## سیرتِ نبوی ﷺ کے چند روشن منارے

### باب اول

#### کمال ایجازِ کلام اور علاجِ غضب

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے ایک مملوک غلام کی پٹائی کر رہا تھا کہ ایک آواز پیچھے سے سنی کہ اے ابو مسعود! جتنی طاقت تجھے اس غلام پر حاصل ہے اس سے زیادہ طاقت اللہ تعالیٰ کو تجھ پر ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو پایا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس غلام کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو تجھے جہنم کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ (مشکوٰۃ رواہ مسلم)

**فائدہ:** اس حدیث میں غصہ کا جو علاج ہے وہ جس طرح معنوی اعتبار سے نہایت مؤثر اور اکسیر ہے اسی طرح اس کے الفاظ میں بھی عجیب بلاغت ہے جس کو اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس مختصر عبارت میں جو چند ضمائر پر مشتمل ہے کیا حسن تعبیر اور صنعتِ ایجاز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ”إِعْلَمُ أَبَا مَسْعُودٍ لَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ“ اس اختصار کی لذت جو الفاظِ قلیلہ اور معانی کثیرہ کا مصداق ہے کس قدر وجد آفریں ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا  
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ



## کمالِ عقلِ نبوت کی ایک تابندہ مثال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی (بدو) آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ پس تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈانٹ کر اس کا پیشاب منقطع کرنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”لَا تَزِرُ مَوْتًا“ اس کا پیشاب مت منقطع کرو، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو تا کہ آزادی سے پیشاب کر لے۔ پس سب نے اس کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا۔ پھر آپ نے اس کو بلا کر سمجھایا کہ مساجد میں پیشاب کرنا اور گندگی پھیلانا نامناسب فعل ہے۔ مساجد ذکر اللہ اور نماز اور قرأت قرآن کے لیے ہوتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ایک ڈول پانی لائے۔ پھر آپ نے اس کے پیشاب پر اس کو بہا دیا۔ (مشکوٰۃ از بخاری و مسلم)

**فائدہ:** اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ عقل واضح ہوتا ہے کہ اگر اس کو اس حالت میں جذباتی طور پر شور کر کے بھگا دیا جاتا تو پوری مسجد میں پیشاب پھیل جاتا اور اس کی صفائی اور نظافت میں مشکل ہوتی، لیکن عموماً ایسے وقت جذبات عقل پر غالب آجاتے ہیں، لیکن ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عقلِ کامل سے ہم مجوحیرت ہیں کہ آپ نے کس طرح جذبات پر غالب رہتے ہوئے اپنی حسن تدبیر سے پوری مسجد کو نجاست سے بچا لیا۔ سوائے تھوڑے حصہ کے جو ایک ڈول پانی سے پاک ہو گیا۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ



## رسالت اور بادشاہت میں فرق

حاتم طائی جن کو سخاوت میں تاریخی شہرت حاصل ہے، ان کے صاحبزادے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے مذہباً عیسائی تھے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عقیدت مند یوں اور جہاد کا ساز و سامان دیکھ کر ان کو یہ فیصلہ کرنا کچھ دشوار معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں یا پیغمبر ہیں۔ دفعۃً مدینہ کی ایک غریب لونڈی آتی ہے اور کہتی ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو کچھ عرض کرنا ہے۔ فرمایا دیکھو مدینہ کی جس گلی میں کہو میں تمہاری بات سن سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی حاجت پوری کر دیتے ہیں۔ اس ظاہری جاہ و جلال کے پردہ میں یہ عاجزی، خاکساری اور یہ تواضع دیکھ کر حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ دل میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ یقیناً پیغمبرانہ شان ہے۔ فوراً گلے سے صلیب اتار دیتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ غلامی اپنی گردن میں ڈال لیتے ہیں اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہو جاتے ہیں۔

(خطبات مدارس علامہ ندوی، ص: ۸۸)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا  
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

## فتح مکہ اور کمالِ عبدیت

دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثار فوج کے ساتھ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر شہر مکہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو عظمتِ حق اور رحمتِ حق اور نصرتِ حق کا استحضار اور اپنی بندگی کا احساس آپ پر اس قدر



غالب ہوتا ہے کہ آپ غلبہ شکر اور تواضع سے آگے کو جھک جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک اونٹنی کے کجاوہ کی لکڑی سے لگ جاتی ہے۔ (رواہ ابن اسحاق مرسلًا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبدیت کاملہ کے زاویہ قائمہ کو ایک اعشاریہ بھی متزلزل نہیں ہونے دیا۔ اس وقت خادم اور خادم زادہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن سب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے تھے، لیکن آپ تواضع سے سر جھکائے ہوئے تھے۔

(رواہ الحاکم بسند جید۔ از سیرت مصطفیٰ ﷺ حصہ سوم، صفحہ ۲۰۰ از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

جیسا کہ ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ ہم نے تاریخ میں کسی فاتح حکمران کو اس تواضع کی شان سے مفتوحہ علاقہ میں داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر مکہ میں جس نے کس بے رحمی سے آپ کو ہجرت پر مجبور کیا تھا اور جو لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے، ان پر حکمرانی کے لیے فاتحانہ داخل ہوتے وقت انتہائی تواضع کے ساتھ داخل ہوئے۔

یہ ادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عبدیت کو واضح کرتی ہے۔ پھر اہل مکہ کے ساتھ آپ نے کیا سلوک کیا وہ بھی قابل ذکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اہل قریش! آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ ”لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ“ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں۔ ”اِذْهَبُوا فَاَنْتُمْ الطُّلَقَاءُ“ جاؤ! تم سب آزاد ہو۔ یہ ہے کارنامہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ



## تیس سالہ دورِ نبوت کی جامع دُعا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے بہت دُعائیں مانگی ہیں اور ہم نے کچھ بھی تو یاد نہ رکھا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ابو امامہ کی حسرت اور غم پر مائل بہ کرم ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ اے ابو امامہ! کیا ہم تمہیں ایسی دعا نہ بتا دیں کہ جو ہماری تمام دُعاؤں کو اپنے اندر شامل کر لے۔ اور فرمایا کہ تم یہ دُعا کر لیا کرو۔

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكِ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ))

(رواہ الترمذی و جواہر البخاری، ص: ۵۷۲)

ترجمہ: اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں آپ سے تمام ان بھلائیوں کا جن کے لیے سوال کیا آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اپنا ہانگتا ہوں آپ سے ان تمام بُرائیوں سے جن سے پناہ مانگی آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ ہی کی ذات مستعان ہے یعنی مدد مانگنے کے قابل ہے اور آپ ہی پر فریاد رسی ہے اور نہیں طاقت ہے بُرائیوں سے بچنے کی اور نہ نیک کام کرنے کی طاقت ہے، مگر آپ کی توفیق اور مدد سے۔

**فائدہ:** یہ کلامِ نبوت کے اعجاز و ایجاز کا بے مثال تعبیری نمونہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیس سال کی تمام دُعائیں مختصر سے چند جملوں میں سمودیں۔ جو چاہے مختصر وقت میں اس دعا کو مانگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بکلی اور مدنی زندگی کی تمام دُعاؤں کو حق تعالیٰ شانہ سے مانگ لے۔



يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا  
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

زبان رسالت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نو اسوں حضرت حسن اور حضرت حسین پر  
یہ دعا پڑھ کر دم فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی دعا حضرت ابراہیم علیہ  
السلام اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام پر دم کیا کرتے تھے۔  
وہ دعا یہ ہے:

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ  
وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ))

(مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض و ثواب المرض، ص: ۱۳۳)

**فائدہ:** یہ دعا اگر اپنے بچوں پر دم کر دیں تو ہر قسم کے شیطانی اثرات اور نظر  
لگ جانے سے حفاظت رہے۔

### سنت نبوی کی قیمت

ایک سنت کو زندہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کا ثواب سوشہید کے

برابر ہے:

((مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ))

(مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰)

اس حدیث کے پیش نظر بخاری شریف کی ایک روایت سے ایک اہم سنت کی  
طرف امت کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے جس پر عمل کرنے سے سوشہید کا  
ثواب ملے گا اور زبان ذاکر ہوگی۔ ہم لوگ سفر میں بلندیوں پر چڑھتے اور  
اترتے ہیں مگر خاموشی کے ساتھ۔ لیکن اگر ہم تھوڑی سی فکر کر کے اوپر چڑھتے



وقت اللہ اکبر اور نیچے اترتے وقت سبحان اللہ پڑھ لیا کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت زندہ ہو جائے گی اور مفت کا ثواب کثیر ہاتھ لگے گا۔

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

((وَعَنْ جَابِرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا))

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب التسیح اذا هبط واديا)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شام کے آخری صحابی ہیں ان کے انتقال کے بعد شام صحابہ رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے تو بلندی پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہتے تھے اور نیچے پستی کی جانب اترتے ہوئے سبحان اللہ پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** بلندی شان ہے اللہ تعالیٰ کی اس لیے بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کی تعلیم دی گئی۔ اور نیچا ہونا اللہ کی شان کے خلاف ہے اس لیے نیچے اترتے ہوئے عیب سے پاکی کی تعلیم یعنی سبحان اللہ کہنے کی تعلیم دی گئی۔

اگر امت مسلمہ اس سنت پر عمل کرنے تو دن میں بار بار ذکر کی توفیق

ہو جائے گی۔

اسی طرح بخاری شریف میں جو تاپہننے کی سنت بیان فرماں گئی ہے کہ جو تاپہننے وقت پہلے داہنے پیر میں پہنے اور اتارتے وقت پہلے بائیں پیر سے اتارے اور یہی سنت کرتا پاجامہ پہننے کی بھی ہے ان سنتوں پر ہر مسلمان کو ہر وقت عمل کا موقع مل سکتا ہے اور بار بار سنتوں پر عمل کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی ہے اور بندہ جلد محبوب ہو جاتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محبوب ہیں کہ ان کی اتباع کرنے والوں کو بھی قرآن میں محبوب بنا لینے کا وعدہ ہے "فَاتَّبِعُونِي يُحِبُّكُمْ اللَّهُ" (الآیة)

**نوٹ:** احقر کا ایک کتابچہ "پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں" ہے اس پر عمل



کرنے سے سنت کی زندگی نصیب ہو سکتی ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا  
عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

خصوصیاتِ اُمّتِ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

باب دوم

خصوصیت نمبر ۱: جماعت کی نماز

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہ تھا اور وہ لوگ الگ الگ نماز پڑھتے تھے، جماعت مشروع نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اندر رکوع کو فرض فرمایا اور جماعت کی نماز کی نعمت بخشی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وَاذْكُرُوا مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ اٰمِيْ صَلُّوْا مَعَ الْمُصَلِّيْنَ وَعَبَّرْ بِالرُّكُوْعِ عَنِ الصَّلَاةِ اِحْتِرَازًا عَنِ صَلَاةِ الْيَهُودِ، فَاِنَّهَا لَا رُكُوْعَ فِيْهَا، وَاِنَّمَا قَيْدٌ ذٰلِكَ بِكُوْنِهِ مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ، لِاَنَّ الْيَهُودَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ وَّحْدَانًا فَاْمُرُوْا بِالصَّلَاةِ جَمَاعَةً))

(روح المعانی، ج: ۱، ص: ۲۴۷)

رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ یعنی نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ۔ اور رکوع سے تعبیر کیا نماز کو تا کہ یہودیوں کی نماز سے احتراز ہو جائے کیونکہ ان کی نماز میں رکوع نہ تھا اور مع الراکعین کی قید اس لیے لگائی کہ یہود تنہا تنہا نماز پڑھتے تھے، پس نماز باجماعت کا حکم دیا گیا۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جماعت کی نماز اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ کسی امت کو یہ دولت



نہیں دی گئی۔ ”وَالْجَمَاعَةُ مِنْ خَصَائِصِ الدِّينِ؛ فَإِنَّهَا لَمْ تَكُنْ مَشْرُوعَةً  
فِي دِينٍ مِّنَ الْأَدْيَانِ“ (فتح القدير، جلد: ۱، صفحہ: ۳۴۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((الْجَمَاعَةُ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى لَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ))

(فتح القدير، ج: ۱، ص: ۳۴۵)

ترجمہ: نماز سنن ہدی سے ہے تارک جماعت بدون عذر صرف منافق ہی  
ہو سکتا ہے۔

خصوصیت نمبر ۲: الاسترجاع

دوسری نعمت جو اس امت کو خاص طور پر دی گئی ہے وہ مصائب پر ”إِنَّا  
لِللَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ کی ہے۔ اس کو پڑھنے کا نام شریعت میں استرجاع  
ہے۔ ”الْإِسْتِرْجَاعُ مِنْ خَوَاصِّ هَذِهِ الْأُمَّةِ“ (روح المعانی، جلد: ۲، صفحہ: ۲۳)

مصائب پر ”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھنے کے متعلق علامہ  
آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں روایت نقل فرماتے ہیں:

((أُعْطِيَتْ أُمَّتِي شَيْئًا لَمْ يُعْطَهُ أَحَدٌ مِّنَ الْأُمَمِ أَنْ تَقُولَ عِنْدَ الْبُصِيْبَةِ  
”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“))

اور ایک روایت میں ہے:

((أُعْطِيَتْ هَذِهِ الْأُمَّةُ عِنْدَ الْبُصِيْبَةِ شَيْئًا لَمْ تُعْطَهُ الْأَنْبِيَاءُ قَبْلَهُمْ  
”إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ وَلَوْ أُعْطِيَتْهَا الْأَنْبِيَاءُ قَبْلَهُمْ لَأُعْطِيَتْهَا يَعْقُوبُ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ - إِذْ يَقُولُ ”يَا أَسْفَا عَلَى يَوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ“))

(روح المعانی، ج: ۲، ص: ۲۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو ایک نعمت ایسی دی گئی ہے کہ کسی کو بھی اس سے



پہلی اُمتوں کو نہیں دی گئی۔ وہ یہ کہ تم کہو مصیبت کے وقت ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ اور ایک روایت میں ہے کہ اس اُمت کو مصیبت کے وقت ایک ایسی نعمت دی گئی ہے جو اس اُمت سے قبل کسی نبی کو بھی نہیں دی گئی وہ نعمت ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ ہے۔ اور اگر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو یہ نعمت دی جاتی تو حضرت یعقوب علیہم السلام کو یہ نعمت دی جاتی اور وہ ”يَا آسَفِي عَلِيٰ يُّوسُفَ“ نہ فرماتے یعنی ”يَا آسَفِي عَلِيٰ يُّوسُفَ“ کی جگہ ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھتے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور روایت کے پیش نظر تحریر فرماتے ہیں کہ سنت استرجاع اس طرح سے مکمل ہوتی ہے جب ان کلمات کو بھی ادا کرے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جو شخص مصیبت کے وقت ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَاخْلُفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا“ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس نقصان کا نعم البدل عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ میں نے اپنے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال پر یہ دعا پڑھی تو حق تعالیٰ نے میرا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

((مَنْ اسْتَرْجَعَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ جَبَرَ اللَّهُ تَعَالَى مُصِيبَتَهُ، وَأَحْسَنَ عُقْبَاهُ، وَجَعَلَ لَهُ خَلْفًا صَالِحًا يَّرْضَاهُ))

(روح المعانی، ج: ۲، ص: ۲۴)

جو شخص کسی تکلیف اور مصیبت پر ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھے گا حق تعالیٰ اُس کے اس نقصان کی تلافی فرمائیں گے اور اس کے انجام کو بہتر فرمائیں گے اور اس کو نعم البدل ایسا عطا فرمائیں گے جس سے وہ راضی ہو جاوے گا۔ یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کانٹا چھینے پر، مچھر کے کاٹنے پر،



جوتے کا تسمہ ٹوٹے پر اور چراغ بجھنے پر بھی پڑھا ہے۔ جیسا کہ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل فرمائی اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے ”حَتَّىٰ لَدُغِ الشُّوْكَةِ وَلَسُجِّ البَعُوْضَةِ وَاِنْقِطَاعِ الشَّسَعِ وَاِنْفِطَاءِ البِصْبَاحِ وَقَدْ اسْتَرْجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ ذَالِكَ وَقَالَ : كُلُّ مَا يُؤْذِي الْبُؤْمَانَ فَهُوَ مُصِيبَةٌ لَهُ وَأَجْرٌ“ ہر اذیت والی چیز مؤمن کے لیے مصیبت ہے اور اس کے لیے اجر ہے۔

### خصوصیت نمبر ۳

”رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا“ کی تفسیر میں آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِصْرًا سے مراد تکالیف شاقہ ہیں۔ سابقہ امم پر جو تکالیف شاقہ تھیں انہیں سے پناہ مانگی گئی ہے۔ مِنْ قَبْلِنَا سے صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ سابقہ اُمتوں کی تکالیف شاقہ سے مراد ”وَهُوَ مَا كَلَّفَهُ بَنُو إِسْرَائِيلَ مِنْ قَتْلِ النَّفْسِ فِي التَّوْبَةِ أَوْ فِي الْقِصَاصِ لِأَنَّهُ كَانَ لَا يَجُوزُ غَيْرُهَا فِي شَرِيْعَتِهِمْ وَقَطَعَ مَوْضِعَ النَّجَاسَةِ مِنَ الثِّيَابِ وَمَحْوِهَا وَقَيْلٍ مِنَ الْبَدَنِ وَصَرْفِ رُبْعِ الْبَالِ فِي الزَّكَاةِ“

(روح المعانی، جلد: ۳، صفحہ: ۷۰)

**فائدہ:** اس اُمت کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ بنو اسرائیل پر جو تکالیف شاقہ کے احکام تھے وہ اس اُمت سے اٹھالیے گئے اور وہ تکالیف شاقہ یہ ہیں:

- (۱) ... قصاص اور توبہ کے لیے قتل نفس ضروری تھا۔
- (۲) ... نجاست کی جگہ پاک کرنے کے لیے لباس یا بدن کو کاٹنا پڑتا تھا۔
- (۳) ... مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ دینا فرض تھا۔

جبکہ اس اُمت سے قصاص معاف کیا جاسکتا ہے یا قتل کی جگہ دیت دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح نجاست کو پانی سے دھو دیا جاتا ہے۔ کپڑا یا بدن کو قطع کرنا نہیں پڑتا اور زکوٰۃ صرف ڈھائی فیصد ہے۔



## حضور ﷺ اور آپ کی امت کی مزید پانچ خصوصیات

مسئلہ تیمم میں علامہ شامی بن عابدین رحمۃ اللہ علیہ شامی، جلد: ۱، صفحہ: ۱۶۸ پر بخاری و مسلم کی روایت سے نقل کرتے ہیں:

((أُعْطِيَتْ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ وَفِي رِوَايَةٍ: وَلَا أُمَّتِي مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيْمَارَ جُلٍّ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتُهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيَتْ الشَّفَاعَةُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً))

(رواه الشيخان وغيرهما وقال السيوطي: انه متواتر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو پانچ نعمتوں سے نوازا گیا ہے جن سے کسی نبی کو نہیں نوازا گیا۔

(۱) ... ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب پہنچتا ہے۔ حق تعالیٰ نے میری نصرت اس رعب سے فرمائی ہے۔

(۲) ... میرے لیے اور بعض روایات میں ہے کہ میری امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پوری زمین کو مسجد بنا دیا ہے اور پوری زمین کو تیمم کے لیے یعنی وضو کا نائب بنا دیا ہے۔ سابقہ امتوں کے لیے خاص جگہ عبادت مقرر ہوتی تھی اور تیمم کسی امت کے لیے جائز نہ تھا۔ یہ قانون صرف اس امت کے لیے خاص ہے اور ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت اس امت کے لیے خاص ہے۔ تمام روئے زمین کو سجدہ گاہ اس امت کے لیے بنا دیا گیا۔

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے

روئے زمیں کو کوچہ جاناں کیے ہوئے



(۳) ... مالِ غنیمت کسی نبی کے لیے حلال نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ کی امت کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔

(۴) ... شفاعتِ کبریٰ کا حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔

(۵) ... ہر نبی اپنی قوم کے لیے بھیجے جاتے تھے اور مجھے تمام کائنات کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (الحدیث)

علمِ نحو سے صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت پر عجیب استدلال

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ برکت فی العمر کے لیے یہ دعا پڑھتے تھے: "اللَّهُمَّ اجْعَلْ عُمْرِي مِائَةً وَعِشْرِينَ سَنَةً، وَاجْعَلْنِي مَحْبُوبًا فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ"

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے "مِائَةً وَعِشْرِينَ سَنَةً" کی ترکیبِ نحو سے ایک عظیم الشان مسئلہ تصوف ہاتھ لگا۔ فنِ نحو کا قاعدہ ہے کہ عشرين کی تمیز مفرد منصوب اور مائة کی تمیز مفرد مجرد آتی ہے۔ مذکورہ عبارت میں سنة پر عشرين کا عمل ہوا اور مائة کا عمل نہ ہو سکا جبکہ مائة، عشرين سے پانچ گنا زیادہ طاقت میں ہے۔ یہاں عشرين عامل قریب ہے، اس نے اپنی صحبت کا اثر سنة پر ظاہر کیا اور مائة کو اثر نہ کرنے دیا۔

اسی طرح معاشرہ موجودہ خود خواہ کتنا ہی خراب ہو لیکن ہمارا عامل قریب صالح ہو تو اسی کا اثر ہم پر ظاہر ہوگا اور گمراہ کن عوامل بعیدہ کے شرور اور فتن سے ہم محفوظ رہیں گے۔

لہذا ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اوپر کسی صالح قریب کا سایہ رکھے، اس کی برکت سے مضر بعید سالیوں سے محفوظ رہے گا۔ اگرچہ وہ کتنے ہی قوی ہوں۔



## تاثير صحبت کی دوسری عجیب و غریب مثال

ایک شخص کے پاس مثلاً دس ہزار روپیہ ہیں اور اس پر زکوٰۃ ایک سال گزرنے پر واجب ہوگی۔ جب گیارہ مہینے گزر گئے تو دس ہزار اس کے پاس اور آ گئے۔ ایک مہینہ کے بعد اس شخص پر زکوٰۃ پورے بیس ہزار پر واجب ہوگی اور جس رقم پر ابھی صرف ایک مہینہ گزرا ہے ضابطہ سے اس کو وجوب زکوٰۃ کے لیے گیارہ مہینہ اور گزرنے چاہیے تھا لیکن چونکہ یہ اس رقم کی صحبت یافتہ ہوئی جس پر گیارہ مہینہ کا مجاہدہ گزر چکا ہے اس کی صحبت کی برکت سے ایک ہی مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بعد والی رقم کو پہلی رقم کے مقام میں اس کو تسلیم فرمایا۔ ایک ہی مہینہ میں یہ دوسری رقم بھی رقم سابق کی صحبت کی برکت سے بارگاہِ حق میں وجوب زکوٰۃ کے لیے قبول ہوگئی اور حولان حول کی شرط اس پر باقی نہ رہی۔

اسی طرح جن مشائخ نے بڑے بڑے مجاہدات اٹھا کر بارگاہِ حق میں مقامِ قرب حاصل کیا ہے ان کی صحبت میں انسان رہ کر بہت جلد مقرب بارگاہِ الہی ہو سکتا ہے۔

## اسم ذاتِ حق اور ہماری آہ کا تعلق

اللہ تعالیٰ کے اسم ذات کو جب ہم طویل سانس کھینچ کر لیں تو اس اسم ذات میں ہماری آہ بھی شامل محسوس ہوگی۔ اس سے یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا حقیقی خالق و مالک صرف اللہ ہے جس نے اپنے بندوں کی آہ کو اپنے نام پاک میں شامل کر رکھا ہے جبکہ دوسرے باطل خداؤں کے نام میں ہماری آہ شامل نہیں ہے۔ جیسے نمرود، شداد، فرعون پس جو ہماری آہ کا خریدار نہیں وہ ہمارا خدا بھی نہیں۔ احقر کا ایک شعر ہے۔



بر در رحمت چو در بانے نبود  
آہ را در وصل حرمانے نبود  
تَرْجَمًا: چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دروازے پر کوئی دربان نہیں رکھا لہذا ہر  
مظلوم کی آہ براہِ راست اور جلد عرشِ الہی تک پہنچ جاتی ہے۔  
احقر کا ایک دوسرا شعر ہے۔

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لا مکاں  
اے میری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا  
اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں کی فطرت تخلیقیہ میں یہ کیفیت رکھی ہے کہ جب  
غم پہنچتا ہے تو بے ساختہ آہ نکل جاتی ہے اور اسم اللہ کو لمبی سانس کے ساتھ لے  
کر بندہ اپنی آہ کو آغوشِ رحمتِ اسم ذات میں محسوس کر کے کیسی تسلی پاتا ہے۔  
کیسے کریم مالک ہیں کہ اپنے غلاموں کی آہ کو اپنے نام پاک سے گلے  
لگا رکھا ہے۔ یہ خود دلیلِ اعظم ہے کہ ہمارا اصلی مالک اللہ یہ جس نے ہماری آہ کو  
ایسی پذیرائی اور شرفِ قرب عطا فرمایا ہوا ہے۔

احقر نے یہ مضمون نہ کہیں سنا تھا نہ کہیں دیکھا۔ حق تعالیٰ شانہ نے  
ہمارے بزرگوں کی برکت سے یہ مضمون عطا فرمایا جس کو جہاں بھی عرض کیا اہل  
ذوق اور اہل علم کے ہر طبقہ نے وجد اور عجب کیف محسوس کیا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَى  
عَلَىٰ ذَٰلِكَ۔

## شانِ محبوبیتِ باری تعالیٰ کی عجیب و لیل

(الف) {رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ} ج

[سورہ یوسف، آیت: ۳۳]

حضرت یوسف علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! قید خانہ مجھے  
زیادہ محبوب ہے ان اعمال سے جن کی طرف زنانِ مصر مجھے دعوت دے رہی



ہیں۔ یعنی قید خانہ کی تکلیف آپ کی رضا اور قرب کی وجہ سے مجھے عزیز ہے۔  
اس آیت سے حق تعالیٰ کی عظیم الشان محبوبیت ظاہر ہوتی ہے جس کا  
حسن تعبیر یہ ہے کہ جن کی راہ کے قید خانے محبوب ہی نہیں بلکہ محبوب تر ہوتے  
ہیں تو ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے۔

(ب) {وَالِی رَّبِّكَ فَارْغَبْ}

[سورۃ الشرح، آیت: ۸]

ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف رغبت کیجیے۔

اس آیت سے بھی حق تعالیٰ کی شانِ محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا  
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ان کے نام کی لذت نہایت مرغوب چیز ہے۔

(ج) {كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ}

[سورۃ المطففين، آیت: ۱۵]

اس آیت سے اللہ کی عظیم الشان محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد  
فرمانا کہ ہرگز نہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہیں گے۔  
موقعہ سزا میں اپنے دیدار سے محجوب کرنے کا اعلان اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان  
شانِ محبوبیت پر دلالت کرتا ہے۔ دنیا میں کسی سلطانِ وقت نے اپنی مملکت میں  
کسی مجرم کو یہ سزا نہیں دی کیونکہ یہ حاکم محض ہوتے ہیں محبوب نہیں ہوتے۔ اس  
آیت سے رویت باری تعالیٰ کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔

تقویٰ پر فجور کی تقدیم کا سبب

(د) {فَالهَبَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا}

[سورۃ الشمس، آیت: ۸]

ضابطہ سے اچھی چیز کو مقدم کیا جاتا ہے لہذا تقویٰ کو مقدم ہونا چاہیے تھا۔ پھر  
اللہ تعالیٰ نے فجور کو کیوں مقدم فرمایا؟



جواب یہ ہے کہ فحور تقویٰ کا موقوف علیہ ہے، ہر نہی مقتضی ہے، منہی عنہ کے ثبوت کو اور تقویٰ کا حاصل ”وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ“ ہے۔ اگر مادہ فحور نہ ہوتا تو تقویٰ کا وجود بھی نہ ہوتا، جیسے کوئی شخص کہے کہ میرا قلم مت دیکھو اور اس کے پاس قلم ہی نہ ہو تو اس کا کلام لغو ہو جائے گا۔ اسی طرح تقاضائے شہوت اور مادہ فحور ضروری تھا جس پر عمل نہ کر کے انسان متقی بنتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ مادرزاد عنین ولایت خاصہ سے مشرف نہیں ہو سکتا۔

### نمازِ عیدین کے راستوں کو بدلنے کے اسرار

((عَنْ جَابِرٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - كَانَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۱۲۶)

”خَالَفَ الطَّرِيقَ أَيْ رَجَعَ فِي غَيْرِ طَرِيقِ الْخُرُوجِ“ (مرقاۃ المفاتیح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عید گاہ کو جس راستے سے تشریف لے جاتے تو واپسی پر دوسرے راستے سے تشریف لاتے۔ مرقاۃ، جلد: ۳، صفحہ: ۲۹۰ پر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل اسرار اس سنت نبوی کے ارقام فرمائے ہیں:

(۱) ... دونوں راستوں کے بسنے والوں کو صلحاء کی ملاقات اور دیدار کے برکات ملیں گے۔

(۲) ... دونوں راستوں کے لوگوں کو مسائل معلوم کرنے کے لیے موقع ملے گا۔

(۳) ... ذکر اللہ کی اشاعت ہوگی۔

(۴) ... کفار کے کید سے تحفظ اور احترام ہوگا۔ یعنی دوسرے راستے پر اجتماع

کفار اور ان کی سازش کا خاتمہ ہوگا۔

(۵) ... دو راستوں میں جو داہنی طرف ہوگا اس کو اختیار کرنے سے ”الْأَيْمَنُ“



فَالْأَيْمَنُ كِي سَنَتِ اءَا هُو كِي ۔

(۶) ... طویل راسۛے كے انۛخاب سے ثواب اءءام میں اءضافہ ہوگا اور واپسی پر مختصر راسۛے كے انۛخاب سے جلد گھر پر واپسی كی سَنَتِ اءَا هُو كِي ۔

(۷) ... دونوں راسۛوں كے فقراء پر صدقہ كرنا آسان ہوگا۔ ”لِيَتَّصَّدَقَ عَلٰى فُقَرَاءِ الطَّرِيقِيْنَ“

(۸) ... خیر پر گواہوں كے لیے دور اسۛے ۔ ”تَعَدُّ الشَّوَاهِدِ عَلٰى الْخَيْرِ“ كا سبب ہوگا۔

(۹) ... دونوں راسۛوں كے قبرستانوں كی زیارت اور ایصالِ ثواب كا موقع ملے گا۔

(۱۰) ... منافقین كو دور اسۛوں سے مسلمانوں كی شاندار نقل وحرکت باعثِ غیظِ علی الغیظ ہوگی۔

(۱۱) ... ”التَّفَاؤُلُ بِتَغْيْرِ الْحَالِ“

(۱۲) ... دور اسۛوں سے ازدحام كی كثرۛے كی كلفت سے نجات ہوگی۔

(۱۳) ... دور اسۛوں سے طبیعت میں نشاط اور سرور كا اءضافہ ہوگا۔

خوفِ اسۛدراج سے اسۛدراج نہیں ہوتا

حقِ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{سَنَسۛتَدِرۛ جُهۛمۛ مِّنۛ حَیۛثُ لَا یَعۛلۛمۛونَ}٥

[سورۛة الاعراف، آیت: ۱۸۲]

تَرۛجَمۛمًا: ہم ان كو اس طرح ڈھیل دے رہے ہیں كہ ان كو اس كا علم بھی نہیں ہوتا۔

آیت مذکورہ دلالت كرتی ہے كہ حقِ تعالیٰ جس كو اسۛدراج میں مبتلا

فرماتے ہیں اس كو اسۛدراج كا خوف اور اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔

اب یہ مسۛلہ حل ہو گیا كہ بعض اكابر كو اپنے ساتھ رجوعِ خلق كا ہجوم



دیکھ کر خوفِ استدراج کا ہوا ہے لہذا ان کا یہ خوف ہی دلیل ہے کہ ان کو استدراج نہیں ہے جو مستدرج ہوتا ہے وہ استدراج سے بے خوف ہوتا ہے۔ جیسا کہ کافر کو اپنے کفر کے بارے میں صدمہ یا خوف نہیں ہوتا ہے۔ پس مؤمن کو وسوسہ کفر پر صدمہ ہونا دلیل ہے کہ یہ مؤمن کامل ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ”ذَٰلِكَ صَرِيحُ الْإِيْمَانِ“ فرمایا گیا ہے۔

”مَنْ رَأَى فَقْدَرَانِي“ سے کوئی صحابی نہیں بن سکتا

مولانا عزیز گل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کیا کہ حدیث میں ہے ”مَنْ رَأَى فَقْدَرَانِي“ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے والا صحابی بن سکتا ہے۔ فرمایا: ہاں! مگر خوابی صحابی بنے گا۔

علمی استعداد کے لیے مجرب تدبیر

(۱) اہتمام مطالعہ (۲) درس کو غور سے سننا (۳) تکرار۔ یہ تین کام طالب علم کو قابل بناتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مطالعہ کی حقیقت ”تَمْيِيزُ الْبَعْلُوْمِ عَنِ الْبَجْهَوْلِ“ ہے۔

غم مجاہدہ قرب حق تعالیٰ کا ذریعہ ہے

احقر کا شعر ہے۔

گرا کے بجلی میرا نشین جلا کے اپنا بنا لیا ہے

غموں کے پھولوں سے میرے دل کو برائے مسکن سجا لیا ہے

حسنِ فانی پر عشق کا جنازہ۔

میں نے جن کو سجن بنایا تھا

جن کو میں نے بھجن سنایا تھا



میر ان کے سفید بالوں تھے  
عشق کا میرے کفن بنایا تھا

مفت دینی خدمت کرنا اہل حق ہونے کی دلیل نہیں  
حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{ اَتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ }<sup>۰</sup>

[سورہ نسیں، آیت: ۲۱]

تَرْجَمًا: اتباع کرو ان لوگوں کی جو تم کو ہدایت کر کے اس پر اجرت نہیں مانگتے۔  
تو آج کل امریکا والے عیسائی مذہب پھیلانے کے لیے کوئی اجرت  
نہیں مانگتے بلکہ رضائیاں، کسبل، دودھ کے ڈبے بھی غریبوں میں مفت تقسیم  
کرتے ہیں۔ تو کیا ان کی اتباع اس آیت سے لازم آتی ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ  
یہ آیت مطلق نہیں ہے بلکہ مقید ہے۔ آگے ارشاد ہے ”وَهُمْ مُهْتَدُونَ“ دزآں  
حالیکہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہوں۔ حال، ذوالحال کے لیے بمنزلہ قید ہوتا ہے۔

علماء پر دین کی جاگیر داری کا باطل الزام  
کیا اناڑی اور جہلاء کو یہ حق حاصل ہے کہ ایم بی بی ایس ڈگری والے  
ڈاکٹروں کو ڈاکٹری کی جاگیر داری کا الزام لگائیں۔ اسی طرح پروفیسروں،  
وکیلوں اور انجینئروں کو بھی قیاس کر لیں۔ پس علم دین کے ماہروں کو بھی یہ الزام  
باطل ہے۔

استقامت اور حسن خاتمہ کے لیے نو مدلل نسخے

حسن خاتمہ کا نسخہ نمبر ۱

ہر فرض نماز کے بعد الحاح سے یہ دعا پڑھنا:



رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

[سورۃ آل عمران، آیت: ۸]

**ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن:** اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجیے بعد اس کے کہ آپ ہم کو حق کی طرف ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت خاصہ عطا فرمادیجیے (اور وہ رحمت یہ ہے کہ راہِ مستقیم پر ہم قائم رہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت اور حسنِ خاتمہ کی درخواست کا بندوں کے لیے سرکاری مضمون نازل فرمایا ہے اور جب شاہِ خود در خواست کا مضمون عطا فرمائے تو اس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے لہذا اس دعا کی برکت سے استقامت اور حسنِ خاتمہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور عطا ہوگا۔

تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے متعلق کچھ اہم نکتے تحریر کیے جا رہے ہیں جس کے پیش نظر اس دعا کا لطف کچھ اور ہی محسوس ہوگا۔

یہاں رحمت سے مراد استقامت علی الدین ہے۔ "قَالَ الْأَلُوْسِيُّ السَّيِّدُ مُحَمَّدُ الْبَغْدَادِيُّ فِي الرُّوحِ: الْمُرَادُ بِهَذِهِ الرَّحْمَةِ التَّوْفِيقُ لِلْإِسْتِقَامَةِ عَلَى طَرِيقِ الْحَقِّ۔"

اور وَهَبُ کے بعد لَنَا اور مِنْ لَدُنْكَ دو متعلقات نازل فرما کر اصل مطلوب خاص یعنی نعمت استقامت الْبُعْبُورُ بِالرَّحْمَةِ کا کچھ فاصلہ کر دیا۔ تَشْوِيقًا لِلْعِبَادِ تاکہ بندوں کے شوق میں اضافہ ہو۔

جیسے باپ چھوٹے بچے کو لڈو دکھا کر ہاتھ کچھ اوپر کر لیتا ہے تو بچہ شوق سے کودنے لگتا ہے۔ یہ قدر نعمت کا لطیف عنوان ہے۔ (کذافی الروح)

لفظ ہبہ سے کیوں تعبیر فرمایا؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ بات یہ ہے کہ حسنِ خاتمہ اور استقامت علی الدین دونوں نعمتیں مترادف ہیں اور لازم و ملزوم



ہیں۔ پس یہ دو عظیم الشان نعمتیں جن کی برکت سے جہنم سے نجات اور دائمی جنت عطا ہو جاوے یہ ہماری محدود زندگی کے ریاضات کا صلہ ہرگز نہیں ہو سکتی تھیں، اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں کو اس اہم حقیقت سے مطلع فرمادیا کہ خبردار! اپنے کسی عمل کے معاوضہ کا تصور بھی نہ کرنا۔

یہ استقامت جس کو حسن خاتمہ لازم ہے یہ وہ عظیم اور غیر محدود دولت ہے جو دخولِ جنت کا سبب ہے جس کا تم کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتے کیونکہ مثلاً اسی برس کے نماز روزوں سے اسی برس کی جنت ملنے کا قانون اور ضابطہ سے جواز ہو سکتا تھا، لیکن ہمیشہ کے لیے غیر فانی حیات کے ساتھ جنت کا عطا ہونا اور محدود عمل پر غیر محدود اجر و انعام صرف حق رابطہ اور عطائے حق ہے۔ پس لفظ ہبہ سے درخواست کرو کیونکہ ہبہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور ہبہ میں واہب اپنے غیر متناہی کرم سے جو چاہے دیدے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اسی نکتہ کو بیان فرماتے ہیں: ”وَفِي اخْتِيَارِ صِيغَةِ الْهَبَةِ اِيْمَاءٌ اَنَّ هَذِهِ الرَّحْمَةَ اَيُّ ذَالِكِ التَّوْفِيقِ لِلِاسْتِقَامَةِ عَلَى الْحَقِّ تَفْضُلٌ مَحْضٌ بِدُونِ شَائِبَةٍ وُجُوبٍ عَلَيْهِ تَعَالَى شَانُهُ“ اور صیغہ ہبہ سے تعبیر میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمادیا کہ اس رحمت سے مراد وہ توفیق حق ہے جس کی برکت سے بندہ دین پر قائم رہتا ہے اور جو کہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ان کا کرم ہے جس کو عطا فرمائیں۔ (روح المعانی)

”اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ“ یہ معرض تعلیل میں ہے کہ تم کو ہم سے ہبہ مانگنے کا کیا حق ہے اور کیوں حق ہے کیونکہ ہم بہت بڑے داتا اور بخشش کرنے والے ہیں۔ ”قَالَ الْعَلَّامَةُ الْاَلُوسِيُّ رَحِمَهُ اللهُ ”اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ“ اَيُّ لِاَنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ“ ہے۔ (تفسیر روح المعانی، پارہ: ۳، صفحہ: ۹۱)



## حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۲

حسنِ خاتمہ کے لیے کثرت سے پڑھیں:

(يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۲۱۶)

تَرْجَمًا: اے زندہ حقیقی کہ جس کی برکت سے تمام کائنات قائم ہے اور ہر ذرہ کائنات کا بقاء جس کے فیض پر منحصر ہے آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔

يَا حَيُّ: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے انسان نفس کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

”أَزَلًا أَبَدًا وَحَيَاةُ كُلِّ شَيْءٍ بِهِ مُؤَبَّدًا“ حی کے معنی ہیں جو ازل سے ابد تک

حی ہو اور ہر شے کی حیات اس سے قائم ہو۔ حی اور قیوم میں اسمِ اعظم کا اثر ہے۔

يَا قَيُّوْمُ: اُمّی قائم بذاتہ و یَقْوِمُ غَيْرُهُ بِقُدْرَتِهِ، قیوم وہ ہے جو اپنی ذات

سے قائم ہو اور تمام کائنات کو اپنی قدرت غالبہ کاملہ سے قائم رکھنے والا ہو۔

أَسْتَغِيْثُ: اُمّی اَطْلُبُ الْإِعَاثَةَ وَأَسْأَلُ الْإِعَاثَةَ، طلب کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے

فریاد رسی کو اور اس کی اعانت کو۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۲۲۱)

”يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ“ کا ورد استقامت اور حسنِ خاتمہ

کے لیے اور ہر بلا اور غم سے نجات کے لیے اکسیر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم اور صدمہ اور کرب و اضطراب

لاحق ہوتا تھا تو آپ اس ورد کو کثرت سے پڑھتے تھے۔

## پوری عبارت مستن حدیث:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - كَانَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

إِذَا كَرِبَهُ أَمْرٌ يَقُولُ: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۲۱۶)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ایک لمحہ بھی انسان نفس کے شر سے محفوظ



نہیں رہ سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ط}

[سورہ یوسف، آیت: ۵۳]

**ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن:** نفس تو ہر ایک کا بُری بات بتلاتا ہے بجز اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔ جیسا کہ انبیاء کے نفوس مطمئنہ ہوتے ہیں جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نفس بھی داخل ہے۔ خلاصہ یہ کہ میری عصمت میرا ذاتی کمال نہیں بلکہ رحمت و عنایت الہیہ کا اثر ہے۔

**أَمَّارَةٌ:** کَثِيرَةٌ الْأَمْرِ (لِلْبَبِّ الْغَةِ) یہاں الف لام ”عَلَى السُّوءِ لِلْجَنِّسِ“ ہے۔ پس قیامت تک کے معاصی کے تمام انواع موجودہ اور مستقبلہ اس لفظ میں شامل ہیں کیونکہ جنس انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتی ہے۔ پس وہ نئے نئے ایجادات و آلاتِ معاصی بھی اس سوء میں شامل ہو گئے جو قیامت تک ایجاد کیے جائیں گے۔

روح المعانی میں ہے کہ مارحم میں ما مصدریہ، ظرفیہ، زمانیہ ہے۔ جس کی تفسیر یہ ہے کہ ”إِلَّا فِي وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّي وَعِصْبَتِهِ“ یعنی نفس ہر وقت بُرائی کی طرف راہ دکھاتا ہے، مگر جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت کے سائے میں رہتا ہے نفس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گر ہزاراں دام باشد بر قدم

چوں تو بامانی نباشد ہیچ غم

**تَرْجَمًا:** اگر ہزاروں گناہ کے جال ہر قدم پر ہوں، مگر اے خدا! آپ کی عنایت کے ہوتے ہوئے کوئی غم نہیں۔

رَحِمَ جو ماضی تھا ما مصدریہ نے اسے مصدر بنا دیا۔ پس علامہ آلوسی

رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی کے مذکورہ مضامین سے معلوم ہوا کہ کسی کا نفس



اگر ایک نفس بھی عصمتِ حق اور رحمتِ حق سے محروم ہو جاوے تو جس سوء میں بھی مبتلا ہو جاوے سب کا خوف ہے۔ (روح المعانی، پارہ: ۱۳، صفحہ: ۲)۔

حسن خاتمہ کا نسخہ نمبر ۳

مسواک کرنا ہے، علامہ شامی بن عابدین رحمۃ اللہ علیہ جلد: ۱، صفحہ: ۸۴ پر رقم طراز ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((صَلَاةٌ بِسَوَاكٍ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ صَلَاةً بِغَيْرِ سَوَاكٍ))

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطہارۃ، باب السواک)

تَرْجَمًا: مسواک کرنے والے وضو سے جو نماز ادا کی جائے گی اس کا ثواب ستر گنا ان نمازوں سے زیادہ ہوگا جو بغیر مسواک والے وضو سے پڑھی جاویں گی۔ سنت مسواک کی برکت سے موت کے وقت کلمہ شہادت یاد آ جاوے گا۔ ”وَمِنْ مَنَافِعِهِ تَذْكَيرُ الشَّهَادَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ۔ رَزَقْنَا اللّٰهَ تَعَالٰی بِمَنْتِهِ وَكَرَمِهِ“ اور مسواک کی سنت کے منافع سے موت کے وقت کلمہ شہادت کا یاد آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرماویں احسان و کرم سے، آمین۔

(شامی، جلد: ۱، صفحہ: ۸۵)

**مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ:** بحوالہ شامی جلد: ۱، صفحہ: ۸۵ بروایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ چھنگلیا (چھوٹی انگلی) کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھا مسواک کے اوپری حصہ کے نیچے رکھے اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے۔

حسن خاتمہ کا نسخہ نمبر ۴

ایمان موجودہ پر شکر کرنا ہے، یعنی ہر روز موجودہ ایمان پر شکر ادا کرنا اور وعدہ ہے کہ:

{لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ}

[سورۃ ابراہیم، آیت: ۷]



تَرْجَمًا: اگر تم لوگ شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں میں ضرور ضرور اضافہ  
کرویں گے۔ پس ایمان پر شکر ایمان کی بقاء بلکہ ترقی کا ذریعہ ہے۔

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۵:

بد نظری سے حفاظت پر حلاوتِ ایمان عطا ہونے کا وعدہ ہے اور  
حلاوتِ ایمان جب دل کو ایک مرتبہ عطا ہو جاوے گی تو پھر کبھی واپس نہ لی  
جاوے گی۔ پس حسنِ خاتمہ کی بشارت اس عمل پر بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((إِنَّ النَّظَرَ سَهْمٌ مِنْ سَهَامِ إِبْلِيسَ مَسْبُومٌ مَنْ تَرَكَهَا فَخَافَتِي أَبَدَلْتُه  
إِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ))

(کنز العمال، ج: ۵، ص: ۳۲۸ و طبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

یہ حدیث قدسی ہے جس کی تعریف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس  
طرح فرمائی ہے:

**تعریف حدیث قدسی:** "هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي يُبَيِّنُهُ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِلَفْظِهِ وَيُنْسِبُهُ إِلَى رَبِّهِ" حدیث قدسی وہ ہے کہ جس کو نبی  
اپنے الفاظ سے بیان کرے اور نسبت اس کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف کرے۔

(مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۹۵)

**ترجمہ حدیث:** تحقیق نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر میں بچھایا ہوا  
ایک تیر ہے جس بندے نے میرے خوف سے اپنی نظر کو (نامحرم لڑکی سے یا  
حسین لڑکے سے) محفوظ رکھا، اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ  
اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ حَلَاوَةَ  
الْإِيْمَانِ إِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ أَبَدًا فِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى بَشَارَةِ حُسْنِ



الخاتمة“ اور یہ حلاوتِ ایمان کبھی واپس نہ ہوگی۔ پس اس عمل پر بھی ایمان پر خاتمہ کی بشارت ثابت ہوگئی۔ یہ دولت حسن خاتمہ آج کل سڑکوں پر تقسیم ہو رہی ہے۔ نظر کی حفاظت کیجیے اور یہ دولت حاصل کر لیجیے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، جلد: ۱، صفحہ: ۷۲)

### حسن خاتمہ کا نسخہ نمبر ۶

اذان کے بعد کی دعا ہی جس کو دعائے وسیلہ بھی کہتے ہیں۔ اذان کے کلمات کا جواب دے دیجیے۔ پھر جب اذان ختم ہو تو آپ درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ پڑھئے:

((اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ، وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ، اِتِّمَمْتُهَا بِمُحَمَّدٍ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْبِعَادَ))

(صحيح البخارى، كتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء)

”اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْبِعَادَ“ یہ آخری جملہ مسند امام بیہقی میں ہے۔

اس دعا پر وعدہ ہے کہ ”حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي“ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو اس دعا کو پڑھے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاوے گی اور جب اس دعا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی تو ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں ”فَفِيهِ اِشَارَةٌ اِلَى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ“ اس میں حسن خاتمہ کی بشارت موجود ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کافر کو نہیں مل سکتی۔

(مرقاۃ، باب الاذان، جلد: ۲، صفحہ: ۱۶۳)

### حسن خاتمہ کا نسخہ نمبر ۷

اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا اور ان سے محبت کرنا صرف اللہ کے لیے۔ بخاری شریف کی دو روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس عمل مذکور سے حسن خاتمہ کا



فیصلہ مقدر ہو جاتا ہے۔

**پہلی روایت:** اہل ذکر یعنی صالحین اور اہل اللہ کی شان میں حدیث وارد ہے کہ ایک شخص مجلس ذکر میں صالحین اور اہل اللہ کے مجمع میں کسی حاجت سے جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ان ذاکرین کی مغفرت کا اعلان فرمایا۔ تو ایک فرشتہ نے کہا کہ یا اللہ! مگر فلاں شخص تو کسی ضرورت سے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا اور وہ خطا کار بھی ہے۔ ارشاد ہوا کہ ”هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْفِي بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ“ یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا، ”وَلَهُ قَدْ غَفَرْتُ“ میں نے اس کو بھی بخش دیا۔

حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ: ”إِنَّ جَلِيْسَهُمْ يَنْدِرُجُ مَعَهُمْ فِي جَمِيْعٍ مَا يَتَفَضَّلُ اللهُ تَعَالَى بِهِ عَلَيْهِمْ إِكْرَامًا لَهُمْ“ تحقیق اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والا انہیں کے ساتھ درج ہو جاتا ہے، تمام ان نعمتوں میں جو ان پر اللہ فضل فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہے (جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی اعلیٰ نعمتیں ان کی خاطر دے دی جاتی ہیں۔) (فتح الباری، جلد: ۱۱، صفحہ: ۲۱۳)

**دوسری روایت:** بخاری و مسلم میں ہے کہ تین خصائص جس میں ہوں گے وہ ان کی برکت سے ایمان کی حلاوت پائے گا:

(۱) ... جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہوں۔

(۲) ... جو کسی بندہ سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے۔

(۳) ... اور جو ایمان عطا ہونے کے بعد کفر میں جانا اتنا ناگوار سمجھے جیسا کہ آگ میں جانے کو۔

ایمان پر خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبت کرنا ایک عظیم



ذریعہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ محبت اللہ والوں ہی کے ساتھ اعلیٰ اور کامل درجہ کی ہوتی ہے۔ پس اس کا کامل نسخہ کسی اللہ والے سے محبت کرنا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة، جلد: ۱، صفحہ: ۷۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایمان کی حلاوت جب ایک مرتبہ عطا ہو جاتی ہے تو کبھی واپس نہیں لی جاتی (یہ شاہی عطیہ ہے، شاہ کریم عطیہ دے کر کبھی واپس نہیں لیا کرتا ہے) پس اللہ والوں کی محبت سے حلاوت ایمانی کا عطا ہونا اور اس پر حسنِ خاتمہ کا عطا ہونا نہایت واضح ہو گیا۔

### اللہ والی محبت کی پانچ شرطیں

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت خالص اللہ والی جب ہوتی ہے کہ: ”لَا يُحِبُّهُ لِغَرَضٍ وَ عَرَضٍ وَ عَوَضٍ وَلَا يَشُوبُ هَحَبَّتَهُ حَظُّ دُنْيَوِيٍّ وَلَا أَمْرٌ بَشَرِيٍّ“ (۱) یہ محبت غرض سے نہ ہو۔ (۲) سامانِ دنیوی مطلوب نہ ہو۔ (۳) معاوضہ مطلوب نہ ہو۔ (۴) دنیوی لطف مطلوب نہ ہو۔ (۵) بشری تقاضا سے پاک ہو۔ (مرقاة المفاتيح، کتاب الایمان، جلد: ۱، صفحہ: ۷۵)

### حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات

- (۱) ... اسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ۔ عبادات میں لذت ملتی ہے۔
- (۲) ... إِيْثَارُهَا عَلَى جَمِيعِ الشَّهَوَاتِ۔ تمام خواہشات پر طاعات کو ترجیح دیتا ہے۔
- (۳) ... تَحْمُلُ الْمَشَاقِّ فِي مَرَضَاتِ اللَّهِ۔ اپنے رب کو راضی کرنے میں ہر تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔
- (۴) ... تَجَرُّعُ الْمَرَارَاتِ فِي الْبُصِيْبَاتِ۔ ہر مصیبت میں صبر و رضا کا گھونٹ پی لیتا ہے۔



(۵) ... الرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ فِي جَمِيعِ الْحَالَاتِ - ہر حال میں اپنے مولیٰ کی قضاء پر راضی رہتا ہے۔ اعتراض اور شکایت نہیں کرتا نہ زبان سے نہ قلب میں۔

(مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۷۴)

وعظ محاسن اسلام میں ہے کہ ہندو آریوں نے جب سارے مسلمانوں کو ہندو مذہب میں لانے کی تحریک چلائی تو وہ لوگ جو اللہ والوں سے تعلق رکھتے تھے ان کو سخت مایوس کرتے تھے۔

چنانچہ کانپور میں ایک موقع پر کسی نے کہا کہ اتنے جوتے سر پر لگاؤں گا اگر تم نے اسلام کے خلاف کوئی بات کی۔ تم لوگ جانتے نہیں ہو کہ ہم مولانا گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مرید ہیں۔

اور دہلی کے آریہ مرکز کے دفتر میں رپورٹ آئی کہ ہمارا اثر ان لوگوں پر بالکل نہیں ہوا جس کسی اللہ والے سے تعلق رکھتے ہیں۔

یک زمانہ صحبۃ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

ترجمہ: ایک زمانہ اولیاء اللہ کی صحبت سو سال کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے، اس لیے کہ ان کی صحبت سے ایسا یقین اور ایمان عطا ہوتا ہے کہ جو مرتے دم تک سلب نہیں ہوتا۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ صحبت اہل اللہ سے قلب میں ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا۔ خواہ فسق و فجور ہو جاوے، مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ مردودیت تک نوبت نہیں پہنچتی، لیکن اس کے برعکس ہزار برس کی عبادت شیطان کو مردود ہونے سے نہ روک سکی۔ یہی معنی ہیں اس شعر کے۔



یک زمانہ صحیحے با اولیا

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دے وہ ہزار سال کی اس عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔

(ملفوظات حسن العزیز، صفحہ: ۱۵، مطبوعہ ملتان)

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۸

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِنَّ الصَّدَقَةَ تُطْفِئُ غَضَبَ

الرَّبِّ، وَتَدْفَعُ مَيِّتَةَ السُّوءِ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۱۶۸)

ترجمہ: صدقہ اللہ تعالیٰ کا غضب ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات میں تحریر

فرمایا ہے کہ بُری موت کے دفع کرنے سے مراد سوء خاتمہ سے حفاظت ہے۔

(حاشیہ مشكاة)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تَدْفَعُ مَيِّتَةَ السُّوءِ أَمْحَى تَمْنَعُ

إِنْزَالُ الْبَكْرُوهِ وَالْبَلَاءِ فِي الْحَالِ، وَتَدْفَعُ سُوءَ الْخَاتِمَةِ فِي الْبَالِ" صدقہ بُری

موت سے حفاظت کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ موجودہ بلاء و ناگوار امور

سے محفوظ رکھنا ہے اور انجام میں سوء خاتمہ کو دفع کرتا ہے یعنی حسنِ خاتمہ کا ذریعہ

ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۲، صفحہ: ۲۰۸)

حسنِ خاتمہ کا نسخہ نمبر ۹

اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنا ہے اور محبت کے اعمال اختیار کرنا ہے اور ان

دونوں کا ذریعہ اہل محبت اللہ والوں سے محبت کرنا ہے۔ حدیث نبوی میں ارشاد ہے:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ))

(جوہر البخاری، ص: ۵۷۲)



تَرْجَمًا: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت کا اور ان اعمال کا جو آپ کی محبت کا ذریعہ بنیں۔

محبتِ حق اور محبتِ اعمال برائے محبتِ حق کے درمیان میں اللہ والوں کی محبت کی درخواست کی گئی ہے جو دونوں کا ذریعہ ہے یعنی اللہ والوں کی محبت سبب ہوگا ان کی صحبت اور مجالست کا اور یہ سبب ہوگا محبتِ حق اور اعمالِ صالحہ کا۔

اہلِ محبت سوءِ خاتمہ سے محفوظ ہوں گے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! جو تم میں سے مرتد ہوگا دینِ اسلام سے تو اللہ تعالیٰ جلد ایسی قوم پیدا فرمائیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ اپنی محبت کی تقدیم میں اشارہ فرما دیا گیا کہ تمہاری محبت اصل نہیں ہماری محبت کا عکس اور ظل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارتداد کے مجرمین کے مقابلہ میں اہلِ محبت کو بیان فرمانا واضح دلیل ہے کہ یہ ارتداد سے محفوظ ہوں گے۔ پھر اہلِ محبت کی تین علامات بیان فرمائیں:

(۱) ... اَذَلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ الْخ، ایمان والوں سے اپنے کو مٹا کر نہایت تواضع سے ملتے ہیں اور کفار پر سخت ہوتے ہیں۔

(۲) ... يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَفُونَ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّا إِيمٍ۔ اللہ کی راہ میں ہر مجاہدہ کو برداشت کرتے ہیں۔

(۳) ... ملامت کرنے والوں کی ملامت سے اندیشہ نہیں کرتے۔ ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فنائیت اور عبدیت کی تعلیم دی ہے کہ محبت کی مذکورہ نعمتیں جن کو عطا ہوں وہ اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ ہمارا فضل سمجھیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن کے



مسائل السلوک میں فرمایا ہے کہ: "فِيَانَّ بَعْضَ الْهُغْتَرِيَيْنِ مِنَ الصُّوْفِيَاءِ  
وَالسَّالِكِيْنَ يَنْسَبُوْنَ كَبَالَاتِهِمْ اِلَىٰ مُجَاهَدَاتِهِمْ وَهَذَا عَيْنُ الْكُفْرَانِ"  
بعض صوفیاء دھوکہ میں مبتلا ہو کر اپنے کمالات کو بجائے فضل حق سمجھنے کے اپنے  
مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور یہ عین ناشکری ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی عظمت  
غیر محدود ہے اور اس کے حقوق غیر محدود ہیں۔ پس ہمارا کوئی مجاہدہ خواہ کتنا ہی  
عظیم الشان ہو وہ محدود اور ناقص ہوگا اور واجب الاستغفار ہوگا اور ناقص پر  
ثمرات کا عطا ہونا عقلاً بھی محض فضل ہے۔

**علم عجیب:** حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سلاطین جب کسی بستی میں داخل  
ہوتے ہیں تو اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ جس کے  
قلب کی بستی میں اپنا نور خاص داخل کرتے ہیں تو اس کے قلب کے تکبر اور عجب  
کے چودھریوں کو فنا کر دیتے ہیں۔ پس تعلق مع اللہ کے لیے فنایت لازم ہے۔  
"إِنَّ الْهَلُوكَ لَخ"

## اصلاحِ نفس اور حصولِ نسبت مع اللہ کی تدابیر

برائے سالکین کرام

(۱) ... اہل اللہ کی صحبت کا اہتمام اور حقوق مصلح یعنی اطلاع، اتباع، اعتماد و  
انقیاد کا التزام۔ کم از کم ہر مہینہ اطلاع کرنا اور ان کے ارشادات پر عمل کرنا۔  
اپنے رہائشی مقام پر بھی صالحین کی مجالست اختیار کرنا۔ مضر اور بُری  
صحبت سے دوری اختیار کرنا بالخصوص محلِ شہوت نوجوانوں اور نامحرم عورتوں سے  
دور رہنے کا سخت اہتمام کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا" یعنی حدودِ  
الہیہ کے قریب بھی مت جاؤ۔ پس جو لوگ حسین نوجوانوں سے اور نامحرم عورتوں



سے لَا تَقْرَبُوا رَتِّے ہیں وہی لَا تَفْعَلُوا رَتِّے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لَا تَقْرَبُوا کالآ ہٹا کر تَقْرَبُوا ہوتے ہیں تو ان کا تقویٰ بھی لا بھی ہو جاتا ہے اور وہ تَفْعَلُوا ہو جاتے ہیں۔

(۲) ... جملہ معاصی سے بچنے کا اہتمام خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔ اگر کوئی شخص دل کی طاقت کے لیے خمیرہ مروارید کھاتا رہے اور ساتھ ہی ساتھ سنکھیا بھی کھاتا رہے تو اس شخص کا جو حال ہوگا وہی اس سالک کا بھی ہوگا جو ذکر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا زہر بھی کھاتا رہتا ہے۔

(۳) ... قصد السبیل، تبلیغ دین، بہشی زیور کا حصہ نمبر سات، روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، مواعظ و ملفوظات حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ۔ (چند صفحات کا ہر روز مطالعہ)

(۴) ... ذکر اللہ کا اہتمام، پانچ تسبیح لا الہ الا اللہ کی اس طرح پڑھیں:

(الف) مربع (آلتی پالٹی) بیٹھیں قبلہ رو با وضو خلوت میں۔

(ب) جب لا الہ کہیں تو ذرا سادا ہنی طرف جھک جائیں اور تصور کریں کہ میری لا الہ ساتوں آسمانوں کو عبور کرتی ہوئی عرشِ اعظم تک پہنچ گئی اور لا الہ کہتے وقت بائیں طرف کو جھک جائیں اور تصور کریں کہ میرے قلب میں عرشِ اعظم سے میری لا الہ انوار لا الہ کو لے کر قلب میں داخل ہو رہی ہے اور آٹھ دس مرتبہ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کلمہ کو پورا کر لیں۔

(۵) ... پانچ تسبیح ذکر اسم ذات اس تصور سے کریں کہ میرے قلب میں بھی زبان ہے اور قلب سے اور ہر بن مومن سے اور ہر ذرہ کائنات سے دشت و دمن اور صحراء و چمن سے چاند و سورج سے ستاروں سے اللہ اللہ نکل رہا ہے۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ بحالت ذکر یہ اشعار پڑھا

کرتے تھے۔



دل میرا ہو جائے اک میدانِ ہو  
 تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو  
 اور میرے تن میں بجائے آب و گل  
 دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل  
 غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر  
 تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

**نوٹ:** ذکر کرتے وقت یہ نیت ہونی چاہیے کہ اس ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبت عطا فرماویں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرے کہ اے اللہ! اپنے نام کی برکت سے میرے دل میں اپنی محبت پیدا فرما دے۔

(۶) ... تین تسبیح درود شریف ”صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ  
 وَبَارَكَ وَسَلَّمَ“

(۷) ... تلاوت قرآن پاک بقدر تحمل۔

**نوٹ:** اگر کسی کا دماغ کمزور اور مذکورہ ذکر کا تحمل نہ ہو سکے تو جتنا تحمل ہو سکے اتنا کرے اور اپنے مصلح کو اطلاع کرے کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہے اور اتنا نہیں ہو سکتا۔  
 (۸) ... ذکر میں ترقی باعتبار کیفیت کے اور تعلق مع اللہ میں قوت اور ترقی کے لیے حسب ذیل مراقبات بھی ضروری ہیں، ذکر اور فکر دونوں سلوک میں ترقی کے لیے ضروری ہیں:

**مراقبہ نمبر (۱):** اَلَمْ يَعْلَم بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى كَيَا بِنْدَهٗ نِهَيَسْ جَانْتَا كَه اللّٰه تَعَالٰى  
 دیکھ رہا ہے۔ (تین منٹ)

**مراقبہ نمبر (۲):** اَللّٰهُ حَاضِرِىَّ، اَللّٰهُ نَاطِرِىَّ، اَللّٰهُ مَعِىَّ (تین منٹ)

**مراقبہ نمبر (۳):** مراقبہ موت و مابعد الموت۔ اس طرح سے کہ میں مر گیا ہوں۔ مجھے نہلایا جا رہا ہے۔ پھر مجھے کفنایا جا رہا ہے۔ پھر میرا جنازہ قبرستان



لے جایا جا رہا ہے۔ پھر مجھے قبر میں لٹایا جا رہا ہے اور تختے لگائے جا رہے ہیں۔ پھر مٹی ڈالی جا رہی ہے۔ اس کے بعد سب لوگ واپس آگئے اور میں تنہا رہ گیا ہوں اور حساب شروع ہو گیا اور میدانِ محشر قائم ہے اور جہنم سامنے ہے اور سوالات ہو رہے ہیں کہ تم نے فلاں فلاں نافرمانی کیوں کی؟ پھر اعلان ہو رہا ہے کہ اے فرشتو! اسے پکڑو اور زنجیروں میں کسو اور جہنم میں ڈال دو۔ یہاں تک پہنچ کر اللہ تعالیٰ سے رونا شروع کر دے۔ استغفار و توبہ کرے۔

**مراقبہ نمبر (۴):** مراقبہ انعاماتِ الہیہ۔ بندے کی معروضات اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرے کہ یا اللہ! مسلمان گھرانے میں پیدا فرما کر ایمان کی دولت بدون سوال و درخواست عطا فرمادی۔ آپ کا بے شمار شکر ہے اور آپ نے زمین آسمان، سورج چاند ستارے، پہاڑ، دریا، حیوانات، نباتات، جمادات ہماری تربیت کے لیے خلق فرمائے۔

ابرو باد و مہہ و خورشید و فلک درکارند  
تاتونا نے بکف آری و بہ غفلت نخوری  
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار  
شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

اور آپ نے صالحین کی وضع قطع نصیب فرمائی۔ عقائد صحیحہ سے اور اہل حق سے اور اہل اللہ کے دامنوں سے وابستہ فرمایا۔ سلیم الاعضاء خلق فرمایا۔ لنگڑا، لولا، اندھا، کانامعذور نہیں بنایا۔ آپ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ گناہوں کی ستاری اور پردہ پوشی فرمائی۔ ہر مصیبت اور ہر معصیت سے حفاظت فرمائی۔ نیک بیوی، اولاد، رزق حلال، رہائش کا مکان، دوست احباب صالح نصیب فرمائے۔ ”اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّكْرُ عَلٰی نِعْمَائِكَ كُلِّهَا“ ہر نعمت پر کہے۔ جہالت کے اندھیروں سے بچایا۔ علم دین کی دولت سے نوازا۔ اے اللہ! قلیل شکر کے



باوجود آپ نے اپنی نعمتوں سے محروم نہیں فرمایا اور قلیل صبر کے باوجود آپ نے ہم کو رسوا نہ فرمایا اور اے اللہ! آپ نے اپنی نافرمانیوں میں ہم کو مشغول دیکھا اور رسوا نہ فرمایا۔

((يَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِهِ شُكْرِي، فَلَمْ يَحْرِمْ نِي، وَيَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ بِلِيَّتِهِ صَبْرِي، فَلَمْ يَخْذُلْنِي، وَيَا مَنْ رَانِي عَلَى الْخَطَايَا، فَلَمْ يَفْضَحْنِي))  
(کنز العمال)

اے اللہ! آپ کے بے شمار انعامات کا ہر ذرہ کائنات کی لسان سے ہم شکر ادا کرتے ہیں اور شکر کا حق ادا نہ کرنے کی تقصیر پر ندامت کے ساتھ استغفار کرتے ہیں۔

## آیت ”وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ“ کی تفسیر

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق نسبت عصیان جائز نہیں، بعض نادان لوگوں کو ”عَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ“ سے شبہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے عصیان صادر ہوا، لیکن یہ جہل عظیم ہے۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عصیان سے آپ کے نسیان کو تعبیر فرمایا ہے بوجہ آپ کے علوشان اور علوم مرتبت بقاعدہ ”حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ“

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ پارہ: ۱۶، صفحہ: ۲۷۵ پر ارقام فرماتے ہیں کہ یہ تعبیر ”يُدُلُّ عَلَى اسْتِعْظَامِ ذَلِكَ مِنْهُ لِعُلُوِّ شَأْنِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ“ اور فرماتے ہیں کہ نسبت عصیان کی اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ جائز نہیں ہے پھر کیسے جائز ہوگی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ۔

نیز اکل شجرہ کا واقعہ قبل عطاء نبوت کا ہے جس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے ”ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ“ پھر ان کو ان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنا لیا۔

نیز یہ عصیان درحقیقت نسیان تھا۔ جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی، پارہ: ۱۶، صفحہ: ۲۷۰ پر ارقام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ارشاد



فرماتے ہیں: ”فَنَسِي وَ لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا أَمِي عَلَى الذَّنْبِ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - أَخْطَأَ، وَ لَمْ يَتَّعَبِدْ“ پس حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے اور ہم نے ان کے اندر کسی قسم کا ارادہ اور عمد گناہ کا نہ پایا۔ (نکرہ تحت النبی فائدہ عموم کا دیتا ہے) یہ محض سہو اور چوک تھا، لیکن بڑوں کی چوک اور سہو کو بھی عظیم سمجھا جاتا ہے، اس لیے آپ کی شانِ عظمت کے اظہار کے لیے نسیان کو عصیان سے تعبیر فرمایا گیا (چونکہ علم الہی میں تھا کہ بعض نادان اس آیت سے مقام نبوت کو اپنے قلم سے مجروح کر کے ”ضَلُّوا وَأَضَلُّوا“ (گمراہ ہوں گے اور گمراہ کریں گے) کے مصداق ہوں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دوسری آیت سے اس عصیان کی تفسیر نسیان سے فرمادی۔

## آیت ”مَعِيشَةً ضَنْكًا“ کی تفسیر

{وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا}

[سورۃ طہ، آیت: ۱۲۳]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کو تلخ زندگی دنیا ہی میں دی جاتی ہے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ غفلت عن الحق سے قلب کا سکون چھن جاتا ہے اور قناعت، زاہد اور توکل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ پس یہ شخص ”شَدِيدُ الْحَرْصِ عَلَى الدُّنْيَا“ ہو جاتا ہے اور ”مُتَهَالِكٌ لِإِزْدِيَادِهَا خَائِفٌ مِّنْ انْتِقَاصِهَا“ یعنی ہر وقت دنیا کی زیادتی کے لیے ہلاک ہوتا رہتا ہے اور دنیا کی کمی سے خوفزدہ رہتا ہے۔ یہی تلخ زندگی ہے۔ (روح المعانی، پارہ: ۱۶، صفحہ: ۲۷۷)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ اگر شہوت کے گناہ میں مبتلا ہے تو اس کو ہر وقت خوف رہتا ہے کہ کسی کو کہیں اطلاع نہ ہو جاوے۔ پس یہ بھی تلخ زندگی ہے اور مَعِيشَةً ضَنْكًا ہے۔







میں اس نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔ (اللہ تعالیٰ کے مقبولین کی کیا شان ہے کہ جس طرف سے گذرتے ہیں رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے)

پھر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ”قُرَّةٌ عَيْنٍ لِّيْ وَ لَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ“ یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو مت قتل کرو۔ ”فَقَالَ لَهَا: يَكُوْنُ لَكَ وَاَمَّا اَنَا فَاِلَّا حَاجَةٌ لِيْ فِيْهِ“ فرعون نے کہا کہ یہ بچہ تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور بہر حال میں پس مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ امام نسائی اور ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

((لَوْ اَقْرَفِرْعَوْنُ بِاَنْ يَّكُوْنَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَّهٗ كَمَا قَالَتْ اَمْرَاۗتُهٗ لَهٰذَا هٗ اَللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ كَمَا هٰذِيْ بِهٖ اَمْرَاۗتُهٗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَمَهُ ذٰلِكَ))

(سنن النسائي، كتاب قصر الصلاة في السفر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر فرعون بھی اقرار کرتا کہ یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جس طرح اس کی بیوی نے کہا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت فرما دیتا۔ جیسا کہ ہدایت کی اس قول کی برکت سے اس کی عورت کو لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس نعمت سے محروم رکھا۔ (روح المعانی، پارہ: ۱۶، صفحہ: ۱۸۹)

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ مقبولین بندوں کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بنانا چاہیے اور زبان سے کہنا بھی چاہیے کہ اس کی برکت سے ہدایت کے دروازے کھلتے ہیں اور اس کے عکس سے وبال کا خطرہ ہوتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ شانہ)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان کرامت

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح نسخہ میں امام احمد بن محمد بن

حنبل ہے۔ یہ مقام بغداد ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ کل

عمر ۷۷ سال کی پائی۔ ان کی کتاب مسند احمد احادیث صحیحہ کا بہترین مجموعہ ہے۔



ایک لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ فقہ حنبلی کے امام ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کی مجالست آخرت کی مجلس ہوتی تھی۔ دنیا کی کوئی بات نہ ہوتی تھی۔

ان کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو نمازوں کے بعد اکثر یہ دعائیں مانگتے ہوئے سنا ”كُنْتُ أَسْمَعُ أَبِي كَثِيرًا يَقُولُ فِي دُبْرِ صَلَاتِهِ: اَللّٰهُمَّ كَبَا صُنْتَ وَجَهِي عَنِ السُّجُودِ لِغَيْرِكَ فَصُنْ وَجَهِي عَنِ الْمَسْئَلَةِ لِغَيْرِكَ“ اے اللہ! جس طرح سے آپ نے ہمارے چہرہ کو دوسروں کو سجدہ کرنے سے محفوظ فرمایا ہے اسی طرح آپ ہمارے چہرے کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے بھی محفوظ فرمائیے۔

قَالَ مَيْبُونُ بْنُ الْأَصْبَغِ: كُنْتُ بِبَغْدَادَ فَسَمِعْتُ ضَجَّةً قُلْتُ مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ يُمْتَحَنُ، فَدَخَلْتُ، فَلَمَّا ضَرَبَ سَوْطًا قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، فَلَمَّا ضَرَبَ الثَّانِي قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، فَلَمَّا ضَرَبَ الثَّلَاثِ قَالَ: الْقُرْآنُ، كَلَامُ اللَّهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، فَلَمَّا ضَرَبَ الرَّابِعِ قَالَ: لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا، فَضَرَبَ تِسْعَةَ وَعِشْرِينَ سَوْطًا وَكَانَتْ تَكَّةُ أَحْمَدَ حَاشِيَةً ثَوْبٍ فَانْقَطَعَتْ فَانزَلَ السِّرَّ وَالْإِلَى عَانَتِهِ فَرَفَى أَحْمَدُ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَحَرَّكَ شَفْتَيْهِ، فَمَا كَانَ بِأَسْرَعٍ مِنْ ارْتِقَاءِ السِّرِّ وَالْإِلَى، وَلَمْ يَنْزِلْ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ بَعْدَ سَبْعَةِ أَيَّامٍ، فَقُلْتُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ رَأَيْتُكَ تُحَرِّكَ شَفْتَيْكَ، فَأَمَى شَيْءٌ قُلْتُ؟ قَالَ: قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي مَلَأْتَ بِهِ الْعَرْشَ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أُنِّي عَلَى الصَّوَابِ فَلَا تَهْتِكْ لِي سِتْرًا۔

میمون بن اصبح فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں تھا۔ اچانک شور کی آواز سنی۔ دریافت کیا کہ یہ کیسا شور و غل ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ آج امام احمد کا امتحان ہو رہا ہے۔



ہورہا ہے عشق کا پھر امتحاں  
آتے ہیں ہر سمت سے تیرو سناں  
حق پرستی کی سزا جو عیاں  
ہے یقیناً سنتِ پیغمبراں

حضرت میمون بن الاصبغ فرماتے ہیں پس میں بھی وہاں داخل ہوا۔ جب پہلا  
کوڑا مارا گیا تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”بِسْمِ اللّٰهِ“ جب دوسرا  
کوڑا مارا گیا تو فرمایا ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ جب تیسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا  
قرآن اللہ کا کلام ہے جو مخلوق نہیں۔

مجھ کو جی بھر کے ستائیں شوق سے  
میں نہ کھولوں گا خلافِ حق زباں

”فَلَمَّا ضُرِبَ الرَّابِعَ قَالَ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا“ جب چوتھا کوڑا  
مارا گیا تو فرمایا ”لَنْ يُصِيبَنَا لٰخ“ یعنی ہم کو ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی، مگر  
وہی جو اللہ نے ہمارے نفع کے لیے لکھ دی ہے۔

ہو خوشی یا درد و غم کی داستاں  
سب میں شامل ان کا ہے لطفِ نہاں  
ان کی مرضی پر مری قربان جاں  
اللہ اللہ میں تھا اس قابل کہاں  
ہے مدد پر جب مکینِ لامکاں  
پھر کریں گے کیا مرے نامہرباں

اس طرح سے کل انتیس کوڑے مارے گئے۔ جس وقت کوڑے لگ  
رہے تھے آپ کے پاجامہ کا ازار بند کپڑے کا تھا جو ٹوٹ گیا۔ ”فَنَزَلَ  
السِّرُّ وَالْإِلَى عَازِنَتِهِ“ پس پاجامہ آپ کے پیڑ و تک اتر گیا اور آپ ڈر گئے کہ  
نیچے گر جائے گا۔ پس آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہونٹوں کو ہلایا۔ پس



پاجامہ بہت تیزی سے اٹھ کر ناف تک پہنچ کر خود بخود بندھ گیا اور گرنے نہیں پایا۔  
 میمون ابن اصبح کہتے ہیں کہ میں سات دن کے بعد ان کی خدمت  
 میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کیا  
 کہہ رہے تھے؟ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! میں آپ  
 سے سوال کرتا ہوں آپ کے اس نام کے صدقہ سے جس سے عرشِ اعظم کو آپ  
 نے بھر دیا ہے۔ ”اللَّهُمَّ أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي مَلَأْتَ بِهِ الْعَرْشَ إِنْ كُنْتُ  
 تَعْلَمُ أُنِّي عَلَى الصَّوَابِ فَلَا تَهْتِكْ لِي سِتْرًا“ اگر آپ جانتے ہیں کہ میں حق  
 پر ہوں تو آپ میرا ستر نہ کھلنے دیجیے۔ پس فوراً دعا قبول ہو گئی۔

احمد بن محمد الکندی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ  
 کو خواب میں دیکھا، میں نے دریافت کیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ  
 فرمایا؟ ”قَالَ غَفَرَنِي“ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے  
 مجھے بخش دیا اور فرمایا ”يَا أَحْمَدُ ضَرَبْتَ فِي“ اے احمد! کیا میرے راستے میں تجھے  
 کوڑے مارے گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں! میرے رب۔ فرمایا یہ  
 میرا چہرہ ہے تو جی بھر کے دیکھ لے۔ میں نے اپنا دیدار تیرے لیے مباح کر دیا۔  
 حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خبر سنی کہ آپ کے کوڑے  
 مارے گئے ہیں تو فرمایا کہ مجھے وہ قمیص بھیج دیجیے جو کوڑے مارنے کے وقت  
 آپ کے جسم پر تھی۔ پس امام احمد نے وہ قمیص بھجوا دی۔ ”فَغَسَلَهُ الشَّافِعِيُّ  
 وَشَرِبَ مَاءً“ پس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قمیص کو دھو کر اس کا پانی پی لیا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”وَهَذَا مِنْ أَجْلِ مَنَاقِبِهِ“  
 یہ ان کے مناقب میں عظیم الشان واقعہ ہے، کیونکہ امام شافعی امام احمد کے استاد  
 تھے جس دن آپ کی وفات ہوئی اور بغداد کی سڑکوں سے آپ کا جنازہ گذر رہا تھا،  
 اس دن بیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہو گئے۔ ”أَسْلَمَ يَوْمَ وَفَاتِهِ عِشْرُونَ أَلْفًا“



عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے  
یہ ہے اللہ والوں کے جنازہ کی شان کہ جسے دیکھ کر اتنے کفار مسلمان ہو گئے  
بدون وعظ کے۔

اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ تفسیرِ زباں رو شکر است

لیک عشق بے زباں روشن تراست

یعنی زبان سے تفسیر اگرچہ رو شکر ہے لیکن عشق بے زبان ہی جو تفسیر کرتا ہے وہ  
روشن تر ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں۔

جل کے اٹھے گانشین سے دھواں

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو سو تیس سال کے

بعد جب آپ کی قبر کے قریب کسی معزز شہری کو اُن کے پہلو میں دفن کیا جا رہا تھا

تو ان کی قبر اچانک کھل گئی۔ ”فَوَجِدَ كَفَنَهُ صَحِيحًا لَمْ يَبَلْ، وَجُثَّتْهُ لَمْ

تَتَغَيَّرُ“ پس آپ کا کفن بالکل صحیح و سالم پا گیا اور آپ کے جسم مبارک میں کسی

قسم کا تغیر نہیں تھا گویا کہ ابھی ابھی دفن کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۲۲)

کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں

جس کے قبضہ میں نہیں سود و زیاں

آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں

گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں

(عرفانِ محبت)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے صالح بیان کرتے ہیں



کہ والد صاحب نے پانچ حج کیے تھے جن میں سے تین پیدل کیے تھے۔  
 امام ابو داؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”كَانَ فَجَالِسَ أَحْمَدَ بْنِ  
 حَنْبَلٍ فَجَالِسَ الْأَخِرَةَ لَا يَذُكُرُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا“ امام احمد بن حنبل  
 رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسیں خالص آخرت کی مجلسیں ہوتی تھیں جن میں دنیا کی کوئی  
 بات نہ ہوتی تھی۔ اصغر گونڈوی نے کیا خوب کہا ہے۔

یہاں تو اک پیغام جنوں پہنچا ہے مستوں کو  
 انہیں سے پوچھے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

### فضیلتِ علم اور علماء

قرآن و حدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

{وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط}

[سورة المجادلة، آیت: ۱۱]

ایمان والوں میں سے جن کو علم دین عطا ہوا ہے ان کے اخروی درجات کو اللہ تعالیٰ  
 بلند کر دے گا۔ (از بیان القرآن)

اس سے قبل ”يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ“ ہے جس کا ترجمہ یہ  
 ہے ”اللہ تعالیٰ اس حکم کی اطاعت سے تم میں ایمان والوں کے درجات کو بلند کر  
 دے گا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں  
 کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور مجلس میں  
 مجمع زیادہ تھا۔ کچھ اہل بدر آئے تو ان کو کہیں جگہ نہ ملی اور نہ اہل مجلس بل کر بیٹھ  
 گئے کہ جگہ کھل جاتی۔ آپ نے جب یہ دیکھا تو بعض آدمیوں کو مجلس سے اٹھنے  
 کے لیے فرما دیا۔ منافقین نے طعن کیا کہ یہ کون سی انصاف کی بات ہے اور آپ  
 نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کر جو اپنے بھائی کے لیے جگہ کھول



دے۔ سو لوگوں نے جگہ کھول دی اس پر آیت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا لِمَا“ نازل ہوئی۔ (رواہ ابن کثیر عن ابن ابی حاتم)

مجموعہ اجزاء روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول آپ نے جگہ کھولنے کے لیے فرمایا ہوگا۔ سو بعضوں نے تو جگہ کھول دی جو کافی نہ ہوئی ہوگی اور بعض نے جگہ نہیں کھولی۔ آپ نے تادیباً یعنی ادب سکھانے کے لیے یا اس قاعدے کے مطابق کہ علم حاصل کرنے میں طلبہ باری باری سے آتے ہیں، جیسا کہ عربی مدارس میں ہوتا ہے ان کو اٹھ جانے کے لیے فرمایا جو کہ منافقین کو ناگوار ہوا۔

”حَتَّىٰ عُرِفَتْ كَرَاهَتُهُ فِي وُجُوهِهِمْ۔“ (کذافی الروح)

حضرت حکیم الامت تحریر فرماتے ہیں کہ اس امر کے امتثال کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ... غیر اہل ایمان جو کسی مصلحت دنیویہ سے مان لیں جیسے منافقین وہ تو بقید منکم کے اس وعدہ سے خارج ہیں۔

(۲) ... دوسرے اہل ایمان غیر اہل علم، ان کے لیے نفس رفع درجات ہے۔

(۳) ... تیسرے اہل ایمان اہل علم چونکہ بوجہ معرفت و علم کے ان کے امتثال کا منشاء زیادہ خشیت اور زیادہ خلوص ہے جس سے عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے، ان کے لیے مزید رفع درجات ہے۔ جیسا کہ آیات مذکورہ میں ذکر اہل ایمان کے بعد اہل علم کا خصوصیت سے الگ تذکرہ کیا گیا حالانکہ یہ اہل ایمان میں شامل تھے۔ اس اسلوب بیان کا نام ”التخصیص بعد التعمیم“ ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اہل علم کی تعظیم ثابت ہوتی ہے اور عام مؤمنین سے اہل علم ایمان والوں کو بذریعہ عطف الگ بیان کرنا ”كَأَنَّهُمْ جِنْسٌ آخَرَ“ گویا کہ یہ لوگ دوسری جنس ہیں۔ اس سے علماء کا عظیم الشان مقام واضح ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ



ارشاد فرماتے ہیں ”مَا خَصَّ اللَّهُ تَعَالَى الْعُلَمَاءَ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ مَا خَصَّهُمْ فِي هَذِهِ الْآيَةِ“ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء کی جو خصوصیت بیان فرمائی ہے ایسی خصوصیت پورے قرآن میں نہیں بیان فرمائی۔

علماء کی فضیلت میں چند احادیث مبارکہ

از: تفسیر روح المعانی

حدیث نمبر ۱:

((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ مَرْفُوعًا: فَضُلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ

الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ))

(سنن الترمذی و سنن ابی داؤد)

ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت چودھویں کی رات میں تمام ستاروں پر ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۲:

((عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَنْ جَاءَهُ

الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُجِيبَ بِهِ الْإِسْلَامَ

فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ))

(سنن الدارمی)

ترجمہ: طالب علمی کی حالت میں جس کو موت آ جائے اور اس طالب علم کا مقصد اسلام کو زندہ کرنا ہو تو اس عالم اور انبیاء کے درمیان ایک درجہ ہے۔ یعنی انبیاء کے مقام اور اس کے مقام میں ایک درجہ کا فصل ہے۔

حدیث نمبر ۳:

((قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَ الْعَالِمِ وَالْعَابِدِ مِائَةٌ دَرَجَةٍ بَيْنَ كُلِّ



دَرَجَتَيْنِ حُضْرُ الْجَوَادِ الْبُضْبِرِ سَبْعِينَ سَنَةً))

(سنن الدارمی)

ترجمہ: عالم اور عابد کے درمیان سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان میں اتنا فاصلہ ہے کہ جس فاصلہ کو تیز رو تھمیر کیا ہوا گھوڑا ستر سال میں طے کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۴:

((وَقَالَ: -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةً،

أَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ))

(سنن الدارمی)

ترجمہ: قیامت کے دن تین قسم کے حضرات شفاعت کریں گے (۱) انبیاء

(۲) علماء (۳) شہداء

حدیث نمبر ۵:

((وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- خَيْرَ سُلَيْمَانَ -عَلَيْهِ السَّلَامُ- بَيْنَ

الْعِلْمِ وَالْمُلْكِ وَالْمَالِ، فَاخْتَارَ الْعِلْمَ، فَأَعْطَاهُ اللهُ تَعَالَى

الْمُلْكَ وَالْمَالِ تَبَعًا لَهُ))

(سنن الدارمی)

ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا گیا علم اور ملک اور مال کے

درمیان۔ پس آپ نے علم کو اختیار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس اخلاص کی برکت سے

آپ کو علم بھی عطا فرمایا اور علم کی بدولت ملک اور مال بھی عطا فرمایا۔

حدیث نمبر ۶:

((عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ: -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ- يَجْبَحُ اللهُ الْعُلَمَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُولُ: إِنِّي لَمْ أَجْعَلْ حِكْمَتِي فِي

قُلُوبِكُمْ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ بِكُمْ الْخَيْرَ أَذْهَبُوا إِلَى الْجَنَّةِ،



فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ عَلَى مَا كَانَ مِنْكُمْ))

(مسند أبی حنیفہ رحمۃ اللہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کو جمع فرمائیں گے اور فرمائیں گے کہ میں نے تمہارے قلوب میں علم و حکمت نہیں رکھی تھی، مگر اس لیے کہ میں تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھتا تھا۔ پس جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ اور میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا جو تم سے صادر ہوئے تھے۔

بعض مفسرین نے آیت مذکورہ کے متعلق یہ تفسیر بھی کی ہے: ”يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الَّذِينَ لَمْ يُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ“ اہل علم ایمان والوں کو غیر اہل علم ایمان والوں پر درجات کثیرہ کی فضیلت ہے۔ (روح المعانی، پارہ: ۲۸، صفحہ: ۲۹)

نوٹ: علم سے مراد علم شرعی ہے۔ (کذافی الروح)

”وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ (أَيْ الْعِلْمَ الشَّرْعِيَّ) فَهُوَ شَهِيدٌ“ علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس شخص کی موت طالب علمی کے زمانہ میں ہو اس کو شہادت کی موت نصیب ہوگی۔ طلب علم کی حالت میں موت شہادت ہے۔ اگرچہ پورا انہماک نہ ہو کہ ایک دن میں صرف ایک ہی درس لیتا ہو تو وہ بھی اس فضیلت میں شامل ہے۔ ”إِنْ كَانَ لَهُ اشْتِغَالٌ بِهِ تَأْلِيْفًا أَوْ تَدْرِيسًا أَوْ حُضُورًا قِيَمًا يَظْهَرُ وَلَوْ كُلَّ يَوْمٍ دَرَسًا وَلَيْسَ الْهَرَادُ إِلَّا نَهْبَاكَ“ علم کے ساتھ اشتغال کا مفہوم یہ ہے کہ خواہ تالیف کا سلسلہ ہو یا تدریس کا یا صرف کسی درس میں شامل ہوتا ہو اگرچہ ایک دن میں ایک ہی درس ہو یعنی انہماک مراد نہیں۔ (فتاویٰ شامیہ، جلد: ۱، صفحہ: ۶۷۳)

علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ علماء کی فضیلت میں ابن ماجہ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نافع بن عبد الحارث کی



عسفان میں ملاقات ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ کا گورنر بنایا تھا۔ پس فرمایا کہ اے نافع! تم نے مکہ میں اپنی جگہ کس کو نائب بنایا ہے؟ نافع نے جواب دیا کہ میں نے اپنے غلاموں میں سے ایک غلام ابن البرزی کو نائب بنایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے ایک غلام کو اپنا خلیفہ بنایا؟ جواب دیا کہ وہ کتاب اللہ کے قاری ہیں اور فرائض کے عالم ہیں اور علم قضاء سے بھی واقف ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خوب غور سے سنو! کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ قَوْمًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ))

اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب کے ذریعہ سے قوموں کو بلندی دیتا ہے بوجہ ان کی اطاعت کے اور علم کتاب کے اور اسی کتاب کے ذریعہ دوسری قوموں کو ذلیل کرتا ہے بسبب ان کی ناقدری کے۔ (ابن کثیر، جلد: ۴، صفحہ: ۳۲۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط}

[سورة الزمر، آیت: ۹]

تَرْجَمًا: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہئے کہ علم والے اور جاہل والے کہیں برابر ہوتے ہیں؟ (بیان القرآن)

نوٹ: عالم سے مراد باعمل عالم ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ کا ہر نافرمان جاہل ہے، جو علم سبب عمل نہ ہو وہ شریعت میں علم نہیں۔ ”مَنْ عَصَى اللَّهَ فَهُوَ جَاهِلٌ لِأَنَّ الْعِلْمَ إِذْ لَمْ يَكُنْ مُورِثًا لِلْعَمَلِ فَلَيْسَ عِلْمًا فِي الشَّرِيعَةِ“ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۴، صفحہ: ۳۳۳)

علمی کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

تَرْجَمًا: جو علم حق تعالیٰ تک نہ پہنچادے وہ جہالت ہے۔



مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

علم آں باشد کہ بکشاید رہے

راہ آں باشد کہ پیش آید شے

ترجمہ: علم وہ ہے جو عمل کا راستہ کھول دے اور راہ وہ ہے جو حق تعالیٰ تک پہنچادے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: ”كُلُّ مَنْ عَصَى اللَّهَ فَهُوَ جَاهِلٌ أَجْمَعٌ عَلَيْهِ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ ہر وہ شخص جو اللہ کی نافرمانی کرے وہ جاہل ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۹، صفحہ: ۱۳۲)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ اور ”هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ“ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں ”فَيَعْمَلُونَ بِمُقْتَضَىٰ عَلَيْهِمْ“ اور ”وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“ کی تفسیر ”بِمُقْتَضَىٰ جَهْلِهِمْ وَضَلَالِهِمْ“ سے فرمائی ہے یعنی اہل علم وہ ہیں جو اپنے علم کے مقتضی پر عمل کرتے ہیں اور جاہل وہ ہیں جو جہل کے مقتضی پر عمل کرتے ہیں۔ (روح المعانی، جلد: ۲۳، صفحہ: ۲۴۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ”كُونُوا رَبَّانِيِّينَ“ کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے ”أَيُّ كُونُوا حُكَمَاءَ وَعُلَمَاءَ وَفُقَهَاءَ“ یعنی ربانی وہ شخص ہے جو صاحب حکمت، صاحب علم، صاحب فقہ ہو اور کہا جاتا ہے: ”الرَّبَّانِيُّ هُوَ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ“ ربانی وہ شخص ہے جو لوگوں کی تربیت کرتا ہو آسان مسائل سے قبل مشکل مسائل کے۔

(صحیح البخاری، جلد: ۱، صفحہ: ۱۶)



## علماء سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

{ اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ اِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ } ۰

[سورۃ الفاطر، آیت: ۲۸]

ترجمہ: خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ

زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔ (بیان القرآن)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں:

”الْمُرَادُ بِالْعُلَمَاءِ الْعَالِمُونَ بِاللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، وَبِمَا يَلِيْقُ بِهِ مِنْ صِفَاتِهِ

الْجَلِيلَةِ وَأَفْعَالِهِ الْحَبِيدَةِ وَسَائِرِ شُئُونِهِ الْجَبِيلَةِ، لَا الْعَارِفُونَ بِالنَّحْوِ

وَالصَّرْفِ مَثَلًا فَمَدَارُ الْخَشْيَةِ ذَلِكَ الْعِلْمُ، لِأَهْدِيَةِ الْمَعْرِفَةِ، فَكُلُّ مَنْ كَانَ

أَعْلَمَ بِاللَّهِ تَعَالَى كَانَ أَحْشَى“ علماء سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ کی ذات و

صفات کی عظمتوں سے باخبر ہیں نہ یہ کہ صرف صرف و نحو کے جاننے والے

وغیرہ۔ پس خشیت کا مدار اللہ تعالیٰ کی معرفت کے علم پر ہے جو جتنا ہی عارف

باللہ ہوتا ہے اتنا ہی اللہ سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا ”أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ وَأَحْشَاكُمْ بِهِ“ یعنی اے لوگو! میں تم

میں سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں اور تم میں سب سے زیادہ اللہ سے

ڈرنے والا ہوں۔ (روح المعانی، جلد: ۲۲، صفحہ: ۱۹۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”اِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ“ هَذِهِ الْاَيَةُ تَعْلِيلٌ

لِوَجُوبِ الْخَشْيَةِ“ یہ آیت وجوب خشیت کی علت بیان کرتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ

زبردست طاقت والے ہیں تو ان کو انتقام پر بھی کمال قدرت حاصل ہے اور کامل

القدرت سے ڈرنا عین مقتضائے عقل ہے اور مغفرت و رحمت کا تعلق نہیں قائم

ہوتا ہے مگر اس ذات سے جو سزا پر قادر ہو۔ پس عزیز اور غفور کا ربط واضح ہو گیا۔



بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور خشیت کے آثار ہر وقت ان کے چہرے پہ نمایاں رہتے تھے۔ (روح المعانی، جلد: ۲۲، صفحہ: ۱۹۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں ”وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط“ کی تفسیر میں ”يَرْفَعُ اللَّهُ الْمُؤْمِنَ الْعَالِمَ عَلَى الْمُؤْمِنِ غَيْرِ الْعَالِمِ وَرَفَعَهُ الدَّرَجَاتِ تَدُلُّ عَلَى الْفَضْلِ“ یعنی اللہ تعالیٰ مؤمن عالم کو فضیلت عطا فرماتے ہیں مؤمن غیر عالم پر۔ درجات کی رفعت دلالت کرتی ہے علم کی فضیلت پر۔ ”وَالْبُرَادُ بِالْعِلْمِ الْعِلْمُ الشَّرْعِيُّ“ اور یہاں علم سے مراد علم شرعی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا جب ان کے زمانہ میں ایک غلام کو مکہ شریف کا گورنر بنایا گیا کیونکہ وہ کتاب اللہ کا عالم اور قاری تھا۔

(فتح الباری، جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۱)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ”وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور علم کی زیادتی کی دعا کی مطلوبیت ثابت ہو جاتی ہے۔ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کی زیادتی کی دعا کے علاوہ کسی چیز کی زیادتی کی دعا کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور اس کے ثبوت میں یہ روایت لکھی ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَقُولُ

اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ))

(سنن الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے اللہ! مجھے نفع عطا فرمائیے ان علوم سے جو آپ نے مجھے سکھائے اور سکھا دیجیے ایسے علوم جو نافع ہوں مجھ کو



اور میرے علم کو زیادتی نصیب فرمائیے اور تمام تعریف اللہ کے لیے ہے ہر حال میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ:

((اللَّهُمَّ زِدْنِي إِيمَانًا وَفِقْهًا وَبِقِينًا وَعِلْمًا))

(روح المعانی، ج: ۶، ص: ۲۶۹)

ترجمہ: اے اللہ میرے ایمان اور فقہ میں اور یقین و علم میں زیادتی عطا فرما۔ اور حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وَمَا هَذَا إِلَّا لِزِيَادَةِ فَضْلِ الْعِلْمِ“ یعنی یہ سب علم کی فضیلت کی زیادتی پر دلالت ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فضیلت علم کے سلسلہ میں ایک حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابوذر! (یہ ایک صحابی کا نام ہے) اگر تم کہیں جا کر ایک آیت قرآن کی سیکھ لو یہ تمہارے لیے سو رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اگر تم کہیں جا کر ایک مضمون علم (دین) کا سیکھ لو خواہ اس پر عمل ہو یا عمل نہ ہو یہ تمہارے لیے ہزار رکعت (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

**فائدہ:** اس حدیث سے علم حاصل کرنے کی کتنی بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بعضے لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ جب عمل نہ ہو سکا تو پوچھنے اور سیکھنے سے کیا فائدہ؟ یہ غلطی ہے۔ دیکھو! اس میں صاف فرما دیا ہے کہ خواہ عمل ہو یا نہ ہو دونوں حالتوں میں یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ اس کی تین وجہ ہیں:

(۱) ... ایک تو یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگئی تو گمراہی سے تونچ گیا یہ بھی بڑی دولت ہے۔

(۲) ... دوسری وجہ یہ کہ جب دین کی بات معلوم ہوگئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی تو



عمل کی بھی توفیق ہو جائے گی۔

(۳) ... تیسری وجہ یہ کہ کسی اور کو بھی بتلا دے گا یہ بھی ضرورت اور ثواب کی

بات ہے۔ (حیاء المسلمین، روح دوم، صفحہ: ۷۹-۸۰)

## فضیلتِ علم

از: تفسیر کبیر، جلد: ۲، صفحہ: ۱۹۸ تا ۲۰۰

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ”وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے علم کی فضیلت پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق میں اپنی حکمت کے کمال کو صفتِ علم کے ذریعہ ظاہر فرمایا۔ اگر علم سے اشرف کوئی شے ہوتی ”لَكَانَ مِنَ الْبَوَاحِبِ إِظْهَارُ فَضْلِهِ بِذَلِكَ الشَّيْءِ“ تو ضروری ہوتا اظہار کرنا اس شے کے ذریعہ اپنے فضل کا، مگر اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت کو اپنے فضل کے اظہار کے لیے منتخب فرما کر علم کے اشرف و افضل ہونے کو واضح فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں علماء کے پانچ مناقب بیان فرمائے ہیں۔ ”فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَصَفَ الْعُلَمَاءَ فِي كِتَابِهِ بِخَمْسِ مَنَاقِبَ“

## قرآنِ پاک میں علماء کے پانچ اوصاف

(۱) ... الْإِيمَانُ:

{وَالرَّسُخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ}

[سورۃ آل عمران، آیت: ۷]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ (بیان القرآن)

(۲) ... التَّوْحِيدُ وَالشَّهَادَةُ:







اس آیت کے متعلق بعض لوگوں نے فرمایا ہے کہ سیل سے مراد یہاں علم ہے، حق تعالیٰ نے علم کو پانی سے پانچ وجوہ کے سبب تشبیہ دی ہے:

(۱) .. إِنَّ الْبَطْرَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ كَذَلِكَ الْعِلْمُ مِنَ السَّمَاءِ بَارِشِ  
آسمان سے اترتی ہے اسی طرح علم بھی آسمان سے اترتا ہے۔

(۲) .. إِنَّ صَلَاحَ الْأَرْضِ بِالْبَطْرِ فِإِصْلَاحِ الْخَلْقِ بِالْعِلْمِ۔ بے شک  
زمین کی درستگی بارش سے ہوتی ہے، پس مخلوق کی اصلاح علم سے ہوتی ہے۔

(۳) .. إِنَّ الزَّرْعَ وَالنَّبَاتَ لَا يَخْرُجُ بِغَيْرِ الْبَطْرِ كَذَلِكَ الْأَعْمَالُ  
وَالطَّاعَةُ لَا تَخْرُجُ بِغَيْرِ الْعِلْمِ۔ بے شک کھیتی اور پودے بغیر بارش کے نہیں  
نکلنے اسی طرح اعمال اور اطاعت بغیر علم کے نہیں نکلتے۔

(۴) .. إِنَّ الْبَطْرَ فَرْعُ الرَّعْدِ وَالْبَرْقِ كَذَلِكَ الْعِلْمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ فَرْعُ  
الْوَعْدِ وَالْوَعِيدِ۔ بارش فرع ہے کڑک اور بجلی کی اسی طرح علم فرع ہے وعد اور  
وعید کی۔

(۵) .. إِنَّ الْبَطْرَ نَافِعٌ وَضَارٌّ كَذَلِكَ الْعِلْمُ نَافِعٌ وَضَارٌّ۔ بے شک بارش  
نافع بھی ہے اور نقصان دہ بھی ہے۔ اسی طرح علم نافع بھی ہے اور نقصان دہ بھی۔

”نَافِعٌ لِمَنْ عَمِلَ بِهِ وَضَارٌّ لِمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِهِ“ علم پر عمل کرنے  
والوں کے لیے علم نفع مند ہوتا ہے اور علم پر عمل نہ کرنے والوں کے لیے نقصان دہ  
ہوتا ہے۔

بہت سے خدا کی یاد دلانے والے خود خدا سے غافل ہیں اور بہت  
سے خدا سے ڈرانے والے خود خدا پر جری ہیں اور بہت سے خدا سے قریب  
کرنے والے خود خدا سے دور ہیں اور بہت سے خدا کی طرف دعوت دینے  
والے خدا سے بھاگے ہوئے ہیں اور بہت سے خدا کی کتاب کی تلاوت کرنے  
والے خدا کی آیات کی کھال اتارنے والے ہیں۔



گلشنِ دنیا کی زینت پانچ چیزوں سے ہے

(۱) عِلْمُ الْعُلَمَاءِ (۲) عَدْلُ الْأَمْرَاءِ (۳) عِبَادَةُ الْعِبَادِ

(۴) أَمَانَةُ التُّجَّارِ (۵) نَصِيحَةُ الْمُحْتَرِفِينَ۔

(پیشہ وروں کا پیسہ) پس ابلیس پانچ جھنڈے لے کر آیا اور ان پانچوں کے پاس ان کو گاڑھ دیا۔ (۱) علم کے پاس حسد کا جھنڈا (۲) عدل کے پاس ظلم کا جھنڈا (۳) عبادت کے پاس ریاء کا جھنڈا (۴) امانت کے پاس خیانت کا جھنڈا (۵) نصیحت کے پاس ملاوٹ کا جھنڈا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت تابعین پر پانچ وجوہ

سے تھی:

(۱) کسی چیز کا حکم دوسروں کو نہ فرماتے جب تک اس کو خود نہ کر لیتے۔  
(۲) کسی چیز سے لوگوں کو منع نہ فرماتے جب تک وہ خود اس سے نہ رُک جاتے۔  
(۳) جو شخص ان سے کوئی چیز طلب کرتا علم سے یا مال سے تو آپ اس کو عطا فرمانے میں بخل نہ فرماتے۔

(۴) اپنی دولتِ علمیہ کے سبب لوگوں سے مستغنی رہتے۔

(۵) ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔

علم نافع کے لیے پانچ شرائط

جو شخص اپنے علم کو اپنے لیے مفید بنانا چاہے وہ اپنے اندر پانچ خوبیاں

حاصل کرے:

(۱) فقر سے محبت کرنا تاکہ زیادہ دنیا کمانے سے فارغ رہے۔

(۲) عبادت کی محبت طلبِ ثواب کے لیے۔



- (۳) دنیا سے بے رغبتی یعنی زہد کی محبت طلب فراغ کے لیے۔  
 (۴) حکمت کی محبت طلب صلاح قلب کے لیے۔  
 (۵) خلوت کی محبت مناجات رب کے لیے۔

## پانچ چیزوں کی طلب

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں طلب کرو:

- (۱) عزت کو تواضع میں نہ کہ مال اور خاندان میں۔  
 (۲) مالداری کو طلب کرو قناعت میں نہ کہ کثرت میں۔  
 (۳) امن کو طلب کرو جنت میں نہ کہ دنیا میں۔  
 (۴) راحت کو طلب کرو قلت میں نہ کہ کثرت میں۔  
 (۵) علم کی منفعت کو طلب کرو عمل میں نہ کہ کثرتِ روایت میں۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

علم مال سے سات وجوہ سے افضل ہے:

- (۱) علم میراثِ انبیاء ہے اور مال میراث ہے فراعنہ کی۔  
 (۲) علم نہیں کم ہوتا ہے خرچ سے اور مال اس کے برعکس ہے۔  
 (۳) مال محتاج ہوتا ہے پاسبان کا اور علم محافظ ہوتا ہے صاحبِ علم کا۔  
 (۴) جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا مال زمین کے اوپر رہ جاتا ہے اور علم داخل ہوتا ہے قبر میں صاحبِ علم کے ساتھ۔  
 (۵) مال حاصل ہوتا ہے مؤمن و کافر دونوں کو لیکن علم دین نہیں عطا کیا جاتا مگر مؤمن کو۔

- (۶) ساری دنیا کے انسان دینی امور میں اہل علم کے محتاج ہوتے ہیں اور اہل علم صاحبِ مال کے محتاج نہیں ہوتے۔



(۷) علم آدمی کو قوت دیتا ہے صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے اور مال اس کے برعکس ہے۔

## مجالسِ علماء کی فضیلت

جو شخص علماء کے پاس بیٹھتا ہے اگرچہ وہ ان کے علم کو محفوظ نہ کر سکے  
سات نعمتیں پھر بھی اس کو حاصل ہوں گی:

(۱) طالب علموں کی فضیلت۔

(۲) جب تک اس مجلس میں رہے گا گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

(۳) جب اپنے گھر سے طالب علم کے لیے نکلے گا تو اس پر رحمت نازل ہوگی۔

(۴) جب حلقہٴ علم میں بیٹھے گا تو جو رحمت اہل علم پر نازل ہوگی اس میں سے اس  
کو بھی حصہ ملے گا۔

(۵) جب تک یہ دین کی باتیں سنتا رہے گا کراماتیں اس کے لیے اطاعت  
لکھتے رہیں گے۔

(۶) اگر کوئی علمی بات نہ سمجھنے سے غمگین ہوگا تو یہ غم اس کے لیے قربِ الہی کا  
وسیلہ بنے گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے حدیثِ قدسی میں کہ:

((أَنَا عِنْدَ الْبُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ لِأَجْلِي))

(المرقاة، کتاب الجنائز، باب عیادة المریض)

یعنی میں ٹوٹے ہوئے دلوں سے بہت قریب ہوں۔

(۷) اس عالم کا اعزاز اپنی آنکھوں سے خود دیکھے گا اور اس کے مقابلہ میں  
نافرمانوں کی ذلت دیکھے گا تو فساق سے اس کو نفرت ہوگی اور علماء کی طرف  
میلان ہوگا۔

## مختلف لوگوں کی صحبتوں کے اثرات

فقیر ابو الیث رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس



بیٹھنے سے آٹھ چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

- (۱) مالداروں کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت اور رغبت۔
- (۲) فقراء کے پاس بیٹھنے سے حق تعالیٰ کی تقسیم پر رضا اور شکر۔
- (۳) سلاطین کے پاس بیٹھنے سے قساوت و کبر۔
- (۴) عورتوں کے پاس بیٹھنے سے جہالت و شہوت۔
- (۵) بچوں کے پاس بیٹھنے سے لہو و مزاج۔
- (۶) نافرمانوں کے ساتھ بیٹھنے سے گناہوں پر جرأت اور توبہ میں سستی۔
- (۷) صالحین کے ساتھ بیٹھنے سے عبادت میں رغبت۔
- (۸) اور علماء کے پاس بیٹھنے سے علم اور پرہیزگاری میں ترقی۔

### سات چیزوں کا علم سات حضرات کو دیا گیا

حق تعالیٰ شانہ نے سات چیزوں کا علم سات حضرات کو عطا فرمایا ہے:

- (۱) تعلیم اسماء حضرت آدم علیہ السلام کو، ”وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔“
- (۲) حضرت خضر کو علم فراست، ”وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا۔“
- (۳) حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر، ”رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلِكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ۔“
- (۴) حضرت داؤد علیہ السلام کو صنعتِ زرہ کا علم، ”وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُؤْسٍ لَكُمْ۔“
- (۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولی کا علم، ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔“
- (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توراہ و انجیل کا علم، ”وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ۔“



(۷) حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توحید و شریعت کا علم، ”وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ۔“

(تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، جلد: ۲، صفحہ: ۱۹۸-۱۹۹)

## قیام لیل کی فضیلت مع فضیلت علم

علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن بغدادی اپنی تفسیر خازن میں فرماتے ہیں کہ اعمال کا ذکر حق تعالیٰ شانہ نے ”انَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا“ میں بیان فرمایا اور رات میں قیام لیل کو ترجیح فرمائی کیونکہ رات کو پوشیدگی زیادہ ہونے سے ریاء سے حفاظت آسان ہے۔ نیز رات کی تاریکی جمعیت اور سکون قلب کا باعث ہوتی ہے۔ اور ”نَظْرًا إِلَى الْأَشْيَاءِ“ سے محفوظ ہوتی ہے۔ پس جب قلب احوال خارجیہ کے اشتغال سے فارغ ہوتا ہے تو توجہ الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے۔ نیز رات میں نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نفس کو جاگنا شاق ہوتا ہے۔ پس مشاہدہ بقدر مجاہدہ بڑھ جاتا ہے۔ پھر ان اعمال مذکورہ کو علم کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ختم فرمایا۔ ”هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط“ اِفْتَتَحَ اللهُ تَعَالَى بِالْعَمَلِ وَخَتَمَهَا بِالْعِلْمِ اَنَّ الْعَمَلَ مِنْ بَابِ الْمَجَاهِدَاتِ وَالْعِلْمَ مِنْ بَابِ الْمُكَاشَفَاتِ“ اور یہی منتہائے مقام ہے۔ پس مجاہدہ اور مکاشفہ جمع ہو کر انسان کے کمالِ فضل پر دلالت کرتے ہیں۔

(تفسیر خازن، جلد: ۴، صفحہ: ۵۰)

اور علامہ علی خازن بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ”يَرْفَعُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط“ کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ایمان والوں کو ان کی اطاعت کے سبب ان کو رفعت عطا فرماتے ہیں اور اہل علم ایمان والوں کو ان پر درجات کثیرہ سے فضیلت عطا فرماتے ہیں۔ غیر اہل علم اہل ایمان سے صرف جنت میں داخل ہونے کو کہا جاوے گا اور اہل ایمان



اہل علم کو کہا جاوے گا کہ ابھی ٹھہرو، آپ لوگ دوسرے لوگوں کی شفاعت کیجیے۔  
 ”يُقَالُ لِلْعَالِمِ قِفْ وَاشْفَعْ فِي النَّاسِ“ یعنی علماء کرام کو شفاعت کا حق بھی  
 عطا فرمایا جاوے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اس  
 آیت سے خوب سمجھ لو کہ یہ آیت تم کو علم کے لیے ترغیب دینے والی ہے کیونکہ اللہ  
 تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ”يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ أَلْحَىٰ أَيُّ يَرْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ الْعَالِمَ فَوْقَ  
 الْمُؤْمِنِينَ الَّذِي لَيْسَ بِعَالِمٍ دَرَجَاتٍ“ یعنی اللہ تعالیٰ مؤمن عالم کو مؤمن  
 غیر عالم پر درجات کثیرہ سے فضیلت عطا فرمائیں گے۔

**حدیث:** قیس بن کثیر سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینہ سے شام حضرت  
 ابوالدرداء کے پاس دمشق حاضر ہوا۔ فرمایا کیسے آئے ہو؟ عرض کیا کہ ایک  
 حدیث جو آپ روایت کرتے ہیں، آپ سے براہ راست سننے آیا ہوں۔ فرمایا  
 کیا تم کو کوئی اور حاجت مثل تجارت وغیرہ نہیں۔ کہا کہ نہیں! صرف طلب حدیث  
 کے لیے آیا ہوں۔

فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص علم کے  
 لیے سفر کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں اور  
 فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے  
 آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق دعائے مغفرت کرتی ہے حتیٰ کہ پانی کی  
 مچھلیاں بھی۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے قمر کی تمام ستاروں پر، علماء  
 انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت دینار اور درہم کی نہیں ہوتی۔  
 صرف علم دین کی وراثت ہوتی ہے۔ پس جس نے پالیا علم دین کو بڑی دولت  
 سے ہمکنار ہوا۔ (اخرجہ الترمذی و ابوداؤد)

**حدیث:** حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ



علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ جس کے لیے ارادہ خیر کا فرماتے ہیں اس کو علم دین کی نعمت عطا فرماتے ہیں۔ (تفسیر خازن، جلد: ۴، صفحہ: ۲۴۱)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہر میں ارقام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے عالم مؤمن کو غیر عالم مؤمن پر درجات کثیرہ کے ساتھ فضیلت کا اس آیت ”وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ“ میں اس لیے بیان فرمایا ہے کہ مؤمن عالم میں علم و عمل دونوں جمع ہیں۔ ”فَإِنَّ الْعَمَلَ إِذَا صَلَدَّ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يُؤْتِي مِنَ الْأَجْرِ مَا لَا يُؤْتِي غَيْرُهُ، لِأَنَّهُ يُقْتَدَى بِهِ دُونَ الْجَاهِلِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ -“ اہل علم سے جو عمل صادر ہوتا ہے اس کا اُمت بھی اقتداء کرتی ہے اور علم کی روشنی میں عمل زیادہ اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام کے اندر جس کسی نے اچھے عمل کی بنیاد رکھی تو اس کا اجر و ثواب بھی اسے ملے گا اور جو لوگ آئندہ اس پر عمل کریں گے۔ اس کا ثواب بھی اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں سے کچھ کمی ہو۔ (مسلم شریف)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ہے۔ (ترمذی شریف)

### اہل علم کے لیے خصوصی نصیحت

حق تعالیٰ اہل علم کے فضل کو بیان فرما کر آگے ارشاد فرماتے ہیں: ”وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ“ اے اہل علم! اپنے اعمال کا بھی محاسبہ کرنا کہ مطابق اپنے علم کے عمل بھی کیا یا نہیں۔ ”فَيَجَازِيكُمْ عَلَيْهِ“ پس تم کو ان اعمال کی جزاء ملے گی۔ اس آیت کے اندر عمل کے اہتمام کی ترغیب دی گئی ہے۔ ”فِيهِ تَرْغِيبٌ لِمَنْ عَمِلَ وَتَهْدِيدٌ لِمَنْ لَمْ يَتَمَثَّلِ الْأَمْرَ وَاسْتَكْرَهَهُ“



اس آیت میں ترغیب ہے عمل کی اور ڈانٹ ہے ان لوگوں پر جو عمل اور اطاعت نہیں کرتے اور امتثال امر کو ناگوار سمجھتے ہیں۔

(تفسیر مظہری، جلد: ۱۰، ص: ۲۲۳، ۲۲۵)

## اہل علم کی مقبولیت کی علامت

اہل علم کی مقبولیت کی علامت ان حضرات کی خشیت اور عبدیت اور فنائیت ہے اور تکبر، پندار، تحقیر الناس، احساس برتری، جاہ اور مال طلبی، اہل اللہ کی دعاؤں اور صحبتوں سے اعراض اور استغناء علامت قساوت قلبی ہے۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد

مرعس را دید و درخانہ نہ شد

حقیقت یہ ہے کہ کہ نور علم کا صحبت اہل اللہ کی برکتوں سے نکھرتا ہے کیونکہ عطر لگانے والے کے کپڑوں میں اگر پاخانہ لگا دیا جاوے تو پاخانہ کی بدبو سے عطر کی خوشبو مغلوب ہو جاوے گی۔ پس اہل اللہ کی صحبتوں سے تکبر و پندار و عجب جیسے تمام رذائل کا جب تزکیہ ہو جاتا ہے، پھر علم کی خوشبو خود اس عالم کو بھی مست کرتی ہے اور اس کے پاس جو بیٹھتے ہیں ان کو بھی مست کرتی ہے۔ صحبت اہل اللہ سے علم کا نور نفس کے اندھیروں کے بادلوں سے نجات پا جاتا ہے۔

نکھرتا آ رہا ہے رنگ گلشن

خس و خاشاک جلتے جا رہے ہیں

مولانا گنگوہی، مولانا ناتوتوی، مولانا تھانوی رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے اپنے علوم میں جو برکتیں محسوس فرمائی تھیں ان کا ذکر ان حضرات نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ فرمایا ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے علم دین کی جو

مٹھائیاں کتابوں میں پڑھی تھیں جب حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں



حاضری ہوئی تو وہاں کھانے کو ملیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا۔

قال را بگذار مردِ حال شو

پیشِ مردِ کالے پامالِ شو

بنی اندر خود علومِ انبیاء

بے کتاب و بے معید و اوستاء

ترجمہ: کچھ دن قیل و قال کو ملتوی کر کے صاحبِ حال بننے کے لیے کسی کمال کی صحبت میں رہ لو۔ پھر اس کی صحبت کی برکت سے بغیر کتاب اور استاد کے اپنے اندر علومِ انبیاء کا فیضان محسوس کرو گے۔

صدر ہزاراں فضل دارد از علوم

جان خود را مے نہ داند این ظلوم

ترجمہ: اگر قلب میں تعلق مع اللہ اور خشیت نہ ہو تو ایسے شخص کو علم کی صفت لازمی حاصل نہیں۔ آگ ہو اور حرارت نہ ہو تو اس کو آگ کی صورت حاصل ہے حقیقت سے محروم ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص سینکڑوں علم و فضل رکھنے کے باوجود اپنے انجام اور میدانِ محشر کے نتیجہ سے بے خبر ہے۔ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے

وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تسلیم کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے

لیکن یہ بتا کیا تجھے اپنی بھی خبر ہے

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے

لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے



مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جانِ جملہ علم ہا این است و این

کہ بدانی من کیتم در یوم دیں

ترجمہ: تمام علوم کی جان صرف یہ ہے کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن تیری کیا قیمت ہے۔ میدانِ محشر سے پہلے اہل علم، اہل عمل، اہل زہد و تقویٰ، اہل تصوف کسی کو بھی اپنی قیمت لگانا عقلاً اور نقلاً نادانی ہے۔

حقیقی علم پر خشیت کے آثار لازم ہیں

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والا ہوں اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خشیت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا اور کبھی فرماتے کہ کاش! میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔

ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے، پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں، کاش! ابو بکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ (حکایات صحابہ از شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خشیت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے کاش! میں یہ تنکا ہوتا اور کبھی فرماتے کہ کاش! مجھے میری ماں نے جناہی



نہ ہوتا۔ (بحوالہ بالا)

## حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خشیت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک شب تمام رات ”وَأَمْتَأَزُوا الْيَوْمَ  
أَيُّهَا الْبُجْرِمُونَ“ پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب اس آیت شریفہ کا یہ  
ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب ملے جلے رہے مگر آج  
مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ۔ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا  
جائے تھوڑا ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرمانبرداروں میں۔ (بحوالہ بالا)

## حکایت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مسجد میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے۔  
ساری مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک شخص نے اعلان کیا کہ اس مسجد  
میں جو سب سے بُرا انسان ہو وہ باہر آ جائے۔ سب سے پہلے حضرت جنید دوڑ کر  
مسجد سے باہر آئے اور اعلان فرمایا کہ میں سب سے بُرا ہوں۔ حضرت شبلی رحمۃ  
اللہ علیہ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو فرمایا کہ اسی چیز نے تو جنید کو جنید بنایا ہے۔

## حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ مصر میں سخت قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے حضرت ذوالنون  
مصری رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ بارش فرمائے۔  
حضرت ذوالنون مصری مصر سے باہر جنگل میں تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ سے  
گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگی کہ اے اللہ! مصر میں سب سے زیادہ نالائق  
سب سے زیادہ گنہگار ذوالنون نے مصر خالی کر دیا ہے۔ اب آپ اپنی بارش  
رحمت کی فرمادیجیے۔ حضرت کی اس فنائیت اور تواضع پر دریائے رحمت جوش



میں آیا اور خوب بارش ہوئی۔

ازیں بر ملائک شرف داشتند

کہ خود را پہ از سگ نہ پنداشتند

ترجمہ: خاصانِ خدا اسی واسطے شرف میں ملائکہ سے بڑھ جاتے ہیں کہ خود کو کتے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے۔

حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک بار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری رات کعبۃ

اللہ میں یہ شعر سجدہ کی حالت میں پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی۔

اے خدا میں بندہ را رسوا مکن

گر بدم من سر من پیدا مکن

ترجمہ: اے خدا! اس بندہ کو رسوا نہ فرمائیے، اگرچہ میں بُرا ہوں مگر میری بُرائیوں کو آپ اپنی مخلوق پر ظاہر نہ فرمائیے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے

تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا

ذریعہ سمجھتا ہوں۔ حضرت پریشانِ عبدیت کا ہر وقت غلبہ رہتا تھا۔

ارشاداتِ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ بندہ جب تک زندہ ہے جب تک تو شان بنانی ہی نہیں

چاہیے۔ کیا خبر کیا حالت ہونے والی ہے۔ ہاں جب دنیا سے صحیح و سالم ایمان

لے کر نکل جاوے پھر اینٹھے جتنا چاہے۔ بندے وہ تھے جیسے مولانا محمد قاسم رحمۃ



اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر چار حروف جاننے کی تہمت نہ ہوتی اور اس سے لوگ نہ جان گئے ہوتے تو ایسا گم ہوتا کہ کوئی یہ بھی نہ پہچانتا کہ قاسم دنیا میں بھی پیدا ہوا تھا۔ (کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۱۷۸)

اور ارشاد فرمایا کہ جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے اور محب دنیا ہو وہ جاہل ہے کوئی بھی ہو۔ (کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۲۲۲)

اور فرمایا کہ مجھے ہر وقت یہ خوف رہتا ہے کہ نہ جانے اشرف علی کا قیامت کے دن کیا مال ہوگا۔

ارشاد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ایمان چوں سلامت بہ لب گور بریم

احسنت بریس چستی و چالاکی ما

تَرْجَمًا: جب ایمان کو قبر میں سلامتی سے لے جاؤں گا اس وقت میں دین میں اپنی چستی و چالاکی کو بہ نظر استحسان دیکھوں گا۔

عالم اور عارف کا فرق

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مولویوں کو کیا ہوا جو حضرت حاجی صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں، یہ لوگ تو خود لکھے پڑھے ہیں، وہاں کیا چیز ہے جس کے لیے وہاں جاتے ہیں۔ وہ کون سی بات ہے جو کتابوں میں نہیں؟ فرمایا کہ میں ایک مثال بتاتا ہوں۔ فرض کرو کہ ایک شخص تو وہ ہے کہ جس کے پاس تمام مٹھائیوں کی فہرست موجود ہے، مگر اس نے چکھی ایک بھی نہیں اور ایک شخص وہ ہے کہ نام تو ایک مٹھائی کا بھی اس کو یاد نہیں، مگر ہاتھ میں لیے ہوئے کھا رہا ہے۔ بتلاؤ تو مٹھائی کے فوائد حاصل کرنے میں آیا وہ نام یاد رکھنے والا اس حقیقت جاننے والے کا محتاج ہے یا وہ حقیقت جاننے والا اس نام یاد رکھنے



والے کا۔ ظاہر ہے کہ پہلا (یعنی مٹھائی کا نام یاد رکھنے والا) دوسرے کا محتاج ہے نہ کہ برعکس۔ اسی طرح ہم اہل الفاظ ہیں اور حضرت صاحبِ معنی۔ تو صاحبِ معنی محتاج نہیں ہوتا اہل لفظ کا اور صاحبِ لفظ صاحبِ معنی کا محتاج ہوتا ہے۔ واقعی خوب حقیقت واضح ہوگئی جس سے علماء اور عرفاء میں فرق سمجھ میں آ گیا۔ (کمالاتِ اشرفیہ، صفحہ: ۳۰۷)

## خلاصۃ المقالة

حقیقت علم اور علماء کی خشیت الہیہ ہے۔ ”إِنَّ الْعِلْمَ يَقْتَضِي الْخَشِيَّةَ مِنْ اللَّهِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ الْعَامِلِينَ هُمُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ اللَّهَ۔“ (روح المعانی) علم حقیقی وہ ہے جس کے ساتھ خشیت ہو اور علماء درحقیقت وہ ہیں جو اپنے علم پر عامل ہوں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

## خشیت اور خوف کا فرق

خشیت اس خوف کا نام ہے جس کے اندر تعظیم شامل ہو۔ ”الْخَشِيَّةُ خَوْفٌ مَعَ تَعْظِيمٍ۔“ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۱۱۱) (سانپ سے بھی ڈرتے ہیں، مگر اس کی عظمت دل میں نہیں ہوتی۔)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو خشیتِ مطلوبہ عطا فرماویں اور خشیتِ مطلوبہ یہ ہے کہ ”اللَّهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحْوُلُ بِهِ بَيْنِي وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ“ اے اللہ! میں آپ سے آپ کی خشیت کا اس قدر حصہ مانگتا ہوں جو میرے اور آپ کے معاصی کے درمیان حائل اور مانع بن جائے۔

(الجامع الصغیر، جلد: ۱، صفحہ: ۵۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتنی خشیت مطلوب نہیں کہ ہم بیمار ہو کر اعمال سے معطل ہو جائیں۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خشیت کی مقدار کی وضاحت فرمادی۔



## علم اور ذکر کا تعلق

حق تعالیٰ نے اہل علم کو اہل ذکر سے تعبیر فرمایا ہے:

{فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ}

[سورة النحل، آیت: ۴۳]

ترجمہ: اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل ذکر سے سوال کرو یعنی اہل علم سے۔

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو اہل ذکر سے تعبیر فرمایا کہ اہل علم کو ذکر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ علماء کی خاص شان اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ غفلت ایک سانس کو بھی نہ ہو۔

تم سا کوئی ہم دم کوئی دمساز نہیں ہے  
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے  
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے  
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں اہل ذکر سے مراد علماء لکھا ہے "الْمُرَادُ بِأَهْلِ الذِّكْرِ الْعُلَمَاءُ" اور قرینہ لَا تَعْلَمُونَ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ جن سے سوال کیا جائے وہ اہل علم ہوں ورنہ بے علم بے علم سے سوال کر کے کیا پائے گا؟ اور حضرت فرماتے تھے کہ امام بخاری نے ذکر کی حدیث پر بخاری شریف کو ختم فرمایا تاکہ علماء صرف پڑھنے پڑھانے پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ ذکر کے اہتمام سے اپنے مالک کا قرب حاصل کریں۔

کایابی تو کام سے ہوگی      نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی  
ذکر کے التزام سے ہوگی      فکر کے اہتمام سے ہوگی



حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ذکر کا نفع اہل اللہ کے ساتھ تعلق سے پورا نصیب ہوتا ہے۔ جیسے تلوار کاٹ تو کرتی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

## انعامِ ذکر

- (۱)... اطمینان اور سکونِ قلب۔
- (۲)... شہوت کی مغلوبیت۔
- (۳)... حیاتِ حقیقی حیاتِ قلبی۔
- (۴)... دین پر ثبات اور استقامت اور ہمت میں ترقی اور مشکلات میں آسانی۔
- (۵)... قرب اور تعلق مع اللہ میں ہر آن ترقی۔

میں رہتا ہوں ہر وقت جنت میں گویا  
مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

(مجدوب)

- (۶)... عنایاتِ الہیہ کی پیہم بارش۔
- جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں  
تو دل کو بہہ از جامِ جم دیکھتے ہیں
- (۷)... حسن کا تمہ، دخولِ جنت۔

## چند اشعار برائے ذاکرین

احقر کے چند منتخب اشعار برائے نشاطِ طبع ذاکرین۔

ہر تلخی حیات و غم روزگار کو تیری مٹھاسِ ذکر نے شیریں بنا دیا  
ہر وادی ویراں میں گلستاں نظر آیا قرباں میں تیرے نام کی لذت پہ خدایا  
ہر لمحہ حیات گزارا ہم نے آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر



نورِ حق از ذکرِ حق درجاں رسد از زباں در دل ز دل تا جاں رسد  
 وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے  
 وہ مرے لمحات جو گذرے تمہاری یاد میں بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے  
 مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا  
 مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا  
 دونوں عالم میں بھی نہیں پایا جو مزہ تیری یاد میں آیا  
 آہ و نالوں سے مٹ گئے ظلمات ان کی یادوں سے مل گئے نجات  
 ہر نفس اب تو ان سے باتیں ہیں ان کے عاشق کے ہیں یہی درجات  
 مرے ہر بُن مُو سے اللہ نکلے زبان و دل و جاں سے اللہ نکلے  
 چھا جائے گا جب دل پہ تری یاد کا عالم کچھ اور ہی ہوگا دل برباد کا عالم  
 ترے غم کے سوا ممکن نہیں تھا گذرتے دن مری جانِ حزیں کے  
 مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے دل ہمارا غم تمہارا چاہیے  
 اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو قبول فرمائیں اور ہم سب کو اس پر عمل نصیب  
 فرمائیں، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدٍ

وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نو سیکنڈ کا عجیب جامع وعظ  
 آپ حضرات اپنی اپنی گھڑیوں پر نظر رکھئے، صرف نو سیکنڈ میں وعظ  
 نبوت ختم ہوگا، لیکن تمام عبادات، حسن معاشرت اور اخلاقیات کی اصلاح کا  
 جامع ہے۔ غور سے گھڑی دیکھئے۔ جب الفاظِ نبوت شروع ہو اس وقت سے  
 وقت کا شمار کیجیے۔ ٹھیک نو سیکنڈ میں یہ وعظ مکمل ہو جاوے گا۔ ارشاد فرمایا:



(( إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُؤَدِّعٍ، وَلَا تَكَلِّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ  
غَدًّا، وَأَجْمِعِ الْإِيَّاسَ مِمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ ))

(مسند احمد)

اس حدیث کے راوی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ کو نصیحت (وعظ) فرمائیے اور مختصر فرمائیے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین جملوں میں وعظ فرمایا:

(( إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُؤَدِّعٍ ))

ترجمہ: جب تم نماز میں کھڑے ہو تو اس نماز کو آخری نماز سمجھ کر خوب احسن طریقے سے ادا کرو۔

حل لغت: مؤدع کی دال مشدود ہے اور اس پر کسرہ ہے۔

شرح: صَلَاةَ مُؤَدِّعٍ: اُمّی مؤدع لبّاسوی اللہ یا لِاسْتِغْرَاقٍ فِي مُنَاجَاةِ مَوْلَاكَ۔ اپنے مولیٰ کی مناجات کے لیے ماسوی اللہ کا تارک ہو جا۔ ملاً علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”اُمّی اجعل صَلَاتِكَ اٰخِرَ الصَّلَاةِ فَرَضًا فَحَسِّنْ خَاتِمَةَ عَمَلِكَ وَاَقْصِرْ طَوَّلَ اَمَلِكَ لِاحْتِمَالِ قُرْبِ اَجَلِكَ۔“ اپنی نماز کو آخری نماز فرض کرو اور اپنے عمل کے خاتمہ کو حسین کر لو اور اپنے طول اہل کو مختصر کرو، اس سبب سے کہ نہ معلوم کب موت آجائے۔ حضرت علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اُمّی فَاَقْبِلْ عَلٰی اللّٰهِ بِشَرِّ اَشْرِكَ وَوَدِّعْ غَيْرَكَ لِمُنَاجَاةِ رَبِّكَ۔“

(( وَلَا تَكَلِّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًّا ))

ترجمہ: ایسا کلام مت کرو کہ کل قیامت کے دن تم کو ندامت ہو۔ اور آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی اور غیر مفید بات کو پھوڑ دے۔ اُمّی یومہ



الْقِيَبَةِ وَهُوَ الْمَعْنَى بِقَوْلِهِ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْهَرَّةِ تَرَكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ۔  
**شرح:** وَاجْمَعِ الْإِيَّاسِ: مراد اس یہ ہے کہ اپنی اُمیدوں کو قطع کر دو اور ترکِ طمع کر دو۔

هَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ: أَيْ قِنَاعَةً بِالْكِفَايَةِ الْمُقَدَّرَةِ بِالْقِسْمَةِ الْمَحْرَرَةِ الْمُبَقَّرَةِ۔ یعنی قناعت کرنا اور کافی سمجھنا اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے مقدر اور تقسیم فرمائی ہے اپنی تحریر ازلی کے مطابق۔ اور اسی کا نام غناء قلبی ہے یعنی لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ مال و دولت ہے اپنے قلب کو اسے مستغنی کر لینا اور اپنے مولیٰ کی تقسیم پر راضی رہنا۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۳۹۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ارشاد میں تمام عبادات کی اصلاح ہے یعنی جو نیک عمل کرے اس کو اپنا آخری عمل سمجھے۔ اس سے وہ عمل بہتر طریقہ سے ادا کیا جائے گا۔ پس تمام عبادات کو اسی پر قیاس کر لیا جائے کہ شاید موت کے سبب دوبارہ ہمیں اس عمل کا موقع نہ ملے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ارشاد میں تمام معاملات اور معاشرت کی اصلاح ہے کہ لین دین اور وعدہ اور ہر کلام میں احتیاط کا اہتمام کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ایذا نہ پہنچے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے ارشاد میں اخلاقیات کی اصلاح ہے کہ جب اپنے قلب کو لوگوں کے مال و متاع سے مستغنی کر لے گا تو طمع تملق اور دین فروشی اور حرص مال سے محفوظ ہو جاوے گا۔

مختصر وقت میں بھی وعظ سے عظیم الشان نفع پہنچ سکتا ہے۔ جیسے کہ سخت سردی میں ایک پیالی گرم چائے مزاج کو بدل دیتی ہے اور ایک سو چار ڈگری بخار کو ایک انجکشن اتار دیتا ہے جو چند سیکنڈ میں لگایا جاتا ہے۔

**حکایت:** میرے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ



بیبی کے ایک بڑے جلسہ میں قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہونی تھی کہ اچانک ان کو ایک سو چار ڈگری کا بخار چڑھ گیا۔ جلسہ کے مہتمم صاحب نہایت پریشانی کی حالت میں ایک امریکن ڈاکر سے رجوع ہوئے اور اس کو بہت بڑی فیس دینے کی لالچ دی اور کہا کہ میری عزت کا معاملہ ہے، ایسا انجکشن لگا دیجیے کہ قاری صاحب کی طبیعت ٹھیک ہو جائے اور ان کی تقریر ہو جائے لہذا ڈاکٹر نے ایسا انجکشن لگایا کہ جس سے بخار بھی اتر گیا اور قاری صاحب کی تقریر بھی ہو گئی۔

لہذا جب جسمانی بیماریوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی دوائیں پیدا کی ہیں تو روحانی بیماریاں کے لیے چند سیکنڈ کے وعظ سے نفع ہو جانا کیا مشکل ہے۔ بالخصوص انبیاء علیہم السلام کے وعظ میں تو عجیب ہی اثر ہوتا ہے۔

جی اٹھے مردے تیری آواز سے  
پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

### بیوی کے متعلق تمام پریشانیوں کا علاج

انوار ساولا: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب  
تھانوی نور اللہ مرقدہ

بیوی کی نا اتفاقی کی وجہ سے کلفت اٹھانا بھی مجاہدہ ہے:

**سوال:** ایک شخص نے سوال کرتے ہوئے کہا کہ جناب کی شفقت بزرگانہ پر بھروسہ کر کے کچھ اپنی دردناک حالت عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ بد قسمتی سے میرا عقد جس خاتون سے ہوا ہے وہ اور میں دونوں بالکل متضاد طبیعت کے واقع ہوئے ہیں۔ اس میں نہ میں اپنی شریک قسمت کو الزام دیتا ہوں نہ حقیقتاً ان میں کوئی نقص ہے بلکہ میں ہی ایک انوکھی طبیعت کا شخص ہوں۔ اس مختلف الخیالی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دونوں میں بجائے انس کے ایک ایسی بیگانگی و وحشت کی دیوار



کھڑی ہوگئی ہے کہ جو روز بروز مضبوط ہی ہوتی جاتی ہے۔ ان خانگی پیچیدگیوں نے جو اثر میری زندگی اور کاروبار پر ڈالا ہے اس کا ضبط تحریر میں لانا تقریباً ناممکن ہے۔ ایک دائمی افسردگی نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور روز بروز میری زندگی معرض اندیشہ میں ہوتی جاتی ہے۔ میں بچپن سے اپنے مستقل کوتاہناک سمجھتا رہا تھا، مگر میرا مستقبل اب بالکل تیرہ وتار (یعنی تاریکی میں) ہو گیا ہے۔ اس مایوسی اور ناامیدی کی حالت نے میری دنیا اور دین دونوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آتا۔ جناب بزرگ ہیں، مقدس ہیں، دعا کیجئے خدا مجھے اس پریشانی سے نجات دے۔ کسی صورت سے سکونِ قلب حاصل ہو جائے۔ تین سال سے برابر اس عذابِ الیم میں مبتلا ہوں۔ اپنی موت کی آرزو کرتا ہوں۔ مجبور ہو کر یہ قصد کیا ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں، مگر کوئی ایسا صاف باطن مجھے نہیں ملتا جو اپنے رنگ میں رنگ لے۔ ارادہ کر رہا ہوں کہ چند روز کے لیے خدمتِ والا میں حاضر ہو کر حضور کی توجہات سے مستفید ہوں۔

**الجواب:** آں عزیز کا خط آیا۔ برخوردار ماشاء اللہ تعالیٰ آپ ایک مستقل باہمت آدمی ہیں۔ پھر اس قدر بے صبری اور بے استقلالی۔ یہی تو مواقع ہوتے ہیں عزم و ہمت دیکھنے کے۔ یہاں آنے کو جو لکھا ہے میرے سر آنکھوں پر۔

کرم نماؤ فرود آ کہ خانہ خانہ تست

مگر یہ تو سمجھئے کہ جس غرض کے لیے ایسا خیال ہے وہ خود موقوف ہے مجاہدہ پر اور جو ناگواری آپ کو پیش آ رہی ہے یہ خود ایک بڑا مجاہدہ ہے۔ اگر آپ کو دوسرے رنگ کی طلب ہے تو اس کے لیے حالت موجودہ میں آپ خوب تیار ہو سکتے ہیں۔ پس برداشت کیجیے۔ پھر موقع پر یہاں آئیے کہ تھوڑی سی تدبیر میں کام بن جائے گا۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۳۶۸)



نوافل میں بیوی کی طرف میلان میں حرج نہیں:

**سوال:** اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مکان کے اندر جب میں نماز پڑھتا ہوں، میرے برابر ہی میری بیوی تھوڑے فاصلہ پر نماز پڑھتی ہوتی ہے، مگر وہ علیحدہ اور میں اپنی علیحدہ اور ایسی حالت میں کبھی ان کی جانب کسی قدر میلان بھی ہوتا ہے۔ تو کیا ان کو پیچھے ہٹا دیا جائے یا کرے یعنی برابر نہ کھڑے ہونے دیا جائے یا کوئی حرج نہیں؟

**جواب:** کوئی حرج نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بسا اوقات نماز تہجد کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لیٹی ہوتیں اور آپ سجدہ میں جانے کے وقت ان کے پیر کو انگلی لگا دیتے اور وہ پاؤں سمیٹ لیتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ جو تعلق جی تھا اس سے عادت میلان ہونا لازم ہے، مگر پھر بھی اس کا انسداد نہ کیا گیا۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۵۲۵)

محبوبہ بیوی کی موت سے صدمہ کا علاج:

**سوال:** عرصہ ڈیڑھ دو برس کا گذرا کہ میری ایک بی بی تھی جس سے مجھ کو کمال اُلفت تھی بلکہ میں اس کا عاشق تھا۔ اس سے اولاد بھی اب تک موجود ہے اور وہ انتقال کر گئی۔ اس کے مرنے کا اس قدر رنج ہے کہ زبانِ قلم سے بیان نہیں ہو سکتا۔ اتنا عرصہ گذرا، اب تک وہی حالت ہے۔ بس مجنون کی تشبیہ کافی ہے۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام۔ میرے ورد و وظائف بالکل چھوٹ گئے ہیں۔ بمشکل نماز پنجگانہ ادا کرتا ہوں، لیکن خشوع و خضوع کا تو نام ہی نہیں ہے۔ اس کے دفعیہ کی بہت سی ترکیبیں کیں لیکن کوئی کارگر نہ ہوئی۔ میں اس قدر مجبور ہوں کہ میرا دین اور دنیا دونوں خراب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ میں قرض دار ہو گیا جو اسباب میرے پاس تھا وہ رہن ہو چکا فروخت ہو گیا۔ اور عاقبت کا انجام بھی بہتر نہیں سمجھتا، اللہ رحم کرے، میں بہت ہی خائف رہتا ہوں اور لرزاں، مگر مجبور



ہوں لہذا استدعا ہے کہ حضور دعا کریں کہ مجھے کوئی عورت ملے ویسی ہی ہو یا جو خیال ہے بالکل دفع ہو جائے اور ان دونوں میں میرے لیے جو بہتر ہو اس کی آپ دعا کریں بلکہ اس محبت کے عوض آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا گھر میرے دل میں ہو اور مجھے بھی کوئی ترکیب تحریر کریں۔

**جواب:** السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دعائے خیر کرتا ہوں، نکاح کرنے سے نفع ہوگا۔ اگرچہ ویسی عورت نہ ہو۔ پس اگر کوئی امر مانع قوی نہ ہو تو نکاح کر لینا چاہیے اور جب تک نکاح کا سامان نہ ہو رسالہ تبلیغ دین میں مضمون ”زہد و ذم دنیا“ کو مطالعہ میں رکھیں۔ (ترتیب السالک، حصہ اول، صفحہ: ۵۳۴)

بیوی سے محبت بڑھنا علامتِ تقویٰ ہے:

**سوال:** طبیعت کو اس طرف زیادہ خیال ہو رہا ہے اور جو بات میرے واسطے مفید ہو اس سے مطلع فرمادیجئے گا اور کچھ عرصہ سے بیوی کی طرف محبت زیادہ ہو گئی ہے۔ یہ میرے واسطے کوئی مضرت تو نہیں ہے۔

**جواب:** عین سنت اللہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات نیک دونوں کو عطا فرماوے۔ جب تقویٰ بڑھتا ہے تو بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے۔

(ترتیب السالک، حصہ اول، صفحہ: ۵۵۲)

شوہر کی چیز بلا اجازت چندہ وغیرہ میں دینا جائز نہیں:

فرمایا کہ عورتوں کو جائز نہیں ہے کہ شوہر کی چیز بلا اجازت چندہ میں دیں اور جو چیز ان کی اپنی ملکیت ہو اگرچہ بلا اجازت اس کا دینا جائز ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت شوہر سے مشورہ کر کے دے۔

(ملفوظات کلماتِ اشرفیہ، صفحہ: ۱۰۳)

بیوی کا ستانا بھی مجاہدہ ہے:

**حال:** ایک صاحب نے لکھا کہ میری بیوی کے لیے دعا کریں کہ مجھ کو بہت تنگ



کرتی ہے۔

**جواب:** بیوی کے تنگ کرنے سے پریشان نہ ہوں، یہ بھی ایک مجاہدہ ہے جس

میں تم کو ثواب ملتا ہے ستانے دو۔ (تربیت السالک، جلد: ۱، صفحہ: ۴۳۲)

مباشرت اہل کا خلاف نفس کشی نہ ہونا:

**سوال:** عرض یہ ہے کہ احقر بیاہ کے بعد آج تک بعد نمازِ عشاء و دیگر نماز و وظیفہ

ادا کرنے کے بعد مکان پر واپس آتا ہے۔ ہفتہ میں دو تین بار نفس کا ایسا غلبہ ہوتا

ہے کہ بجز بی بی سے خلوت کیے نیند نہیں آتی، مجبور ہوں۔ ہر چند سعی کرتا ہوں کہ

تہائی رات گزرنے کے بعد بی بی سے خلوت کی جائے، مگر ایسا نہیں ہوتا۔

سونے کے وقت تیمم کر کے سوتا ہوں۔ اس لیے نادم ہوں کہ سوتے وقت بے

غسل ہوں بمقتضائے نفس مجبور ہوں۔ نفس نتواں کشت الا ظلم پیر۔

**جواب:** یہ نفس کشی کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ حقوقِ زوجہ سے ہے۔ چنانچہ اس

کے عتاب کی صورت میں ”وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْبَضَاجِجِ۔“ یعنی اور ان کو ان کے

لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو۔ تجویز ہوئی ہے۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۶۵۹)

بی بی سے محبت کا غیر مضر ہونا:

**سوال:** حضرت آج کل میں ایک سخت مرض میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ وہ یہ کہ اپنی

بی بی سے زیادہ محبت ہو گئی ہے جس کی وجہ سے معمولات میں حرج واقع ہوتا ہے

جس کا علاج ضروری معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ اس محبت کو مائل الی اللہ کر دیا

جائے۔ معمولات کو گرتے پڑتے کسی طرح ادا کیے جاتا ہوں اور کبھی ناغہ بھی

ہو جاتا ہے جس کی وجہ وہی محبت ہے مگر وہ بات نہیں جو حضرت کی خدمت میں

تھی۔ اللہ تعالیٰ پھر بہت جلد حضرت کی قدمبوسی کروائے، آمین۔

**جواب:** بی بی سے خواہ کتنی ہی محبت ہو جائے مذموم و مضر نہیں۔ ہاں! وہ محبت

دین و اعمال دین سے مانع نہ ہونا چاہیے۔ سو یہ امر اختیاری اور متعلق ہمت کے



ہے اور حضور و غیبت کا تفاوت امر طبعی ہے۔ کیا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا شبہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب آپ کو معلوم نہیں۔ باقی دعائے خیر کرتا ہوں۔

**سوال:** عرض یہ ہے کہ معمولات بجز اللہ تعالیٰ بخوبی ادا ہو رہے ہیں، مگر ایک بات اکثر خیال میں آتی ہے اسی سے متفکر ہوں کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اہلیہ کے انتقال کو ساڑھے دس ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے، مگر ان کا خیال کسی وقت دور نہیں ہوتا جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ سے اس قدر بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے غیر اللہ کی مفارقت کا افسوس کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو کس منہ سے حاضری ہوگی۔ چاہیے یہ تھا کہ غیر اللہ سے محض ضابطہ کا تعلق ہوتا اور تعلق قلبی حق تعالیٰ شانہ کے ہی ہوتا۔ یہاں اس کا عکس ہے۔ نماز میں اس قدر حضور نہیں ہوتا جس قدر قبرستان میں جی لگتا ہے۔ مرحومہ کی قبر پر جمعہ کے جمعہ جاتا ہوں، وہاں سے واپسی کو دل ہی نہیں چاہتا۔ ابھی عید کا واقعہ ہے کہ صبح بعد تلاوت مکان سے چلا گیا۔ راہ میں قبرستان ہے وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ پونے سات بجے سے ساڑھے آٹھ بجے تک بیٹھا رہا۔ اول تو کچھ پڑھ کر بخشتا۔ اس کے بعد خاموش بیٹھا کرتا ہوں بیٹھ گیا۔ ایک دیوار ہے چھوٹی سی قبر کے پاس پر بیٹھ جایا کرتا ہوں۔ اسی پر بیٹھ گیا۔ وہاں اس قدر مستغرق ہوا کہ کسی کے آنے جانے کا بھی پتہ نہ رہا اور اس کا علم یوں ہوا کہ شام کو حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تو قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے کئی آوازیں دیں مگر تو نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر میں چلا گیا تجھے تیرے حال پر چھوڑ کر۔ اس کو سن کر اور بھی فکر ہے کہ نماز میں تو آہستہ کی آواز بھی کان میں پڑ جاتی ہے اور قبرستان میں کئی آوازیں دی جاویں اور وہ کان میں بھی نہ پڑیں۔

لہذا عرض ہے کہ خدا کے واسطے خادم کا علاج تجویز فرمادیں۔ احقر تو بالکل کیا گذرا ہے اسی حالت میں موت آگئی تو کیا ہوگا۔ اللہ خبر لیجیے۔



**جواب:** حلالِ محبت میں ایسا انہماک اگر غیر اختیاری ہو جس سے اعمالِ ضروریہ دینیہ میں خلل نہ آوے ذرا بھی دین میں مضرت نہیں نہ اس سے حق تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوتی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ محبت طبعی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت عقلی۔ تو یہ دونوں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں اور اگر حق تعالیٰ کی محبت قلب میں نہ ہوتی یا کم ہوتی تو اس حالت سے فکر و غم نہ ہوتا۔ بالکل اطمینان رکھیں اگر اس حالت پر موت آگئی تو ذرہ برابر بھی خطرہ نہیں۔ البتہ دوسرے مصالح پر نظر کر کے اگر نکاح کر لیا جاوے تو نفع ہوگا۔ (تربیت السالک، جلد: ۱، صفحہ: ۷۴۸)

بی بی اور بچوں کے پاس ذکر کرنا:

ایک شخص کے جواب میں فرمایا کہ بچوں اور بی بی کے پاس رہئے، گو طبیعت کونا گوار ہو مگر ان کے حقوق کی رعایت سے زیادہ نفع ہوگا۔

(تربیت السالک، جلد: ۱، صفحہ: ۸۸۳)

شوہر مرحوم پر صبرِ اختیاری ہونا چاہیے:

**سوال:** شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ برس گزر جانے کے اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں پیدا ہوتی۔ میری قلبی خواہش یہ ہے کہ حقیقی صبر و رضا کے ساتھ محبوبِ حقیقی اور رب العزت کی یاد میں دل جمعی سے عبادت میں گزار دوں۔

**جواب:** برخورداری! سکونِ مطلوب ہی نہیں عملِ مطلوب ہے۔ ظاہری بھی باطنی بھی۔ ظاہری تو جانتی ہو، باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو۔ مثلاً صبرِ اختیار میں ہے وہی مطلوب ہوگا۔ سکون و دلجمعی اختیار میں نہیں وہ

مطلوب نہ ہوگا۔ (تربیت السالک، جلد: ۲، صفحہ: ۵۴)

عورت کو عمدہ کپڑے پہننے کے متعلق ہدایات:

**سوال:** حضرت اقدس! میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اچھے اور صاف ستھرے



کپڑے پہنا کروں، اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اور نیت یہ ہوتی ہے کہ میرے شوہر خوش رہیں اور میرے شوہر بھی یہی چاہتے ہیں، مگر مرض یہ ہے کہ جب کسی عورت کو کوئی عمدہ کپڑے پہنے دیکھتی ہوں دل بہت چاہتا ہے کہ اس قسم کا میں لے لوں۔ اکثر تو خاموش رہتی ہوں، مگر کبھی فرمائش کر بھی دیتی ہوں اور پھر مل بھی جاتا ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ مرض ہے۔ اگر مرض ہو تو علاج تجویز فرمائیں۔

**جواب:** زینت کے درجات ہیں۔ افراط و تفریط مذموم ہے اور اعتدال محمود ہے۔ اس میں اعتدال یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر اس وقت مت بناؤ۔ اگر توقف کرنے سے ذہن سے نکل جائے فبہا اور اگر نہ نکلے تو جس وقت نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو تو اس وقت وہی پسند آیا ہوا کپڑا بنا لو۔ اگر اتفاقاً وہ اس وقت نہ مل سکے تو جانے دو اور اگر دیکھو کہ اس مدت تک طبیعت مشغول رہے گی تو پسند کے وقت خرید کر رکھ لو، مگر بناؤ مت۔ بناؤ اس وقت جب نئے کپڑے بنانے کی ضرورت ہوتا کہ اس کے عوض کا کپڑا بیچ جاوے اور شوق بھی پورا ہو جاوے اور اقتصاد بھی فوت نہ ہو اگر تمہارے شوہر تم کو علاوہ ضروری نان و نفقہ کے جیب خرچ کے طور پر کچھ دیتے ہوں تو پھر اس انتظام میں اتنا اور اضافہ کیا جاوے کہ ایسا کپڑا اپنے خرچ کی رقم سے خریدو تا کہ نفس حدود میں محصور رہے۔

(تربیت السالک، حصہ سوئم، صفحہ: ۱۳۶)

بیوی کا ہمراہ آنا نفع باطن کے منافی نہیں:

**سوال:** ایک صاحب کا خط آیا کہ وہ اصلاح کے سلسلہ میں یہاں آنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ میری بی بی بھی جو کہ پہلے سے بیعت ہیں آنا چاہتی ہیں، مگر ان کے آنے سے میری یکسوئی جاتی رہے گی۔ نیز وہ بچوں کے ساتھ بے جا سختی کرتی ہیں جس سے مجھ کو اذیت ہوگی۔



**جواب:** ان میں (یعنی بی بی میں) ہزار کھوٹ سہی مگر جب وہ بلا ترغیب خود طلب کریں ان کی اعانت خود طاعت و نافع باطن ہے۔ گو ان کو ساتھ لانے سے ایک درجہ میں تشویش بھی ہو مگر تشویش نفع باطن کے منافی نہیں۔ البتہ وہ نفع عاجلاً محسوس نہیں ہوتا، مگر بصیرت کے بعد خود محسوس ہوگا کہ نفس میں کون سا ملکہ محمودہ پیدا ہو گیا۔ (تربیت السالک، حصہ سوئم، صفحہ: ۳۱۷)

فساد بین الزوجین اصل ہے سینکڑوں فساد کی:

فرمایا کہ میاں بی بی کا فساد سب فسادوں کی مرغی ہے یعنی سینکڑوں فساد کو پیدا کرتی ہے۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۴۶)

پیبیاں حوروں سے افضل ہوں گی:

فرمایا کہ جنت میں پیبیاں حوروں سے افضل ہوں گی، اجمل ہوں گی اور اجمل کی طلب نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل۔ اس لیے اپنی بیویوں کے ملنے کے لیے دعا کرنا نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۱۱۸)

بی بی کا ایک حق جیب خرچ بھی ہے:

فرمایا کہ بی بی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی خرچ کر سکے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں۔ اس کی تعداد اپنی اور اپنی بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے۔ مثلاً روپیہ، دو روپیہ، دس، بیس، پچاس روپے جیسی گنجائش ہو۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۱۲۰)

عورتوں کی اصلاح کا بہترین طریقہ:

فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح خاوند سے بہ نسبت پیر کے زیادہ ہو سکتی ہے۔

(بحوالہ بالا)

عورتوں پر سختی کرنا جو ان مردی کے خلاف ہے:

عورتوں کو پردے میں رکھنا عین دلجوئی ہے۔ فرمایا کہ حدیث میں ہے:



((الَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَ كُمْ))

(سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها)

یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے ہیں۔ اور جو شخص کسی کے ہاتھ میں قید ہو اور ہر طرح اس کے بس میں ہو، اس پر سختی کرنا جو انمردی کے خلاف ہے۔ لفظ عنوان سے پردہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقید ہو کر رہنے ہی کا نام تو پردہ ہے۔ نیز پردہ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ کا منشاء حیا ہے اور حیا عورت کے لیے امر طبعی ہے اور امر طبعی کے خلاف پر کسی کو مجبور کرنا باعث اذیت ہے اور اذیت پہنچانا دلجوئی کے خلاف ہے۔ پس عورتوں کو پردہ میں رکھنا ان پر ظلم نہیں بلکہ حقیقت میں دلجوئی ہے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ کی سفارش عورتوں کے بارے میں:

فرمایا کہ مردوں کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

{وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُنَّ وَهِيَ شَيْئًا  
وَيَجْعَلُ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا}

(سورۃ النساء، آیت: ۱۹)

یعنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بھلائیاں رکھ دی ہوں۔ مثلاً عورت کی بد خلقی پر صبر کرنے سے اجر کثیر کا وعدہ ہے۔ یا مثلاً اس سے کوئی اولاد ہو جاوے جو قیامت میں اس کی دستگیری کرے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۱۴۱)

ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیے:

فرمایا کہ ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیے۔ دو



وجہ سے۔ ایک تو بی بی ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں اور یہ بات جو انمردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔

دوسرے دین کی وجہ سے کیونکہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہیں۔ جیسے تم دین کے کام کرتے وہ بھی کرتی ہیں اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے؟ یہ بات کوئی ضروری نہیں کہ عورت مرد سے ہمیشہ گھٹی ہوئی ہو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے برابر بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ پس عورتوں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بے کس اور مجبور اور شکستہ دل کا تھوڑا سا عمل بھی مقبول فرمالتے ہیں اور اس کے درجات بڑھا دیتے ہیں۔ (کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۱۲۴)

آج کل عورتوں کی اصلاح کا طریق:

فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح کے لیے بس یہ کافی ہے کہ وہ کتب دینیہ کا مطالعہ کرتی رہیں۔ باقی آج کل ایسا نمونہ کہ جس کو وہ خود مشاہدہ کر کے اپنے اخلاق درست کریں عورتوں میں ملنا قریب بہ محال ہے، اور خاوند کی معتقد نہیں ہوتیں اس لیے کتابیں پڑھایا سنا کریں، خاوندوں کو ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے آگے چاہے اصلاح ہو یا نہ ہو بس ان کو کتابیں پڑھ کر سناتے رہیں وہ تو مواخذہ سے بری ہو جائیں گے۔ (کمالات اشرفیہ، صفحہ: ۱۵۸)

عورتوں کی دو صفت قابل تعریف ہیں:

فرمایا عورتیں قابل تعریف و ترحم ہیں، ان میں دو صفت تو ایسی ہیں کہ مردوں سے کہیں بڑھی ہوئی ہیں۔ خدمت گاری اور عفت۔ عفت تو اس درجہ ہے کہ مرد چاہے افعال سے پاک ہوں، لیکن وسوسوں سے کوئی شاید خالی ہو اور شریف عورتوں میں سے اگر سو کو لیا جاوے تو شاید سو کی سو ایسی نکلیں گی کہ وسوسہ



تک بھی ان کو عمر بھر نہ آیا ہو۔ اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ”وَالْمُحْصَنَاتِ  
الْغِفْلَاتِ۔“ (کمالاتِ اشرفیہ، صفحہ: ۲۰۶)

## عیب جوئی، عجب اور تکبر کا علاج

ازار شادات: حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ  
کسی کی عیب جوئی کا علاج:

**سوال:** ایک شخص نے کہا حضور! مجھ میں تو ایک سخت عیب بھی ہے اور سختی کے  
ساتھ راسخ ہو گیا ہے کہ دوسروں کا عیب تو بہت بڑا معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ اس میں  
غیبت تک نوبت آ جاتی ہے اور اپنا عیب نہیں معلوم ہوتا۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں  
کہ یہ بد عادت مجھ سے دفع ہو جاوے لیکن کسی طرح نہیں جاتی۔ کوئی طریقہ  
ہدایت فرماویں تاکہ اس پر عمل کرنے سے اس بد عادت کا استیصال ہو جاوے۔  
اس خاص صورت میں حضور کی دعا کا متمنی ہوں۔

**جواب:** دعا بھی کرتا ہوں۔ باقی تدبیر یہ ہے کہ آپ ہر کلام سے پہلے یہ سوچ  
لیا کیجیے کہ اگر یہ کلام میں نہ کروں تو کوئی ضروری نفع تو فوت نہ ہوگا جس میں  
ضروری نفع کا فوت نہ ہونا معلوم ہو اس سے زبان بند رکھئے۔ یہ تو زبان کا انتظام  
ہے۔ باقی اس کی جڑ کا انتظام یہ ہے کہ جب کسی کے عیب پر نظر پڑے تو یوں  
سوچا کیجیے کہ گو اس شخص میں یہ عیب ہے مگر ممکن ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں ایسی  
ہوں جن کے اعتبار سے اس کی مجموعی حالت میری مجموعی حالت سے عند اللہ  
احسن ہو۔ پھر مجھ کو اس کی عیب جوئی یا عیب گوئی کا کیا حق حاصل ہے؟ جس  
طرح اندھے کو یہ حق نہیں کہ کانے کو چڑاوے۔ بار بار اس مضمون کے استحضار  
سے ان شاء اللہ اس عیب کا استیصال ہو جاوے گا۔ اور اگر احیاناً و اتفاقاً پھر بھی  
اس کا صدور ہو جاوے تو بطور جرمانے کے بیس رکعت نفل پڑھا کیجیے۔ ان شاء  
اللہ نفس سیدھا ہو جاوے گا۔ (ترتیب السالک، حصہ اول، صفحہ: ۲۶۰)



غرور و تکبر کا علاج:

**سوال:** ایک شخص نے کہا کہ میرے اندر غرور اور تکبر بہت ہے، دوسرے لوگوں کو عقل اور ہوشیاری میں اور کبھی علم میں اور کبھی باپ ادا کی مالداری میں اپنے سے کمتر سمجھتا ہوں۔ گو یہ مرض یہاں پر کم معلوم ہوتا ہے، اپنی بستی میں بہت پایا جاتا ہے۔ حضور اس کا علاج بتلاویں۔

**جواب:** ایک وقت بیٹھ کر اپنے عینوں کو سوچا کرو اور زبان سے بھی کہا کرو کہ میں بڑا بے وقوف ہوں، میں بڑا نالائق ہوں۔ آدھ گھنٹہ روزانہ اس میں صرف کرو اور پھر اطلاع دو۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۲۷۱)

علمی و عملی عجب کا علاج:

**سوال:** ایک خیال اب زیادہ آنے لگا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس بیان میں اخلاق حسنہ، عقائد حقہ، اعمال جوارح ضروریہ کی ترغیب و ضرورت بیان ہوئی ہے تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو سمجھ میں بفضلہ تعالیٰ پہلے ہی سے موجود ہیں اور جن امور یا رسومات سے اجتناب ضروری ہے اس پر خیال ہوتا ہے کہ تو ان سے ہمیشہ ہی مجتنب رہتا ہے تو وہ بیان کتاب دیکھنے میں بے رغبتی یا کم توجہی سے گذر جاتا ہے۔ مگر حضور کل سے خیال ہوا کہ یہ تو ظاہراً عجب معلوم ہوتا ہے۔ اب حضور اس کا علاج فرما کر تسکین فرماویں۔ اگرچہ بجزہ تعالیٰ اس خیال کا اثر معمول پر نہیں پڑا اور حضور ان خیالات کا جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ضرور معالجہ فرماویں۔ اب یہ خیال زیادہ خراب نہ کرنے پاوے۔

**جواب:** یوں سمجھنا چاہیے کہ اول تو ہر عمل اور ہر خلق میں درجات کمال کے بھی ہیں جو مجھ کو حاصل نہیں۔ دوسرے جو کچھ حاصل ہیں ان کے بقاء کی بھی ضرورت ہے اور مطالعہ مکررہ بقاء میں معین ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے علمی و عملی کوتاہی کی اصلاح ہو جاوے گی۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۲۸۰)



عجب کا علاج:

**سوال:** اگر بندہ احقر کے متعلق کوئی بُرائی کرتا ہے تو زیادہ غصہ نہیں آتا اور طبیعت فوراً رُک جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص تعریف کرتا ہے تو طبیعت میں مسرت پیدا ہوتی ہے، مگر فوراً اپنی بُرائی کی طرف توجہ کر لیتا ہے اور اس کو فضل خداوندی سمجھتا ہے یہ مذموم تو نہیں۔

**جواب:** یہ مذموم نہیں ہے۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۲۸۲)

کبر کا علاج:

**سوال:** کبر کا مرض اب بھی بہت ستاتا ہے۔ گو اُس سے بچنے کی بہت کوشش کرتا ہوں اور اس کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتا۔ اگر کبھی ہو جاتا ہے تو دل پر سخت بے چینی ہوتی ہے اور استغفار کرنے سے تسکین معلوم ہوتی ہے۔

**جواب:** تبلیغ دین میں لکھا ہوا علاج کرتے رہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۲۸۷)

**سوال:** جو لوگ شریعت کے خلاف کرتے ہیں وہ میری نظر میں حقیر معلوم ہوتے ہیں حالانکہ میں اس کو بُرا سمجھتا ہوں۔

**جواب:** طبعاً حقیر معلوم ہونا کبر نہیں البتہ عقلاً اتنا سمجھ لیجیے کہ شاید یہ شخص کسی خاص حالت کے اعتبار سے عند اللہ مجھ سے افضل ہو۔ بس کبر دور کرنے کے لیے اتنا کافی ہے۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۲۸۸)

**سوال:** جب کوئی شخص جس میں عیب ہوتا ہے سامنے سے گذرتا ہے تو اس کی حقارت کا خیال ہو جاتا ہے لیکن بفضلِ خدا فوراً دل سے آواز آتی ہے کہ تم سے تو اچھا ہے تم میں فلاں عیب ہے۔

**جواب:** یہ مجاہدہ مطلوبہ ہے جو ایسے موقع پر ہونا چاہیے۔

ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اچھا بُرا سمجھنا درجہ احتمال میں کافی ہے یعنی یہ سمجھے کہ گو اس وقت ظاہراً یہ شخص ہم سے کمتر ہے لیکن ممکن ہے



کہ اسی وقت اس کے باطن میں کوئی خوبی ہم سے زیادہ ہو۔

**سوال:** حسب ہدایت جناب والا تبلیغ دین، بیان اخلاق ذمیرہ کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، مگر وجداناً تکبر معلوم ہوتا ہے حالانکہ طلبہ کا جوتا اٹھالیا کرتا ہوں۔ ملنے والوں سے سلام میں ابتداء بھی کرتا ہوں خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔

**جواب:** پھر تکبر نہیں ہے اور جو اثر وجداناً معلوم ہوتا ہے اس کے مقتضی پر عمل نہ کرنے سے اس کا ازالہ بھی ہو جاوے گا اور جب تک زوال نہ ہو وہ قابل ملامت نہیں ہے۔ (ترتیب السالک، حصہ اول، صفحہ: ۲۹۰)

کبر کے بارے میں ایک شخص کے پوچھنے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کبر کا علاج استحضار اپنے عیوب کا اور استحضار اپنے ذنوب کا اور عظمت حق کا ہے، اس کے تکرار سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مغلوب ہو جاوے گا اور طبیعت کا گرم ہو جانا یہ ایک اور بات ہے یہ غضب ہے۔ اس کا علاج اس امر کا استحضار ہے کہ جس طرح یہ شخص ہمارا خطاوار ہے اسی طرح ہم حق تعالیٰ کے خطاوار ہیں۔ اگر وہ ہم سے انتقام لینے لگے تو کہاں ٹھکانہ رہے۔ بس جس طرح ہم اپنے عفو کو پسند کرتے ہیں اس کے ساتھ بھی ہم کو یہی معاملہ مناسب ہے۔

غیبت کا سلسلہ شروع ہونے کے وقت سب سے بہتر یہ ہے کہ وہاں سے کسی بہانہ سے اٹھ جائیں اور پھر بھی لغزش ہو جاوے تو ہر غیبت پر دو رکعت صلوٰۃ توبہ کا التزام ان شاء اللہ نافع ہوگا۔ (ترتیب السالک، حصہ اول، صفحہ: ۲۹۲)

کبر کی علامت:

کبر کی علامت یہ ہے کہ اگر آپ کی کوئی تعظیم نہ کرے تو آپ کو غصہ

آوے اور اس کے درپے ہو جاویں۔ (ترتیب السالک، حصہ اول، صفحہ: ۲۹۵)

عجب کا علاج:

میں آج کل اکثر الگ الگ رہتا ہوں، کسی سے اختلاط نہیں رکھتا۔



اس سے بھی کبھی عجب آمیز خیال پیدا ہوتا ہے۔

**جواب:** لایضر (کوئی نقصان دہ نہیں) اور ایسے خیالات کی وجہ سے اگر اختلاط کیا جاوے وہ مضر ہوگا۔ شیطان کی یہ بھی ایک ترکیب ہے۔

**سوال:** اور بعض لوگ اس عدم اختلاط کی وجہ سے کوئی بات مدح کی بھی کہہ دیتے ہیں، اس سے نفس خوش ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟

**جواب:** سمجھنا چاہیے کہ یہ مادحین (تعریف کرنے والے) نہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں نہ میرے دوسرے عیوب سے۔ حسنِ ظن رکھتے ہیں جو ان کی تو خوبی ہے مگر میرے لیے حجت نہیں۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۳۲۰)

**سوال:** یوں تو اعتقاد ہے ہی کہ مغفرت بجز خدا کی رحمت کے ہو ہی نہیں سکتی تاہم کوئی کام اگر توجہ دل سے اچھی طرح انجام پاتا ہے تو اس عمل کی طرف خیال جاتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمادیں گے تو یہ خیال بُرا تو نہیں؟

**جواب:** یہ خیال بُرا نہیں ہے۔

**سوال:** اگر کبھی کسی اچھے کام کی توفیق ہو جاتی ہے تو طبیعت نہایت ہشاش بشاش رہتی ہے۔

**جواب:** یہ علامتِ ایمان ہے۔

**سوال:** اس میں کچھ حرج تو نہیں۔ شبہ اس لیے ہوا کہ اس کاراز کہیں یہ نہ ہو کہ اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔

**جواب:** عمل میں دو حیثیتیں ہیں۔ ایک اپنا کمال، اس اعتبار سے تو اس پر نظر نہ کرنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ خدا کی رحمت ہے اس اعتبار سے اس پر مسرت خود مامور ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:



{قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا ط}

[سورہ یونس، آیت: ۵۸]

(تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۳۲۲)

**سوال:** ناجائز آمدنی کا دروازہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے پہلے ہی سے بند ہے، طبیعت میں تکبر اور غرور تو بالکل نہیں البتہ خودداری زیادہ ہے۔

**جواب:** اپنے عیوب اور اپنا پیچ ہونا اور فنا ہو جانا سوچا کیجیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے اس میں کمی واقع ہو جاوے گی۔

**سوال:** کسی کی سخت بات کی خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز برداشت بالکل نہیں۔

**جواب:** بہ تکلف ضبط کر کے اپنے عیوب سوچنے لگا کیجیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اشتعال کم ہو جاوے گا۔

**سوال:** اپنی حالت کو دیکھ کر کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ اب میری حالت اچھی ہے۔

**جواب:** صحیح خیال ہے مگر اس کے ساتھ یہ سمجھ لیا جائے کہ میں اس کا مستحق نہیں، خدا تعالیٰ کا انعام ہے۔

**سوال:** مگر پھر بھی خیال ہوتا ہے کہ کہیں عجب نہ ہو اور حق سبحانہ کو ناپسند نہ ہو

کہ مراجعت قہقریٰ (اٹے پیر زوال کی طرف لوٹنا) کا موجب ہو جاوے۔  
(اعاذنا اللہ منہ)

**جواب:** ابھی اوپر جس امر کے سمجھنے کا میں نے مشورہ دیا ہے اس کے ساتھ نہ

عجب کا احتمال ہے اور نہ ان شاء اللہ نکس (دوبارہ عود مرض) کا اندیشہ۔

(تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۳۲۲)

**سوال:** حضرت! بندہ کو بعض وقت جب ذکر سے فارغ ہوتا ہوں نفس کو بہت

خوشی و فرحت کی حالت محسوس ہوتی ہے۔ اس خوشی کی حالت میں مجھے خوف

محسوس ہوتا ہے کہ عجب و کبر کی علامت تو نہیں ہے؟

**جواب:** اگر اس کو اپنی فضیلت سمجھو تو کبر ہے اور اگر عطاءئے حق سمجھو اور اپنے کو



مستحق نہ سمجھو تو شکر ہے۔

**سوال:** پھر میں نفس کو کہتا ہوں کہ اے نفس! تو سرتاپا معصیت سے پُر ہے تو کیسے خوش ہوتا ہے۔ تجھ کو چاہیے کہ ہر وقت استغفار کرے۔ حضرت! بعض وقت قلب بالکل خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور کسی کی طرف خیال نہیں رہتا۔ پورا توکل خدا پر ہو جاتا ہے۔ بعض وقت یہ حالت قلب میں نہیں پاتا ہوں تو سخت پریشانی معلوم ہوتی ہے۔

**جواب:** پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ابتداء میں ایسے انقلابات ہوا کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آخر میں استقامت ہو جاوے گی، اگر اسی طرح کام میں لگے رہے۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۳۲۳ و ۳۲۴)

**سوال:** اور تواضع کا امتحان یہ معلوم ہوا کہ دوسرا بُرا کہے تو دل میں ذرا بھی بُرا نہ مانے، سو غور کر کے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ میں متواضع نہیں ہوں کیونکہ اگر کوئی چھوٹا شخص (باعتبار عمر وغیرہ) مجھ کو واقعی عیب پر بھی ملامت کرے تو سخت ناگوار ہوتا ہے بلکہ بعض مرتبہ ہمجولیوں اور بڑوں کا فرمانا بھی ناگوار و گراں ہوتا ہے۔

**جواب:** گراں ہونا مضائقہ نہیں لیکن اس گرانی کے بعد اپنے نفس کو سمجھانا اور اس ناگواری کو دفع کرنا چاہیے یہ بھی ایک درجہ تواضع کا ہے۔

**سوال:** کبھی کبھی یہ دل میں آتا ہے کہ بجز اللہ احقر ایسے مرشد بابرکت کی خدمت سے فیض حاصل کر رہا ہے کہ بہت لوگوں کو اس سے محرومی ہوئی۔ پھر اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ کبر میں شمار نہ ہو کہ میں تو ایسے پیر و مرشد سے تعلیم لیتا ہوں اور جن کو یہ بات حاصل نہیں ان سے میں اچھا ہوں۔

لہذا حضور والا سے اُمید ہے کہ واضح فرما دیں گے کہ اس خلیجان کے رفع ہونے کی کیا صورت ہے اور یہ کبر میں داخل ہے یا نہیں کیونکہ شرارت نفس پر مطلع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔



**جواب:** نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو عطاءے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

**سوال:** لوگوں سے طبیعت میں بڑی وحشت ہوتی ہے یہ تکبر تو نہیں؟

**جواب:** نہیں، مگر یہ ضرور ہے کہ جن سے وحشت ہوتی ہے ان کو حقیر نہ سمجھے۔ جیسے مریض کو غذا سے نفرت و وحشت ہوتی ہے مگر اس کو حقیر نہیں سمجھتے۔

(تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۳۳۶)

کبر کیا ہے؟:

کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و

ذلیل سمجھے۔

کبر کا علاج:

یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضی پر عمل نہ ہو۔ یعنی زبان سے اپنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے۔ دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھتا تو بلا قصد ہے لیکن اس کے مقتضی مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت و عقوبت ہے اور اگر زبان سے اس کی مدح و ثناء کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے تو اعون فی العلاج ہے۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۳۳۷)

وسوسہ کبر کا علاج:

**سوال:** اپنا حال بغرض اصلاح عرض ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی وضع خلاف شریعت ہوتی ہے یا جو خلاف شرع امور میں مصروف ہوتے ہیں ان کی ان باتوں سے دل میں نفرت ہوتی ہے اور بلا ضرورت ان سے ابتداء سلام و کلام کرنے کو محض حق تعالیٰ کی رضا مندی کے خیال سے دل نہیں چاہتا۔ بایں ہمہ اپنے کو ان سے اچھا نہیں سمجھتا اور جو باتیں اپنے اندر موافق شریعت کے پاتا



ہے ان کو محض حق تعالیٰ کا فضل و احسان جانتا ہے اور ان کے زوال کا اندیشہ ہے کیونکہ عطاء بلا استحقاق ہے۔ اور جو باتیں خلاف شریعت اپنے اندر جانتا ہے ان کو بھی بُرا اور قابل ترک سمجھتا ہے لیکن اپنے سے اتنی نفرت اپنے دل میں نہیں پاتا جس قدر اور لوگوں سے ان کی خلاف شرع باتوں پر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اندیشہ کبر ہوتا ہے۔

**جواب:** نفرت میں تفاوت ہونا کبر نہیں۔ نفرت اعتقادی تو دونوں جگہ یکساں ہے اور عبد اسی کا مامور ہے اور یہ تفاوت نفرت طبعی میں ہے۔ جیسے انسان کو اپنے پائخانہ سے نفرت کم ہوتی ہے اور دوسرے کے پائخانہ سے زیادہ ہوتی ہے اور راز اس تفاوت کا تفاوت فی المحبت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسانوں کو اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت غیر کے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ماں کو اپنے بچہ کے پائخانہ سے اتنی نفرت نہیں ہوتی۔ جیسا غیر محبوب کے پائخانہ سے سو اس کا کبر سے کوئی تعلق نہیں۔ (تربیت السالک، حصہ اول، صفحہ: ۳۶۴)

## عجب و کبر کا علاج

المرتب: محمد اختر عفا اللہ عنہ

**عجب:** اپنی نظر میں اپنے آپ کو اچھا سمجھنا ہے۔

**کبر:** اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر بھی سمجھنا اور حق بات کا قبول نہ کرنا۔ اگر کوئی شخص اپنے کو بڑا نہیں سمجھتا اور دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتا اور حق بات قبول کرتا ہے تو یہ دولت اور سلطنت اور شاندار لباس کے باوجود تکبر میں مبتلا نہیں۔

کمالات اشرفیہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ بندہ جس وقت اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کی نظر میں بُرا اور حقیر ہوتا ہے۔ اور جب اپنی نظر میں حقیر اور بُرا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھلا اور اچھا ہوتا ہے۔ عجب اور کبر کی بیماری بے وقوف اور بے عقل



لوگوں کو ہوتی ہے۔

ایک لڑکی کو رخصتی کے وقت اس کی سہیلیوں نے خوب زیور اور اچھے

کپڑوں سے سجا کر کہا کہ بہن! تم کو مبارک ہو کہ بہت اچھی معلوم ہو رہی ہو۔ وہ

رونے لگی کہ نہ معلوم شوہر کی نظر میں میرا یہ حسن قبول ہوگا یا نہیں؟

میرے حسن کا فیصلہ شوہر کے ہاتھ میں ہے، تمہارے ہاتھ میں نہیں۔

گزارا تو شوہر کے ساتھ ہے، اسی کی نظر کا فیصلہ اصل فیصلہ ہے۔ اس لڑکی سے

بھی اُس کی عقل خراب ہے جو اپنے مالک کے فیصلہ سے قبل دنیا میں خود کو اچھا

سمجھ رہا ہے اور چند انسانوں کی تعریف سے بے وقوف ہو گیا جبکہ قیامت کے

دن کا فیصلہ باقی ہے جو اصل فیصلہ ہوگا۔ اس سے قبل اپنے کو اچھا اور بڑا سمجھنا

انتہائی بے عقلی اور بے وقوفی ہے۔ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عمدہ

شعر کہا ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے

وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

جو شخص لوگوں کی تعریف سے اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے

جو اپنے گھوڑے کی لاتوں کی شرارتوں سے تنگ آ کر دلال کو فروخت کرنے کے

لیے دیا۔ دلال نے بازار میں اس گھوڑے کی خوب جھوٹی تعریفیں لوگوں کو سنائی

شروع کیں۔

اس بے وقوف نے کہا کہ جب اس میں یہ خوبیاں ہیں تو ہم نہیں

فروخت کرتے حالانکہ تمام عمر اس گھوڑے کی خباثت اور شرارت کا تجربہ بھول

گیا۔ اسی طرح جو مدتوں اپنے نفس کی شرارتوں اور معاصی سے واقف ہے، کسی

کی تعریف سے اس کا اپنے نالائق نفس کو لائق سمجھنا نہایت درجہ کا گدھا پن اور

حماقت ہے۔



عجب اور کبر کی بیماری سے انسان حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اپنی ہر صرف کو یعنی علم اور دولت اور حسن و جمال یا صحت کو حق تعالیٰ شانہ کا عطیہ سمجھنا چاہیے اور اس کو اپنی ذاتی صفت سمجھ کر اس پر نظر کرنا ایسا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کے سامنے ایک آئینہ نکال کر اپنی ہی آنکھ ناک دیکھ رہا ہو تو ایسے عاشق کو اس کا محبوب دھکے دے کر نکال باہر کر دے گا۔

عجب اور کبر کا مرض دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو اپنے کو مٹائے اور تواضع اختیار کرے تو حق تعالیٰ اس کو عزت اور بلندی عطا فرماتے ہیں۔ پس یہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے مگر مخلوق کی نظر میں باعزت اور کبیر ہوتا ہے۔

اور جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل فرماتے ہیں۔ پس وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے اور اپنی نظر میں بڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ مخلوق کی نظر میں وہ سورا اور کتے سے بدتر ہوتا ہے۔ (بیہقی)

### علاج کبر از مراقاة:

”فَاِذَا رَاى مَنْ هُوَ اَكْبَرُ مِنْهُ سِنًا قَالَ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، لِاِنَّهُ اَكْثَرُ مِنِّي طَاعَةً  
وَأَسْبَقُ مِنِّي اِيْمَانًا وَمَعْرِفَةً، وَإِنْ رَاى اَصْغَرَ مِنْهُ  
قَالَ اِنَّهُ خَيْرٌ مِنِّي، لِاِنَّهُ اَقْلُ مِنِّي مَعْصِيَةً“

(مراقاة المفاتیح، ج: ۵، ص: ۷۷)

ترجمہ: جب اپنے سے بڑی عمر والے کو دیکھے تو یہ کہے کہ وہ ہم سے بہتر ہیں کیونکہ ان کی طاعات ہم سے زیادہ ہیں اور ایمان و معرفت میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں اور اگر اپنے سے عمر میں چھوٹے کو دیکھے تو یہ کہے کہ وہ مجھ سے بہتر ہیں کیونکہ ان کی معصیت مجھ سے کم ہے۔



اہل اللہ اور مشائخ کی صحبت کے برکات اور فوائد

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے

ترا ہاتھ، ہاتھ میں آگ تو چراغِ راہ کے جل گئے

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ}

[سورۃ التوبہ، آیت: ۱۱۹]

ترجمہ: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کی راہ آسان ہونے کا نسخہ کاملین کی صحبت اختیار کرنا ہے۔

کاملین کی صحبت کتنی ہو؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ کاملین کی صحبت میں اس اہتمام سے رہو کہ اخلاق و اعمالِ حسنہ تمہارے اندر جذب ہو جائیں۔ ”خَالِطُوهُمْ لَتَكُونُوا مِثْلَهُمْ، فَكُلُّ قَرِينٍ بِالْمَقَارِنِ يَقْتَدِي“ باب مخالطہ اختیار کیا تا کہ معلوم ہو کہ طالب اور شیخ دونوں ہی طرف سے افادہ اور استفادہ کے لیے مصاحبت کا اہتمام ہو اور طالب مرشد کے کمالات کو جذب کر سکے۔ (تفسیر روح المعانی، جلد: ۱۱، صفحہ: ۵۶)

یہاں تک جذب کر لوں کاش تیرے حسنِ کامل کو

تجھ ہی کو سب پکار اٹھیں گذر جاؤں جدھر ہو کر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْبُرِّ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ))

(مشکاۃ المصابیح، ص: ۳۲۷)



تَرْجَمًا: ہر آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے، اس لیے غور کر لے ہر ایک کہ ہم کس سے دوستی کرتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہر آدمی اپنے دوست کے دین پر کیوں ہو جاتا ہے؟ اس کی تفہیم اور توضیح کے لیے حق تعالیٰ کا ارشاد ”وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ“ نقل فرما کر الامام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے: ”مُجَالَسَةُ الْحَرِيصِ وَمُخَالَطَةُ تُحَرِّكُ الْحِرْصَ وَ مُجَالَسَةُ الزَّاهِدِ وَمُخَالَطَةُ تَزْهَدُ فِي الدُّنْيَا؛ لِأَنَّ الطَّبَاعَ مَجْبُولَةٌ عَلَى التَّشَبُّهِ وَالْإِقْتِدَاءِ، بَلْ الطَّبَعُ يَسْرِقُ مِنَ الطَّبَعِ مِنْ حَيْثُ لَا يَدْرِي هَذَا“ مخالطت حریص کی حرص کو ابھارتی ہے اور زاہد کی مجالست دنیا کی بے رغبتی پیدا کرتی ہے کیونکہ انسان کی طبیعت نقل اور اقتداء کے فطری تقاضے پر پیدا کی گئی ہے بلکہ طبیعت دوسری طبیعت کے عادات اور خصائل کو غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر چوری کر لیتی ہے۔ (المرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۵۷)

## اہل اللہ کی صحبت فرض عین ہے

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تزکیہ فعل متعدی ہے فعل لازم نہیں جو خود اپنے فاعل سے تمام ہو۔ پس تزکیہ کوئی بھی اپنے نفس کا خود نہیں کر سکتا جب تک کہ کوئی تزکیہ کرنے والا نہ ہو۔ فعل متعدی فاعل اور مفعول بہ دونوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا اہل اللہ کی صحبت فرض عین ہے۔ حضرت حکم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ امداد الفتاویٰ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۳۹، باب السلوک میں حسب ذیل ہے:

**حاصل سوال:** میری عمر چوبیس سال ہے۔ میں ایک حامل شریعت واقف طریقت بزرگ سے بیعت ہوں اور اصلاح نفس کے لیے ان کی خدمت میں



جایا کرتا ہوں۔ میرے والد صاحب منع کرتے ہیں۔ کیا اس صورت میں ان کی خدمت میں جانے سے باپ کی یہ نافرمانی گناہ ہے اور باپ حق پر ہے یا خطا پر؟  
**جواب:** منجیات قلبیہ کی تحصیل اور مہلکات قلبیہ کا ازالہ واجب ہے اور تجربہ سے اس کا طریق حضرات کا ملین مکملین کی صحبت اور ان کی تعلیم پر عمل کرنا ثابت ہوا ہے، اس لیے بحکم مقدمۃ الواجب واجب یہ بھی ضروری ہے اور ترک واجب میں والدین کی اطاعت واجب نہیں۔

((قَالَ: عَلَيْهِ السَّلَامُ - لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ))

(صحیح البخاری)

البتہ اگر اس مرشد میں خدا نخواستہ کوئی شرعی فساد ہے تو اس کی صحبت سے بچنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ علم۔ ۱۶ / محرم ۱۳۲۶ھ

### اہل اللہ کی نظر کے برکات

اللہ والوں کی نظر میں برکت اور کرامت اور تاثیر کے متعلق حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جعفر کی اولاد کو نظر لگ جاتی ہے۔

((أَفَأَسْتَرِّقِي لَهُمْ قَالَ نَعَمْ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ شَيْءٌ

سَابِقَ الْقَدَرِ لَسَبَقْتَهُ الْعَيْنُ))

(رواہ مسند احمد و سنن الترمذی و ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نظر برحق ہے تو جب بُری نظر لگ سکتی ہے تو اللہ والوں کی اچھی نظر کیسے نہ لگے گی۔ اکبر الہ آبادی نے خوب فرمایا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔



نگاہوں سے بھر دی رگ و پے میں بجلی  
نظر کردہ برق تپاں ہو رہا ہے  
حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "قُلْتُ وَضِدُّ هَذَا  
الْعَيْنِ نَظْرُ الْعَارِفِينَ..... فَإِنَّهُ مِنْ حَيْثُ التَّأثيرِ الْأَكْثَرِ يَجْعَلُ الْكَافِرَ  
مُؤْمِنًا وَالْفَاسِقَ صَالِحًا وَالْجَاهِلَ عَالِمًا وَالْكَلْبَ إِنْسَانًا وَهَذَا كُلُّهُ لِأَنََّّهُمْ  
مَنْظُورُونَ بِنَظْرِ الْجَهَالِ وَالْأَغْيَارِ تَحْتَ أَسْتَارِ الْجَلَالِ" جب بڑی نظر  
لگ سکتی ہے تو عارفین اللہ والوں کی نظر کیسی تاثیر والی ہوگی جو کافر کو مؤمن، فاسق  
کو ولی، جاہل کو عالم، کتے کو انسان بناتی ہے کیونکہ یہ حضرات حق تعالیٰ کی نظرِ جمال  
کے منظورِ نظر ہیں اور اغیارِ نظرِ جلال کے پردوں کے نیچے محبوب ہیں۔

(مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۳۶۴)

## حیاتِ ایمانی

اہل اللہ چونکہ کثرت ذکر اللہ کا دوام رکھتے ہیں اور ملا علی قاری رحمۃ  
اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث "مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ الْخُلُقُ" کی شرح میں کہ "وَفِي  
الْحَدِيثِ إِيمَاءٌ إِلَى أَنَّ مَدَاوِمَةَ ذِكْرِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ تُورِثُ الْحَيَاةَ  
الْحَقِيقِيَّةَ الَّتِي لَا فَنَاءَ لَهَا"

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

اہل اللہ کی صحبتیں جنت کے باغ ہیں

حدیث پاک میں ہے جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو کچھ کھاپی

لیا کرو:

((إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعَوْا))

(مشكاة المصابيح)



تَرْجَمًا: جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو خوشہ چینی کر لیا کرو۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”أَمَّا إِذَا مَرَرْتُمْ بِجَبَاعَةٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَى فَادْكُرُوا اللَّهَ، أَنْتُمْ أَيْضًا مُوَافِقَةً لَهُمْ فَإِنَّهُمْ فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ يَعْنِي جَبْ كَزُرْتُمْ أَيْسَى جَمَاعَتِ كَسَاتِهْ جَوَالِدْ كَا ذَكْر كَرْتِ هَوْن تَوْتُمْ بَهِي اِن كَسَاتِهْ ذَكْر مِيْن مَشْغُول هُو جَاوْ تَا كَه اِن كِي مَوَافَقَتِ كَا شَرْفِ حَاصِل هُو كِيُونَكِهْ وَهْ جَنَّتِ كَسَاتِهْ مِيْن مِيْن هِيْن۔ (مرقاة، جلد: ۹، صفحہ: ۲۶۰)

### صحبتِ اہل اللہ کے منکرین علامہ آلوسی کی نظر میں

”وَمِنْ هُنَا نَهَى أَهْلَ اللَّهِ تَعَالَى الْمُرِيدِينَ عَنِ مَوَالِيَةِ الْمُنْكَرِينَ لِأَنَّ ظُلْمَةَ الْإِنْكَارِ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ. تَحَاكِي ظُلْمَةَ الْكُفْرِ، وَرُبَّمَا تَرَ كَبْتِ، فَسَدَّتْ طَرِيقَ الْإِيْمَانِ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنْ وِلَايَةِ اللَّهِ تَعَالَى فِي شَيْءٍ مُعْتَدٍ بِهِ إِذْ لَيْسَ فِيهِ نُورِيَّةٌ صَافِيَّةٌ يُنَاسِبُ بِهَا الْحَضْرَةَ الْإِلَهِيَّةُ“  
 ”لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ“ کی تفسیر کے بعد من باب الاشارات فی الآیات کے ذیل میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جو لوگ منکرین ہیں اللہ والوں کے فیوض اور برکات کے ان کی صحبت میں بیٹھنے سے بھی مشتاق اپنے مریدین کو منع کرتے ہیں کیونکہ یہ ظلمت انکار نہایت شدید ہے کہ بسا اوقات یہ ظلمت تہہ بہ تہہ جمتی ہوئی ورطہ حیرت میں غرق کر دیتی ہے اور ایمان کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو حق تعالیٰ کی بارگاہِ قرب سے کوئی حصہ معتد بہ نہیں حاصل ہوتا کیونکہ یہ منکرین اس نورِ صاف سے محروم ہوتے ہیں جس کی قدر مشترک سے بارگاہِ حق سے ارواح کو مناسبت حاصل ہوتی ہے۔ (روح المعانی، جلد: ۳، صفحہ: ۱۴۱)

### صراطِ مستقیم اور اہل اللہ کی رفاقت

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:



”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ کے بعد ”صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ سے ضالین تک کی آیات صراطِ مستقیم کی تفسیر اور بیان ہے اور انعام والوں کی نشاندہی دوسری آیات میں فرمائی گئی کہ وہ منعم علیہم انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ ”فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا“ یہ آخری جملہ بھی بتاتا ہے کہ ان حضرات سے حسن رفاقت حاصل کرو۔ اگرچہ جملہ خبریہ ہے لیکن ہر جملہ خبریہ میں جملہ انشائیہ بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا تھا کہ۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق

عمر بگذشت و نہ شد آگاہ عشق

ترجمہ: بدون رفیق اور رہبر جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قدم رکھا تمام عمر گزر گئی مگر عشقِ حق کی حقیقت سے آگاہی نہ ہوئی۔

اس شعر میں لفظ رفیق اسی آیت سے لیا ہے۔ اللہ والوں کے الفاظ

الہامی ہوتے ہیں۔

### حسن رفاقت مطلوب ہے

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ”حَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا“ سے ان حضرات کا بہترین رفیق ہونا بیان ہوا لیکن ساتھ ہی یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ ان کا نفع کامل انہیں کو حاصل ہوگا جو ان سے دوستی اور رفاقت میں اخلاص اور جمال رکھتے ہیں یعنی حسن رفاقت کا تعلق رکھتے ہیں جس کو اتباع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ”وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنْابَ إِلَيَّ“ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہماری طرف متوجہ ہیں ہمارے درباری ہیں ان کی اتباع کرو۔ معلوم ہوا



کہ تعلق صرف محبت کا کافی نہیں اتباع کا مطلوب ہے۔

حضرت مرشدنا و مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتباع کی عجیب برکت ہے کہ اصل تو متبوع اور حسن رفاقت کے اہل انبیاء علیہم السلام ہیں مگر ان کی اتباع کی برکت سے انہیں کی ذات مقدسہ پر صدیقین اور شہداء و صالحین کو بھی عطف کر دیا گیا ہے۔ اتباع کی شان اور اس کے برکات دیکھو کہ معصومین پر غیر معصومین کو عطف کیا گیا اور پھر پورے مجموعہ کے لیے ”وَحَسَنَ أَوْلِيَّكَ رَفِيقًا“ کا حکم لگایا گیا ہے کہ یہ تمام حضرات بڑے اچھے رفیق ہیں۔ سبحان اللہ معطوف کا قواعد نحو سے ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ پس منعم علیہم کا صدق ہر ایک پر الگ الگ ہو سکتا ہے۔ عشق اور محبت اور اتباع کا یہ انعام ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

منعم علیہم صراطِ مستقیم کے بدل الکل ہیں

تفسیر بیان القرآن حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی حاشیہ میں روح المعانی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ صراطِ مستقیم ترکیب نحوی کے اعتبار سے مبدل منہ ہے اور صراط الذین انعمت علیہم بدل الکل ہے اور بدل کی ترکیب میں مقصود بدل ہی ہوتا ہے۔ پس انعام والوں کا راستہ ہی اصل مقصود ہوا جس پر چلنے کے لیے ان کے ساتھ حسن رفاقت کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث مبارک میں ہے کہ: ”أَلْبَرُّ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ“ تو ان حضرات سے حلتہ اور دوستی اور محبت کا مطلوب ہونا بھی ثابت ہوا۔

ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ایک بزرگ سے کسی عالم نے دریافت کیا کہ صحبت اہل اللہ کیوں ضروری



ہے؟ کیا کتابیں کافی نہیں؟ تو فرمایا کہ آپ صحابی کیوں نہیں ہیں۔ کہا صحابی کے لیے نبی کی صحبت ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ آپ تابعی بن جائیے۔ کہا کہ تابعی کے لیے صحابی کی صحبت کی ضرورت ہے۔ فرمایا اچھا تابعی بن جائیے۔ کہا اس کے لیے تو تابعی کی صحبت ضروری ہے۔ پھر ان عالم صاحب نے کہا کہ حضرت! ہم سمجھ گئے۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی  
مرا باجانِ جاں ہمراز کردی

### صحبت کے برکات کی حسی مثالیں

(۱)... حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے احقر نے عرض کیا کہ دیسی آم کی قلم جب لنگڑے آم سے لگاتے ہیں تو وہ دیسی آم بھی اس کی صحبت کے فیض سے لنگڑا آم بن جاتا ہے۔ اسی طرح دیسی دل اللہ والے دل کی صحبت سے اللہ والا بن جاتا ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ لنگڑا دل اور بگڑا دل جب اللہ والے دل سے پیوند رکھا جاتا ہے تو اس کے برکات صحبت سے وہ لنگڑا دل بن جاتا ہے یعنی نہ یہ کہ وہ صرف صالح بن جاتا ہے بلکہ مصلح بھی بن جاتا ہے۔

(۲)... دوسری مثال تیل کی ہے۔ تل جب گلاب کی صحبت سے فیض پا کر گل روغن بن جاتا ہے تو تیل کے تیل کا نام بدل جاتا ہے اور دام بھی بدل جاتا ہے۔ اب اس کو روغنِ گل کہتے ہیں۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

روغنِ گل روغنِ کنجد نماند

آفتابے دیدا و جامد نماند

ترجمہ: تیل کا تیل اب روغنِ گل ہو گیا۔ برف نے آفتاب دیکھا وہ پانی



ہو گیا اب جامد نہ رہا، اس کو اب برف نہ کہو۔

## صحبت کے باوجود نفع نہ ہونے کی وجہ

ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ صحبت کے ساتھ مجاہدہ بھی ضروری ہے۔ دیکھو تل کو اگر مجاہدہ نہ کرایا جائے اور رگڑ رگڑ کر اس کی بھوسی نہ چھڑائی جاوے تو گلاب کے پھول کی خوشبو اس کے اندر جذبہ نہ ہوگی۔ پس سالک کو التزام ذکر اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام اور اطلاع و اتباع کا تمام مجاہدہ برداشتہ کرنا۔ یہ سب جذبہ فیض کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ حضرت مولانا ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنا قوی مجاہدہ ہو، اتنا ہی جذبہ فیض قوی ہوگا۔ ”الْمُشَاهَدَةُ بِقَدْرِ الْمَجَاهِدَةِ“ اور ہوئی جہاز کی مثال دی کہ دیکھو کتنا قوی مجاہدہ ہے؟ جان اور مال دونوں کا مجاہدہ ہے، مگر پھر کتنی جلدی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اگر مجاہدہ نہ ہو تو پائلٹ کا لڑکا بھی محروم رہے گا اور ہوائی جہاز پر نہ جاسکے گا۔

(۳) ... تیسری مثال یہ دی کہ جس زمین پر محنت کی جاتی ہے مالی اور باغباں تربیت کرتا ہے، وہاں کیسے کیسے پھول پیدا ہوتے ہیں اور جس زمین پر محنت نہ کی جاوے کوئی اس کا مربی اور مالی نہ ہو تو وہاں گندگی اور کانٹے اور غیر مفید گھاس پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دل کی زمین کا حال ہے جس نے اپنے دل کی زمین کو کسی اللہ والے کے سپرد کر دیا اس کی تربیت کے فیض سے محبت الہیہ اور خشیت الہیہ اور تقویٰ کے کیسے کیسے پھول اور خوشنما پودے پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں۔

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا  
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں



## حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

فرمایا کہ دو عالم ہمارے پاس ہوں، ایک تربیت اور صحبت یافتہ ہو دوسرا صحبت یافتہ نہ ہو۔ پانچ منٹ میں ہم خود بتادیں گے کہ یہ صحبت یافتہ ہے اور یہ صحبت یافتہ نہیں۔ بدون تربیت یافتہ مولوی کے ہر لفظ میں، آنکھوں کے تیور میں، کندھوں کے نشیب و فراز میں، رفتار میں، گفتار میں کبر نفس کے آثار ہوں گے اور جس نے نفس کو صحبت اہل اللہ کے ذریعہ مٹایا ہے اس کی ہر بات، ہر ادا میں عبدیت، فنایت اور تواضع کے آثار ہوں گے۔

## حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت والا احقر سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ عالم بدون اصلاح و تربیت کے نفس کا کپڑا ہوتا ہے، لیکن یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عابد جب سلوک طے کرتا ہے تو اللہ اللہ کا ذکر کرنے سے صاحب نور ہو جاتا ہے اور عالم جب سلوک طے کرتا ہے تو اللہ اللہ کا ذکر کرتے کرتے نور علی نور ہو جاتا ہے۔ علم کا نور اور ذکر کا نور دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

## علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ہم دورہ حدیث سے فارغ ہوئے تو حضرت کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سب طلبہ کو جمع کر کے نصیحت کی اور فرمایا کہ دیکھو خواہ کتنی بار ختم بخاری شریف کر لو مگر جب تک اللہ والوں کی جوتیاں نہ سیدھی کرو گے اور ان کی صحبت نہ اختیار کرو گے حقیقت اور روح علم سے محروم رہو گے اور جوش میں فرمایا اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرات سلاطین دنیا کے تاجوں کے موتی سے



افضل ہیں۔

### علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ”رسالہ قشیریہ“ میں ضرورت صحبت اہل اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مرید پر واجب ہے کہ شیخ سے ادب تعلیم و تربیت حاصل کر لے۔ اگر اس کا کوئی شیخ نہیں تو کبھی فلاح نہ پائے گا۔ اس کا رہبر شیطان ہوگا۔ یعنی اس کے کہنے پر چلے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو درخت خود رو ہوتا ہے وہ پتے تو لاتا ہے مگر پھل نہیں لاتا۔ یہی حال اس کا ہوتا ہے جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا۔ پس رفتہ رفتہ وہ اپنی خواہش نفسانی کا غلام بن جائے گا اور اس کو اس غلامی سے کبھی خلاصی نہیں ہو سکتی۔

### حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مصنف تفسیر مظہری

یہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ اپنی کتاب ”مالا بدمنہ“ میں فرماتے ہیں ”نورِ باطن صلی اللہ علیہ وسلم را از سینہ درویشاں باید جست“ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ باطن بزرگوں کے سینوں سے حاصل کرنا چاہیے۔

### حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

فرمایا سو برس کی اخلاص والی عبادت سے اہل اللہ کی ایک ساعت کی صحبت کیوں افضل ہے؟ اس لیے کہ اخلاص ملتا ہی ہے ان حضرات کی صحبت کی برکت سے۔ تو سو برس کی عبادت اخلاص والی کہاں سے ملے گی؟ انہیں حضرات



کی صحبت کی برکت سے تو ملے گی۔

### حضرت خواجہ معصوم باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قرب خاص جس کا نام نسبت ہے یہ چیز اس عالم اسباب میں حضرات صوفیہ ہی کے طریق پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ان بزرگوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں نہ اپنے کو دیکھا اور نہ غیر کو بلکہ سب سے یک لخت خالی ہو گئے (اور جس سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اور جس سے بغض رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رکھتے ہیں) اور جب تک نسبت مع اللہ قلب میں خوب راسخ نہ ہو جائے مرشد سے دوری اور جدائی اختیار نہ کرے ورنہ نسبت مع اللہ میں کمزوری پیدا ہو جاوے گی اور اس کمزوری کے سبب معصیت اور گناہ کا ارتکاب ہوگا جس سے دل تاریک اور اندھیرا ہو جاوے گا۔

### علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی محبت اور صحبت سے بڑھ کر کوئی تدبیر مؤثر نہیں۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ

ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور اپنے دعویٰ کی دلیل میں علامہ موصوف نے یہ حدیث پیش فرمائی:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ))

(جواہر البخاری، ص: ۵۷۲)

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ کے عاشقین کی محبت کا اور اس عمل کا جو آپ کی محبت سے قریب کرنے والا ہو۔



علامہ موصوف نے فرمایا کہ اللہ والوں کی محبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال سے مقدم فرما کر یہ تعلیم بھی ہم کو فرمادی کہ اعمال کی توفیق اور ہمت اہل اللہ ہی کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے۔

### حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق

گر ملک باشد سپہ ہستش ورق

ترجمہ: حق تعالیٰ کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ بھی ہو جاوے اس کا نامہ اعمال سیاہ ہے۔

بے عنایاتِ حق پر خاصانِ حق کی عنایات کا عطف، عطف تفسیری اور عطف بیانی ہے۔ مولانا نے عنایاتِ حق جو عالمِ غیب سے متعلق غیر محسوس اور غیر مبصر نظری ہے اس پر خاصانِ حق کو عطف فرما کر اس نظری کو بدیہی اور مبصر بنا دیا۔ کیا علوم ہیں! عالمِ غیب کو مولانا نے عالمِ شہادت بنا دیا۔ یعنی جس بندے پر دیکھو کہ اہل اللہ کی عنایاتِ خاصہ ہیں تو سمجھ لو کہ اس پر عنایاتِ حق مبذول ہیں۔ اور اگر روئے زمین کے تمام اہل اللہ کسی مرد کو مردود کر دیں تو سمجھ لو کہ یہ شخص خطرہ میں ہے۔

### شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد ماجد نے ہم کو تحریر فرمایا کہ ملائے خشک و ناہموار نہ باشی۔ اے بیٹے! خشک ملّا اور بدون تربیت نہ رہنا۔ شیخ نے اس نصیحت کے بعد باضابطہ تعلق مرشد سے قائم کر کے اپنی تربیت و اصلاح کا اہتمام فرمایا۔



## حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

محدث عظیم شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ مرید اپنے شیخ کو کبھی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ اگرچہ اپنی عبادت کی مقدار زیادہ پائے اور جو اعتراض کرے گا اپنے شیخ پر کبھی فلاح نہ پائے گا۔ ”فِيهِ تَعْلِيمٌ لِلْمُرِيدِ بِأَنْ لَا يَنْظُرَ إِلَى الشَّيْخِ بِعَيْنِ الْإِحْتِقَارِ، وَإِنْ رَأَى عِبَادَتَهُ قَلِيلَةً فَلْيُظْهِرْ عُذْرَهُ، وَلْيَلْمُ نَفْسَهُ إِنْ جَرَى فِيهَا إِنْكَارٌ عَلَى شَيْخِهِ؛ لِأَنَّ مَنْ اعْتَرَضَ عَلَى شَيْخِهِ لَمْ يُفْلِحْ أَبَدًا“ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۱، صفحہ: ۲۲۰)

شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے یہ تشریح حدیث ”كَأَنَّهُمْ تَقَالُوهَا“ اِلیٰ ”فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“ کے ذیل میں ارقام فرمائی ہے۔ عبارت مذکور سے اہل اللہ کی صحبت کے حقوق کا اہتمام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

## ارشادِ رومی رحمۃ اللہ علیہ

حُجْمُ كِهْ اَزْ دَرِيَا دَرُو رَا هِي شُوْد

پیشِ او جیجو نہا زانو زند

تَرْجَمَا: جس منکے کو سمندر سے تعلق خفیہ حاصل ہو اس کے سامنے بڑے بڑے دریا شاگرد ہو جاتے ہیں کیونکہ اس منکے کا پانی خشک نہ ہوگا اور دریا خشک ہو سکتے ہیں۔

## ارشادِ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اسی حقیقت کو حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ وہ عالم جو اہل اللہ کی صحبت میں تکمیل سلوک کر کے صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے اور عالم ظاہر



غیر صاحبِ نسبت کے علوم میں فرق کی ایسی مثال ہے جیسے ایک حوض کا پانی ہے جو خشک ہو جاتا ہے اور ایک اس چشمہ کا پانی جس کے اندر نیچے تک گہرا کھودا گیا اور سوتا نکل آیا تو اس کا پانی کبھی ختم نہ ہوگا۔ پس یہ دوسری مثال عالم صاحبِ نسبت کے علم کی مثال ہے اور اول مثال عالم ظاہر کے علم کی ہے۔

قطرۃ علمے کہ دادی توز پیش

متصل گرداں بدر یاہائے خویش

یا غیثاتِ المُستغیثین اھدینا

لا افتخارَ بِالْعُلُومِ وَالْغِنَى

تَرْجَمًا: اے خدا! آپ نے جو علم کا قطرہ جلال الدین رومی کی جان میں عطا فرمایا ہے اس قطرہ علم کو اپنے غیر محدود دریائے علم سے متصل فرمادیجیے۔ اے فریاد سننے والے فریاد کرنے والوں کی فریاد کے! مجھ کو ہدایت دیجیے اور ہدایت پر قائم بھی رکھئے۔ ہم کو اپنے علم پر کوئی بھی فخر نہیں اور نہ ہم علم کے سبب آپ کی عنایات سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔

یعنی اگر آپ کا کرم شامل حال نہ ہو تو علم ہوتے ہوئے بے عملی میں اہل علم مبتلا ہو جاتا ہے۔

تربیت اور صحبتِ اہل اللہ کی تفہیم کے لیے دو عجیب مثالیں

آملہ کے دو دانے درخت سے گرے۔ ایک حلوائی نے ایک دانے سے گزارش کی کیا آپ کو مرہ بنا دوں۔ آملہ نے سوال کیا کہ مرہ کیسے بناتے ہو؟ حلوائی نے کہا کہ ہم آپ کے جسم کو سوئی سے چھو چھو کر آپ کے اندر سے کسیلا پانی نکال دیں گے۔ پھر پانی میں جوش دین گے، یہاں تک کہ آپ کا ذرہ ذرہ پک کر نرم ہو جاوے گا۔ پھر شیرہ میں ڈال دیں گے اور آپ کو مرتبان میں



سجا کر رکھا جاوے گا اور حکماء آپ کو چاندی کے ورق میں لپیٹ کر مریضوں کو کھلائیں گے۔ مفتی اعظم اور وزیر اعظم بھی کھائیں گے۔ جن کا دل کمزور ہوگا دل کی طاقت کے لیے آپ کو تجویز کیا جائے گا۔ آپ مقوی قلب ہوں گے۔ یہ سن کر ایک آملہ نے اپنی تربیت سپرد کر دی۔ دوسرے نے ازراہ تکبر انکار کیا اور کہا یہ مجاہدہ ہم سے برداشت نہ ہوگا۔ تربیت یافتہ آملہ مرتبہ آملہ بن کر ایک روپے کا ایک بکے گا اور انسانوں کے دلوں کو طاقت کے لیے عزت سے استعمال ہوگا۔ دوسرا بے تربیت یافتہ سورج کی شعاعوں سے خشک اور سیاہ رو ہو کر جھاڑو سے اکٹھا ہو کر بوروں میں ٹھونس کر بنیوں کے یہاں پھینک دیا جائے گا۔ صورت اور سیرت دونوں مسخ ہوں گی۔ بہت قیمت لگے گی تو گھٹیا دام سے تر پھلا کے نام سے بکے گا اور کسی کو قبض ہوگا یا قبض سے انجراتِ رویہ اعضاءِ رئیسہ کی طرف صعود کریں گے تو اس کندہ ناتراش بے تربیت آملہ کا سفوف کھلا دیا جائے گا اور آنتوں سے پائخانہ ڈھکیلنے کی خدمت سپرد ہوگی۔ لوگوں کا قبض دفع کرنے کی خدمت مثل جمعدار سپرد کر دی جائے گی۔ یہ ہے استغناء عن اہل الحق اور تکبر کا انجام۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ہر کہ خود را دیدا و محروم شد

اسی طرح دوسری مثال بھی عجیب ہے۔ چمن میں صبح صبح نسیم سحری باغوں کی کلیوں کو تپنیڑوں کا مجاہدہ کرا کے ان کی سیل (مہر) توڑ دیتی ہے اور وہ شگفتہ ہو کر اپنی اندرونی خوشبو کی امانت کو اندرون چمن اور بیرون چمن پھیلا کر خرامان چمن کو مست و سرشار کرتی ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو اپنے اس شعر میں خوب بیان فرمایا ہے۔

بوئے گل سے یہ نسیم سحری کہتی ہے

حجرہ غنچہ میں کیا کرتی ہے آسیر کو چل



احقر کا بھی اس مضمون پر شعر ہے۔

غنجہ سہتا ہے چمن میں سختی بادِ سحر

اس کے دامن میں عطا ہوتی ہے پھولوں کی مہک

اس حقیقت پر احقر کے چند اشعار فارسی میں جو معارفِ مثنوی میں طبع

ہوئے ہیں۔

(۱) بوئے خوش از غنجہ کے آمد بروں

تانہ شد پیشِ نیسے سرنگوں

(۲) جانِ تو چو غنجہ اے طالبِ بداں

اندرونش دردِ حق دارد نہاں

(۳) چون بگیری صحبتِ اہلِ نظر

غنجہ بکشاید نسیمِ آں سحر

(۴) گر نگیری از تغافلِ راہبر

کے شوی از غنجہ تو گلہائے تر

(۵) غنجہ را ایں کر و فرو را بنجمن

ہست از فیضِ نیسے در چمن

ترجمہ:

(۱) کلی سے اچھی خوشبو کب ظاہر ہوئی جب تک بادِ نسیم کے سامنے زانوئے

استفادہ نہ رکھا۔

(۲) اے طالب! تیری جان مثلِ کلی اپنے اندر دردِ حق کی خوشبو پوشیدہ رکھتی ہے۔

(۳) تو جب اہلِ نظر کی صحبت اختیار کرے گا تو یہ صحبت تیری روح کی کلی کو شگفتہ

کردے گی، اس کی صحبت مثلِ نسیمِ سحری ہے۔

(۴) اور اگر غفلت سے کسی راہبر کو نہ پکڑا تو تیری کلی کیسے گل تر ہوگی۔



(۵) اے مخاطب! اگر انجمن میں تو کسی کلی کو خلعت گل میں آراستہ اس کا کرو فر  
مشاہدہ کرتا ہے تو یقین کر لے کہ چمن میں نسیم سحری کا فیض اس کو پہنچا ہے۔  
حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کی نماز کے بعد جب  
خاص قرب حق کی خوشبو اپنی جان میں محسوس کرتے تھے تو یہ شعر خاص وجہ سے  
گنگناتے تھے۔

بادِ نسیم آج بہت مشکبار ہے  
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زلفِ یار ہے  
حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس خوشبوئے قرب خاص کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔  
بوائے آلِ دلبر چوں پڑاں میشود  
ایں زباں ہا جملہ حیراں میشود  
ترجمہ: اس محبوب حقیقی کی خوشبو اڑ کر میری روح میں محسوس ہوتی ہے تو اس کی  
لذت کیف آفریں کے بیان کے لیے مجھے تمام زبانیں قاصر نظر آتی ہیں اور  
حقیقت ہے کہ لطف غیر محدود کو زبانِ محدود کیسے تعبیر کر سکتی ہے۔  
حضرت اصغر گونڈوی استادِ جگر نے بھی اس مقام کو خوب تعبیر کیا ہے۔  
ترے جلوؤں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی  
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی  
حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی  
صحبت سے قبل نفس کی شرارت سے یہ حال تھا۔  
ہے شوق و ضبطِ شوق میں دن رات کشمکش  
میں دل کو دل ہے مجھ کو پریشاں کیے ہوئے  
پھر فیضانِ صحبت کے بعد کیا حال ہوا۔ خود حضرت خواجہ صاحب نے اپنا یہ حال  
اس طرح فرمایا ہے۔



نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق  
 آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنا دیا  
 آہ کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے  
 ناآشنائے درد کو بسمل بنا دیا  
 مجذوبِ در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے  
 صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

### ایک سبق آموز واقعہ

ایک پٹرول کی ٹنکی والا ٹرک کا ڈرائیور پٹرول پمپ سے چند گیلن پٹرول خرید رہا تھا۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا دیکھو بیس ہزار گیلن پٹرول اس کی پیٹھ پر ہے، مگر اس کے انجن میں پٹرول نہ ہونے کے سبب یہ ٹرک چل نہیں سکتا اور چند گیلن پٹرول کا استفادہ کر رہا ہے۔ اسی طرح علوم کی کثرت کا حال ہے جب تک دل میں خشیت اور محبت کا پٹرول نہ ہو۔ اپنے علوم پر عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ اسی محبت اور خشیت کا پٹرول لینے کے لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں گئے تھے۔

صحبت اہل اللہ سے متعلق حضرت تھانویؒ کے چند ارشادات

از: ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ

فرمایا کہ محبت حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والوں کے پاس بیٹھنا شروع کر دے۔

آہن کہ پارس آشنا شد

فی الحال بصورت طلا شد

(صفحہ: ۵۸)



فرمایا کہ اصل چیز اصلاح کے لیے صحبت ہے اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ صحابہ کو جو کچھ ملا صحبت ہی سے ملا۔ (صفحہ: ۱۷۲)

فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی ہے اور مفتاح طریق ہے۔ (صفحہ: ۱۰۷)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محب بننا چاہتے ہو تو اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو ظاہراً بھی باطناً بھی اور اللہ اللہ کرو اور کبھی کبھی اللہ والوں کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیر موجودگی میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔ (صفحہ: ۳۷)

فرمایا کہ اہل اللہ کے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ ان حضرات نے اپنے کو جتنا مٹایا خدا تعالیٰ نے ان کو اتنا ہی چمکایا۔ تواضع میں جذب و کشش کی خاصیت ہے۔ متواضع کی طرف قلوب کو خود انجذاب ہوتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح تواضع ہو، تصنع اور بناوٹ نہ ہو۔ اہل اللہ کے اندر کشف و کرامت سے زیادہ جو چیز دلکش و دلربا ہوتی ہے وہ ان کے تواضع کے واقعات ہیں۔ بے شک تواضع سے وہ رفعت حاصل ہوتی ہے جو تصنع سے کبھی بھی نہیں ہوتی۔ ”مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ“ (صفحہ: ۸۳)

فرمایا کہ اصلاح کا کوئی معنی نہیں ہے، اس لیے جب ایسا خیال ہو کہ اب میری اصلاح ہو چکی ہے اور اس پر اطمینان بھی ہو تو یہ غلط ہے۔ (صفحہ: ۹۰)

فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت سے نفع ہونے کے چار وجوہ ہیں:

(۱) ... ان کی صحبت میں بروکتہ ہے جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے۔ (صفحہ: ۲۳۲)

(۲) ... ان کی مجلس میں ایسے ملفوظات ہوتے ہیں جن سے نفس کے رذائل کا علم ہوتا ہے۔



(۳)... آنے والوں کے لیے یہ حضرات ان کی اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں۔  
 (۲)... انسان کی طبیعت میں نقل اخلاق و اعمال کا خاصہ ہے جس کے سبب  
 بزرگوں کے پاس رہنے سے عشق حق اور خوف خدا ان کے دل سے طالب کے  
 دل میں خود بخود منتقل ہونے لگتا ہے اور ان کے اعمال صالحہ کی نقل کی توفیق بھی  
 ہونے لگتی ہے۔

فرمایا کہ شیخ کے پاس رہ کر مشغول رہنے میں اور دور رہ کر مشغول  
 رہنے میں ایسا فرق ہے جیسے مریض ایک تو طبیب کے پاس رہ کر علاج کراوے  
 اور دوسرے محض خط و کتابت کے ذریعہ علاج کراوے۔ ظاہر ہے کہ نفع میں  
 زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ (صفحہ: ۱۸۳)

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مولویوں کو کیا ہوا کہ جو حضرت جی  
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، یہ تو خود لکھے پڑھے ہیں۔  
 وہاں کیا چیز ہے جس کے لیے جاتے ہیں، وہ کون سی بات ہے جو کتابوں میں نہیں  
 ہے؟ فرمایا کہ اس کو ایک مثال سے سمجھو۔ ایک شخص کے پاس تمام مٹھائیوں کی  
 فہرست ہے، مگر اس نے چکھی نہیں۔ ایک وہ شخص ہے کہ نام ایک مٹھائی کا بھی  
 نہیں جانتا، مگر ہاتھ میں سب لیے ہوئے کھا رہا ہے۔ اب بتاؤ کون محتاج ہے  
 کس کا؟ (صفحہ: ۳۰۷)

فرمایا گناہوں کی عادت چھوڑنے کے تین گرہیں: (۱) خود ہمت  
 کرے۔ (۲) حق تعالیٰ سے ہمت طلب کرے۔ (۳) خاصان حق سے ہمت  
 کی دعا کرائے۔

احقر اختر عرض کرتا ہے تیسرے جزء کے متعلق روح المعانی میں ایک  
 عبارت ملی ہے جو اہل علم کے لیے قابل توجہ ہے۔ ”صَلِّ عَلَيْهِمْ“ کی تفسیر یوں  
 کی ہے: ”أَيُّ يَأْمَدَادِ الْهَيْئَةِ وَفَيْضَانِ أَنْوَارِ الصُّحْبَةِ۔“ حق تعالیٰ شانہ نے



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے لیے ہمت کی دعا کا حکم دیا ہے۔ پس  
خاصانِ خدا کی دعا کا مقام واضح ہو گیا۔ (روح المعانی، پارہ: ۱۱، صفحہ: ۲۵)

اہل اللہ کی صحبت میں برکت اور ان کی مجلس میں نزولِ رحمت پر تو تجربہ و  
مشاہدہ تو اتر سے ثابت ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں رقم طراز ہیں:  
”وَفِيهِ اسْتِحْبَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ حُضُورِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّ عِنْدَ ذِكْرِهِمْ تَنْزِيلُ  
الرَّحْمَةِ فَضْلًا عَنِ وُجُودِهِمْ وَحُضُورِهِمْ“ جب اللہ والوں کے ذکر سے  
رحمت نازل ہوتی ہے تو خود ان کی صحبت اور مجلس میں کس قدر رحمت برتی  
ہوگی۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۵، صفحہ: ۱۹۵)

صحبت کے اثرات اکبر الہ آبادی کے کلام سے۔

یکے ذی العلم در اسکول روزے  
فتاد از جانب پیل بدستم  
بد و گفتم کہ کفری یا بلائی  
کہ پیش اعتقادات تو پستم  
بگفتا مسلم مقبول بودم  
ولے یک عرصہ بالحد نشستم  
جمال نیچری درمن اثر کرد  
وگر نہ من ہما شختم کہ ہستم

فیضِ مرشد کا ثبوت

قرآن یا کہ کسی روہنی میں

مشائخ کی تربیت کو مریدین کی تکمیل میں کس قدر دخلِ عظیم ہے اس  
کے متعلق مسائل السلوک تفسیر بیان القرآن میں ملاحظہ ہو:



{وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ}

[سورۃ ابراہیم، آیت: ۵]

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ۔

**مسائل السلوک:** اسناد الإخراجِ إِلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَعَ كَوْنِ الْبُخْرِجِ الْحَقِيقِيِّ هُوَ اللَّهُ أَقْوَى دَلِيلٍ عَلَى أَنَّ لِلشَّيْخِ مَدْخَلَ عَظِيمًا فِي تَكْبِيلِ الْمُرِيدِ "ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا مخرج حقیقی تو صرف اللہ تعالیٰ شانہ ہیں لیکن اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس اخراج کی نسبت کرنا نہایت قوی دلیل ہے اس بات کی کہ مرید کی تکمیل میں شیخ اور مرشد کو عظیم دخل ہے۔ (بیان القرآن)

## ذکر اور فکر کے برکات و ثمرات

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ

فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ج}

[سورۃ آل عمران، آیت: ۱۹۱]

ترجمہ: اہل عقل وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔ آیت سے قبل لاوی الالباب ہے اور اہل عقل ہونے کی علامت اہل ذکر سے فرمائی گئی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ قوتِ فکریہ کی صحت نور ذکر پر موقوف ہے: "عَلَىٰ أَنَّ الْعَقْلَ لَا يَفْعَىٰ بِالْهُدَايَةِ مَا لَمْ يَتَنَوَّرْ بِنُورِ ذِكْرِ اللَّهِ" کیونکہ عقل ہدایت کے لیے کافی نہیں جب تک اللہ



کے ذکر کے نور سے منور نہ ہو۔ (روح المعانی، جلد: ۴، صفحہ: ۱۵۸)

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں ذکر کو فکر پر مقدم فرما کر مفکرین کو تشبیہ فرمادی کہ تمہاری فکر کا جمود ہمارے ذکر کی گرمی سے دور ہوگا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن فکر اگر جامد بود رو ذکر کن  
ذکر آرد فکر را در اہتر از ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز  
ترجمہ: پس میں نے اس قدر بیان کر دیا باقی فکر کرو اور اگر فکر میں جمود ہو تو  
ذکر کرو۔ ذکر قوتِ فکر یہ کو حرکت میں لاتا ہے اور فکر افسردہ کو آفتابِ ذکر سے گرم  
کرو۔

**تنبیہ:** جو مفکرین اسلام ذکر اللہ سے غافل ہیں ان کی فکر پر اعتماد کرنا صحیح نہ ہوگا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے تفسیر روح المعانی میں واضح کیا گیا ہے۔

### علم عظیم

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ مسائل السلوک (بیان القرآن) میں ارقام فرماتے ہیں کہ: ”يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ“ سے معلوم ہوا کہ فکر کا تعلق خلق سے ہے نہ کہ خالق سے جس کی وجہ حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے کہ ”تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللَّهِ، وَلَا تَتَفَكَّرُوا فِي اللَّهِ، فَإِنَّكُمْ لَم تَقْدِرُوا قَدْرَهُ“ یعنی مخلوق میں فکر کرو اور اللہ کی ذات میں فکر نہ کرو کیونکہ تم لوگ اپنی عقل محدود کی گرفت میں اللہ تعالیٰ کی غیر محدود ذات کو نہیں لاسکتے ہو۔ (الترغیب والترہیب اور روح المعانی، پارہ: ۴، صفحہ: ۱۵۹)

دنیا میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ قلیل محدود بھی کثیر محدود کو اپنے اندر لانے پر قادر نہیں۔ جیسا کہ ایک گلاسِ صراحی کو، صراحیِ مشکے کو، مٹکا حوض کو، حوض



نہر کو، نہر دریا کو، دریا سمندر کو اپنے اندر نہیں سمو سکتا، پھر غیر محدود کو محدود کیسے اپنے لے سکتا ہے؟

عقل جس کو گھیر لے لا انتہاء کیونکر ہوا  
جو سمجھ میں آ گیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

(اکبر الہ آبادی)

آیت مذکورہ کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اس ساعت کی فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک شخص نے لیٹے ہوئے ستاروں کو اور آسمان کو دیکھ کر کہا کہ اللہ کی قسم میں یقیناً جانتا ہوں کہ تمہارا کوئی رب اور خالق ہے۔ اے اللہ! مجھ کو بخش دیجیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر رحمت فرمائی اور اس کی مغفرت فرمادی۔ اس روایت کا متن یہ ہے:

((بَيْنَمَا رَجُلٌ مُسْتَلْقٍ يَنْظُرُ إِلَى الْبُجُومِ وَإِلَى السَّيِّئِ، فَقَالَ: وَاللَّهِ

إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّ لَكَ رَبًّا وَخَالِقًا، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي،

فَنظَرَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ، فَغَفَرَهُ))

(روح المعانی، ج: ۴، ص: ۱۵۹)

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری بات فرمائی۔ احقر عرض کرتا ہے کہ ہر مخلوق کے اسم اور مستحی میں فاصلے ممکن ہیں۔ مثلاً ایک باپ اپنے بیٹے کا محبت سے نام لیتا ہے، لیکن اس کا بیٹا باپ سے ہزاروں میل دور ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کی یہ عجیب شان ہے کہ جہاں بھی ان کا نام لیا جاتا ہے وہاں ان کا مستحی بھی موجود ہوتا ہے۔ وہ ایسے محبوب



حقیقی ہیں کہ جن کے اسم اور مستی میں فاصلے نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ ذکر پاک نام دوست  
اسم اعظم از برائے قرب دوست  
یعنی اسم ذات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے اسم اعظم ہے۔  
اللہ اللہ گو یرو تا سقف عرش  
اللہ اللہ کہتے جاؤ اور صاحب عرش سے رابطہ قائم کرتے جاؤ۔

### کثرتِ ذکر پر وعدہ فلاح

{وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ}

[سورۃ الجمعة، آیت: ۱۰]

تَرْجَمًا: اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔  
صاحب جلالین نے تفلحون کی تفسیر تفوزون سے کی ہے یعنی ذکر کی برکت سے دونوں جہان میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

علامہ ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں فلاح کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: "لَيْسَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ كَلِمَةٌ مُفْرَدَةٌ كَالنَّصِيحَةِ وَالْفَلَاحِ" نصیحت اور فلاح جیسا جامع لفظ کلام عرب میں موجود نہیں۔ اور فلاح کا مضمون بیان فرماتے ہیں کہ: "الْمُرَادُ بِالْفَلَاحِ جَمِيعُ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" لفظ فلاح سے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں مراد ہیں۔

(شرح مسلم للنووی رحمۃ اللہ علیہ، جلد: ۲، صفحہ: ۳۷)

ذکر اللہ کے انوارِ شہوتِ نفسانیہ کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں  
مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔



أَذْكُرُوا اللَّهَ شَاهِ مَا دَسْتُورِ دَادِ

اندر آتش دید و مار انور داد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ”أَذْكُرُوا اللَّهَ“ کا دستور عطا فرما کر تقاضائے شہوت کی پریشانیوں کا علاج بیان فرما دیا۔ یعنی شہوت کی آگ گناہوں سے نہیں بجھے گی بلکہ آگ میں آگ ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ جیسا کہ دوزخ کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرے گا۔ پس ذکر اللہ کے نور سے ہی شہوت کی آگ بجھ سکتی ہے۔

ہزاروں بار گناہ کرنے سے بھی سکون نہیں مل سکتا

کیا گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضوں کو سکون مل سکتا ہے اور گناہ کی

پیاس بجھ سکتی ہے؟

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دنیا بھر کے حسینوں پر بد نگاہی کر لے، مگر صرف ایک حسین باقی رہ جائے اور اس بد نظر سے معلوم کیا جاوے کہ پیٹ بھر گیا یا اس باقی کو بھی پیش کر دوں تو یہی کہے گا کہ وہ بھی دکھا دو۔ تو معلوم ہوا کہ گناہوں سے سکون حاصل کرنا ایسا ہے جیسے کہ آگ میں آگ ڈال کر بجھانے کی امید کرنا اور گناہ کر کے گناہ کے تقاضوں میں سکون کی امید کرنا ایسا ہے جیسے پانخانہ کو پیشاب سے دھو کر طہارت کی امید کرنا۔ چنانچہ شہوت پرست اور صورت پسند لوگوں کی زندگی غور سے دیکھئے تو بہت ہی پریشان کن، بے چین، بے سکون، بے نیند و بے آرام نظر آئے گی۔ برعکس اہل ذکر، اہل اللہ کی صحبتوں میں بیٹھنے والوں کو کیسی پرسکون زندگی اور آرام کی نیند نصیب ہے۔

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے

تیرے کرم نے گود میں لے کر سلا دیا



اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے بندہ حق تعالیٰ کی رحمت کی گود میں ہوتا ہے۔  
 ”غَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ“ کا عاشقانہ ترجمہ بزبان محبت احقر یہی کرتا ہے۔ ذکر کی  
 مجلس والوں کو حق تعالیٰ کی رحمت اپنی آغوشِ محبت میں پیار کرتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گناہوں کے  
 تقاضوں کی کشمکش کے ساتھ بندہ زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اگرچہ دل بے چین اور  
 مشوش ہو لیکن گناہ کر کے عارضی طور پر جو سکون سا ہو جاتا ہے اس وقت بدون  
 تقاضائے گناہ بھی وہ خدا سے دور ہے کیونکہ یہ عارضی سکون نافرمانی کی راہ سے  
 حاصل ہوا اور وہ دائمی تشویش و بے چینی ترکِ گناہ اور تقویٰ کی راہ سے حاصل تھی  
 اور گناہ کرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی یہ عارضی سکون بھی چھن جاتا ہے اور ایسے  
 شدید تقاضے شروع ہوں گے کہ نانی یاد آ جائے گی کیونکہ نفس کو گناہ کی پلید غذا مل  
 گئی اور وہ موٹا ہو گیا اور روحانیت کمزور ہو گئی۔ اب نفس کی حکومت میں گناہ کے  
 جھٹکے خوب ہوں گے، تقاضے شدید ہوں گے۔

مرشدی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے  
 فرمایا کہ نگاہِ چشمی تو بعض لوگ نیچی کر لیتے ہیں مگر نگاہِ قلبی سے اس کا تصور کر کے  
 لطف لیتے ہیں جس کی ظلمت سے (خیانتِ صدر کی ظلمت سے) دل کا ستیاناس  
 ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ بد نگاہی کی ظلمت کا اثر توبہ سے بھی پوری طرح نہیں  
 جاتا جب تک کہ دوبارہ کہیں تقاضا ہو اور وہاں نگاہِ نیچی کر کے دل پر ترکِ گناہ کا  
 صدمہ نہ برداشت کرے۔ اس وقت تک دل پوری طرح منور اور صاف نہیں ہوتا۔

اہلِ ذوق و اہلِ سلوک اس تحقیق کی خوب قدر کریں گے۔ بصارت کا  
 لطفِ حرامِ بصیرت کے لطفِ حلال سے محروم کر دیتا ہے اور جو بصارت کو بچاتا  
 ہے اس کو بصیرت عطا فرمائی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے کہ نظر ایک  
 زہریلا تیر ہے جو ابلیس کے تیروں سے ہے۔ جو میرے خوف سے اس کو ترک



کردے اپنے قلب میں حلاوتِ ایمان محسوس کرے گا۔

(کنز العمال، جلد: ۵، صفحہ: ۳۲۸، طبرانی)

**فائدہ:** مذکورہ روایت کو حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی اور حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان فرمایا ہے۔

بدزگاہی آنکھوں کا زنا ہے

((فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظْرُ))

(صحیح مسلم)

((فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظْرُ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ))

(جواہر البخاری، ص: ۴۹۴)

آنکھ کا زنا نظر ہے۔ زبان سے گفتگو نامحرموں اور حسینوں سے یہ زبان کا زنا ہے۔ (کنز العمال، جلد: ۵، صفحہ: ۳۲۷)

نفس کا مزاج گناہ کے باب میں مثل دوزخ کے ہے

اللہ تعالیٰ جب تمام دوزخیوں کو دوزخ میں ڈال دیں گے اور پوچھیں

گے ”هَلِ امْتَلَأْتِ؟“ کہے گی ”هَلْ مِنْ مَزِيدٍ؟“ کیا کچھ اور بھی ہے تو

بروایت بخاری شریف:

((عَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ - قَالَ: يُلْقَى فِي النَّارِ، وَتَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ

حَتَّى يَضَعَ قَدَمَهُ، فَتَقُولُ: قَطُّ قَطُّ))

(جواہر البخاری، ص: ۴۲۶)

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمام دوزخی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور



دوزخ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھ دیں گے۔  
تب دوزخ کہے گی بس بس (میرا پیٹ بھر گیا)۔

جہنم ہیڈ آفس ہے نفس اتارہ اس کا برانچ ہے جس بینک کی برانچ  
(شاخ) میں پیسہ جمع کیا جاتا ہے وہ ہیڈ آفس میں پہنچ جاتا ہے۔ پس گناہ دوزخ  
تک پہنچاتا ہے اگر توبہ نہ کی۔ جو مزاج ہیڈ آفس کا ہوتا ہے وہی برانچ کا ہوتا ہے  
لہذا نفس کا پیٹ گناہوں سے نہیں بھر سکتا جس طرح دوزخ کا پیٹ دوزخیوں  
سے نہیں بھرے گا ہر گناہ کے بعد آگ اور بھڑک اٹھے گی اور گناہوں سے چین  
کے بجائے بے چینی میں اضافہ ہوگا۔ لہذا نفس کے سکون اور اطمینان کا واحد  
راستہ یہی ہے کہ نفس اتارہ کو نفس مطمئنہ بنایا جائے جس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ  
کثرت ذکر اللہ سے تعلق مع اللہ حاصل کیا جائے۔ گناہُ الْهِنُّصُوصُ ”الآ  
بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ“ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! خوب غور سے  
سن لو کہ صرف اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اسی حقیقت  
کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

اذکروا اللہ شاہ ما دستور داد

اندر آتش دید و مارا نور داد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ”اذکروا اللہ“ کا قانون نازل  
فرمایا۔ تقاضائے شہوت کی آگ میں جب ہم کو دیکھا تو نار تقاضائے شہوت کو  
بجھانے کے لیے بذریعہ ذکر اپنا نور عطا فرمایا۔

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خدا

نورِ ابراہیم را ساز اوستا

ترجمہ: شہوت کی آگ گناہوں سے نہیں بجھتی بلکہ نورِ خدا سے بجھتی ہے۔  
دیکھو! ابراہیم علیہ السلام کے نور نے جو حق کی طرف سے ان کو عطا کیا گیا تھا نارِ



نمرد کو بچھا دیا۔

پس اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت اور توفیق اطاعت حاصل کرو جو موقوف ہے عارفین اور اہل اللہ کی صحبتوں اور ان کی جوتیاں اٹھانے پر۔ اس کی برکت سے رفتہ رفتہ نفس مٹا چلا جائے گا اور شہواتِ نفسانیہ کی آگ بجھ جائے گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ چند دن میں بزبانِ حال کہہ اٹھو گے۔

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا

مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہر تلخی حیات و غم روزگار کو

تیری مٹھاس ذکر نے شیریں بنا دیا

گرچہ میں دور ہو گیا لذتِ کائنات سے

حاصلِ کائنات کو دل میں لیے ہوں میں

جہان رنگ و بو میں ہر طرف بس اب و گل پایا

مگر عاشق کے آب و گل میں ہم نے دردِ دل پایا

اللہ تعالیٰ کا نور ہماری زبان سے دل میں اور دل سے روح میں داخل ہو جاتا

ہے۔ اس ترتیب کو احقر نے ایک شعر میں پیش کیا ہے۔

نورِ حق از ذکرِ حق درجاں رسد

از زباں دردِ دل ز دل تا جاں رسد

(اختر)

ترجمہ: اللہ کا نور بذریعہ ذکر اللہ زبان سے دل میں اور دل سے پھر روح میں

داخل ہو جاتا ہے۔

شرح: يَضَعُ قَدَمَهُ: جہنم کا پیٹ بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا اس میں اپنا قدم



مبارک رکھنے کی شرح یہ ہے کہ علامہ شیخ قسطلانی القاہری شافعی اپنی شرح میں ارقام فرماتے ہیں: ”حَتَّى يَضَعَ قَدَمَهُ أَيْ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا أَيْ يُذِلُّهَا تَذْلِيلَ مَنْ وُضِعَ تَحْتَ الرَّجْلِ“ وضع قدم سے مراد جہنم کو ذلیل کرنا، دبا دینا، اس کی طغیانی کو خاموش کر دینا ہے۔ (حاشیہ جواہر البخاری، صفحہ: ۴۲۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری فتح الباری، جلد: ۸، صفحہ: ۵۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں: ”الْبُرَادُ إِذْ لَأَلْ جَهَنَّمَ فَإِنَّهَا إِذَا بَالَعَتْ فِي الطُّغْيَانِ وَطَلَبَ الْبَزِيدِ أَذْلَهَا اللَّهُ، فَوَضَعَهَا تَحْتَ الْقَدَمِ، وَلَيْسَ الْبُرَادُ حَقِيقَةَ الْقَدَمِ، وَالْعَرَبُ تَسْتَعْبِلُ الْفَاطِ الْأَعْضَاءَ فِي ضَرْبِ الْأَمْثَالِ، وَلَا تَرِيدُ أَعْيَانَهَا كَقَوْلِهِمْ: رَغِمَ أَنْفُهُ، وَسَقَطَ فِي يَدَيْهِ“ قدم رکھنے سے مراد جہنم کو ذلیل کرنا ہے۔ جب اس نے مبالغہ کیا طغیانی میں اور طلب مزید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو تحت القدم ذلیل کر دیا یعنی دبا دیا اور حقیقی قدم مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ اہل عرب محاورات میں اعضاء کا نام بولتے ہیں اور مراد اعضاء نہیں ہوتے۔ جیسے اس کی ناک خاک آلود ہو یا وہ اس کے ہاتھ میں گر گیا اور قط قط کے معنی جسھی جسی ہے یعنی بس بس۔ فَتَقُولُ قَطُّ قَطُّ: وَالْمَعْنَى حَسْبِي حَسْبِي قَدْ اُكْتَفَيْتُ یعنی بس بس میرا پیٹ بھر گیا۔ (حاشیہ جواہر البخاری، صفحہ: ۴۲۶)

ذکر سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

{فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ}

[سورة البقرة، آیت: ۱۵۲]

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فاذکرونی کی تفسیر بالاطاعة سے فرمائی اور اذکروکم کی تفسیر بالعناية سے فرمائی یعنی تم ہم کو یاد کرو اطاعت سے



ہم تمہیں یاد رکھیں گے عنایت سے۔ (بیان القرآن، پارہ: ۲)  
 اس تفسیر سے یہ اشکال حل ہو جاتا ہے کہ کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ مخلوق کو  
 بھول جاتے ہیں جبکہ ان کے لیے نسیان محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مجرمین کو بھی  
 یاد رکھتے ہیں مگر عتاب کے ساتھ اور مقبولین کو یاد رکھتے ہیں عنایت کے ساتھ۔  
 حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”فَاذْكُرُونِي بِالطَّاعَةِ قَلْبًا وَقَالِبًا، فَيَعْمُدُ الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ وَالْقَلْبِ  
 وَالْجَوَارِحِ (فالأول) الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ الْحَمْدُ وَالتَّسْبِيحُ وَالتَّحْمِيدُ وَقِرَاءَةُ  
 كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى (والثاني) الْفِكْرُ فِي الدَّلَائِلِ الدَّالَّةِ عَلَى التَّكْلِيفِ  
 وَالْوَعْدِ وَالْوَعْدِ وَفِي الصِّفَاتِ الْإِلَهِيَّةِ وَالْأَسْرَارِ الرَّبَّانِيَّةِ (والثالث)  
 اسْتِغْرَاقُ الْجَوَارِحِ فِي الْأَعْمَالِ الْبَامُورِ بِهَا خَالِيَةً عَنِ الْأَعْمَالِ الْبَنِيهِ  
 عَنْهَا، وَلِكُونَ الصَّلَاةِ مُشْتَبِلَةً عَلَى هَذِهِ الثَّلَاثَةِ سَمَّاهَا اللَّهُ تَعَالَى ذِكْرًا فِي  
 قَوْلِهِ: فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ، وَقَالَ: أَهْلُ الْحَقِيقَةِ حَقِيقَةُ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ  
 يَنْسِيَ كُلَّ شَيْءٍ سِوَاهُ“ (روح المعاني، پارہ: ۲، ص: ۱۹)

ترجمہ: تم لوگ مجھ کو یاد کرو طاعت سے یعنی قلب سے اور قالب سے بھی  
 پس ذکر عام ہے خواہ زبان سے ہو یا قلب سے ہو یا جوارح سے  
 ہو۔ (فالأول) پس اول ذکر لسانی ہے جو شامل ہے تسبیح و تحمید و قرأت کلام اللہ  
 وغیرہ پر۔ (والثانی) اور ثانی اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی  
 صفات کی معرفت اور ان کی ربوبیت کے اسرار منکشف ہوں (والثالث) اور  
 تیسرا یہ کہ اپنے اعضاء سے اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے اور ان کو نافرمانی سے  
 محفوظ رکھے۔ پس اللہ کا ذکر ان تینوں قسموں پر شامل ہے۔ اہل حقیقت نے  
 بیان فرمایا ہے کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی محبت غالب ہو جائے اور ماسوی  
 اللہ کی محبت مغلوب ہو کر کالعدم ہو جائے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔



جب مہر نمایاں ہو سب چھپ گئے تارے  
 وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے  
 اسی حقیقت کا نام تبثّل شرعی ہے۔ جیسا کہ بیان القرآن میں تحریر ہے کہ تبثّل  
 نام ہے تعلق مع اللہ کا تعلق ماسوی اللہ پر غالب ہو جانا نہ کہ ترک تعلقات  
 ضروریہ کا۔ جیسا کہ جوگیان ہند اور جہلائے صوفیہ نے سمجھا ہے۔

(سورۃ مزمل، پارہ: ۲۹، بیان القرآن)

**نوٹ:** اسی حقیقت کا نام وحدت الوجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد غالب رہے اور  
 ماسوی اللہ مغلوب رہے اور کالمعدوم رہے نہ کہ عدم حقیقی مراد ہے۔ جیسا کہ  
 گمان اہل جہل کا ہے۔ اس کی مثال دنیا میں آفتاب کے سامنے ستاروں کا وجود  
 ہے جو کالمعدوم تو ہے لیکن حقیقتہً معدوم نہیں۔ چنانچہ شب میں ستاروں کا پھر ظہور  
 ہو جاتا ہے۔

## ایک بزرگ کی حکایت

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ  
 مجھ کو یاد فرماتے ہیں تو مجھ کو پتہ چل جاتا ہے تو خادم نے عرض کیا کہ کیسے معلوم  
 ہو جاتا ہے؟ فرمایا کہ قرآن کے وعدہ اذ کُر کُر پر میرا ایمان ہے چونکہ میں  
 اللہ تعالیٰ کو اس وقت یاد کر رہا ہوں تو وعدہ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ بھی ہم کو  
 یاد فرما رہے ہیں۔

ہم یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کریں گے  
 یوں ہی دلِ برباد کو آباد کریں گے  
 اُجڑتے ہوئے دل کو میرے آباد کریں گے  
 بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے



وہ چاہنے والوں کے لیے اپنے یقینا  
عالم ہی نیا حسن کا ایجاد کریں گے

(عرفانِ محبت)

ذکرِ قلبی پر چند شعرے

یوں تو لب پر نہیں ان کا ذکرِ جلی  
ان سے لیکن ہے ہر وقت ربطِ خفی

(عرفانِ محبت)

تم سا کوئی ہدم کوئی دمساز نہیں ہے  
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے  
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے  
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

(سکولِ مجذوب)

احقر کا شعر ہے

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے  
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

ذکرِ قلبی کا ایک خاص انعام

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بخاری و مسلم کی روایت سے یہ حدیثِ قدسی

نقل کرتے ہیں:

((مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ

ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٌ مِّنْ مَّلَأَةٍ))

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی  
اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں



اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مسلم کی روایت ”ذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ“ کی شرح میں فرماتے ہیں: ”أَيُّ مَبَاهَاةٍ وَافْتِخَارٍ بِهِمْ بِالثَّنَاءِ الْجَبِيلِ عَلَيْهِمْ وَبِوَعْدِ الْجَزَاءِ الْجَزِيلِ لَهُمْ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَأَرْوَاحِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِينَ۔“ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۴۹)

ترجمہ: جماعت کے ساتھ ذکر کرنے والوں کے بارہ میں حدیث مذکور کی شرح یہ ہے کہ ایسے بندوں کا ذکر اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاء کے سامنے بطور مباہاتہ اور فخر کے ثناء جمیل اور وعدہ جزاء جزیل کے ساتھ فرماتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ذکر پر کوئی انعام اور موعود نہ ہوتا تو یہی انعام کافی تھا کہ غلاموں کو مولیٰ یاد فرمائیں۔ یہ مالک کا کتنا بڑا کرم ہے۔ پھر اس کے ہوتے ہوئے ذکر میں کسی اور ثمرہ کی تلاش سالک کو نہ ہونی چاہیے۔ ”هَذِهِ ثَمَرَةٌ أَصْلِيَّةٌ لِلذِّكْرِ لَوْ اسْتَحْضَرَهَا لَا يَتَشَوُّشُ أَبَدًا“ اگر ذاکر اس اصلی ثمرہ کو مستحضر رکھے تو کبھی تشویش میں مبتلا نہ ہوگا۔ ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

اس کا مزہ رئیس القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو:

((وَعَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ - لِأَبِي بِنِ كَعْبٍ: إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ

قَالَ اللَّهُ سَمَانِي لَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ

رَبِّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۱۹۰)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے



مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اوپر قرآن کی تلاوت کروں (وفی روایۃ سورۃ بینۃ) کی تلاوت کروں کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ علماء یہود میں سے تھے اور سورۃ بینۃ میں اہل کتاب کا قصہ ہے) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے۔ پھر عرض کیا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذکر کیا گیا ہوں؟ (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ پوچھنا استعجاباً تھا یا استلذاذاً تھا۔ کذافی المرقاۃ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر ان کی آنکھیں بہہ پڑیں یعنی اشکبار ہو گئیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آنسو بوجہ سرور و فرح کے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے یا اس خوف سے یہ آنسو تھے کہ اس عظیم نعمت کے شکر سے میں عاجز ہوں اور اس نعمت کے ساتھ ان کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ انہوں نے حفظ قرآن میں اور اس کی تجوید میں محنت شاقہ برداشت کر کے اس درجہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: اَقْرَأُكُمْ اَبِيَّ یعنی تم میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس سے امت مسلمہ کو یہ تعلیم دینی ہے کہ لوگ ان سے رسم تلاوت سیکھیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اخذ فرمایا تھا۔ اور اسی طرح سلف سے خلف اخذ کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے بہت تابعین رحمہم اللہ نے رسم قراءۃ کو اخذ کیا۔ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۶)

## ذکر کو شکر پر مقدم کرنے کی حکمت

ذکر کو شکر پر مقدم کرنے میں کیا حکمت ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”إِنَّمَا قَدَّمَ الذِّكْرَ عَلَى الشُّكْرِ لِأَنَّ فِي الذِّكْرِ اشْتِغَالَ“



بِذَاتِهِ تَعَالَى، وَفِي الشُّكْرِ اشْتِغَالًا بِنِعْمَتِهِ، وَالْإِشْتِغَالُ بِذَاتِهِ تَعَالَى أَوْلَى  
 مِنَ الْإِشْتِغَالِ بِنِعْمَتِهِ“ (روح المعانی، جلد: ۲، صفحہ: ۱۹) فاذا كزوني کے بعد اللہ  
 تعالیٰ نے وا شکرؤ الی نازل فرما کر اپنے ذکر کو مقدم فرما دیا جس کی وجہ علامہ  
 آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ذکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول  
 ہونا ہے اور شکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں مشغول ہونا ہے۔ پس ظاہر ہے  
 کہ منعم کے ساتھ مشغول ہونا نعمتوں کی مشغولی سے افضل اور اہم ہے۔

بسودائے جاناں زجاں <sup>مشتغل</sup>

بذکر حبیب از جہاں <sup>مشتغل</sup>

بیاد حق از خلق بگریختہ

چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

تَرْجَمًا: محبوب حقیقی کی یاد میں وہ مزہ آیا کہ اپنی جان سے بے پرواہ ہو گئے  
 اور سارے جہان سے بھی۔ حق تعالیٰ کی یاد میں مخلوق سے کنارہ کش ہیں اور  
 ساقی پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ جامِ مے ہاتھ سے گر گیا یعنی منعم کی یاد کے غلبہ سے  
 نعمتوں کی طرف التفات سے ذہول ہو گیا۔

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی

اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشین ہوتی

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ ہوتے وہ میرے آنسو

تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

جو صورت گیر حسن و عشق کی دنیا کہیں ہوتی

تیرے ضوء کا فلک بنتا میرے ظل کی زمیں ہوتی

جو ان کو دیکھ لیتے ہم تو پھر کیا زندہ رہ جاتے

نگاہِ اولیں اے دل نگاہِ واپسین ہوتی



خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر  
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تخت سلیمان تھا  
ازل میں سامنے عقل و جنوں دونوں کا ساماں تھا  
جو میں ہوش و خرد لیتا تو کیا میں کوئی ناداں تھا

(کشلول مجذوب)

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں  
رہے تو ساتھ تو صحراء میں گلشن کا مزہ پاؤں

(عرفانِ محبت)

تمہاری یاد کی لذت پہ یہ دونوں جہاں قرباں  
تری مانند تیرے نام کی لذت ہے لاثانی  
ہر وادی ویراں میں گلستاں نظر آیا  
قرباں میں ترے نام کی لذت پہ خدایا

(اختر)

## مجلسِ ذکر کے فوائد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ  
روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم اللہ  
تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی  
رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور ان کا ذکر اللہ  
تعالیٰ اپنے پاس والوں میں کرتے ہیں۔ (مسلم شریف)

شرح (۱)... حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وہ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں جو اہل ذکر کی  
تلاش میں رہتے ہیں۔ اس طرح سے ذاکرین کو فرشتوں کی صحبت نصیب ہو جاتی  
ہے اور اس صحبت کی برکت سے فرشتوں کا ذوق طاعت و ذوق تسبیح و تحمید اور



ذوقِ تقرب الی اللہ اور تقدسِ اخلاقیاتِ ذاکرین کے نفوس میں منتقل ہو سکتا ہے۔ خاکِ مخلوق کو نوری مخلوق کی یہ مصاحبتِ مجلسِ ذکر کا انعامِ عظیم ہے۔

(۲) ... غَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ، اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمتِ ذاکرین کو پیار کر لیتی ہے جس طرح ماں غلبہٴ شفقت و رحمت سے بچہ کو گود میں لے کر سینہ میں لگا کر دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیتی ہے جبکہ وہ ایک ہاتھ سے بھی بچہ کو پکڑ سکتی ہے لیکن دونوں ہاتھ سے ڈھانپ کر اپنا سر اور گردن جھکا کر بچہ کو بالکل ڈھانپ لیتی ہے جو تقاضہٴ رحمتِ مادر کی سراپا تصویر ہوتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مادراں را مہر من آموختم

چوں بود شمعے کہ من آفروختم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! اور ماؤں کی محبت پہ ناز کرنے والو! ماؤں کو محبت کرنا تو میں نے ہی سکھایا ہے ان کی تمام تر محبت میری ہی مخلوق ہے، ان کے قلب و جگر کے اندر مادہٴ رحمت کا خالق میں ہی ہوں۔ پس میری رحمت کا کیا عالم ہوگا؟ اور میری شمعِ محبت کا کیا عالم ہوگا؟

پس غَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ کی تعبیر عاشقانہ ترجمہ کے ساتھ یہی ہوگی کہ

اللہ تعالیٰ کی رحمتِ ذاکرین کو پیار کرتے ہوئے غایتِ رحمت سے ڈھانپ لیتی ہے۔

(۳) ... نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ اور ذاکرین کے قلوب پر اللہ تعالیٰ سکینہ نازل فرماتے ہیں۔

### سکینہ کی تفسیر

سکینہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاکرین کے قلوب میں

عطا ہوتا ہے۔ ”أَمِي هِيَ نُورٌ يَسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ، وَبِهِ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ إِلَى الْحَقِّ

وَيَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيِّبِ، فَيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ“ سکینہ ایک نور ہے جو



قلب میں مستقل قائم رہتا ہے۔  
شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا  
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

(مولانا محمد احمد صاحب)

جہاں رنگ و بو میں ہر طرف بس آب و گل پایا  
مگر عاشق کے آب و گل میں ہم نے دردِ دل پایا

(احقر)

اس نور کی برکت سے توجہ الی الحق قائم رہتی ہے اور در بدر تاک جھانک سے  
آدمی نجات پا کر یکسو ہو جاتا ہے۔

دل آراے کہ داری دل در و بند  
و گر چشم از ہمہ عالم فرد بند  
اب تو میں ہوں اور شغل یاد دوست  
سارے جھگڑوں سے فراغت ہو گئی

اور ایسے لوگوں کا ایمان عقلی استدلالی موروثی ترقی کر کے ایمان ذوقی حالی  
و جدانی بن جاتا ہے۔ جس کو ولایتِ خاصہ سے بھی صوفیاء تعبیر کرتے ہیں۔

(خلاصہ از روح المعانی و مسائل السلوک بیان القرآن)

(۴) ... وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي مَنِّ عِنْدَهُ، یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ مقررین اور ارواح  
انبیاء و المرسلین کے سامنے ان کا تذکرہ بطور افتخار کے ثناء جمیل اور وعدہ جزائے  
جزیل کے ساتھ فرماتے ہیں۔ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۴۶)

اہل اللہ کا ذکر ملائکہ کے ذکر سے افضل ہے

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۳ :

”إِنَّ الذِّكْرَ الْحَاصِلَ مِنْ بَنِي آدَمَ أَعْلَى وَأَشْرَفُ مِنَ الذِّكْرِ الْحَاصِلِ مِنْ



الْمَلَائِكَةِ لِحُصُولِ ذِكْرِ الْأَدَمِيِّينَ مَعَ كَثْرَةِ الشَّوَاعِلِ وَوُجُودِ الصَّوَارِفِ  
 وَصُدُورِهِ فِي عَالَمِ الْغَيْبِ بِخِلَافِ الْمَلَائِكَةِ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ“ انسان کا ذکر افضل  
 ہے، ملائکہ کے ذکر سے کیونکہ انسان ہزاروں افکار اور مصروفیات میں گھرا ہوا  
 ہے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتا اور ملائکہ کو ذکر کے علاوہ کوئی فکر اور مصروفیت  
 نہیں ہے۔ اور ملائکہ علام شہادت میں یعنی حق تعالیٰ کو دیکھ کر یاد کرتے ہیں اور  
 انسان عالم غیب میں یاد کرتا ہے۔

مولانا اسعد اللہ صاحب محدث سہارنپوری نے خوب فرمایا

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں  
 لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں

احقر راقم الحروف کا شعر ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے  
 یہ سب کے ساتھ رہے بھی سب سے جدا رہے

مفہوم ذکر اللہ جل شانہ

تفسیر روح المعانی کی روشنی میں

{وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا

لِذُنُوبِهِمْ ص وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ تَف وَلَمْ يُصِرُّوا

عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

[سورۃ آل عمران آیت: ۱۳۵]

تَرْجَمًا: اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں  
 (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کر کے خاص) اپنی ذات پر نقصان  
 اٹھاتے ہیں تو (معا) اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عذاب کو یاد کر لیتے ہیں۔ پھر اپنے



گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں (یعنی اس طریقہ سے جو معافی کے لیے مقرر ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہل حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات کے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں میں مشترک ہے) اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشا ہو۔

(رہا اہل حقوق کا معاف کرنا سو وہ لوگ اس کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بھی بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے) اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار نہیں کرتے اور وہ (ان باتوں کو) جانتے (بھی) ہیں (کہ فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضرور ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفار ہے، مطلب یہ کہ اعمال کی بھی درستی کر لیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں۔)

(بیان القرآن، پارہ: ۴، سورۃ آل عمران، صفحہ: ۶۰)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بروایت ترمذی ارقام فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ابلیس مع اپنے لشکر کے رونے لگا اور سر پر خاک ڈالے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے بری اور بحری لشکر سب جمع ہو گئے اور ان لوگوں نے کہا اے ہمارے سردار! آپ کیوں روتے ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ آیت ایسی نازل ہوئی ہے کہ بنی آدم کو اس کا گناہ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ ابلیس کے لشکر نے کہا کہ ہم ان کو نفس کی ایسی خواہشات میں مبتلا کر دیں گے (بدعات میں) کہ جس سے وہ لوگ نہ توبہ کریں گے اور نہ استغفار کریں گے اور اپنے کو حق پر سمجھیں گے۔ پس ابلیس ان کی اس بات سے خوش ہو گیا (آج اس دور میں اہل بدعت اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں اور بدعات کو نیکی سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔)



## صدورِ معاصی کے بعد ”ذکروا اللہ“ سے کیا مراد ہے؟

صدورِ معاصی کے بعد ذکروا اللہ سے مراد حسب ذیل ہے:

(۱)..... أَمْي تَذَكَّرُوا حَقَّهُ الْعَظِيمَ وَوَعِيدَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَأَحَقِّ عَظِيمٍ أَوْ رَأْسِ كِي وَعِيدٍ كُوِيَا كَرْتِي هِي۔

(۲) ... ذَكَّرُوا الْعَرَضَ عَلَيْهِ اللَّهُ تَعَالَى كِي سَا مَنِي اِبْنِي بِشِي كُوِيَا كَرْتِي هِي۔

(۳) ... ذَكَّرُوا سُؤَالَهِ عَنِ الذَّنْبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْنِي كِنَا هُوِي سِي مَتَعَلَقِ قِيَا مَت كِي دِن كِي مَوَا خِذِه كُوِيَا كَرْتِي هِي۔

(۴) ... ذَكَّرُوا نَهْيَهُ تَعَالَى اللَّهُ تَعَالَى كِي مَنَعِ فَرْمَانِي كُوِيَا كَرْتِي هِي۔

(۵) ... ذَكَّرُوا غُفْرَانَهُ اللَّهُ تَعَالَى كِي شَانِ مَغْفَرَتِ كُوِيَا كَرْتِي هِي۔

(۶) ... ذَكَّرُوا بَهْمَالَهُ فَاسْتَحْيُوا اللَّهُ تَعَالَى كِي جَمَالِ كُوِيَا كَرْتِي هِي شَرْمِنْدِه

هُو جَاتِي هِي كِي هَم نِي غِيْر اللّٰه كِي طَرَفِ كِيُوِي تُوْجِه كِي اُوْر غِيْر اللّٰه سِي كِيُوِي دَل لَگَا يَا۔ اَفْتَاب كِي هُوْتِي هُوِي فَا نِي چِرَاغُوِي سِي دَل كَا بِيْهَلَا نَا نُوْرِ اَفْتَاب كِي نَاشِكْرِي هِي۔ مَوْلَا نَارُوِي رَحْمَةِ اللّٰه عَلِيْهِ فَرْمَاتِي هِي۔

پیش نورِ آفتاب خوش مساع

رہنمائی جستن از شمع و چراغ

گر خفاشے رفت در کور کبود

باز سلطان دیدہ را بارے چہ بود

بازا شہب را چو باشد خوائے موش

نگ موشاں باشد و عار و حوش

ترجمہ: نورِ آفتاب کے سامنے شمع اور چراغ سے رہنمائی حاصل کرنا خلاف

ادب ہے۔



بے گماں ترکِ ادب باشد زما

کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا

یقیناً یہ ترکِ ادب ہے اور کفرِ نعمت ہے اور نفسانی فعل ہے۔

اگر چمگاؤںِ ظلمت پرستی میں اور غلاظت میں چلا گیا تو تعجب نہیں لیکن

سلطانِ دیدہ باز کو کیا ہو گیا کہ وہ غیر اللہ سے دل لگا کر چمگاؤں بن گیا۔ یعنی مقرب

بارگاہِ حقِ روحوں کی شان تو تفسیرِ روح المعانی میں یہ ہے طَهَارَةُ الْأَسْرَارِ مِنْ

دَنَسِ الْأَغْيَارِ کہ ان کا باطن غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہوتا ہے۔ باز شاہی

کے لیے چوہوں کی بُری عادتِ زیب نہیں دیتی ورنہ وہ باز ننگِ موش اور ننگِ و

حوش ہوگا۔

(۷) ... ذَكَرُوا جَلَالَہُ فَهَابُوا، اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمتِ شان کو یاد

کرتے ہیں پس ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں۔

زبان بے نگہ رکھ دی نگاہ بے زباں رکھ دی

ترے جلووں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی

(اصغر)

(۸) ... ذَكَرُوا ذَاتَهُ الْمُقَدَّسَةَ عَنْ جَمِيعِ الْقِبَالِ، وَأَحْبَبُوا التَّقَرُّبَ إِلَيْهِ

بِالْمُنَاسَبَةِ بِالتَّطَهِيرِ مِنَ الذَّمَائِمِ، اور یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات

پاک کو اور محبوب رکھتے ہیں اس کی طرف تقرب کو بذریعہ اخلاقِ ذمہ کی

طہارت سے۔ کمالِ قال الرومی رحمۃ اللہ علیہ۔

چوں شدی زیبا بداں زیباری

## ذکری فرقہ کا ابطال

ذکر کے مفہم مذکورہ کے پیش نظر فرقہ ذکری کا ابطال ثابت ہوتا ہے



کیونکہ یہ فرقہ اعمال ضروریہ کے بغیر صرف ذکر کونجات کے لیے کافی سمجھتا ہے۔  
 علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: "لَيْسَ الْهَرَادُ هُجْرًا ذِكْرَ اسْمِهِ  
 عَزَّ اسْمُهُ۔"

## ذکر مقبول کی علامت

ذکر مقبول کی علامت یہ ہے کہ معاصی سے استغفار کی توفیق ہو جائے۔  
 جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ذِکْرُوا اللّٰهَ کے بعد ارشاد فرماتے ہیں فَاسْتَغْفِرُوا  
 لِذُنُوبِهِمْ لَعَلَّ اللّٰهَ تَعَالٰی کی عظمت اور قیامت کے مواخذہ کو یاد کر کے وہ گناہ  
 سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے عزم علی التقویٰ کرتے ہیں۔

## استغفارِ حقیقی سے کیا مراد ہے؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: "وَلَيْسَ الْهَرَادُ هُجْرًا ذِكْرَ اسْمِهِ  
 الْبَغْفِرَةِ، بَلْ مَعَ التَّوْبَةِ، وَإِلَّا فَطَلَبُ الْبَغْفِرَةِ مَعَ الْإِصْرَارِ كَالِاسْتِهْزَاءِ  
 بِالرَّبِّ بَجَلِّ شَانِهِ، وَمِنْ هُنَا قَالَتْ رَابِعَةُ الْعَدْوِيَّةُ اسْتَغْفَارُنَا هَذَا يَحْتَاجُ  
 إِلَى اسْتَغْفَارٍ" (روح المعانی، پارہ: ۴، صفحہ: ۶۱)

**خلاصہ ترجمہ:** استغفارِ کامل سے مراد محض طلبِ مغفرت نہیں ہے بلکہ توبہ  
 بھی ضروری ہے۔ (اور توبہ نام ہے ماضی پر ندامت اور مستقبل میں عزم علی  
 التقویٰ اور فی الحال معصیت سے الگ ہو جانے کا۔ مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۲۲)

اسی سبب سے اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ کے ساتھ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ قرآن  
 میں فرمایا گیا ہے۔ (پارہ: ۱۲، سورہ ہود)

## حضورِ استغفاری

استغفار اور توبہ سے بندہ کو جو قرب عطا ہوتا ہے وہ تسبیحات کے قرب



سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ قدر کی تفسیر میں حدیث  
قدسی نقل کرتے ہیں:

((لَأَنبِيْنُ الْمُنْذِرِيْنَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْهَسْبِيْحِيْنَ))

ترجمہ: حدیث قدسی میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کا رونا مجھے  
تسبیح پڑھنے والوں کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اس قربِ خاص کی حقیقت کو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔  
کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے  
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے  
اے جلیلِ اشکِ گنہگار کے یک قطرہ کو  
سے فضیلت تیری تسبیح کے سو دانوں پر  
تسلی ہم گنہگاروں کو حاصل ہوگی احمد  
بجھادیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

(عرفانِ محبت)

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم  
برس گیا جو برسنا تھا میرا خونِ جگر  
مبارک تجھے اے میری آہِ مضطر  
کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے  
رونے کا جب مزہ ہے کہ اے چشمِ خوں فشاں  
ہر بوند میں لہو کی تمنا دکھائی دے  
درجگر افتادہ ہستم صد شر  
درمنا جاتم بہ ہیں خونِ جگر  
اے خدائے باعطا و باوفا  
رحم کن بر عمر رفتہ بر جفا



یار شب را روز مہجوری مدہ  
جانِ قربت دیدہ را دوری مدہ

(مولانا رومی)

احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں  
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلمان ہوں گے  
تیرے ہاتھ سے زیر تعمیر ہوں میں  
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں  
ویرانہ حیات کی تعمیر کر گئی  
رونداؤِ زندگی کسی خانہ خراب کی

(اختر)

حیا آتی ہے تیرے سامنے میں کس طرح آؤں  
نہ آؤں تو دل مضطر کو لے کر پھر کہاں جاؤں  
نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو  
کدھر جائے بندہ گنہگار تیرا  
آہ سے راز چھپایا نہ گیا  
منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر  
چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں  
ہیں فلک پر وہی اختر ہو کر  
میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں  
اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا



جو حیا مانع استغفار و توبہ ہو وہ مردود و مذموم ہے

بعض نادان غالب کے اس شعر پر عمل کرتے ہیں۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب

شرم تم کو مگر نہیں آتی

جو انتہائی نادانی اور محرومی و جہل ہے بلکہ سفاہت ہے۔ ایک بزرگ

نے اس شعر کو مسلمان کر دیا یعنی اس کی اصلاح کر دی۔

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا

شرم کو خاک میں ملاؤں گا

ان کو رو رو کے میں مناؤں گا

اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

(عرفانِ محبت)

وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔

(ترجمہ اوپر گزر چکا)

## اصرار علی الذنب کی صحیح تعریف

تفسیر روح المعانی کی روشنی میں

”الِصْرَارُ الشَّرْعِيُّ الْإِقَامَةُ عَلَى الْقَبِيحِ بِدُونِ الْإِسْتِغْفَارِ

وَرُجُوعٌ بِالتَّوْبَةِ“ اور اصرار لغوی: الثَّبَاتُ عَلَى الشَّيْءِ کسی چیز پر قائم رہنا۔

اصرار شرعی سے مراد ہے کہ کسی گناہ پر اس طرح جم جانا کہ استغفار و توبہ سے اس

کی تلافی نہ کی جائے۔ بعض لوگ نادانی سے سمجھتے ہیں کہ اگر توبہ بار بار ٹوٹ

جائے تو وہ اصرار میں داخل ہے حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی روایت صاحب مشکوٰۃ نے نقل کی ہے:



((عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-  
مَا أَصْرَّ مَنْ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً))

(مشكاة المصابيح، ص: ۲۰۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے استغفار کر لیا وہ اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے اگرچہ عود کرے وہ دن میں ستر بار (گناہ کی طرف) شرح مَا أَصْرَّ: اُمِّي مَا دَامَ عَلَى الْبَعْصِيَّةِ۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۵، صفحہ: ۱۳۵)

یعنی اصرار نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ گناہ پر قائم نہ رہے۔ مانا فیہ ہے۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا استغفار سے مراد استغفارِ کامل ہے اور استغفارِ کامل بدون عزم علی التقویٰ نہیں ہوتا۔ اسی لیے قرآن پاک میں اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ کے بعد تَوْبُوا إِلَيْهِ بھی ہے۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ یہ حال ہے اور معرض تعلیل میں ہے یعنی یہ لوگ معاصی پر دوام نہیں کرتے۔ "لَأَنَّهُمْ يَعْلَمُونَ قُبْحَ فِعْلِهِمْ" کیونکہ اپنے معاصی کے انجام کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا اور آخرت دونوں حیات تباہ ہو جاتی ہیں جس طرح مچھلی پانی سے دور ہو کر ہزاروں نعمتوں کے باوجود موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دریائے قرب سے جو روح نافرمانی کے سبب دور ہو جاتی ہے وہ ہر وقت پریشان رہتی ہے۔ ہزاروں پری کے باوجود پریشانی نہیں جاتی۔

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا

نظراک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

استغفار و توبہ سے سلوک کس طرح طے ہوتا ہے۔ ایک بزرگ کے اس شعر میں

ملاحظہ کیجیے۔



ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں  
 گر پڑے گر کر اٹھے اٹھ کر چلے  
 گر کر جو پڑے رہتے ہیں وہی محروم منزل رہتے ہیں ورنہ اٹھ اٹھ کر چل پڑنے  
 والے بھی کامیاب ہو جاتے ہیں۔

## عاشقانہ ذکر کی تیز رفتاری اور جلد منزل رسی

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سیر زاہد ہر مے یک روزہ راہ

سیر عارف ہر دے تا تخت شاہ

یعنی غیر عارف ایک ماہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے اور عارف باللہ ہر  
 سانس میں حق تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہوتا ہے۔ اسی لیے عارف باللہ  
 کی دو رکعت غیر عارف کی سو رکعات سے افضل ہوتی ہیں۔

بعض لوگ ذکر کی کمیت سے محروم ہیں یعنی ذکر ہی نہیں کرتے اور بعض  
 لوگ ذکر کی کمیت تو پوری کر لیتے ہیں مگر ذکر کی کیفیت خاصہ یعنی دردمحبت سے  
 ذکر کا اہتمام نہیں کرتے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

عام می خوانند ہر دم نام پاک

ایں اثر نہ کند چوں نبود عشقناک

ترجمہ: عام لوگ ذکر کی تعداد تو پوری کر لیتے ہیں لیکن دردمحبت کے ساتھ  
 والہانہ اور عاشقانہ ذکر نہیں کرتے۔ ایسے ذکر کا نفع اور اثر کامل نہیں ہوتا۔ ذکر کی  
 عاشقانہ کیفیت اللہ والوں کی صحبتوں سے حاصل ہوتی ہے۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ

اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں



مزه دل میں پائے تو بس جھوم جائے۔  
 نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا  
 ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

والہانہ ذکر اور حالتِ ذکر میں وجد کا ثبوت  
 مشکوٰۃ کی روایت ہے:

((سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ))

(مشکاۃ المصابیح، ص: ۱۹۶)

یعنی اہلِ محبت بازی لے گئے جو والہانہ ذکر کرتے ہیں۔

یہ ترجمہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل ذکر صفحہ ۲۱ میں کیا ہے۔  
 احقر کو اشکال ہوا کہ شیخ نے المفردون کا ترجمہ والہانہ کہاں سے کیا جبکہ صحابہ کے  
 دریافت کرنے پر کہ مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
 فرمایا: "الذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ" یعنی اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر  
 کرنے والے مراد ہیں۔ پھر دل میں خیال ہوا کہ حضرت شیخ نے یہ ترجمہ دلالت  
 التزامی سے فرمایا ہے کہ کیونکہ کثرتِ ذکر کثرتِ محبت کو مستلزم ہے "مَنْ أَحَبَّ  
 شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ" جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے کثرت سے اس کا ذکر کرتا  
 ہے۔ پھر خیال ہوا کہ شروع حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ چنانچہ علامہ محی  
 الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم، جز نمبر ۱، صفحہ: ۴، کتاب الذکر  
 میں اس حدیث کے لفظ الْمُفْرَدُونَ کی شرح دوسری روایت سے پیش کرتے  
 ہیں "وَجَاءَ فِي رِوَايَةٍ هُمْ الَّذِيْنَ اهْتَرَوْا بِذِكْرِ اللّٰهِ أَيْ لَهَجُوا بِهِ۔" مفردون  
 وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وجد کرتے ہیں۔ لَهَجَ يَلْهَجُ (ازمع) شیفۃ  
 ہونا۔ أَيْ لَهَجُوا بِهِ یعنی فریفتہ ہو جاتے ہیں اللہ پر، لفظ نبوت کی شرح لفظ نبوت  
 سے نہایت ہی باعث مسرت ہوئی، پھر مرقاۃ میں اس کی شرح تلاش کی۔ ملا علی



قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”الْبُفْرِدُونَ الَّذِينَ لَا لَذَّةَ لَهُمْ إِلَّا بِذِكْرِهِ وَلَا نِعْمَةَ لَهُمْ إِلَّا بِشُكْرِهِ۔“ مفردوں وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں نہیں لذت پاتے مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے اور نہیں کوئی نعمت ان کو نظر آتی کائنات میں مگر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتے۔

”لَا يَنْسَوْنَ الرَّبَّ تَعَالَى عَلَى كُلِّ حَالٍ۔“ (مرقاۃ: جلد: ۵، صفحہ: ۵۰)

وہ ہر وقت بزبانِ حال کہتے ہیں: ”إِلَهِي لَا تَطِيبُ الدُّنْيَا إِلَّا بِذِكْرِكَ“ اے اللہ! مجھ کو دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر آپ کے ذکر کے ساتھ۔ اللہ کے عاشقوں کا دن اللہ کے ذکر سے روشن ہوتا ہے۔ احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تجھ سے روشن ہیں جہانِ درد کے شمس و قمر  
 اے امامِ دردِ دل اے رہبرِ دردِ جگر  
 میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس و قمر  
 کائناتِ دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر  
 اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن  
 اے ہماری کائناتِ دل کے خورشید و قمر  
 دل کے شمس و قمر سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور ہے جو ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ سے  
 عطا ہوتا ہے۔

ذکر سے حیاتِ حقیقی عطا ہوتی ہے

((وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

مَثَلُ الذِّي يَذُكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذُكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۱۹۶)

ترجمہ: وہ شخص جو اللہ کا ذکر کرتا ہے مثلِ زندہ کے ہے اور جو ذکر نہیں کرتا مثل



مردہ کے ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فِي الْحَدِيثِ إِيمَاءٌ إِلَى أَنَّ مُدَاوَمَةَ ذِكْرِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ تُورِثُ الْحَيَاةَ الْحَقِيقِيَّةَ الَّتِي لَا فَنَاءَ لَهَا۔“ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت حقیقی زندگی سے آشنا کرتی ہے جس کو کبھی فنا نہیں ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۵)

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یعنی وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل حق تعالیٰ کے عشق سے زندہ ہو گیا۔ جریدہ عالم پر اس کا نقش غیر فانی ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ“ کی تفسیر کرتے ہوئے باب الاشارة صفحہ: ۲۴، پارہ: ۸ پر ارقام فرمایا ہے: ”قَالَ ابْنُ عَطَاءٍ: أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا بِحَيَاةِ نَفْسِهِ وَمَوْتِ قَلْبِهِ فَأَحْيَيْنَاهُ بِإِمَاتَةِ نَفْسِهِ وَحَيَاةِ قَلْبِهِ، وَسَهَّلْنَا عَلَيْهِ سُبُلَ التَّوْفِيقِ، وَكَحَلْنَا لَهُ بِأَنْوَارِ الْقُرْبِ، فَلَا يَزِي غَيْرَنَا، وَلَا يَلْتَفِتُ إِلَى سِوَانَا۔“ کیا وہ شخص جو مردہ تھا بہ سبب اپنی حیاتِ نفس اور اپنی موتِ قلب کے پس ہم نے اس کو زندہ کر دیا، اس کے نفس کی فنایت اور اس کے قلب کی حیات سے اور آسان کر دیا، ہم نے اس پر توفیق کے راستوں کو اور سرمہ لگا دیا، ہم نے اس کی آنکھوں میں اپنے انوارِ قرب کا، پس نہیں دیکھتا ہمارے غیر کو اور نہیں التفات کرتا ہمارے ماسوا کی طرف۔

یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ”عَلَى حَسَبِ الرِّوَايَاتِ وَأَيَّامًا كَانَ فَالْعِبْرَةُ بِعُنُومِ اللَّفْظِ، لَا بِمُخْصِوَصِ السَّبَبِ، فَيَدْخُلُ فِي ذَلِكَ كُلُّ مَنْ انْقَادَ لِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى۔“ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ



فرماتے ہیں کہ آیت کا سبب نزول کچھ بھی ہو بقاعدہ مسلمہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ پس داخل ہوں گے اس آیت کی بشارت میں وہ تمام لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجلائیں گے۔

”وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے خاص بندوں کو ایسا نور (ایمان) عطا کرتے ہیں جو وہ مخلوق میں لیے پھرتے ہیں اور ان کا یہ نور باطن مخلوق کے تصرف سے محفوظ رہتا ہے۔

(کذافی الروح، صفحہ: ۱۸)

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے

روئے زمیں کو کوچہ جاناں کیے ہوئے

(مجدوب)

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے

صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے

یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

(اختر)

## ذکر اللہ سے رتبہ انسانیت کی معراج

ایک بار مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھی۔ بعض ان میں بکھڑے ہوئے بالوں والے تھے اور بعض خشک کھالوں والے اور بعض صرف ایک کپڑے والے یعنی ننگے بدن صرف ایک لنگی ان کے پاس تھی، لیکن اللہ کے ذکر کی برکت سے عند اللہ ان کا مقام قبول اتنا بلند تھا کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حسب ذیل آیات نازل فرمائیں: ”وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ



رَبُّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ“ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اپنی ذاتِ گرامی کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے پر اپنے دولت کدہ سے نکل کر ان لوگوں کی جستجو فرمائی۔ پس دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمادیئے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم ہی لوگوں کے ساتھ میری زندگی ہے اور تمہارے ساتھ ہی میرا مرنا ہے یعنی میرے مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔

احقر راقم الحروف کے دو شعر ہیں۔

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا  
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا  
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب  
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

صوفیاء نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدہ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں فنائیت اور تواضع پیدا ہوگی۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رافت کو متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ تعالیٰ



کی طرف متوجہ کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ“ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ (فضائل ذکر مصنفہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ)

## اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق اور ذکر اللہ کا نفع کامل

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذوق پیدا ہوتا ہے اہل اللہ کی صحبت اور ان کی جوتیاں سیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد اور انقیاد کے ساتھ ہو کیونکہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے۔ چون و چرا سے کام نہیں چلتا۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ

جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

جیسے کوئی بچہ استاد کے سامنے الف، ب لے کر بیٹھے اور استاد کہے کہو الف اور کہو ب، اور بچہ کہنے لگے کہ الف کی صورت ایسی کیوں ہوئی اور ب کی ایسی کیوں ہے۔ تو استاد اس سے کہے گا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے۔ بات یہ ہے کہ ابتداء ہر امر کی تقلید محض ہے۔ (کمالات اشرفیہ، ملفوظ نمبر ۵۷۹، صفحہ ۱۲۶)

اور ارشاد فرمایا کہ بدون صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! خود ذکر اللہ میں یہ صفت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا، صحبت شیخ کی کیوں قید ہے؟ فرمایا کہ کام بنائے گا تو ذکر اللہ ہی بنائے گا لیکن عادت اللہ یوں جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں، اس کے لیے صحبت شیخ شرط ہے جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کر سکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار



ہی سے ہوگا۔ (کمالاتِ اشرافیہ، صفحہ: ۱۸۳)

شیخ کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ جس طرح مقوی غذا دودھ اور حلوہ وغیرہ ایسے معدہ میں جس میں صفراء بھرا ہوا اور قے ہو رہی ہو مضر ہوتی ہے اور یہ غذا خلط فاسد سابق کی طرف مستحیل ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں طبیب پہلے مسہل دے کر معدہ کا مادہ فاسد سے تنقیہ کرتا ہے۔ اس کے بعد پھر خمیرہ اور بادام تجویز کرتا ہے۔ اسی طرح بعض تکبر اور عجب کے مریض ذکر اور نوافل سے اور بگڑ گئے اور ان کے تکبر میں اضافہ ہو گیا۔ اگر کسی شیخ کامل کی صحبت نہ ہو تو ایسا شخص کبر جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب تھانہ بھون آئے تھے۔ حضرت نے ان کو ذکر کی تعلیم دی۔ پہلے سے کبر کے مریض تھے تکبر اور بڑھ گیا جس کی علامت یہ ظاہر ہوئی کہ ہر ایک سالک کا احتساب شروع کر دیا۔ خانقاہ کے انتظام میں دخل دینے لگے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ آپ کو کس نے خانقاہ کا مہتمم بنا دیا اور فرمایا کہ آپ کے مزاج میں تکبر ہے، اس حالت میں آپ کے لیے ذکر مفید نہ ہوگا، آپ کے لیے ذکر کو ملتوی کیا جاتا ہے۔

ترک کا لفظ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ خلافِ ادب سمجھتا ہوں، اس لیے لفظ ترک کے بجائے التواء کا استعمال کیا ہے اور اب مادہ فاسد کا تنقیہ کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کیا کیجیے اور وضو خانہ کی نالی صاف کیا کیجیے۔

طالبِ اصلاح کو اپنے مصلح سے ایسا تعلق ہونا چاہیے جیسا کہ مریض کا طبیب سے تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر ضرورتاً طبیب کڑوی دوائی لکھ دیتا ہے تو طبعی ناگواری کے باوجود معالج سے ناراض نہیں ہوتا بلکہ دوائے تلخ کو اپنے لیے مفید سمجھ کر حلق سے اتار لیتا ہے اور طبیب کا ممنون رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مضمون کو شرفِ قبول عطا فرمائیں اور میری



اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور امت مسلمہ کے لیے اس کا نفع عام اور تمام فرمائیں۔  
(احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ)

## کظم اور غیظ کی تعریف

{وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظِ وَالْخٰفِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ}

[سورۃ آل عمران، آیت: ۱۳۴]

اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں کی تقصیرات سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو جن میں یہ خصائل ہوں بوجہ اکمل محبوب رکھتا ہے۔

(ترجمہ و تفسیر بیان القرآن)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کظم عرب کی لغت میں اس وقت بولتے ہیں جب مشک بھر کے بننے کے قریب ہو تو اس کا منہ باندھتے وقت یہ جملہ مستعمل ہے ”شَدُّ رَأْسِ الْقِرْبَةِ عِنْدَ امْتِلَائِهَا“ اور مغموم لوگوں کو کہتے ہیں: ”فُلَانٌ كَظِيْمٌ اُمِّيُّ مُمْتَلِئٌ حَزْنًا“ اور غیظ کی تعریف: ”هَيَجَانُ الطَّبَعِ عِنْدَ رُوِيَةِ مَا يَنْكُرُ“ ناگوار بات دیکھنے سے طبیعت میں ہيجان ہو جانا۔  
**غیظ اور غضب کا فرق:** غضب کے ساتھ ارادہ انتقام کا ہوتا ہے اور غیظ میں اندر اندر گھٹا رہتا ہے۔ ”اِنَّ الْغَضَبَ يَتَّبِعُهُ اِرَادَةُ الْاِنْتِقَامِ الْبِتَّةِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْغَيْظُ“ بعض لوگوں نے کہا کہ غیظ اور غضب دونوں متلازم ہیں مگر غضب کی اسناد اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح اور غیظ کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف صحیح نہیں۔ ”هُمَا مُتَلَازِمَانِ اِلَّا اِنَّ الْغَضَبَ يَصِحُّ اِسْنَادُهُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی، وَالْغَيْظُ لَا يَصِحُّ فِيْهِ ذٰلِكَ“ (روح المعانی)

وَالْمُرَادُ وَالْمُتَجَرِّعِيْنَ لِلْغَيْظِ الْبُئْسِكِيْنَ عَلَيْهِ عِنْدَ امْتِلَاءِ  
نُفُوسِهِمْ مِنْهُ، فَلَا يَنْتَقِمُوْنَ مِمَّنْ يَدْخُلُ الصَّرَرَ عَلَيْهِمْ، وَلَا يُبْدُوْنَ لَهُ مَا  
يَكْرَهُ، بَلْ يَصْبِرُوْنَ عَلَى ذٰلِكَ مَعَ قُدْرَتِهِمْ عَلَى الْاِنْفَاذِ وَالْاِنْتِقَامِ، وَهٰذَا



هُوَ الْهَبْدُوحُ۔“ مراد ان آیات سے یہ ہے کہ غیظ کا تلخ گھونٹ پی جاتے ہیں اور غیظ و غضب سے بھرے ہونے کے باوجود غصہ کو روکتے ہیں اور انتقام نہیں لیتے اس شخص سے جس نے ان کو ضرر پہنچایا ہے اور اپنے غم کو ظاہر بھی نہیں کرتے بلکہ اس پر صبر کرتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کو ان لوگوں پر قدرت انتقام کی ہوتی ہے اور یہی قابل مدح لوگ ہیں۔ (روح المعانی)

## غیظ و غضب کا علاج

اصابت کسی روتنی میں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں چار حدیثیں نقل

فرمائی ہیں:

(۱) ... ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - مَرْفُوعًا مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ

يَقْدِرُ عَلَىٰ إِنْفَاذِهِ مَلَأَ اللَّهُ تَعَالَىٰ قَلْبَهُ أَمْنًا وَإِيمَانًا)) (الجامع الصغير)

تَرْجَمًا: جو شخص غصہ کو پی جائے اور آنحالیکہ وہ قادر ہو اس کے نافذ کرنے پر،

بھر دے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن (سکون) اور ایمان سے۔

(۲) ... ((عَنْ أَنَسِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَنْ

كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ رُءُوسِ الْخَلَائِقِ

حَتَّىٰ يُخَيَّرَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ مِنْ أُمَّيِّ الْحَوَارِيِّ شَاءَ))

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من کظم غیظا)

تَرْجَمًا: جو شخص غصہ کو پی جائے اس حالت میں کہ وہ قادر ہو اس کے نافذ

کرنے پر تو اللہ تعالیٰ بلائیں گے اس کو تمام مخلوق کے سامنے اور اختیار دیں گے

کہ جس حور کو چاہے اپنی پسند سے چھانٹ لے۔

(۳) ... ((عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: لِيَقُمْ مَنْ كَانَ لَهُ

عَلَى اللَّهِ تَعَالَىٰ أَجْرٌ، فَلَا يَقُومُ إِلَّا الْإِنْسَانُ عَفَا)) (تفسیر روح المعانی)



تَرْجَمًا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ کھڑا ہو جائے وہ شخص جس کا میرے اوپر کوئی حق ہو۔ پس نہیں کھڑا ہوگا کوئی شخص مگر وہ انسان جس نے کسی کو معاف کیا ہوگا۔

(۴) ((عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: مَنْ سَرَّكَ أَنْ يُشْرَفَ لَهُ الْبُنْيَانُ، وَتُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجَاتُ، فَلْيَعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَهُ، وَيَعْطِ مَنْ حَرَمَهُ وَيَصِلْ مَنْ قَطَعَهُ)) (البيستدرک للحاکم)  
تَرْجَمًا: فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ اس لیے اونچے محل بنائے جائیں اور اس کے درجات کو بلند کیا جائے۔ پس اپنے ظالم کو معاف کر دے اور محروم کرنے والے کو عطا کرے اور قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ: ”الْمُتَجَاوِزِينَ عَنْ عُقُوبَةٍ مَنِ اسْتَحَقُّوا مَوَآخَذَتَهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي ذَالِكَ إِخْلَالٌ بِالِدِينِ“ سزا کے مستحق لوگوں کو بدون سزا اور مواخذہ درگزر کرنے والے بشرطیکہ اس معافی سے دین میں خلل اور نقصان نہ واقع ہو۔ (روح المعانی، جلد: ۴، صفحہ: ۵۸)

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ: البحسنین کا الف لام جنس کے لیے یا عہد کے لیے ہے، لیکن حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے الف لام عہد کا لیا ہے۔

(بیان القرآن)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس احسان کی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے:

”وَمَا يُؤَيِّدُ كَوْنَ الْإِحْسَانِ هُنَا بِمَعْنَى الْإِنْعَامِ مَا أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ أَنَّ جَارِيَةَ لِعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - جَعَلَتْ تَسْكِبُ عَلَيْهِ الْبَاءَ لِيَتَهَيَّأَ لِلصَّلَاةِ، فَسَقَطَ الْإِبْرِيُّ مِنْ يَدَيْهَا، فَشَجَّهُ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: وَالْكَاطِمِينَ الْغَيْظَ، فَقَالَ لَهَا: قَدْ كَظَمْتُ



غَيْظِي، قَالَتْ: وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ. قَالَ: قَدْ عَفَا اللَّهُ تَعَالَى عَنْكَ.  
 قَالَتْ: وَاللَّهِ يُحِبُّ الْبُحْسِينَ، قَالَ: إِذْهَبِي، فَأَنْتِ حُرَّةٌ لِرُجْحِ اللَّهِ  
 تَرْجَمًا: امام بیہقی سے روایت ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے  
 صاحبزادے حضرت علی کی باندی ان کو وضو کر رہی تھی کہ اچانک لوٹا ہاتھ سے  
 چھوٹ گیا اور ان کو زخمی کر دیا۔ پس غصہ سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے یہ  
 آیت پڑھی وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظُ يَهْتِكُهُمْ يَوْمَ هُمْ كَاظِمِينَ یہ سنتے ہی فرمایا میں نے غصہ پی لیا۔ پھر اس  
 نے دوسری آیت پڑھی: وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ یہ سن کر کہا کہ میں نے تجھ کو  
 معاف کر دیا۔ پھر اس نے تیسری آیت پڑھی وَاللَّهُ يُحِبُّ الْبُحْسِينَ انہوں  
 نے کہا جا میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کر دیا۔ (روح المعانی، پارہ: ۴، صفحہ: ۵۹)

### حقیقت غضب جب بندوں کی طرف منسوب ہو

((اتَّقُوا الْغَضَبَ فَإِنَّهُ جَمْرَةٌ تَتَوَقَّدُ فِي قَلْبِ ابْنِ آدَمَ

أَلَمْ تَرَوْا إِلَى انْتِفَاحِ أَوْدَاجِهِ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ))

(روح المعانی و مشکاة المصابیح، کتاب الادب، باب الامر بالمعروف، ص: ۴۳۷)

علامہ آلوسی حدیث نقل فرماتے ہیں۔ تحقیق کہ غضب روشن ہوتا ہے ابن آدم  
 کے قلب میں، کیا نہیں دیکھتے ہو تم کہ غصہ میں گردن کی رگوں کا پھولا ہوا ہونا اور  
 آنکھوں کا سرخ ہو جانا؟

### غضب کی حقیقت جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو

”وَفِي الْكَشَافِ مَعْنَى غَضَبِ اللَّهِ تَعَالَى إِرَادَةُ الْإِنْتِقَامِ مِنَ

الْعُصَاةِ وَإِنْزَالِ الْعُقُوبَةِ بِهِمْ“ اور تفسیر کشاف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

غضب سے یہ مراد ہوتا ہے کہ انتقام کا ارادہ فرمانا فرمانوں سے اور ان پر سزا

عذاب کا نازل کرنا۔ (روح المعانی، جلد: ۱، صفحہ: ۹۵)



**فائدہ:** علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صفتِ غضب و رحمت حق تعالیٰ کی دونوں قدیم صفات ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کی شانِ جلال کے مطابق ہے۔ لا اعلم الحقیقۃ۔ ہم حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔

**حدیث:** سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي: فَحُمُولٌ عَلَى الزِّيَادَةِ فِي الْاَثَارِ اَوْ تَقَدُّمِ ظُهُورِهَا (روح المعانی، جلد: ۱، صفحہ: ۹۶)

حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ جو روایت میں ہے کہ عرش کے سامنے حق تعالیٰ شانہ نے حدیث مذکورہ کی یہ عبارت کندہ کر رکھی ہے۔ تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے مراحم خسروانہ کی صفت کے ظہور کے قبیل سے ہے۔ یعنی یہ شاہی رحم ہے جس پر چاہیں گے ظہور فرمادیں گے۔

## بے جا غصہ اور اس کا علاج

### (دَافِعُ الْغَضَبِ)

بے جا غصہ اتنا خطرناک مرض ہے کہ بیٹے کو باپ سے، بیوی کو شوہر سے، شاگرد کو استاد سے، مرید کو شیخ سے، ملازم کو آقا سے، امتی کو نبی سے اور بندہ کو خدا سے لڑا دیتا ہے۔ اور غصہ کا مریض خود بھی ہر وقت پریشان اور بے سکون رہتا ہے اور اپنے گھر والوں اور اپنے پڑوسیوں کو اور جس ماحول میں بھی رہتا ہے پریشان کرتا رہتا ہے اور اکثر اس کی نیند اس پر حرام رہتی ہے۔ انتقام لینے کی اُلجھنوں میں گرفتار رہتا ہے۔ مخلوق بھی ایسے لوگوں کو حقیر، ناقابل اعتبار سمجھتے ہوئے ان کی دوستی سے کنارہ کش، گریزاں اور نفور رہتی ہے۔ مغلوب الغضب آدمی سے آدمی دہشت زدہ اور متوحش رہتا ہے۔ اُمت مسلمہ ایسے لوگوں سے دین سیکھنے سے کتراتے ہے کیونکہ فیض کا مدار مانوس ہونے پر ہے اور مانوس ہونا مغلوب الغضب انسان سے ناممکن ہے۔ بے جا غصہ والے اکثر آخر عمر میں ہائی



بلڈ پریشر کے مریض ہو جاتے ہیں اور اعصابی تناؤ کے سبب اکثر ان لوگوں پر فالج کا حملہ بھی ہو جاتا ہے۔ غصہ کے ساتھ لفظ بے جا کی قید سے اصلاح اور تربیت کے لیے اللہ والوں کا غصہ مستثنیٰ ہو جاتا ہے کیونکہ وہاں نکیر تو ہے لیکن تحقیر نہیں ہے، نکیر واجب اور تحقیر حرام ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ اصلاح کے لیے جب کسی کو ڈانٹتے تھے تو اس وقت اس مراقبہ کا استحضار فرماتے کہ جیسے کسی شاہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اس شاہزادے کو درّے لگائیں۔ تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل میں درّے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شاہزادے سے افضل ہوں؟

(انفاس عیسیٰ، حصہ دوم، صفحہ: ۷۳، ۷۴ مطبوعہ دیوبند)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے غصہ کو اہل نفس اپنے اوپر قیاس نہ کریں ورنہ شیطان اللہ والوں کے فیوض و برکات سے محروم کر دے گا۔

**حکایت:** ایک دکاندار نئے نئے طوطا پال رکھا تھا۔ یہ طوطا خوب باتیں کر کے خریداروں کو خوش کرتا تھا۔ ایک دن دکاندار نہ تھا اور اچانک ایک بلی نے کسی چوہے کو پکڑنے کے لیے حملہ کیا اس طوطے نے سمجھا کہ شاید مجھے پکڑنا چاہتی ہے۔ یہ اپنی جان بچانے کے لیے ایک طرف کو بھاگا۔ اسی طرف بادام کے تیل کی بوتل رکھی تھی سارا تیل گر گیا۔ جب دکاندار آیا تو اس نے اپنی گدی پر تیل کی چکناہٹ محسوس کی اور دیکھا کہ بوتل سے تیل گر گیا ہے۔ اس نے غصہ میں طوطے کے سر پر ایسی چوٹ لگائی کہ جس سے اس کا سر گنجا ہو گیا۔ یہ طوطا اس دکاندار سے ناراض ہو گیا اور بولنا چھوڑ دیا۔

طوطے کے اس فعل سے دکاندار کو سخت پریشانی ہوئی اور بہت ندامت ہوئی کہ میں اب کیا کروں کیونکہ دکاندار کو اس کی باتوں سے بڑا لطف



ملتا تھا۔ کئی روز تک اس طوطے کی خوشامد کی۔ طرح طرح کے پھل دیئے کہ خوش ہو جاوے لیکن طوطا بالکل خاموش تھا۔ اس دکان پر جو خریدار آتے وہ بھی اس کے خاموش رہنے سے تعجب اور افسوس کرتے۔

ایک دن اس دکان کے سامنے سے ایک کمبل پوش فقیر سر منڈائے ہوئے گذرا تو یہ طوطا فوراً بلند آواز سے بولا کہ اے گنجه! تو کس سبب سے گنجا ہوا، تُو نے بھی بوتل سے تیل گرا دیا ہوگا۔ طوطے کے اس قیاس سے لوگوں کو ہنسی آگئی کہ اس نے کمبل پوش فقیر کو بھی اپنے اوپر قیاس کیا۔ اس واقعہ سے رجوع کرتے ہوئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت فرماتے ہیں۔

کارِ پاکاں را قیاسِ خود مگیر

گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

ترجمہ: اے عزیز! پاک لوگوں کے معاملہ کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ اگرچہ لکھنے میں شیر (دودھ) اور شیر (جانور) ایک طرح کا ہوتا ہے۔

**مسائل السلوک از بیان القرآن:** حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

{وَأَلْقَى الْأَلْوَاخَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهَا إِلَيْهِ}

[سورة الاعراف، آیت: ۱۵۰]

**ترجمہ مع تفسیر:** اور دینی حمیت کے جوش میں جلدی سے توریث کی تختیاں ایک طرف رکھیں اور جلدی میں ایسے زور سے رکھی گئیں کہ اگر غور نہ کرے تو شبہ ہو کہ جیسے کسی نے پٹک دی ہوں اور ہاتھ خالی کر کے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کا سر یعنی بال پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے کہ تم نے کیوں پورا انتظام نہ کیا اور چونکہ غلبہ غضب میں ایک گونہ بے اختیاری ہوگئی تھی اور غضب بھی دین کے لیے تھا، اس لیے اس بے اختیاری کو معتبر قرار دیا جائے اور



اس اجتہادی لغزش پر اعتراض نہ کیا جاوے گا۔

**تفسیر روح المعانی:** وَالصَّوَابُ أَنْ يُقَالَ: إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

لَفَرَطِ الْحَيَّةِ الدِّينِيَّةِ وَشِدَّةِ غَضَبِهِ لِلَّهِ تَعَالَى لَمْ يَتَمَّالِكْ، وَلَمْ يَتَمَّاسِكْ أَنْ وَقَعَتِ الْأَلْوَاْحُ مِنْ يَدَيْهِ بِدُونِ اخْتِيَارٍ، فَانزَلَ تَرَكَ التَّحْفُظَ مَنْزِلَةَ الْإِلْقَاءِ الْإِخْتِيَارِيِّ، فَعَبَّرَ بِهِ تَغْلِيظًا عَلَيْهِ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَإِنَّ حَسَنَاتِ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْبُقَرَّابِينَ. انتہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دینی حمیت کے غلبہ سے اور شدت غضب سے جو صرف اللہ کے لیے تھا ایسی غیر اختیاری کیفیت طاری ہوئی کہ جس کی وجہ سے ان کے ہاتھوں سے تورات کی تختیاں گر گئیں اور ان کے مقرب بارگاہِ حق ہونے کے سبب ان کے ترک تحفظ کو القاءِ اختیاری سے تعبیر کیا گیا۔ بقاعدہ مشہورہ ”حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْبُقَرَّابِينَ“

حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ سے تین سال بڑے تھے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام مرتبہ میں بڑے تھے کیونکہ ان کی رسالت اور ریاست مستقلاً تھی اور یہ وزیر تھے اور بہت ہی نرم اور حلیم الطبع تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بال پکڑ کر کھینچنے میں قصد اہانت اور استخفاف کا نہ تھا۔

(روح المعانی، صفحہ: ۶۷، پارہ: ۹)

مسائل السلوک میں تفسیر مذکورہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

**مسائل السلوک:** حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے نادان لوگ بعض اہل اللہ کی دینی شدت، غضب اور فرط حمیت کو سوء اخلاق سے تعبیر کرتے ہیں۔ ”حَاشَا لَهُمْ عَنْ ذَالِكَ“ اور وہ پاک ہیں اس الزام سے۔ اور اسی واقعہ سے شیخ کے غضب کا جواز مرید پر ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کالمین سے اجتہادی خطا کا صدور منافی کمال نہیں۔ اور ان جاہل مریدوں کی بداعتقادی بھی ثابت ہوئی جو اپنے پیروں کو خطاؤں سے



معصوم سمجھتے ہیں۔ (بیان القرآن، پارہ: ۹، صفحہ: ۲۲ مطبوعہ دہلی)

## اہل اللہ اور اہل نفس کے غضب میں فرق

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کا عذر قبول فرمایا اور فوراً دعا کی ”رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِاٰخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔“ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی خطائے اجتہادی کی مغفرت کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی کی مغفرت کی دعا بھی مانگی تاکہ اپنے بھائی کا دل خوش کر دیں اور دشمنوں کی شامت اور طعن کو رفع کر دیں۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ:

(۱) ... اللہ تعالیٰ کے مقبولین کو فوراً تلافی کی توفیق بھی عطا کی جاتی ہے۔

(۲) ... اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے عین مؤاخذہ اور احتساب کے وقت بھی تحقیر اور اہانت کا قصد نہیں کرتے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تو کسی سے عین باز پرس کے وقت بھی بجز اللہ اس کا استحضار رکھتا ہوں کہ یہ شخص مجھ سے لاکھوں درجہ افضل ہے اور یہ استحضار کوئی کمال کی بات نہیں، اس لیے کہ موٹی سی بات ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ عند اللہ اس کا کیا درجہ ہے، مگر اصلاح کی ضرورت باز پرس پر مجبور کرتی ہے اور بعض اوقات جس پر میں مؤاخذہ کرتا ہوں وہ بات فی نفسہ اس درجہ کی نہیں ہوتی جس درجہ کا اس پر احتساب ہوتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اس کی منشاء کو دیکھتا ہوں اور بعض جرم منشاء کے اعتبار سے کبار سے بھی سخت ہوتا ہے، اس لیے ہر جرم میں یہ خیال کرنا چاہیے کہ گو یہ صورتہ صغیرہ ہے مگر ممکن ہے کہ منشاء کے اعتبار سے کبار سے بھی بڑھ کر ہو اور اس لیے کہیں اس پر مؤاخذہ بڑا نہ ہو۔ گو یہ اس کو ہلکا سمجھے ہوئے ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کئی مرتبہ خیال ہوا



کہ اس اصلاح کے کام کو چھوڑ دوں اور یہ چھوڑ دینا آسان ہے لیکن جب تک اس کو چھوڑا نہ جاوے اس وقت تک اصلاح کا جو طریق ہے اس کے خلاف کرنے کو جی نہیں چاہتا اور مفید بھی نہیں ہوتا۔ یہ تجربہ ہے کہ اگر نرمی سے بٹھلا کر سمجھا دیا جاوے تو اس کو اس کا نتیجہ ہونا معلوم نہیں ہوتا، لیکن سیاست ہی کا طریق اختیار کرنا پڑتا ہے۔ (الاناضات الیومیہ، جلد: ۲، صفحہ: ۳۹، مطبوعہ ملتان)

ہمارے مرشد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی شانِ محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ لوگ ان کی دار و گیر پر فدا رہتے تھے اور متوحش نہ ہوتے تھے۔ ہم لوگوں کو حضرت والا اس دار و گیر کے طرز سے منع فرمایا کرتے تھے کہ اُمتِ مسلمہ مبادا تم لوگوں کا ناز نہ اٹھاسکے۔

**نوٹ:** علماء ربانین کا جب یہ مقام ہے تو انبیاء علیہم السلام کا کیا مقام ہوگا؟  
(۱) ... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غضب چونکہ لُذ تھا، اس کی مثال سکر من المباح کی سی ہے جس میں مکلف نہیں رہتا۔ اس پر دوسرے شخص کے غصہ کو جو نفس کے واسطے ہو قیاس نہیں کر سکتے بلکہ اس کی حالت سکر من المحرم کی سی ہے کہ جس کو شارع نے عذر نہیں قرار دیا۔ چنانچہ وقوع طلاع وغیرہ کا حکم معلوم ہے۔  
نیز عادتاً ممکن ہے کہ شدت مشغولی میں ذہول ہو گیا ہو کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے اور بھائی کو دار و گیر کرنے کے لیے ہاتھ خالی کرنا ہوا۔

**حکایت:** ایک صاحب کو غصہ کی بیماری تھی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو لکھنؤ انوار بک ڈپو کے مولوی محمد حسن کا کوروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھنے کا مشورہ دیا۔ چند دن بیٹھنے سے ان کا غصہ کم ہونے لگا، یہاں تک کہ معتدل ہو گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب نے تو مجھے غصہ کے متعلق کبھی کوئی نصیحت نہیں کی، پھر مجھے ایسا نفع کیوں ہوا؟ حضرت نے فرمایا کہ



موصوف میں شانِ حلم غالب ہے، صحبت سے ان کا حلم آپ کے اندر آہستہ آہستہ منتقل ہو گیا۔

**حکایت:** ایک دن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ملازم کو ڈانٹ رہے تھے۔ ملازم نے عرض کیا کہ معاف کر دیجیے۔ شیخ نے فرمایا کہ تم تو بار بار غلطی کرتے ہو، میں تمہارا کتنا بھگتوں؟ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ کے چچا پاس بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا کہ مولانا! اس کا اتنا بھگت لیجیے جتنا اپنے اللہ تعالیٰ سے قیام کے دن بھگتوانا ہے۔

### نسخہ اِکسیرِ غَضَب

از: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم  
حسب ذیل امور کو دن میں متعدد بار اتنا پڑھے کہ غصہ کے وقت یاد رہیں:

- (۱) ... پوری اعوذ باللہ پڑھنا۔
- (۲) ... وضو کر لینا۔
- (۳) ... کھڑے ہوں تو بیٹھ جانا، بیٹھے ہوں تو لیٹ جانا۔
- (۴) ... جس پر غصہ آ رہا ہو اس کے سامنے سے ہٹ جانا یا اس کو ہٹا دینا۔
- (۵) ... کسی صالح کی صحبت میں بیٹھ جانا۔
- (۶) ... ذکر اللہ میں مشغول ہو جانا نیز درود شریف پڑھنا۔
- (۷) ... حتی الوسع بات نہ کرنا اور نہ کوئی معاملہ کرنا اس کے ساتھ جس پر غصہ آ رہا ہے۔

- (۸) ... یہ سوچنا کہ غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلو شہد کو۔
- (۹) ... یہ سوچنا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا خطاوار ہوں۔ اگر میری خطا پر مواخذہ فرمایا جاوے تو نجات پانا مشکل ہے۔ نیز دوسروں کی خطایا سے درگزر کرنے پر اُمید ہے کہ میری خطایا بھی معاف ہو جاویں گی لہذا جس پر غصہ آ رہا ہے اس



سے درگزر کرنا ہی بہتر ہے۔

(۱۰) ... اگر ہدایات مجوزہ کے خلاف عمل ہو جاوے تو پچاس پیسے تا دس روپے خیرات کرے اور چار رکعت نفل نماز بھی پڑھے۔

## اللہ تعالیٰ کے غضب اور مخلوق کے غضب میں فرق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((اتَّقُوا الْغَضَبَ فَإِنَّهُ جَمْرَةٌ تَتَوَقَّدُ فِي قَلْبِ ابْنِ آدَمَ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى انْتِفَاحِ  
أُودَاجِهِ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ))

تَرْجَمًا: غصہ آگ کا شعلہ ہے جو ابن آدم کے دل میں سلگتا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو تم اس کی گردن کی رگوں کے پھولنے کو اور اس کی آنکھوں کی سرخی کو۔  
تعریف مذکورہ مخلوق کے غضب کی تعریف ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی تعریف صاحب کشف نے یہ کی ہے "إِرَادَةُ الْإِنْتِقَامِ مِنَ الْحُصَاةِ وَإِنزَالِ الْعُقُوبَةِ بِهِمْ، نَافِرْمَانُونَ سَے انتقام کا ارادہ کرنا اور ان پر عذاب نازل کرنا۔  
(روح المعانی، جلد: ۱، صفحہ: ۹۵)

## غضب کے متعلق چند احادیث مبارکہ

### حدیث نمبر (۱)

حدیث شریف میں بروایت مشکوٰۃ ارشاد فرمایا گیا کہ غصہ ایمان کو ایسے برباد کرتا ہے (یعنی اس کے کمال اور نور کو) جیسا کہ ایلو اخراب کر دیتا ہے شہد کو۔ ایلو کو حدیث میں صبر فرمایا گیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کی دولت

ہیں: "صَبْرٌ بِفَتْحِ الصَّادِ وَ كَسْرِ الْبَاءِ وَيُسْكُنُ. وَصَبْرٌ بِكَسْرِ الصَّادِ وَ

بِسُكُونِ الْبَاءِ عَلَى مَا اشْتَهَرَ عَلَى الْأَلْسِنَةِ۔" (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۳۱۶)



### حدیث نمبر (۲)

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

((لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ))

(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، ص: ۲۳۳)

(یعنی) پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے

وقت اپنے نفس کو قابو میں کر لے۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

صُرَعَةٌ: جیسے۔ هَمْزَةٌ: صاد پر ضمہ راء پر فتح۔ (مرقاة، جلد: ۹، صفحہ: ۳۰۶)

### حدیث نمبر (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ شیطان سے ہے۔

(یعنی اس کے وسوسہ اور اثر سے ہے۔) (مرقاة المفتح)

اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو صرف پانی ہی بجھا سکتا ہے۔

پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جاوے تو وضو کر لے۔

(ابوداؤد شریف، مرقاة، جلد: ۹، صفحہ: ۳۱۳)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ جب

غصہ آوے تو "أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" پڑھ لے۔ (بحوالہ بالا)

اور مرقاة میں ہے کہ اگر غصہ پھر بھی دور نہ ہو تو وضو کر لے اور پھر بھی نہ دور ہو تو دو

رکعت نماز پڑھ لے۔ پس یہ غصہ کی دوا ہے جو شیطان پر بہت ناگوار ہے۔

(بحوالہ بالا)

### حدیث نمبر (۱)

اہل غضب کی چار قسمیں:

مشکوٰۃ فصل ثانی باب الامر بالمعروف بروایت حضرت ابوسعید خدری

رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے



ہیں کہ تم میں سے جو جلد غصہ ہوتا ہے اور جلد رجوع کرتا ہے۔ یعنی سریع الغضب اور سریع الفی ہوتا ہے "فَاِخْذْهُمَا بِالْاُخْرَىٰ" حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص نہ مدح کا مستحق ہے نہ ذم کا۔ اور وہ شخص جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور دیر سے زائل ہوتا ہے یہ شخص بھی مدح و ذم کا مستحق نہیں۔ اور وہ شخص جس کو دیر سے غصہ آتا ہے اور جلد زائل ہو جاتا ہے تو ایسے لوگ تم میں سب سے بہتر ہیں "وَخِيَارُكُمْ مَنْ يَكُونُ بَطِيئَ الْغَضَبِ سَرِيْعَ الْفَيْعِ" اور تم میں سب سے بُرے وہ لوگ ہیں جن کو غصہ جلد آتا ہے لیکن دیر سے زائل ہوتا ہے۔ "وَشَرَّارُكُمْ مَنْ يَكُونُ سَرِيْعَ الْغَضَبِ بَطِيئَ الْفَيْعِ"

(مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۳۳۸)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ اس کے اخلاقِ ذمیہ پر اخلاقِ حمیدہ غالب ہو جائیں۔ "لَا اَنْتَهَا تَكُونُ مَعْدُوْمَةً فِيْهِ بِالْكُلِّيَّةِ" نہ یہ کہ بالکل اس ذمیہ کا یعنی غصہ کا وجود ہی نہ رہے۔ (یعنی ازالہ مقصود نہیں صرف امانہ مقصود ہے) "وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ "وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ" حَيْثُ لَمْ يَقُلْ وَالْعَادِمِينَ" چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے والکاظمین فرمایا کہ غصہ اور غیظ کو ضبط کرتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ والعادمین، اس کو معدوم کر دیتے ہیں۔

(مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۳۳۹)

### حدیث نمبر (۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی (یعنی اپنے بھائیوں کا عیب چھپایا) اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو (انسانوں سے اور فرشتوں سے) چھپائیں گے اور جس نے غصہ روک لیا (لوگوں پر) اللہ تعالیٰ اپنا عذاب قیامت کے دن اس



پر نہ فرمائیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے معافی اور معذرت کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرماتے ہیں۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۳۱۸)

## معالجات الغضب

از: تربیت السالک

مصنفہ: حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

(۱)... ایک صاحب کے غضب کے سوال کے جواب میں ارقام فرمایا کہ سرعت غضب امر طبعی ہے، اختیار سے خارج ہے نہ اس پر ملامت ہے۔ البتہ اس کے مقتضاء پر عمل جبکہ حدود سے تجاوز ہو جاوے مذموم ہے اور اس کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں۔ اس ہمت میں مغضوب علیہ سے فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اور اپنی خطاؤں اور حق تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بہت معین ہے اور نرمی وغیرہ۔ مدت تک تکلیف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہیے مدت کے بعد ملکہ ہوگا۔ ہمت نہ ہاریے۔ (تربیت السالک، جلد: ۱، صفحہ: ۲۳۶)

(۲)... ایک سوال کے جواب میں ارقام فرمایا کہ غصہ کے وقت تھوڑی سی ہمت کرنے کی ضرورت ہے کہ جس پر غصہ ہے اس کو اپنے روبرو سے علیحدہ کر دے یا خود علیحدہ ہو جاوے۔ اور پھر بھی غلطی ہو جاوے تو اس کا تدارک بھی جو آنعزیز کا معمول ہے کافی ہے اور اس کا شبہ نہ کیا جاوے کہ شاید دل سے معاف نہ کیا جاوے کیونکہ انسان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں کہ اپنی طرف سے دل سے راضی کرنے کی کوشش کرے، اس سے آگے اختیار نہیں تو اس کا مکلف بھی نہیں۔ (تربیت السالک، جلد: ۱، صفحہ: ۲۳۸)

(۳)... ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس وقت غصہ آوے اس وقت یہ سوچو کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اس طرح غصہ کرنے لگے تو آخر میں بھی چاہوں



گا کہ معافی ہو جاوے تو مجھ کو چاہیے کہ اس شخص کو بھی معافی دے دوں اور یہ سوچو کہ یہ شخص میرا اتنا خطاوار تو ہوگا بھی نہیں جتنا میں اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہوں۔ پھر جب میں معافی کا آرزو مند ہوں تو اس کو کیوں نہ معاف کر دوں۔ دوسرا کام یہ کرے کہ فوراً وہاں سے جدا ہو جاوے یعنی اس جگہ نہ رہے جب تک کہ غصہ بالکل فرو نہ ہو جاوے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

تیسرا کام یہ کرے کہ کوئی وقت معین کر کے اپنے عیوب کو مستحضر کیا کرے اور سوچا کرے کہ میں سب سے بدتر ہوں۔ اس سے کبر کی جڑ کٹ جاوے گی اور غصہ کا منشاء کبر ہی ہے۔

اور غصہ کے وقت یہ خیال کر لیا کرے کہ تو تو سب سے بدتر ہے۔ اپنے سے بڑے پر غصہ نہ آنا چاہیے۔ (تربیت السالک، جلد: ۱، صفحہ: ۲۴۹)

(۴) ... ایک صاحب نے لکھا تھا کہ لوگوں کو معاصی کا ارتکاب کرتے دیکھ کر انہیں سخت غصہ آتا ہے اور ضبط نہیں ہوتا اور غصہ میں سختی کے ساتھ بات چیت کی نوبت آ جاتی ہے۔

جواب میں فرمایا کہ یہ حالت بڑی نہیں۔ ہاں! کبھی ضعف تحمل سے تجاوز عن الاعتدال کا اندیشہ ضرور ہے۔ حتی الامکان تجاوز عن الاعتدال نہ ہونے پائے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ عاصی کو حقیر نہ سمجھا جاوے۔ گو اس پر غصہ آوے اس غصہ کے وقت یہ سوچا جائے کہ ہم میں اس سے بھی زیادہ عیوب ہیں۔ (تربیت السالک، جلد: ۱، صفحہ: ۲۶۲)

(۵) ... ایک صاحب کے غصہ کے علاج کا مجرب نسخہ دریافت کرنے پر جواب میں ارقام فرمایا کہ جس پر غصہ کیا جاوے بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑیے، پاؤں پکڑیے بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھئے۔



ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آ جاوے گی۔

(تربیت السالک، جلد: ۱، صفحہ: ۳۴۲ مطبوعہ کراچی)

## اہل اللہ سے محبت کے دس انعام

(جاوید مبارکہ کی روٹنی میں)

**تنبیہ:** حُبُّ فِي اللَّهِ اِيك كَلِي مُشْكَلِكْ هِي جَس كِي اِنْوَاع مَخْتَلَف الِدرجات و المراتب ہوتے ہیں۔ اس مقالہ میں جو فوائد بیان کی گئے ہیں وہ اگرچہ عام مسلمانوں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرنے پر موعود ہیں، لیکن تجربہ اور مشاہدہ یہی ہے کہ اہل اللہ کی محبت سے ایسے فوائد و برکات حاصل ہوتے ہیں کہ جن کی تاثیر سے انسان کے قلب و روح میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور غفلت کی حیوانی زندگی اللہ والی زندگی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ بات عام مسلمانوں کے ساتھ محبت للہیہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ نص قطعی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ" اور صحبت اختیار کرو کاملین متقین کی۔ صادقین اور متقین کلی تساوی ہیں۔ "گہا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔" پس اس محبت للہیہ کا نوع کامل اللہ والوں سے وہ محبت ہے جو ان حضرات سے صرف اصلاحِ نفس اور اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔ بالخصوص طالبین اور سالکین کو اہل حق (تبع شریعت و سنت) مرشدین سے جس درجہ شدید اور قوی محبت ہوتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اسی حقیقت کے پیش نظر اس مقالہ کا یہ عنوان تجویز کیا گیا ہے۔ دعا

ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو قبول فرماویں۔



انعام اول..... اللہ تعالیٰ کی محبت کا عطا ہونا

ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہو جاتی ہے، حدیث

قدسی ہے کہ:

((وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ))

وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۴۲۶)

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں میری محبت ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔

یہ وجوب احسانی اور تفضلی کہلاتا ہے۔ یعنی قانوناً اور ضابطہ سے حق تعالیٰ شانہ پر واجب نہیں، صرف احساناً اور فضلاً واجب فرمالتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو آپس میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں۔ یعنی لاجلی ہے اس لیے فرمایا کہ اور جو آپس میں میری رضا کے لیے مجالست کرتے ہیں، باب تحابب فرمایا تا کہ محبت کا دونوں طرف سے ظہور ہونا ثابت ہو اور تجالس سے دونوں طرف سے مجالست کا اہتمام یعنی شیخ اور طالب کا ہر دو طرف سے محبت اور مجالست کا اہتمام ہو۔ جیسا کہ ”وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ“ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ہمارے مرشد شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیخ کو چاہیے کہ صبر کے ساتھ مجلس میں بہ اہتمام بیٹھ کر طالبین کی تربیت اور اصلاح کی باتیں سنائے اور طالبین کو ذکر کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔



جیسا کہ ”يَدْعُونَ رَبَّهُمْ“ سے ظاہر ہے کہ تاکہ نور ذکر کی برکت سے انوار الہیہ  
 بواسطہ مرشد کے انجذاب ہو سکے۔ نور، نور کا جاذب ہوتا ہے اور طالب کا  
 اخلاص بھی شرط ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو مراد بنا دے۔ کشف خواب اور خلافت  
 یا دنیا کی طلب نہ رکھے جو کہ یریدون وجہہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اخلاص اور  
 اہتمام ذکر سے مرشد کا قلب خود بخود فیضان کا جام و مینا انڈیل دے گا۔ جو کہ  
 ”فَلَا تَعُدُّ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ“ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

تشنگاں گر آب جو نید از جہاں

آب ہم جوید بعالم تشنگاں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر پیاسے تلاش کرتے ہیں

جہاں میں پانی کو تو پانی بھی جہاں میں اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

محبت کو مجالست سے قبل بیان فرمایا۔ کلام نبوت کی بلاغت ملاحظہ فرمائیے کہ اگر

محبت نہ ہو تو مجالست بے کار ہے۔ قلب نہ ہو تو قالب لے کر کیا کریں گے۔

منافق یہی تو تھے جو قالب سے بیٹھتے تھے بارگاہ نبوت میں اور قلوب سے غائب

اور غیر حاضر ہوتے تھے۔ یا خوب کسی نے کہا ہے۔

آدمی آدمی سے ملتا ہے

دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

محبت قلب میں ہوتی ہے۔ محبت کو پہلے بیان فرما کر تعلیم فرمادی کہ اللہ والوں کی

محبت قلب میں ہو پھر قالب کے ساتھ ان کی مجلس میں بیٹھو۔ تو قلب مرشد سے

قلوب حاضرہ کو حضور مع الحق کی دولت عطا ہو جاوے گی اور محبت نہ ہونے سے

قلب نہ ہوگا۔ یہ محبت عجیب مظروف ہے کہ ظرف دل اس سے قائم رہتا ہے۔



اور محبت کو مقدم بیان کرنے کا ایک راز یہ بھی ہے کہ محبت ہی سے مجالست کی توفیق ہوتی ہے۔

”مَحَبَّتُكَ جَاءَتْ بِِي إِلَيْكَ“ عاشق کہتا ہے کہ آپ کی محبت آپ تک مجھے لائی ہے۔ اور محبت عمل قلب ہے جو مخفی ہے۔ اس کے ثبوت کا ظہور مجالست سے ہوگا۔ صرف دعویٰ محبت کا ہو اور مجالست نہ ہو یعنی محبوب کے پاس آ کر نہ بیٹھے تو وہ محبت محبت ہی نہیں ہے۔

دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو  
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

تجائب کے بعد تجالس کا راز معلوم ہو گیا۔ الفاظِ نبوت کے تقدم و تاخر کے اسرار و معانی اور بلاغت بتاتے ہیں کہ یہ مضمون درباری اور سرکاری ہیں۔ غیر مقرب بارگاہ سے ایسے علوم بھرے الفاظ صادر نہیں ہو سکتے۔

تو ندیدی گے سلیمان را

چہ شناسی زبانِ مرغان را

تجالس کی نعمت کا اہتمام دونوں جانب سے ہو۔ باب تفاعل کے استعمال سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ مرشدین و مشائخ بھی طالبین کو اپنے لیے نعمت سمجھیں۔ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے پاس اللہ کے لیے آنے والوں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

متحابین اور متجالسین کے بعد متزاورین کو بیان فرمایا۔ اس میں تعلیم ہے کہ بالکل وہیں بیٹھ کر نہ رہ جاؤ، بلکہ آنا جانا رکھو۔ اگرچہ مرشد کے پاس جو حضوری حاصل ہوگی ویسی اس سے دوری میں نہ ہوگی، لیکن دائمی مجالست نہ رکھو۔ اپنے گھر جاؤ، معاش حلال اور بال بچوں کے، ماں باپ کے حقوق بھی ادا کرو۔ حضور دوام کے لیے پیدا کرنا ہوتا تو ملائکہ بناتے۔ بال بچوں کے تعلقات میں



کیوں مشغول کرتے اور اس زندگی کو سنت کے مطابق ہونے کے سبب اعلیٰ ترین بندگی کیوں قرار دیتے۔

اسی زندگی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجالست بارگاہ نبوت کی حضوری کو بال بچوں کے ساتھ مشغولی میں نہ پا کر اپنے اوپر نفاق کا گمان کیا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں ہرگز نہیں یہ نفاق نہیں۔ سَاعَةٌ كَذَا وَسَاعَةٌ كَذَا حضوری تام جو میرے پاس تمہیں ہوتی ہے کبھی یہ بھی تمہیں حاصل ہوتا کہ حقوق الہیہ ادا کرنے کی ایمانی کیفیت سے سرشار ہو اور کبھی اس میں ہم سے جدائی کے سبب کمی لاحق ہوتا کہ اپنے بال بچوں کے حقوق ادا کرو۔ ادائیگی حقوق خلق کو بھی ادائے حقوق خالق کا جزء اور تکملہ سمجھو۔ ابا کا حق یہ بھی ہے کہ بھائیوں کا حق بھی ادا کرو۔ ربا کا حق ادا کرتے ہوئے ان کی مخلوق کا حق بھی ادا کرو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی عجیب شرح اس کی فرمائی: ”سَاعَةٌ كَذَا وَ سَاعَةٌ كَذَا أَيْ سَاعَةٌ فِي الْحُضُورِ تُؤَدُّونَ حُقُوقَ اللَّهِ وَسَاعَةٌ فِي الْفُتُورِ تُؤَدُّونَ حُقُوقَ نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ وَعِيَالِهِ۔“ کبھی تو حضوری تام ہو کہ حق تعالیٰ کے حقوق ادا کرو اور کبھی حضوری میں کچھ کمی اور نزول ہوتا کہ اپنے نفس اور اہل و عیال کے حقوق ادا کرو۔ (مرقاۃ)

اور السنز اورین کے بعد متباز لین فرمایا کہ محبت کے تعلق قلبی کے ثبوت کا کبھی تجالس سے، کبھی تزاور سے اور کبھی بتازل سے ظہور ہو۔ یعنی ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال بھی خرچ کرتے ہیں۔

**حکایت:** ایک بخیل تھا۔ اس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا۔ سر پر اس کے روٹیوں کا ٹوکرا بھرا تھا اور وہ بخیل زار و قطار رو رہا تھا کہ ہائے میرا کتا بھوک سے مر رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ اپنے سر پر جو روٹیاں رکھے ہوئے ہے اس میں سے



کھلا دے۔ اس نے کہا کہ روٹیوں میں پیسے لگے ہیں اور آنسو تو مفت کے ہیں، لیکن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنسو کا مفت سمجھنا نادانی ہے۔ آنسو دراصل جگر کا خون ہے جو غم سے پانی ہو جاتا ہے۔

اشک خون است و زغم آبے شدہ است

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی محبت اور ان کی مجالست اور ان کی زیارت اور ان کی خدماتِ مالیہ پر عمل کرنے سے جلد حق تعالیٰ کی محبت عطا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل سے اپنی محبت کا عطا فرمانا ایسے لوگوں کے لیے اپنے ذمہ واجب فرما رکھا ہے اور ہر دو جانب سے یہ اعمال صادر ہوں یک طرفہ محبت کافی نہیں ہے۔

### تشریح از مرقاة:

”لَا يُجِبُّهُ لِعَرَضٍ وَعَرَضٍ وَعَوَضٍ، وَلَا يَشُوبُ مَحَبَّتَهُ حَظُّ دُنْيَوِيٍّ وَلَا أَمْرٌ بَشَرِيٌّ بَلْ مَحَبَّتُهُ تَكُونُ خَالِصَةً لِلَّهِ تَعَالَى، فَيَكُونُ مُتَّصِفًا بِالْحُبِّ فِي اللَّهِ وَدَاخِلًا فِي الْمُتَحَابِّينَ فِي اللَّهِ“

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، ج: ۱، ص: ۷۵)

ترجمہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والی محبت کے لیے پانچ شرائط ہیں: (۱) یہ محبت عرض نفسانی کے لیے نہ ہو۔ (۲) مال کے لیے نہ ہو۔ (۳) کسی بدلہ کی امید پر نہ ہو۔ (۴) کسی طبعی تقاضہ کے سبب نہ ہو۔ (۵) حظوظ دنیوی مقصود نہ ہوں۔ ان صفاتِ خمسہ والی محبت للہی اور متحابین فی اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔

### انعامِ ثانی..... حلاوتِ ایمانی

ایسے لوگوں کو جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے:



((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ))

(مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، ص: ۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین صفات جس میں ہوں گی وہ حلاوتِ ایمان کی مٹھاس اپنے دل میں محسوس کرے گا۔  
**صفت اولی:** جس کے قلب میں اللہ اور رسول تمام کائناتیں سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

**صفت ثانیہ:** جو کسی بندہ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت کرے۔

**صفت ثالثہ:** جو ایمان نصیب ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناگوار سمجھے جیسے کہ اس کو آگ میں داخل ہونا ناگوار ہو۔

## حلاوتِ ایمانی کی پانچ علامات

(۱) اِسْتِلْذَاذُ الطَّاعَاتِ (۲) اِیْثَارُهَا عَلٰی جَمِیْعِ الشَّهَوَاتِ وَالْمُسْتَلْذَاتِ

(۳) وَتَحَمُّلُ الْبَشَاقِ فِي مَرْضَاتِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (۴) تَجَرُّعُ الْهَرَارَاتِ فِي

الْبُصِيْبَاتِ (۵) وَالرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ فِي جَمِیْعِ الْحَالَاتِ

(مرقاة المفاتیح، ج: ۱، ص: ۷۴)

تَرْجَمَةً: (۱) عبادات میں لذت پانا (۲) فرمانبرداری اور اطاعت کو گناہوں فانی لذت پر ترجیح دینا (۳) اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں ہر مشقت اور تکلیف کو برداشت کرنا (۴) مصائب کی تلخیوں پر صبر و تسلیم کے ساتھ رہنا (اور تدبیر و دعا کے ساتھ رحمت کا انتظار کرنا) (۵) جمیع حالات میں رضاء بالقضاء (یعنی کسی بھی حالت میں اللہ تعالیٰ کی شانِ تربیت کے متعلق اعتراض نہ کرنا)



## انعامِ ثالث..... حسنِ خاتمہ کا مقدر ہونا

اللہ تعالیٰ کے لیے جب کوئی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وَقَدْ وَرَدَ أَنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ إِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ أَبَدًا، وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ“ وارد ہے کہ جب ایمان کی حلاوت ایک مرتبہ قلبِ مؤمن کو عطا فرمادی جاتی ہے تو پھر وہ کریم مالک عطاءے شاہی کو دے کر کبھی واپس نہیں لیتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو حسنِ خاتمہ نصیب ہوگا۔

(مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۷۴)

## انعامِ رابع..... ستر ہزار فرشتوں کی دعا

ستر ہزار فرشتوں کی دعائے مغفرت اور مقرب باللہ ہونے کی دعا:

((الْمُقْتَبَسُ مِنَ الْحَدِيثِ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ زَائِرًا أَخَاهُ شَيْعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ وَيَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّهُ وَصَلَ فِيكَ فَصَلِّ لَهُ))

(مشكاة المصابيح، باب الحب في الله ومن الله، ص: ۴۲۷)

ترجمہ: جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تعلق سے کسی بندہ کی زیارت کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ بندہ صرف آپ کی محبت میں اس بندہ سے ملنے جا رہا ہے۔ آپ اس کے اس عمل کی جزاء میں اپنے قرب سے اس کو مشرف فرمادیجیے۔

تشریح از مرقاۃ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”إِنَّهُ وَصَلَ أَخَاهُ فِيكَ (أَنْى لِأَجْلِكَ) فَصَلِّ لَهُ أَمْى بِوَصْلِكَ الْمُبْعَبَّرِ عَنْ قُرْبِكَ جَزَاءً وَفَاقًا“ اے



اللہ! تیرے اس بندے نے تیری رضا کے لیے فلاں بندہ سے ملاقات کی پس آپ اس کو جزاء موافق عمل کے قاعدہ سے اپنا وصل جس کو قرب سے تعبیر کیا جاتا ہے عطا فرمادیجئے۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۶۱)

وصل او را محال می گویند

قرب او را وصال می گویند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا وصال بالمعنی اللغوی محال ہے اللہ تعالیٰ کے قرب ہی کو وصال کہتے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ جو لوگ مشائخ اور مرشدین کے پاس اللہ کے لیے آتے جاتے ہیں ان کے لیے ستر ہزار فرشتوں کی یہ دعا کیسے رایگاں جائے گی اور یہ معصوم اور پاک مخلوق کی دعا برائے حصول قرب ملنے سے اہل اللہ سے رابطہ رکھنے والے اگر جلد اللہ والے بن جاتے ہیں تو کیا تعجب ہے۔ کیا خوب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

پیر باشد نزد بان آسماں

تیر پراں از کہ گردو از کماں

پیر سفر آسمانی کے لیے سیر بھی ہے اور تیر کب اڑتا ہے جب کمان میں ہوتا ہے۔

## فضیلت زیارت صالحین

(مسلم شریف کی ایک روایت سے)

ایک شخص اللہ کے لیے محبت کرتا تھا۔ ایک دن اس کے پاس جا رہا تھا کہ ایک فرشتہ اس کے راستے میں ملا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام رساں بنا کر بھیجا تھا، اس نے دریافت کیا کہ اَیْنَ تَرِیْدُ؟ کہاں کا ارادہ ہے؟ قَالَ: اُرِیْدُ اَخًا لِي فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ کہا کہ اس بستی میں میرا اللہ کے لیے ایک محبوب دوست ہے اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا اور کوئی غرض تو نہیں؟ اس نے کہا



کہ نہیں! صرف یہی وجہ ہے کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہوں۔ اس فرشتے نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں تم کو یہ بشارت دے دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنا محبوب بنا لیا جیسا کہ تو نے اسے اللہ تعالیٰ کے لیے محبوب بنایا ہوا ہے۔ ”يَا أَيُّهَا الَّذِي أَحْبَبَكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ۔“ (مشکوٰۃ، صفحہ: ۴۲۵)

**شرح مرقاة:** ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علامہ ابو زکریا محی الدین نووی نے فرمایا کہ: ”فِيهِ فَضْلُ الْمَحَبَّةِ فِي اللَّهِ وَإِنَّهَا سَبَبٌ لِحُبِّ اللَّهِ وَفَضِيلَةُ زِيَارَةِ الصَّالِحِينَ۔“ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے محبت للہی کی فضیلت اور اس محبت سے جلد محبوب عند اللہ بن جانے کا ثبوت ملتا ہے اور صالحین کی زیارت کی فضیلت کا ثبوت ملتا ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۳۹)

**العامِ خامس..... متحابین فی اللہ کا محشر اور جنت میں سہا تھ ہونا**

متحابین فی اللہ قیامت کے دن محشر میں اور جنت میں بھی ساتھ رہیں گے:

((لَوْ أَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّآ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاحِدًا فِي الْمَشْرِقِ وَآخَرَ فِي الْمَغْرِبِ

لَجَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: هَذَا الَّذِي

كُنْتُ تُحِبُّهُ فِيَّ ”أَمْي لِأَجَلِي“))

(مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۲۷)

**تَرْجَمًا:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپس میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے محبت رکھتے ہیں، اگرچہ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع فرمادیں گے اور ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لیے محبت رکھتا تھا۔

اس حدیث سے اللہ والوں سے اللہ کے لیے محبت کا انعام عظیم معلوم

ہوا کہ محشر میں بھی ساتھ ہوگا۔



**تشریح:** ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جمع کرنے میں چند مقاصد ہیں "لِشَفَاعَةِ أَحَدِهِمَا لِلْآخَرَ" تاکہ ایک دوسرے کی شفاعت کریں۔ "أَوْ فِي الْجَنَّةِ عَلَى سَبِيلِ الْبُصَاخَبَةِ" یا جنت میں بھی پڑوسی بنا دیا جاوے گا اور ساتھ ساتھ رہیں گے۔ "وَالْبُزَاوَرَةُ فِيهَا وَالْبُجَاوَرَةُ" ایک دوسرے کی زیارت کریں اور قرب حاصل رہے۔ "يَقُولُ هَذَا الَّذِي" یہ فرمانا کہ یہ وہی بندہ ہے جس سے تو میرے لیے محبت رکھتا تھا۔ "يَقُولُ هَذَا عَلَى لِسَانِ مَلِكٍ أَوْ بَغَيْرِ وَاسِطَةٍ لِحُبِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا" یہ فرمان حق تعالیٰ کا یا تو بواسطہ فرشتہ ہوگا یا براہ راست ہر ایک سے ارشاد فرمائیں گے۔

(مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۵۹)

ہمارے مرشد شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے ہم کو پتہ چلا ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی ہم کو جنت کا اشتیاق بڑھ گیا ہے۔  
احقر عرض کرتا ہے کہ دنیا میں بھی اللہ والوں کی ملاقات جنت کی نعمت سے کم نہیں۔

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقاں آید  
ہمیں پیغم کہ جنت برز میں از آسماں آید  
تَرْجَمًا: اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت جب میسر ہو جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی۔

اللہ والوں کے پاس تو ہر وقت ان کی جنت ساتھ رہتی ہے اور وہ جنت بِالْحُضُورِ مَعَ الْبُؤَىٰ ہے اور آخرت میں بِإِلِقَاءِ الْبُؤَىٰ کی جنت ملے گی۔ کہا  
قال القاری فی المرقاۃ۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا  
مرے باغ میں وہ گلکاریاں ہیں



## انعام سادس..... روزِ محشر عرش کا سایہ نصیب ہونا

((وَرَجُلَانِ تَحَابَّتَا فِي اللَّهِ اجْتَبَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ))

(صحیح البخاری)

پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا ہوگا۔ (۱) امام عادل (۲) وہ جوان جس نے اپنی جوانی عبادتِ الہی میں مصروف کی۔ (۳) وہ شخص جس کا قلب مسجد میں لٹکا رہتا ہے یعنی نماز کا انتظار رہتا ہے۔ (۴) وہ دو بندے جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کریں اور اسی محبت پر ان کا اجتماع اور ان کا افتراق ہوا ہو۔ (۵) اور وہ شخص جس کو صاحبِ جمال اور صاحبِ نسب یعنی حسین اور شریف خاندان کی عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) اور وہ آدمی جو اس طرح خفیہ صدقہ کرے کہ داہنے ہاتھ کے صدقہ کرنے کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو۔ (۷) اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاویں۔

**تشریح نمبر (۴):** حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ”وَالْمُرَادُ أَنَّهَا دَامَا عَلَى الْمَحَبَّةِ الدِّينِيَّةِ، وَلَمْ يَقْطَعَا بِعَارِضِ دُنْيَوِيٍّ سِوَا إِجْتِبَاعِ حَقِيقَةٍ أَمْ لَا حَتَّى فَرَّقَ بَيْنَهُمَا الْمَوْتُ۔“

(فتح الباری، جلد: ۲، صفحہ: ۱۳۵)

**ترجمہ:** جو محبت اللہ تعالیٰ کے لیے کسی بندے کی کسی بندے سے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دونوں اس محبتِ الہی پر ہمیشہ قائم رہیں اور دنیوی معاملات کی وجہ سے اس محبت کو منقطع نہ کریں۔ یہاں تک کہ موت ہی ان کو جدا کرے۔ ان کے لیے بخاری شریف کی اس حدیث میں قیامت کے دن عرش کا سایہ ملنے کا وعدہ ہے جس دن کوئی سایہ ہی نہ ہوگا سوائے عرش کے۔



((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

أَيُّنَ الْمُتَحَابُّونَ بِيَجَلَّالِي، الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا لِي))

(مشكاة المصابيح، ص: ۲۲۵)

**ترجمہ و شرح از مرقاة:** اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ کہاں

ہیں وہ بندے جو میرے جلال اور عظمتِ شان کے سبب آپس میں محبت رکھتے

تھے (اور جلال کے لفظ سے یہ بات واضح فرمادی کہ یہ محبت نفسانی تعلقات

سے بالکل پاک ہوگی) آج میں ان کو عرش کا سایہ عطا کروں گا جس دن کوئی

سایہ نہ ہوگا میرے سایہ عرش کے علاوہ۔ ”قَالَ الْهَلَالِيُّ الْقَارِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي

شَرْحِ ”جَلَّالِي“: مَا قَالَ ”جَمَّالِي“ أَيْ إِنَّهُمْ مُنْزَهُونَ عَنِ شَائِبَةِ النَّفْسِ

وَالْهَوَى“ (مرقاة، جلد: ۹، صفحہ: ۲۳۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے لیے جو محبت

ہوتی ہے اس کی تین شرط بیان فرمائی ہیں۔ یعنی عرش کا سایہ ملنے کے لیے اس

محبت کی لیے یہ شرائط ہیں:

(۱) ... وَالْمُرَادُ أَنَّهَا دَامًا عَلَيْهِ، وَهَ دُونِ اس محبت پر قائم رہیں اور دائم

رہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی کر کے اس کو ضائع نہ کریں۔

(۲) ... وَلَمْ يَقْطَعَا بِعَارِضٍ دُنْيَوِيٍّ، اور دونوں اس محبت کو دنیا کی حقیر

عارض کی بناء پر قطع نہ کریں۔

(۳) ... حَتَّى فَبَرَقَ بَيْنَهُمَا الْبُؤْسُ، یہاں تک کہ دونوں کی اس محبت کو موت

ہی جدا کر دے۔ یعنی خاتمہ دونوں کا اسی محبت پر ہو۔ ”سِوَاءُ اجْتِمَاعًا حَقِيقَةً

أَمْ لَا“ خواہ ایک جگہ رہتے ہو یا دور دور قیام ہو مگر قلب میں اتصال ہو۔

(فتح الباری، شرح بخاری، جلد: ۲، صفحہ: ۱۳۵)

گاہ گاہ ملاقات بھی ہو۔ وہ محبت جس کا کچھ ظہور نہ ہو اس کا اعتبار نہیں۔



دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو  
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

## انعامِ سابع..... مخلوق میں اکرام اور محبوبیت

جو لوگ اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے محبت رکھتے ہیں اور ان کا اکرام کرتے ہیں، وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کا اکرام ہے جس طرح کسی کی اولاد سے محبت کرنا اور اکرام کرنا ان کے باپ کی محبت اور اکرام میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ملفوظ نمبر: ۳۰۲، صفحہ: ۶۸)

اہل اللہ کی محبت چونکہ اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے اس لیے تحریر ہے کہ جن لوگوں نے بزرگوں کی محبت اور ان کی صحبت اختیار کی ہے اور ان کے ناز برداشت کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بلندی اور عزت دنیا میں بھی عطا فرمائی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور تعلق کے بعد مخلوقِ خدا میں جو عزت ملی اور مخلوقِ خدا نے ہماری جو قدر و منزلت کی وہ تعلق سے قبل نہ تھا۔ احقر کے قلب میں اس نعمت کی دو دلیل سمجھ میں آئی ہے:

(۱)... مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ، حق تعالیٰ کے لیے جو اپنے آپ کو مٹائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرمائے گا۔

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

ہاں مجھے مثلِ کیمیا خاک میں تو ملائے جا  
شانِ میری گھٹائے جا رتبہ مرا بڑھائے جا



نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں  
مٹا دیجیے مٹا دیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں  
ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ  
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

((مَا أَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلَّهِ إِلَّا أَكْرَمَ رَبُّهُ عَزًّا وَجَلًّا))

(مشکاۃ المصابیح، ص: ۴۲۷)

جو بندہ اللہ کے لیے کسی سے محبت کرتا ہے تو دراصل یہ محبت اللہ کے اکرام میں داخل ہے (یعنی اللہ کا خاص بندہ سمجھ کر اس کی عزت و محبت کرنا ایسا ہی ہے گویا کہ اس نے اپنے رب کا اکرام کیا) اور وعدہ ہے جزاء موافق عمل کا ”جَزَاءٌ وَّوَفَاءٌ“ پس اللہ تعالیٰ ایسے بندہ کا اکرام اپنی مخلوق کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں اور یہ بھی تجربہ ہے کہ جن لوگوں نے بزرگوں کی صحبت سے اپنے کو بے نیاز کیا اور مستغنی رہے تو بقول حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کہ جس نے اپنے کو مستقل بالذات سمجھا وہ مستقل بذات ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے کو اپنی نظر میں معزز سمجھتے ہیں، تاریخ ان کو فراموش کر دیتی ہے کیونکہ قبول فی الارض کا انعام حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے کسی کے چاہنے سے نہیں ملتا اور جن کو یہ انعام ملتا ہے وہ اپنے کو بے نام و نشان رکھنے کے مشتاق ہوتے ہیں۔

اور فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت اور زیارت بڑی چیز ہے۔ ان کی یاد سے دل میں نور آتا ہے اور حق تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ (ملفوظ نمبر: ۳۰۳ بحوالہ بالا)

اور فرمایا کہ اہل اللہ پر طعنہ اور اعتراض کے متعلق مولانا رومی رحمۃ

اللہ علیہ کے دو شعر یاد آئے۔

بیچ تو مے را خدا رسوا نہ کرد

تا دل صاحب لے نامد بدر



چوں خدا خواهد کہ پر وہ کس درد  
میلش اندر طعنہ پا کاں زند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی کو رسوا کرنے کا ارادہ نہیں فرماتے جب تک کہ وہ کسی اللہ والے کا دل نہیں دکھاتا اور جب کسی کو رسوا کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی علامت کے طور پر اس کی زبان سے اہل اللہ کی شان میں بدکلامی شروع ہو جاتی ہے۔ (ملفوظ نمبر ۴۲۹ بحوالہ بالا)

ہر کہ خدمت می کند مخدوم شد  
ہر کہ خود را دید او محروم شد

ترجمہ: جو اپنے بزرگوں کی خدمت کرتا ہے وہ مخدوم بنا دیا جاتا ہے اور جو تکبر کے سبب خدمت اکابر سے فرار اختیار کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔  
جس نے بھی اپنے نفس کو اپنے بڑوں کے سامنے مٹایا اس کو اللہ تعالیٰ نے عزت عطا فرمائی۔ جیسا کہ ارشاد مبارک ہے:  
(مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ)

(مشکاة المصابیح، کتاب الاداب، باب الغضب والكبر، ص: ۴۳۴)

تواضع پر بلندی اور عزت موعود ہے، مگر تواضع میں اخلاص شرط ہے۔ یہ وعدہ بشرطی ہے یعنی یہ تواضع خالصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور اس کے اندر بشرط لاشی بھی پوشیدہ ہے یعنی غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہو۔ (حب مال و جاہ و خواہش نفس وغیرہ سے مخلوط نہ ہو)

انعام ثامن ..... قلیل مدت میں دیندار اور صالح بن جانا

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ

فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنِ يُخَالِلُ))

(مشکاة المصابیح، ص: ۴۲۷)



تَرْجَمًا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے، پس چاہیے کہ جس کو خلیل بنائے غور کر لے کہ وہ اس قابل ہے یا نہیں۔

شرح حدیث: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ}

[سورۃ التوبہ، آیت: ۱۱۹]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور متقین کی صحبت اختیار کرو یعنی تقویٰ کی نعمت اہل تقویٰ کی صحبت سے عطا ہوگی۔

حدیث مذکور دراصل اسی آیت کی تفسیر ہے کہ اگر کسی متقی بندہ سے گہری دوستی کر لی جاوے تو اس کے قلب کا تقویٰ آپ کے قلب میں منتقل ہو جاوے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "إِنَّ الطَّبَاعَ تَسْرِقُ الْأَخْلَاقَ مِنْ طَبَاعِ أُخْرَى" انسان کے اندر یہ خاصیت ہے کہ بہت جلد اپنے ساتھی کے اخلاق کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۵۷)

جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ دنیا دار کے ساتھ رہنے سے دنیا کی محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عاشقانِ خدا کی صحبت سے عشقِ خدا میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود

نے جدا و دور چوں دو تن بود

تَرْجَمًا: اے لوگو! دل سے دل تک خفیہ راستے ہیں۔ مثل جسم کے قلوب دور نہیں۔

متصل نہ بود سفال دو چراغ

نور شاں بمزوج باشد در مساع



تَرْجَمًا: جس طرح سے کہ چراغوں کے ٹھیکرے یعنی جسم تو الگ الگ ہوتے ہیں لیکن ان کے انوار فضا میں مخلوط ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے ان کے قلوب کے انوار پاس والوں کے قلوب میں داخل ہو جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فرواں کر دیا  
پہلے جاں پھر جانِ جان پھر جانِ جاناں کر دیا  
مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے  
ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغِ راہ کے جل گئے

اللہ والوں کی صحبت سے اعمالِ صالحہ کی توفیق اور گناہ سے اجتناب کا داعیہ نصیب ہوتا ہے، اہل اللہ کی محبت سے ان کے اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کے دوائی اور تقاضے ان کے طالبین کے دلوں میں منتقل ہو جاتے ہیں:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ}

[سورة التوبة، آیت: ۱۱۹]

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تقویٰ والی حیات اور نفس و شیطان کی غلامی سے محفوظ حیات جب عطا ہوگی کہ ہمارے خاص بندوں کی صحبت میں رہو۔ حدیث میں ہے کہ: ”الْهَرُّ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ“ آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں اسی آیت ”وَ كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ“ کو پیش کیا ہے۔ اور امام غزالی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے ”إِنَّ الطَّبَاعَ تَسْرِقُ مِنَ الطَّبَاعِ الْأُخْرَى حَيْثُ لَا تَدْرِي“ (مرقاۃ، جلد: ۹) طبیعتیں ایک دوسرے کے اخلاق کو غیر شعوری طور پر جذب کر لیتی ہیں۔

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد



کیا خوب فرمایا ہے خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں۔

نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق  
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنا دیا  
آہ کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے  
ناآشنائے درد کو بسکل بنا دیا  
مجذوبِ در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے  
صد شکر نے آپ کا سائل بنا دیا

انعام تاسع..... جنت میں معیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کب آوے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افسوس ہے تجھ پر! قیامت کے لیے تو نے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے کوئی تیاری نہیں کی البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتِ“ تو اپنے محبوب کے پاس ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بات سے مسلمانوں کو اسلام کے بعد جس قدر مسرور پایا اتنا کسی اور چیز سے نہیں۔

(مشکوٰۃ، صفحہ: ۴۲۶)

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اگرچہ عبادات قلبیہ، بدنیہ، مالیہ کا ذکر نہیں لیکن محبت کے لیے اطاعت لازم ہے اور اصل ہے پس اصل کا ذکر کر کے فرع سے اعراض کیا گیا۔ یہ ”تَسْبِيَةُ اللَّازِمِ بِاسْمِ الْبَلْزُومِ“ کے قبیل سے مجاز



مرسل ہے جو محبت اطاعت کے ساتھ نہ ہو وہ محبت کاملہ نہیں ہے۔ حضرت رابعہ کا ارشاد ہے۔

تَعْصِي الْإِلَٰهَ وَ أَنْتَ تُظَهِّرُ حُبَّهُ  
هَذَا لَعَنِي فِي الْقِيَاسِ بَدِيْعٌ  
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ  
إِنَّ الْمُحِبَّ لِيَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور دعویٰ محبت کا کرتے ہو۔ یہ بات نہایت ہی عجیب ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اطاعت کرتا کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔

حدیث: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے میری جان سے اور اہل و عیال سے زیادہ ہی محبوب ہیں۔ میں گھر میں جب آپ کو یاد کرتا ہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں اور حاضر ہو کر دیدار کر لیتا ہوں اور جب اپنی موت کو یاد کرتا ہوں اور آپ کی وفات کو تو یہ خوف ہوتا ہے کہ آپ تو جنت میں انبیاء علیہم السلام کے درجہ میں ہوں گے اور اگر مجھے جنت مل گئی تو ادنیٰ درجہ میں ملے گی۔ آپ کا دیدار کس طرح ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

{وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا}

[سورۃ النساء، آیت: ۶۹]

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ منعم علیہم یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔



حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد اس معیت سے معیت خاصہ ہے اور وہ یہ کہ ان حضرات کی ملاقات ہوتی رہے گی۔ محب اور محبوب کو غم فراق نہ ہوگا اور اس معیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ محب اور محبوب دونوں ایک ہی درجہ میں ہوں گے کہ یہ نص قطعی کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔"

مرقاۃ میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے کہ اعلیٰ درجہ کے اسفل والوں کے پاس نزول کریں گے۔ پس جنت کے باغوں میں سب کا اجتماع ہوا کرے گا اور اللہ کے احسانات کا ذکر کریں گے اور یہ معیت حسب حسن تعلق و محبت اور حسن رفاقت مختلف درجات کی ہوگی۔ جس کو اپنے اکابر سے جس طرح کی محبت ہوگی اسی طرح کی وہاں بھی معیت نصیب ہوگی۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۵۱)

انعام عاشر..... نور اور موتی کے منابر پر بیٹھنا نصیب ہوگا  
(الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرٌ مِنْ نُورٍ)

(مشکاۃ المصابیح، ص: ۳۲۶)

تَرْجَمًا: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کے لیے قیامت کے دن نور کے منبر ہوں گے۔

جامع صغیر میں یہ روایت بھی ہے جس کو مرقاۃ میں نقل کیا گیا ہے:

((الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ عَلَى كَرِّ اسِيٍّ مِنْ يَأْقُوتٍ حَوْلَ الْعَرْشِ))

(رواہ الطبرانی)

تَرْجَمًا: اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت رکھنے والے عرش کے کنارے یا قوت (موتی) کی کرسیوں پر ہوں گے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا عجب ہے کہ یہ نعمت محشر میں



حاصل ہو، قبل اس کے کہ لوگ جنت یا جہنم میں داخل کیے جائیں۔

(مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۵۲)

**نوٹ:** مشکوٰۃ، صفحہ: ۴۲۶ پر بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی قسم کا مضمون اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ یہ متحابین فی اللہ کون لوگ ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”الْاِیْمَانُ اَوْلِیَاءُ اللّٰهِ الْخ“ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فضائل ان لوگوں کے لیے ہیں جو اہل اللہ سے اللہ تعالیٰ کی محبتِ کاملہ سیکھیں اور اتباع اور اطاعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہوں۔

”وَ فِی رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ یَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰی: الْمُتَحَابُّونَ فِی

جَلَالِیْ لَہُمْ مَنَابِرٌ مِّنْ نُّوْرِ، یَغِیْظُہُمْ النَّبِیُّونَ وَالشُّہَدَاءُ“ الفاظ اس روایت میں ”الْمُتَحَابُّونَ فِی جَلَالِی“ ہیں یعنی جو لوگ آپس میں محبت رکھتے ہیں میری عظمت اور جلال کے سبب ان کے لیے میدانِ محشر میں نور کے منبر ہوں گے۔ انبیاء اور شہداء ان پر غبطہ اور رشک کریں گے۔

**ایک اشکال اور اس کا جواب:** حدیث قدسی میں لفظ ”جلالی“ آیا ہے، ”جمالی“ نہیں آیا تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح فرماتے ہیں کہ آپس میں یہ محبت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سبب ہونے میں یہ اشارہ کر دیا گیا کہ: ”اِنَّہُمْ مُنْزَہُوْنَ عَنِ شَائِبَةِ النَّفْسِ وَالْہَوٰی“ یہ اولیائے کرام جو دنیا میں آپس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب محبت رکھتے تھے ان کی یہ محبت نفسانی محبتوں اور خواہشاتِ نفسانیہ کے آثار سے پاک و صاف تھی۔ جمال کا لفظ ہوتا تو بہت سے نادان صوفی حسن و جمال کم عمر صالحین کا دیکھ کر ان سے محبت کرتے نفسانی لذت کے لیے اور بہانہ بناتے کہ یہ دنیا کے حسین آئینہ جمال الہیہ ہیں، ان کے آئینہ میں ہم جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

کلام نبوت کا اعجاز ملاحظہ فرمائیے کہ ”فِی جَلَالِی“ کے لفظ سے ان



تمام نفسانی جراثیم پر کیسی ڈی ڈی ٹی چھڑک دی۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت! ہم کو شریعت حسینوں کے دیکھنے سے کیوں منع کرتی ہے اور بد نظری کو حرام کیوں کیا؟ جبکہ ہم ان کو آئینہ جمال سمجھتے ہیں۔ ان روشن چہروں کے آئینے میں ہم جمال خداوندی دیکھتے ہیں۔ تو فرمایا کہ جناب یہ آئینے تو ہیں مگر آتشی آئینے ہیں جن سے آپ جل کر خاک ہو جائیں گے۔ اسی وجہ ہر عاشق مجاز بے چین اور عذاب میں مبتلا رہتا ہے اور نیند بھی نہیں آتی اور بال آخر پاگل ہو جاتے ہیں یا خودکشی کر لیتے ہیں، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

بروایت ترمذی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منابر کا ذکر ہے اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام کا ان پر غبطہ کرنا معلوم ہوا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا انبیاء کرام کی شان پر ان کی شان کی فضیلت لازم آتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ محدثین کرام نے حسب ذیل جواب دیئے ہیں:

(۱) ...إِنَّ الْمُرَادَ بِالْغِبْطَةِ الْإِسْتِحْسَانُ وَالشَّنَاءُ عَلَيْهِمْ، لَا مَعْنَاهَا الْحَقِيقِيُّ۔ غبطہ سے مراد ان حضرات کے اس محبت اللہ والی کی تعریف اور ثناء کرنا ہے کہ نہ اس کے حقیقی معنی۔

(۲) ...وَإِنَّ الْكَلَامَ عَلَى الْفَرَضِ وَالتَّقْدِيرِ أَيْ لَوْ كَانَ لِلْفَرِيقَيْنِ غِبْطَةٌ عَلَى أَحَدٍ لَكَانَ عَلَى هَؤُلَاءِ۔ یعنی اگر غبطہ کرتے یہ حضرات آپس میں تو ان لوگوں پر کرتے۔

(۳) ... اور یہ رشک بوجہ ان کے افضل ہونے کے نہ ہوگا بلکہ ان کے بے فکر ہونے سے ہوگا۔ "إِنَّهُمْ لَا يَخَافُونَ، وَلَا يَحْزَنُونَ، وَأَمَّا غَيْرُهُمْ فَالنَّبِيُّونَ مُهْتَبُونَ بِأَمْهِمِهِمْ، وَالْأُمَّمُ مُشْتَغَلُونَ بِأَنْفُسِهِمْ۔ یہ لوگ بے فکر، بے غم، اپنی اپنی حالت میں مشغول ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے غم اور



فکر اور ان کی نجات کے اہتمام میں مشغول ہوں گے۔

## غبطہ اور حسد میں فرق

الغِبْطَةُ بِالْكَسْرِ هِيَ تَمَيُّي نِعْمَةٍ عَلَى أَنْ لَا تَتَحَوَّلَ عَنْ صَاحِبِهَا  
بِخَلَافِ الْحَسَدِ؛ فَإِنَّهُ تَمَيُّي زَوَالِهَا عَنْ صَاحِبِهَا (مرقاۃ المفاتیح) غبطہ میں نعمت  
کی تمنا ہوتی ہے لیکن صاحب نعمت سے زوالِ نعمت کی تمنا نہیں کرتا۔ برعکس حسد  
کے کہ حاسد محسود کے لیے زوالِ نعمت کی تمنا کرتا ہے۔ خواہ وہ نعمت اس کو ملے یا  
نہ ملے۔

حدیث میں غبطہ سے مراد استحسان ہے۔ یعنی ان متحابین فی اللہ کی  
حالت کو انبیاء علیہم السلام پسندیدہ نظروں سے دیکھیں گے اور انبیاء اپنی اُمتوں  
کی شفاعت میں مشغول ہوں گے اور اُمتیں اپنی اپنی فکر میں ہوں گی۔ (پوری  
تفصیل مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۵۲ پر ملاحظہ ہو۔) (مرقاۃ اور لمعات)

حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو

کفِ افسوس تم کیوں مل رہے ہو

خدا کے فیصلے سے کیوں ہونا راض

جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

**علاجِ حسد:** حسد کی بیماری کسی ایکسرے سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ کوئی

سائنس دان اس بیماری کا علاج نہیں جانتا۔ یہاں سائنس فیل ہو جاتی ہے۔

یہاں انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ روحانی امراض ہیں

جن کے لیے معالجین ارواح کی ضرورت ہے اور انبیاء علیہم السلام اور ان کے

صحیح ناسبین اولیائے کرام ہیں۔ کتاب ”روح کی بیماریاں اور ان کا علاج“ میں



اس کا علاج موجود ہے۔

## محبتِ الہیہ کے حصول کے لیے چار اعمال

وہ چار اعمال جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرمانے کو اپنے ذمے احساناً وفضلاً واجب فرمالتے ہیں۔

ملنے والوں سے راہ پیدا کر

### حدیث قدسی:

((عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقُولُ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ. رَوَاهُ مَالِكٌ، وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ: الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرٌ مِنْ نُورٍ يَغِيْطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۲۲۶)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے آپس میں بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ روایت کیا اس کو مالک رحمہ اللہ نے اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ وہ لوگ جو میری عظمت شان کے سبب سے آپس میں محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے اور ان کی اس شان پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام رشک کریں گے۔



**حال راوی:** حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ انصاری، خزرجی ہیں۔ کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ عقبہ ثانیہ کے ستر شرکاء میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ بدری ہیں، یمن کے قاضی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی ان سے روایت فرمائی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام کا حاکم بنایا تھا۔

**شرح حدیث:** یہ حدیث قدسی ہے جس کی تعریف مرقاة، جلد: ۱، صفحہ: ۹۵ پر مرقوم ہے: ”الْحَدِيثُ الْقُدْسِيُّ هُوَ الْكَلَامُ الَّذِي يُبَيِّنُهُ النَّبِيُّ بِلَفْظِهِ وَيُنْسِبُهُ إِلَى رَبِّهِ“ حدیث قدسی وہ کلام ہے جس کو نبی اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہے اور نسبت اس کی اپنے رب کی طرف کرتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جامع صغیر نے امام احمد کی روایت سے اور طبرانی اور حاکم اور امام بیہقی نے حضرت معاذ کی روایت سے نقل کی ہے۔

لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ سے مراد لاجلی ہے۔ یعنی جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ لفظ متحابین کو مقدم فرمانے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ محبت کا محل قلب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا گویا قلوب کا اجتماع ہے۔ اس کے بعد مُتَجَالِسِينَ فِيَّ فرما کر یہ بتا دیا کہ مجالست کا حاصل اجتماع قوالب ہے۔ یعنی احباب کا جمع ہونا ہے اور یہ نافع اس وقت ہی ہوتا ہے جب قلوب بھی جمع ہوں ورنہ اگر دلوں میں محبت نہ ہو اور اجسام جمع ہوں تو یہ اجتماع بدون قلوب محض بے روح اور غیر مفید ہوگا۔ شاعر کہتا ہے۔

آدی آدی سے ملتا ہے

دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

اسی سبب سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ۔



مہریا کاں در میان جاں نشاں  
 دل مدہ الابه مہر دل خوشاں  
 تَرَجَمًا: اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی محبت کو اپنی جان کے درمیان رکھو اور  
 کسی کو مت دل دینا سوائے ان بندوں کے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے  
 اچھے ہو گئے ہیں۔

اہل اللہ کی صحبتوں میں جو لوگ قلبی محبت سے نہیں بیٹھتے ان کو نفع کامل  
 نہیں ہوتا ہے۔ اس حدیث متحابین سے یہ مسئلہ تصوف کا حل ہو گیا کہ تجالس کا  
 نفع تحاب پر موقوف ہے یعنی قوالب کے اجتماع کا نفع اجتماع قلوب پر موقوف  
 ہے۔ ”اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا مَحَبَّةَ أَوْلِيَاءِكَ فِي قُلُوبِنَا بِمَنِّكَ وَفَضْلِكَ“ اے اللہ!  
 اپنے اولیاء کی محبت ہمارے قلوب میں اپنی مہربانی سے اور فضل سے عطا فرما، آمین۔

### تقدّم تحابب کا فائدہ عظیمہ

چونکہ افادہ اور استفادہ کا مدار مناسبت اور محبت اور انس پر ہے، اس  
 لیے اہل اللہ کا اپنے مکارم اخلاق اور غایت شفقات سے اُمت مسلمہ کے قلوب  
 کو مانوس کرنے میں نہایت اہتمام فرمانا ان کے تعال اور عادتِ ثانیہ سے  
 ہے۔ ”اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُمْ۔“

تجالس کے بعد تزا اور فرما کر یہ مسئلہ بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے  
 جس سے محبت ہو مجالست کے بعد وہیں ڈیرہ جما کر بیٹھ نہ رہنا بلکہ گاہ گاہ آنا جانا  
 اور زیارت کرتے رہنا تا کہ کاروبار اور معاش کے ضروری امور اور اہل و عیال  
 کے حقوق واجبہ بھی فوت نہ ہوں۔ پھر تزا اور کے بعد تباذل فرما کر بتا دیا کہ صرف  
 سوکھی (خشک) محبت نہ کرنا بلکہ ایک دوسرے پر کچھ مال بھی خرچ کرنا۔

”تَبَادُلُوا تَحَابُّوا“ حدیث میں ہے کہ ہدیہ دو گے تو آپس میں محبت



پیدا ہوگی۔ دال پر زبر ہے، بعض لوگ پیش پڑھتے ہیں جو غلط ہے۔ اس حدیث کی پوری عبارت یہ ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - يَهَادُونَ تَحَابُّوا  
وَتَصَافَحُوا يَذْهَبُ الْغِلُّ عَنْكُمْ))

(الجامع الصغير، ص: ۱۳۲)

ترجمہ: آپس میں ہدیہ دیا کرو اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور آپس میں مصافحہ کیا کرو۔ یہ عمل تمہارے قلوب سے کینہ اور گرانی طبع کو زائل کر دے گا۔  
**فائدہ:** جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں آوے اس کو اپنے لیے نعمت سمجھے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں میرے پاس آتا ہے میں اس کے قدموں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہدیہ دے، اس کو ضرور کھانا چاہیے، اس سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جو آپس میں محبت رکھتے ہیں ”فی جلالی“ یعنی میری عظمت کے سبب۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”جمالی“ کا لفظ نہیں فرمایا تا کہ معلوم ہو کہ جس محبت کا اس حدیث میں ذکر ہو رہا ہے وہ شائبہ نفس اور خواہشاتِ نفسانی سے بالکل محفوظ اور پاک ہے۔ ورنہ لفظ جمالی سے بعض نادان صوفیاء کسی نوجوان صالح کے حسن سے متاثر ہو کر اس سے محبت کرتے اور اس سے محبت پر ان ثمرات کا انتظار کرتے اور احمقانہ تاویل کرتے کہ یہ آئینہ جمالِ خداوندی ہیں۔ ان کے آئینہ میں ہم جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ صریح ضلالت ہے اور گمراہ پیروں کا شیوہ ہے۔

**حکایت:** ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ شریعت ہم کو حسینوں کے دیکھنے سے کیوں منع کرتی ہے؟ ہم تو ان کو



آئینہ جمالِ حق سمجھتے ہیں اور ان حسینوں کے آئینے میں ہم جمالِ خداوندی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ آئینے تو ہیں مگر آتشی آئینے ہیں، جل کر خاک ہو جاؤ گے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ”بجلالی“ کے متعلق یہ ہے:

”بِجَلَالِي أُمِّي بِسَبَبِ عَظَمَتِي، وَلَا أَجَلِ تَعْظِيمِي، أَوِ الَّذِينَ يَكُونُ التَّحَابُّ بَيْنَهُمْ لِأَجْلِ رِضَا جَنَابِي... وَخَصَّ الْجَلَالَ بِالذِّكْرِ لِذَلَالَتِهِ عَلَى الْهَيْبَةِ وَالسُّطُوَّةِ أُمِّي الْمُنْزَهُونَ عَنِ شَائِبَةِ الْهَوَى وَالنَّفْسِ وَالشَّيْطَانِ فِي الْمَحَبَّةِ، فَلَا يَتَحَابُّونَ إِلَّا لِأَجَلِي وَلَوْ جَهِي“ اور ممکن ہے کہ ”جلالی“ کے ساتھ جمالی مقدر ہو اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ: ”أُمِّي الْمُبْتَحَابُّونَ لِي أُمِّي فِي حَالَتِي الْقَبْضِ وَالْبَسْطِ وَالْجَوْفِ وَالرَّجَاءِ وَالْبَحْنَةِ وَالْمَنْحَةِ فَيَفِيدُ دَوَامَ تَحَابِّهِمْ الْيَوْمَ“ یہ محبت میری عظمت کے سبب ہوتی ہے اور میری رضا کے لیے اور لفظ جلال کا خاص کرنا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور عظمت سے یہ محبت ہے اور نفسانی آمیزش اور شیطانی سازش سے یہ محبت پاک ہے۔ یہ محبت صرف رضاءِ حق کے لیے ہے۔ یا ”جلالی“ کے لفظ کے ساتھ جمالی کا لفظ بھی مقدر اور محذوف ہے۔ (علی سبیل الاکتفاء والتقدير) پس مطلب یہ ہوگا کہ ان کی یہ محبت ہر حال میں ہے خواہ قبض ہو یا بسط ہو، خوف ورجاء ہو یا تکلیف ہو یا نعمت ہو، ہر حال میں یہ اللہ والی محبت قائم رہتی ہے۔ یعنی ظہورِ صفتِ جلال میں بھی اور ظہورِ صفتِ جمال میں بھی۔ (مرقاۃ، جلد: ۹، صفحہ: ۲۳۸)

### اہل اللہ کی صحبت کا ایک عظیم الشان انعام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا اور بالخصوص جہاں کوئی خونی رشتہ بھی نہ ہو اور نہ وہاں مال ملنے کی توقع ہو،



خالص اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں مجلس ہو (جو اللہ والوں کے یہاں کامل درجہ میں نظر آتی ہے) اس کا ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ ایسی مجلسوں میں اللہ تعالیٰ کی شانِ اجتباء یعنی شانِ جذب کا ظہور ہوتا ہے جس سے بندہ جلد اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مقبول بن جاتا ہے۔ جیسا کہ روایت ہے:

((إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَعَاتٍ فَتَعَرَّضُوا لَهُ الْخ))

(الجامع الصغير، ص: ۹۵)

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات کے ایام و لیالی میں خاص رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں، ان کو تلاش کرو اگر ان کو تم پا جاؤ گے تو کبھی بد بخت نہ ہو گے۔ پس اس روایت میں اشارہ ہے کہ یہ نعمت ہر ایک کو نہیں ملتی اور نہ ہر وقت ملتی ہے کیونکہ یہ نعمت جذبِ حق (شانِ اجتباء) حق تعالیٰ کی عطاء پر موقوف ہے جو دونوں جہاں کی نعمت کا وسیلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے تحابب سبب بن جاتا ہے تجاذبِ حق کا۔

”إِنَّ هَذِهِ النِّعْمَةَ لَمْ تَحْصُلْ لِكُلِّ أَحَدٍ، وَلَا تُوجَدُ فِي كُلِّ وَقْتٍ؛ لِأَنَّهَا تَتَوَقَّفُ عَلَى جَذْبَةٍ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ (أَمَى نَفَعَاتِ الْحَقِّ) تُوَازِي عَمَلِ الشَّقَلَيْنِ، فَالتَّحَابُّبُ سَبَبُ التَّجَادُّبِ“ (مرقاۃ الفاتیح، ج: ۹، ص: ۲۵۳) مرقاۃ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی مجلس میں اللہ تعالیٰ کی اس شانِ جذب کا ظہور ہوتا ہے جو اس آیت ”اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ“ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف جذب کر کے اپنا بنا لیتے ہیں۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

اشارے ہوئے ہیں نظارے ہوئے ہیں

ہم ان کے ہوئے وہ ہمارے ہوئے ہیں

(مجنوب رحمۃ اللہ علیہ)



یہ نعمتِ جذب ہر ایک کو نہیں ملتی اور نہ ہر وقت ملتی ہے۔ اس کے لیے اشخاصِ خاص ہوتے ہیں اور اوقاتِ خاص ہوتے ہیں۔ ”لَا تَحْصُلُ لِكُلِّ أَحَدٍ وَلَا تُوجَدُ فِي كُلِّ وَقْتٍ“

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں

یہ وہ نعمہ ہے کہ ہر ساز پر چھیڑا نہیں جاتا

نوٹ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ: ”إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ“ کی حدیث پوری نقل نہیں فرمائی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”التشرف فی احادیث التصوف“ میں پوری حدیث اس طرح نقل فرمائی ہے:

((إِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - وَقَدْ تَقَدَّمَ وَتَمَامُهُ: أَلَا فَتَعَرَّضُوا لَهَا، وَفِي نُسْخَةٍ: أَنْ يُصِيبَكُمْ نَفْحَةٌ مِنْهَا، فَلَا تَشْقُونَ بَعْدَهَا أَبَدًا))

(الہادی بابت سوال ۱۲۰۲، ص: ۳۳)

نفات کا ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تجلیاتِ مقربات سے فرمایا ہے یعنی وہ تجلیاتِ الہیہ جن کے ظہور سے بندہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا لیا جاتا ہے اور اس مقام پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر بھی ارقام فرمایا ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہِ نباشی

شاید کہ نگاہِ کند آگاہِ نباشی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لمحہ کو بھی غافل نہ ہونا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ جس وقت وہ نگاہِ کرم فرمائیں اور تم کسی اور طرف غفلت سے مشغول ہو۔

فائدہ: یہ حدیث ”إِنَّ لِرَبِّكُمْ نَفَحَاتٍ لِح“ جامع صغیر، جلد: ۱، صفحہ: ۹۵ پر بھی ہے۔

تنبیہ: اہتمامِ ذکر اور ترکِ معاصی کے مجاہدات سے قلوب میں جذبِ نفحات



الہیہ کی صلاحیت اور استعداد پیدا ہوتی ہے، اس لیے اہل اللہ کی مجالس کے ساتھ معاصی سے حفاظت کا اہتمام اور کچھ ذکر اللہ کا التزام بھی ضروری ہے اور اہل اللہ کی مجالس میں اکثر متحابین فی اللہ ہی کا مجمع ہوتا ہے، اس لیے شانِ جذبِ حق کا ظہور وہاں زیادہ ہوتا ہے۔ پس ان کی مجلسوں کی برکت سے انسان جلد اللہ والا بن جاتا ہے۔

نیز دوسری حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ آدمی اپنے خلیل (دوست) کے دین پر ہو جاتا ہے۔ ”الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ“ جس کی حکمت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمائی ہے کہ: ”إِنَّ الطَّبَّاعَ تَسْرِقُ الْأَخْلَاقَ مِنْ طِبَّاعِ أُخْرَى“ یعنی طبائع دوسرے طبائع سے اخلاق کو جذب کر لیتے ہیں۔

(کذا فی المرقاة، جلد: ۹، صفحہ: ۲۵۷)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو متحابین فی اللہ، متجالسین فی اللہ، متزاورین فی اللہ، متبازلین فی اللہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور حسب وعدہ ان چار اعمال کو شرفِ قبول عطا فرما کر اپنی محبت کو ہمارے لیے عطا فرمانا فضلاً و احساناً اپنے کرم سے واجب فرمائیں، آمین ثم آمین۔

## صالحین کی بستی کے برکات

احقر کے تین اشعار

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں  
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے  
مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا  
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا  
مجھے کیا خبر تھی اختر ترا درد کیا ہے یارب  
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا



صالحین کی بستی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے

محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة شرح مشکوٰۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۹۵ پر ارقام فرماتے ہیں کہ صالحین کی محفل میں دعا مانگنا مستحب ہے۔  
 ”فَإِنَّ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِيلُ الرَّحْمَةِ فَضْلًا عِنْدَ وُجُودِهِمْ وَحُضُورِهِمْ“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جب صالحین کے ذکر سے نازل ہوتی ہے تو جہاں صالحین خود رہتے ہوں اس جگہ پر کتنی رحمت برستی ہوگی۔

ذاکرین کی مجالس جنت کے باغ ہیں

((إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعَوْا قَالُوا: وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟

قَالَ حَلَقُ الذِّكْرِ))

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۵، ص: ۶۳)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم جنت کے باغوں سے گذرو تو خوب کھل کر کھاپی لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے۔

تشریح: محدث عظیم حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں: ”حَاصِلُ الْبَعْثِ: إِذَا مَرَرْتُمْ بِجَمَاعَةٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَى فَأَذْكُرُوهُ أَنْتُمْ مُوَافَقَةً لَهُمْ فَإِنَّهُمْ فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ قَالَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَاعْلَمْ أَنَّهُ كَمَا يُسْتَحَبُّ الذِّكْرُ يُسْتَحَبُّ الْجُلُوسُ فِي حَلَقِ أَهْلِهِ“ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم ایسی جماعت سے گذرو جو اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہی ہو تو تم بھی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگو کیونکہ وہ جنت کے باغوں میں ہیں۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس طرح ذکر مستحب ہے اسی طرح اہل ذکر کی صحبتوں میں بیٹھنا بھی مستحب ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۵، صفحہ: ۶۳)



خدا تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت میں جنت کا لطف آتا ہے۔ احقر کا

فارسی شعر ہے۔

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید

ہمیں بینم کہ جنت برز میں از آسماں آید

ترجمہ: جب مجھے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت میسر آ جاتی ہے تو اتنا لطف

آتا ہے کہ جیسے جنت آسمان سے زمین پر آگئی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا

مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

### اللہ تعالیٰ سے تعلق خاص کی علامات

محدث عظیم حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد: ۵،

صفحہ: ۵۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں: ”وَمِنْ أَمَارَاتِ وِلَايَتِهِ: أَنْ يَرِزُقَهُ اللَّهُ

تَعَالَى مَوَدَّةً فِي قُلُوبِ أَوْلِيَائِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِ أَوْلِيَائِهِ فِي كُلِّ

وَقْتٍ، فَإِذَا رَأَى فِي قُلُوبِهِمْ لِعَبْدٍ مَحَلًّا يَنْظُرُ إِلَيْهِ بِاللُّطْفِ، وَإِنَّ أَيْ هِمَّةَ

وَلِيِّ مِنْ أَوْلِيَائِهِ لِشَأْنِ عَبْدٍ أَوْ سَمِعَ دُعَاءَ وَلِيِّ فِي شَأْنِ شَخْصٍ يَأْتِي إِلَّا

الْفَضْلَ وَالْإِحْسَانَ إِلَيْهِ أَجْرَى بِذَلِكَ سُنَّتَهُ الْكَرِيمَةَ“

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جن بندوں کے قلوب کو اپنی ولایت کے لیے منتخب فرماتے

ہیں تو اس کی علامات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں میں ایسے

شخص کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کو ہر

وقت نگاہِ رحمت سے دیکھتے رہتے ہیں۔ پس جب اپنے اولیاء کے قلوب میں کسی

بندہ کی محبت دیکھتے ہیں تو اس بندہ پر بھی نظر لطف ڈال دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

جب اپنے اولیاء میں سے کسی ولی کی توجہ کسی بندہ پر دیکھتے ہیں یا کسی ولی کی دعا



کو کسی شخص کے لیے سنتے ہیں تو اس پر بھی اپنا فضل و احسان فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کریمہ اسی طرح جاری فرمادی ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے: ”لَوْ أَنَّ وَلِيًّا مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ مَرَّ بِبَلَدَةٍ لَنَالَ بَرَكَاتَهُ مَرُّوْرِهِ أَهْلُ تِلْكَ الْبَلَدَةِ حَتَّى يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ۔“ یعنی تحقیق اگر کوئی ولی اولیاء اللہ میں سے کسی شہر سے گذر جائے (اور قیام کی فرصت بھی نہ ہو) تو اس کے گذرنے کی برکت سے اس شہر کے لوگ محروم نہ رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان (اہل شہر) کی مغفرت فرمادے گا۔ (عدل کے لیے تو صلاحیت و استحقاق شرط ہے لیکن فضل کے لیے کوئی ضابطہ نہیں۔ از جامع)

### صالحین کی بستی اور سامانِ مغفرت

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا، ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ، فَأَتَى رَاهِبًا، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: لَا، فَقَتَلَهُ، فَجَعَلَ يَسْأَلُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: إِنَّتِ قَرْيَةٌ كُذِّبَتْ وَكُذِّبَتْ، فَأَدْرَكَهُ الْهَوْتُ، فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا، فَاخْتَصَبَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقْرَبِي، وَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعِدِي، وَقَالَ: قِيَسُوا مَا بَيْنَهُمَا، فَوُجِدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبُ بِشِبْرٍ، فَغُفِرَ لَهُ))

(صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۴۹۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے انسانوں کو قتل کیا۔ پھر وہ ایک راہب کے پاس آیا اور سوال کیا کہ کیا ایسے شخص کے لیے توبہ ہے؟ راہب نے کہا نہیں! پس اس کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اس نے



ایک دوسرے شخص سے سوال کیا۔ اس نے کہا کہ فلاں (صالحین کی) بستی کی طرف جاؤ (وہاں تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی) پس (راستہ ہی میں) اس کو موت نے پکڑ لیا۔ پس اس نے (مرتے وقت) اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا۔ پس اس شخص کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا۔

پس اللہ تعالیٰ (صالحین کی) بستی کی طرف وحی فرمائی کہ تو قریب ہو جا اور (معصیت کی) سرزمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا۔ پس اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں سے) فرمایا کہ تم ان دونوں زمینوں کی پیمائش کرو۔ پس پایا گیا وہ شخص صالحین کی بستی سے ایک بالشت زیادہ قریب۔ پس اس کو بخش دیا گیا۔ (متفق علیہ)

### تشریح:

(۱) ... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ راہب عابد، زاہد خلق سے کنارہ کش، خالق کی یاد میں مشغول تھا اور اس پر خوفِ الہی کا غلبہ تھا۔  
(۲) ... راہب نے جو توبہ نہ قبول ہونے کا کہا اس کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں:  
(الف) "إِمَّا جَهْلًا مِنْهُ بِعِلْمِ التَّوْبَةِ" یا تو توبہ کے بارے میں صحیح علم سے بے خبر تھا۔

(ب) "وَأَمَّا لِغَلْبَةِ الْحَشِيَّةِ عَلَيْهِ" یا خشیت کے غلبہ کی وجہ سے۔

(ج) "وَأَمَّا لِتَصَوُّرِ عَدَمِ إِمْكَانِ إِرْضَاءِ خُصُومِهِ عَنْهُ" یعنی اس تصور کے سبب کہ مظلوم فریق کے راضی کرنے کا امکان نہ رہا تھا اور اس نے راہب کو اس بناء پر قتل کیا کہ جب میری توبہ قبول ہی نہیں ہے تو ننانوے کے بجائے سو پورا کر دو۔ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۲۷-۱۲۸)

(۳) ... ایک اشکال اور اس کا جواب: علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس شخص کی مغفرت پر ایک اشکال اصول شرع کے مطابق وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ "فِيَانَّ"



حُقُوقَ بَيْنِي أَدَمَ لَا تَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ، بَلْ تَوْبَتُهَا أَدَاؤُهَا إِلَى مُسْتَحِقِّيهَا كَيُونَك  
 حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک کہ اہل حقوق کو راضی نہ  
 کیا جاوے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ: ”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا رَضِيَ عَنْ عَبْدِهِ، وَ  
 قَبْلَ تَوْبَتِهِ أَرْضَى عَنْهُ خُصُومَهُ، وَرَدَّ مَظَالِمَهُ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے  
 سے خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں تو اس کی جانب سے اہل  
 حقوق کو راضی کر دیں گے اور اہل حقوق کے حقوق کو اس بندہ کی طرف سے خود  
 ادا فرما دیں گے۔

(۴) ... فضل بصورتِ عدل: گناہ کی بستی کو دور کرنے کا اور صالحین کی بستی  
 کو قریب کرنے کا جو حکم فرمایا ”فَهَذَا فَضْلٌ فِي صُورَةِ عَدْلِ“ پس یہ فضل ہے  
 عدل کی صورت میں صالحین کی بستی سے صرف ایک بالشت زیادہ قریب ہونے پر۔  
 (۵) ... اس کی مغفرت دلالت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت پر  
 طالبِ توبہ کے لیے۔ پھر تائب پر کس درجہ رحمت نازل ہوگی۔

رَزَقْنَا اللَّهُ تَعَالَى تَوْبَةً نَصُوحًا اللَّهُ تَعَالَى هَم سَب كَو تَوْبَةٍ صَادِقَةٍ خَالِصَةٍ  
 نصیب فرمائے، آمین۔

(۶) ... ”وَفِي رِوَايَةٍ لِبُسْلِيمٍ: قَدَّلَ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ، فَقَالَ... فَإِنَّ بِهَا  
 أَنَسًا يَتَعَبِدُونَ اللَّهَ فَأَعْبُدِ اللَّهَ مَعَهُمْ لِح“ مسلم کی روایت سے معلوم ہوا کہ  
 وہ دوسرا آدمی عالم تھا جس نے کہا تھا کہ فلاں بستی میں کچھ بندے اللہ تعالیٰ کی  
 عبادت میں مشغول ہیں تم بھی جا کر ان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔

(۷) ... ”فِيهِ تَفْضِيلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ“ اس حدیث سے عالم کی  
 فضیلت ثابت ہوتی ہے عابد پر۔ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۲۸)

تشریح حدیث مذکورہ از فتح الباری: جلد: ۶، صفحہ: ۵۱۷،  
 از: غلامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:



(۱) ... علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اتنے قتل کیے تھے اور جن جن لوگوں کا اس واقعہ میں ذکر ہے ان کے ناموں سے میں واقف نہیں ہوں۔ لفظ راہب سے اشارہ ہے کہ وہ شخص دین عیسوی پر تھا۔

(۲) ... المعجم الکبیر للطبرانی میں روایت ہے کہ صالحین کی بستی کا نام نصرہ تھا اور دوسری بستی کا نام کفرہ تھا۔ حضرت قتادہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ: ”لَمَّا أَتَاهُ الْهَوْتُ نَاءً بِصَدْرِهِ نَاءً أُنْجَى مَالٍ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي طَلَبَهَا“ یعنی جب اس کو موت آنے لگی تو اپنا سینہ کھینچ کر صالحین کی اس بستی کی طرف کچھ اور قریب کر دیا۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی اس ادائے بندگی پر فضل فرما دیا اور صالحین کی اس بستی کو حکم دے دیا کہ تَقَرَّبِيْ اے زمین! تو قریب ہو جا۔ اور معصیت کی بستی کو حکم فرمایا تَبَاعَدِيْ یعنی تو دور ہو جا۔ صالحین کی بستی پر کیونکہ اہل تقرب تھے اس کو خطاب بھی تقرب سے کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر بے ساختہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آ گیا۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے

عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب انتظام ہوتا ہے اور بندوں کے اعمال اس کے لیے محض بہانہ ہوتے ہیں۔

(۳) ... علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مشروعیت توبہ جمیع کبائر سے ثابت ہوتی ہے۔

(۴) ... اور اشکال مسئلہ حقوق العباد کا حل یہ تحریر فرماتے ہیں:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا قَبِلَ تَوْبَةَ الْقَاتِلِ يَكْفُلُ بِرِضَا خَصِيْبِهِ“

اللہ تعالیٰ نے جب قاتل کی توبہ قبول فرمائی تو اس کی طرف سے اہل حقوق کو راضی



کردینے کے لیے کفیل ہو جائیں گے۔

(۵) ... اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب کا کبھی اللہ تعالیٰ نے بندوں کے بارے میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس بات میں کہ اس کو مطیع لکھیں یا عاصی۔ ”حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ“ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہیں۔

(۶) ... اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر انسان کسی معصیت میں مبتلا ہو جائے، اس زمین سے ہجرت مستحب اور افضل ہے دو وجہ سے (۱) اس زمین پر اس گناہ کی پھر اس کو یاد آئے گی اور فتنہ میں مبتلاء ہو جائے گا (۲) اس وجہ سے کہ گناہوں کے آثار و نشانات اس کو دوبارہ اس گناہ پر اعانت کریں گے اور برا بیچتہ کریں گے۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ: ”وَلَا تَرْجِعْ إِلَىٰ أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضٌ سُوءٌ فِيهِ إِشَارَةٌ إِلَىٰ أَنَّ التَّائِبَ يَنْبَغِي لَهُ مُفَارَقَةٌ الْأَحْوَالِ الَّتِي اعْتَادَهَا فِي زَمَنِ الْبَعْصِيَةِ وَالتَّحَوُّلُ مِنْهَا كُلِّهَا وَالْإِشْتِغَالُ بِغَيْرِهَا۔“ ایک روایت میں ہے کہ اس شخص سے کہا گیا تو اس زمین پر دوبارہ مت لوٹنا کیونکہ وہ زمین تیرے حق میں بُری ہے۔ پس اس روایت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ جو شخص کسی گناہ سے توبہ کرے اس کو چاہیے کہ وہ اس گناہ کے لیے جن جن حالات کا معصیت میں عادی تھا ان سے مفارقت اختیار کر لے اور کلی طور پر اپنا رخ پھیر لے اور اسبابِ معصیت سے دور ہو کر دوسرے جائز مشغلوں میں اپنے کو مصروف کر دے۔

(۷) ... فِيهِ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ اور اس حدیث سے عالم کی فضیلت

عابد پر ثابت ہوتی ہے۔ (فتح الباری، جلد: ۲، صفحہ: ۵۱۸)

**تشریح حدیث مذکور از شرح مسلم: جلد: ۲، صفحہ: ۳۵۹،**

از: علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ:



”قَالَ الْعُلَمَاءُ فِي هَذَا اسْتِحْبَابُ مُفَارَقَةِ التَّائِبِ الْهَوَاضِعِ الَّتِي  
 أَصَابَ بِهَا الذُّنُوبُ، وَأَنْ يَسْتَبْدِلَ بِهِمْ صُحْبَةَ أَهْلِ الْخَيْرِ وَالصَّلَاحِ  
 وَالْعُلَمَاءِ، وَيَتَأَكَّدُ بِذَلِكَ تَوْبَتَهُ“ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے  
 کہ جو شخص کسی گناہ سے توبہ کرے تو وہ اس گناہ کے مقامات سے اور اس گناہ پر  
 مائل کرنے والے اشخاص سے مفارقت اختیار کر لے اور ان بُرے لوگوں کے  
 بدلے اہل خیر اور اہل صلاح اور علماء کی صحبت اختیار کرے۔ ان اعمال کی برکت  
 سے اس کی توبہ مضبوط ہو جائے گی۔

سنن ابن ماجہ، صفحہ: ۱۹۲ پر اس حدیث میں اس عبارت کا بھی اضافہ ہے:

((أَخْرُجُ مِنَ الْقَرْيَةِ الْخَبِيثَةِ الَّتِي أَنْتَ فِيهَا إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ))

ترجمہ: اس عالم نے اس قاتل سے کہا کہ تو اس خبیث بستی سے جس میں کہ تو  
 ہے نکل جا فلاں صالحین کی بستی کی طرف۔

**فائدہ:** بخاری شریف کی اس حدیث سے مقبولانِ بارگاہِ الہی اور اہل اللہ کی  
 عظمتوں کا پتہ چلتا ہے جنہوں نے اپنی خاک کو خالقِ افلاک پر فدا کیا۔ ایسی  
 مبارک ہستیوں کی قیمتوں کا کیا کہنا کہ جس زمین پر یہ لوگ رہتے ہیں اس زمین  
 کی برکت کا یہ عالم ہے کہ سونے کے مجرم کی مغفرت اور اس پر رحمت کا نزول اور  
 اس کی توبہ کی قبولیت، جبکہ اس قادرِ مطلق اور غفار اور توّاب اور ارحم الراحمین کی  
 طرف سے ہرزین پر ممکن تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایاتِ خاصہ اور الطاف  
 و کرم کے ظہور اور نزول کے لیے اہل اللہ کے رہنے سہنے کی سرزمین کو تجویز  
 فرمایا۔ سبحان اللہ! جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ مالکِ کریم اس کی خاک کو تو عزت دیتا  
 ہی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس زمین کو بھی عزت بخشتا ہے جہاں ایسے مقبول  
 بندے رہتے ہیں اور اس کی قیمت کا اندازہ حدیث مذکور سے ہوتا ہے۔

برعکس اس کے جو لوگ اپنی مٹی کو مٹی کی حسین صورتوں پر، مٹی کے



پراٹھوں اور کبابوں پر اور مٹی کے مکانوں اور مٹی کے نوٹ کی گڈیوں پر اور مٹی کے لباسوں پر اور مٹی کے بنگلوں اور موٹروں پر فدا ہو کر اپنے خالق اور مالک کو بھول گئے۔ ان کی خاک ان تمام مٹیوں کے ساتھ مل کر مٹی ہو گئی۔ قیامت کے دن ان کی مٹی کے ساتھ یہی مٹیاں مثبت ہو جائیں گی اور میزان مٹی ہی آئے گا اور ان کی مٹی کا تمام مجموعہ مٹی ہی ہوگا۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے  
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے  
حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و غم  
مسافر رہے جیسے تیسے رہے

احقر کو اپنا ایک پرانا شعر یاد آیا

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو  
جوانی کر فدا اُس پر دی جس نے جوانی کو  
دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل اللہ اور صالحین کی محبت اور ان کی صحبت  
کی توفیق بخشیں۔

### خوف و خشیتِ الہیہ

فوائد گریہ و زاری در جنابِ خالقِ باری جل جلالہ۔ توبہ کے آنسو اور  
اس کی قدر و منزلت بدرگاہِ صمدیت۔

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں  
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم



## حکم بُکاء یعنی رونے کا حکم

((عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اِبْكُوا، فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكُوا))

(سنن ابن ماجہ، ص: ۳۱۹)

**ترجمہ:** حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کی محبت یا اس کے خوف سے) رووا اگر نہ رو سکو تو رونے والوں کی شکل بنا لو۔

**تشریح:** چونکہ رونا بندہ کا اختیاری فعل نہیں ہے، اس لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لیے رونے کی شکل بنالینے کی ہدایت فرمائی کیونکہ رونے والوں کی شکل بنالینا ہر شخص کے اختیار میں ہے اور ایسا شخص بھی اللہ کی رحمت سے محروم نہ رہے گا۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب

تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

جب دنیا کے کریموں کا یہ حال ہے کہ جن کا کرم اس کریم حقیقی کا مخلوق

ہے۔ پھر حق تعالیٰ کے کرم کا کیا عالم ہوگا؟

## آنسوؤں کی فضیلت

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْعُودٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ، ثُمَّ يُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ

إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ))

(سنن ابن ماجہ، ص: ۳۱۹ و مشکاة المصابیح، ص: ۴۵۸)



**حاصل ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی مؤمن کی آنکھوں سے بوجہ خشیت الہی آنسو نکلتے ہیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں تو ایسے بندہ پر اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ حرام فرمادیتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”مِنْ عَيْنَيْهِ أَوْ مِنْ أَحَدِهِمَا“ یعنی دونوں آنکھوں سے آنسو نکلیں یا ایک آنکھ سے۔ (مرقاۃ، جلد: ۱۰، صفحہ: ۹۲)

دُمُوعٌ: اُمِّي دَمَعَاتٌ أَقْلَهَا الثَّلَاثُ آنسوؤں سے مراد کم از کم تین قطرہ ہیں کیونکہ دموع جمع ہے اور عربی میں جمع کے لیے کم از کم تین عدد ضروری ہیں۔

وَإِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ: اُمِّي كَيْبِيَّةٌ وَكَيْفِيَّةٌ یعنی جو آنسو نکلیں وہ کم از کم تین ہوں اگرچہ ان کی مقدار مکھی کے سر کے برابر ہو۔

حُرُّ الْوَجْهِ: چہرہ کا اگلا حصہ

إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ: ضمیر مفعول عبد کی طرف راجع ہے اور ممکن ہے کہ اس کے چہرہ کی طرف راجع ہو۔ مراد اس سے بھی اس بندہ کی ذات ہے۔ عربی محاورہ میں وجہ سے مراد ذات ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ”كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ“ ہر شے فانی ہے سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے۔

حال راوی لکھنے کا معمول اس لالچ میں ہے کہ اولیاء اللہ کے تذکرہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”إِنَّ الرَّحْمَةَ تَنْزِلُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ۔“ (مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۹۵)

**حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حالات**

ان کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ ان کے والد کا نام ابن وہیب الزہری القرشی ہے اور کنیت ابو وقاص ہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ستر سال کی عمر میں اسلام لائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ: ”كُنْتُ ثَالِثَ الْإِسْلَامِ“ میں تیسرا



مسلمان ہوں اور فرمایا: ”أَنَا أَوَّلُ مَنْ رَفَى السَّهْمَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہر جہاد میں شریک رہے۔ ان کی دعا کی قبولیت مشہور تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی ”اللَّهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهُ وَأَجِبْ دَعْوَتَهُ“ اے اللہ! سعد کے تیر کا نشانہ درست فرما دے اور ان کو مستجاب الدعوات بنا دے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”إِذِمَّ فِدَاكَ أَبِي وَأُمَّي“ اے سعد! تیر چلاؤ، میرے والدین تم پر فدا ہوں اور اپنے والدین کے لیے یہ بات صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے فرمائی: ”وَلَمْ يَقُلْ ذَلِكَ لِأَحَدٍ غَيْرِهِمَا“ اور ان دونوں کے علاوہ کسی کے لیے یہ بات نہیں فرمائی۔ مدینہ کے قریب ”عتیق“ نام کی بستی میں وفات پائی جبکہ عمر ستر سے کچھ زیادہ تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ”وَهُوَ آخِرُ الْعَشْرَةِ مَوْتًا“ یہ ان دس صحابہ میں باعتبار وفات کے آخری صحابی ہیں جن کے لیے جنت کی بشارت دی گئی تھی۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرما دیا تھا اور صحابہ اورتابعین میں سے اکثر حضرات نے ان سے روایت کی ہے۔ (اسماء الرجال، مشکوٰۃ، صفحہ: ۵۶۹)

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: ”أَفْقَهُ الصَّحَابَةُ بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ“ خلفائے راشدین کے بعد تمام صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی کنیت عبدالرحمن ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ ”كَانَ سَادِسًا فِي الْإِسْلَامِ“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسواک اور نعلین مبارک اور وضو کا



انتظام سفر میں انہیں کے سپرد فرماتے تھے اور ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت کے لیے راضی ہوں اس بات سے جس سے راضی ہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ناراض ہوں اس بات سے جس ناراض ہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔  
 ”وَكَانَ يَشْبَهُهُ بِالنَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي سَمْتِهِ وَدَلِيلِهِ وَهَدْيِهِ“ اور آپ ظاہری صورت اور حلم و وقار اور سیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خدام میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قبل اسلام لائے تھے۔ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کوفہ کے قاضی بنائے گئے۔ آخر میں مدینہ آ گئے تھے۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ساٹھ سال سے کچھ اوپر عمر پائی۔ ان سے خلفائے راشدین نے اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین نے روایت کی ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۱۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے اور ان کے جنتی ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی۔ یعنی مشہود بالجنتہ ہیں۔ آٹھ سو احادیث نبویہ کی روایت ان سے ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ستر ۷۰ سورتیں یاد کی تھیں۔ (اسماء الرجال، مشکوٰۃ، صفحہ: ۶۰۵)

**حل اللغات: دَلٌّ:** اچھی خصلت، یہ مصری لفظ ہے۔ سَمْتٌ: راستہ۔  
 هَدَى: پرہنمائی اور سیرت۔

### نجات کا راستہ

((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقُلْتُ: مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ: أَمْلِكُ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلَيْسَعُكَ بَيْتُكَ،

وَأَبِكُ عَلَى خَطِيئَتِكَ))

(مشكاة المصابيح، ص: ۳۱۳)



تَرْجَمًا: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے سوال کیا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو اور بدون ضرورت اپنے گھر سے نہ نکلو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

**تشریح از مرقاۃ جلد: ۹، صفحہ: ۱۵۰: اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ**  
مضر باتوں سے زبان کو اس طرح قابو میں رکھو جس طرح مالک اپنے غلام کو۔  
”وَلَيْسَعَكَ بَيْتُكَ“ لام پر کسرہ اور سکون دونوں صحیح ہیں۔ ”بِأَنْ تَسْكُنَ فِيهِ، وَلَا تَخْرُجَ مِنْهُ إِلَّا لِضُرُورَةٍ“ یعنی گھر میں رہو اور بدون ضرورت گھر سے باہر نہ نکلو۔ ”وَالْهَرَادُ الْإِشْتِغَالُ بِاللَّهِ وَالْهُوَانَسَةُ بِطَاعَتِهِ وَالْخُلُوعَةُ مِنَ الْأَغْيَارِ“ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہو اس کی اطاعت میں اور اغیار سے خلوت میں رہو۔ ”فِيَانَهُ سَبَبُ الْخَلَاصِ مِنَ الشَّرِّ وَالْفِتْنَةِ۔“ پس یہ تمام شر اور فتنہ سے خلاصی اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ”وَلِذَا قِيلَ لَهُذَا زَمَانُ السُّكُوتِ وَمَلَا زَمَةَ الْبُيُوتِ وَالْقِنَاعَةِ بِالْقُوتِ حَتَّى يَمُوتَ“ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ زمانہ سکوت کا ہے اور گھروں سے چپکے رہنے کا ہے اور بقدر ضرورت معاش پر قناعت کا ہے، یہاں تک کہ موت آ جاوے۔

**وَابِكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ: أُمِّي إِبْنِكِ إِنْ تَقَدَّرَ وَإِلَّا فَتَبَاكَ نَادِمًا عَلَى مَعْصِيَتِكَ قِيَامًا سَبَقَ مِنْ أَيَّامِ حَيَاتِكَ** یعنی اپنی خطاؤں پر ندامت کے ساتھ رویا کرو اور اگر رونانہ آوے تو رونے والوں کی شکل بنا لو۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے رونے کے ساتھ ندامت کی قید لگائی ہے ”أُمِّي إِنْ دَمَّ عَلَى خَطِيئَتِكَ بَاكِيًا“ اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر رویا کرو۔ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۱۵۰)

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا رونے والی آنکھوں کے لیے  
(اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَشْفِيَانِ الْقَلْبَ بِدُرُوفِ الدُّمُوعِ مِنْ



حَشِيَّتِكَ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ الدَّمُوعُ دَمًا وَالْأَصْرَاسُ جَمْرًا))

(الجامع الصغير، ج: ۱، ص: ۵۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! مجھ کو ایسی دوا نکھیں عطا فرما جو آپ کے خوف سے خوب ہونے والی ہوں اور خشیت الہیہ کے آنسوؤں کے قلب کو شفاء دینے والی ہوں، اس سے پہلے کہ آنسو (جہنم کے عذاب سے) خون ہو جائیں اور ڈاڑھیں انکارے ہو جائیں۔

تشریح: جامع صغیر کی شرح فیض القدر جلد: ۱، صفحہ: ۱۴۳ پر اس حدیث کی تشریف کے سلسلہ میں محدث عظیم علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "قَالَ الْحَافِظُ الْعِرَاقِيُّ: إِسْنَادُهُ حَسَنٌ" یعنی اس حدیث کے اسناد حسن ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے خوف سے رونے والی آنکھیں نہایت مبارک آنکھیں ہیں کہ ایسی آنکھیں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مانگی ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ایسی آنکھوں کو اس طرح مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست

اے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی وہ آنکھیں بہت مبارک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے زور ہی ہیں اور وہ دل نہایت مبارک ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں تڑپ رہا ہے۔

کہ برابر می کند شاہ مجید

اشک را در وزنِ باخونِ شہید

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)



یعنی اللہ تعالیٰ ایسے آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن فرماتے ہیں۔  
 حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ علامہ  
 عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب کوئی شیخ اپنی مجلس  
 میں اللہ کے خوف سے اشکبار ہوتا ہے تو اس کے آنسوؤں سے طالبین کے قلوب  
 میں تعلق مع اللہ کا باغ تر و تازہ اور ہرا بھرا ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کو احقر نے  
 اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے  
 اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے  
 اور خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرنے  
 والے آنسوؤں کی قیمت بیان فرماتے ہیں۔

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ ہوتے وہ میرے آنسو  
 تمنا کہکشاں کو ہے میری آبتیں ہوتی

اور فرماتے ہیں۔

جب فلک نے مجھ کو محروم گلستاں کر دیا  
 اشکبائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کر دیا  
 حضرت مرشدی شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا  
 علی مہانگی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے  
 آنسوؤں سے چھوٹے چھوٹے چشمے بن گئے تھے اور ان ہی آنسوؤں سے  
 خوشبودار پھول پیدا کیے گئے ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح رونے کی تمنا بیان  
 کرتے ہیں۔

اے دریغا اشک من دریا بدے  
 تانثارِ دلبرِ زیبا شدے



ترجمہ: اے کاش! میرے آنسو دریا ہو جاتے تاکہ میں اس محبوبِ حقیقی پر  
قربان کر دیتا۔

ہر کجا بینی تو خوں بر خاک ہا  
پس یقیں می داں کہ آں از چشم ما  
ترجمہ: جہاں کہیں بھی خاک پر تم خون گرا ہوا دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ میری  
آنکھوں سے گرا ہے۔

در جگر افتادہ ہستم صدر شرر  
در مناجاتم بہ میں کون جگر  
ترجمہ: اے خدا میرے جگر میں سینکڑوں غموں کی آگ پوشیدہ ہے اور میری  
مناجات میں آپ میرے جگر کا خون دیکھ لیجیے کہ میں کس درد کے ساتھ آپ  
سے دعا مانگ رہا ہوں۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے یا محبت سے خوب رونا آئے تو  
اس کا نام گرم بازاری عشق ہے۔

**واقعہ حضرت مرشدی:** حضرت مرشدی شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری  
رحمۃ اللہ علیہ تہجد کی نماز میں دو رکعت کے بعد استغفار میں دیر تک رویا کرتے  
تھے۔ اور اپنی مجلس میں جب اللہ تعالیٰ کی کوئی بات شروع کرتے تو اللہ کا نام  
لیتے ہی آنسو نکل کر چہرہ مبارک پر ٹھہرے رہتے تھے۔ پھر حضرت دونوں  
ہاتھوں سے ان آنسوؤں کو چہرے اور داڑھی پر مل لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں  
نے اپنے شیخ حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ کو اسی طرح عمل کرتے دیکھا ہے۔  
راقم الحروف نے حضرت شیخ کی حکایات صحابہ میں یہ روایت دیکھی  
ہے کہ حضرت محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ اپنے آنسوؤں کو اپنے چہرے اور



داڑھی پر مل لیتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی جہاں یہ آنسو پہنچتے ہیں۔

**حکایت:** کعبہ شریف میں ایک عالم نے احقر سے اپنا یہ غم بیان کیا کہ میرے آنسو خشک ہو گئے، مجھے کعبۃ اللہ میں رونا نہیں آ رہا، اس کا مجھے بے حد غم ہے۔ احقر نے مشورہ دیا کہ آپ ملتزم پر جائیے وہاں کچھ اللہ والے اللہ کے خوف سے استغفار و گریہ و زاری میں مشغول ہیں، ان کی صحبت کے فیض سے آپ کو بھی رونا نصیب ہو جائے گا۔ کچھ دن کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو احقر کو بڑی دعائیں دیں اور خوش ہو کر فرمایا کہ میرا کام بن گیا اور ”وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ“ کا راز بھی منکشف ہو گیا۔

سنا ہے سنگدل کی آنکھ سے آنسو نہیں بہتے  
اگر سچ ہے تو دریا کیوں پہاڑوں سے نکلتے ہیں

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زلادوں سنگدل کو بھی جو غم اپنا بیاں کر دوں  
اگر چاہوں تو پتھر سے بھی میں دریا رواں کر دوں

کعبہ شریف میں احقر کا ایک شعر۔

جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے  
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

احقر کے چند دیگر اشعار۔

زمین سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم  
برس گیا جو برسنا تھا میرا خونِ جگر  
ہر کجا گرید بہ سجدہ عاشقے  
آں زمیں باشد حریم آں شے



تَرْجَمًا: اللہ کا عاشق زمین پر سجدہ میں جہاں کہیں بھی روتا ہے وہ زمین اللہ  
تعالیٰ کا حرم بن جاتی ہے۔

قطرہ اشکِ ندامت در سجد

ہمیری خونِ شہادت می نمود

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں

اے میری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا

اللہ والوں کے نورِ باطن کو حاسدین نہیں بجھا سکتے۔ اس مضمون کو احقر نے اس  
طرح عرض کیا ہے۔

ایک قطرہ اگر ہوتا تو وہ چھپ بھی جاتا

کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

**حکایت:** حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو نیور

میں ایک مشاعرہ ہوا تھا جس میں یہ مصرعہ اس طرح دیا گیا تھا۔

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے

جس پر ایک نوجوان لڑکے نے ایسا مصرعہ لگایا کہ اس کو نظر لگ گئی اور وہ تین دن

میں مر گیا۔ وہ مصرعہ یہ تھا۔

اے سیلِ اشک تو ہی بہا دے ادھر مجھے

**حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد**

حضرت مرشدی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سنا کہ مولانا نانوتوی

رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جس بادشاہ کے خزانہ میں کوئی موتی دوسرے ملک

سے منگایا جاتا ہے اس کی قدر و منزلت خود بادشاہ بھی بہت کرتا ہے۔ ندامت

کے آنسو جو گنہگاروں کی آنکھوں سے زمین پر گرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے شاہی

خزانہ میں قبول ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے شاہی خزانہ میں صرف عزت و



جلالتِ شان ہے، وہاں ندامت کے آنسو نہیں ہیں لہذا اپنے بندوں کے اشکھائے ندامت کو دنیا سے درآمد کر کے بے انتہا قدر فرماتے ہیں شرفِ قبولِ عطا فرماتے ہیں اور شہیدوں کے خون کے برابر وزن فرماتے ہیں۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں  
اُن کی جھلک بھی تھی میری چشمِ پُر آب میں

گر یہ ندامت اور گنہگاروں کے آنسوؤں کی قیمت

صدیتِ قدسی کی روشنی میں

**حدیثِ قدسی کی تعریف:** ”هُوَ الْحَدِيثُ الَّذِي يُبَيِّنُهُ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِلَفْظِهِ وَيُنْسِبُهُ إِلَى رَبِّهِ“ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے جس کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے الفاظ میں بیان کریں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۱، صفحہ: ۹۵)

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں سورہ اَنَا أَنْزَلْنَاهُ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمانوں سے زمین پر گنہگار بندوں کی توبہ اور ان کے رونے کی آواز سننے کے لیے مشتاقانہ آتے ہیں۔ **فَفِي الْحَدِيثِ الْقُدْسِيِّ:**

((لَأَنِّي أَلْمُذْنِبِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسْبِحِينَ))

(روح المعانی، ج: ۳۰، ص: ۱۹۶)

**ترجمہ:** حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے گنہگار بندوں کی توبہ و استغفار میں رونے کی آواز تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اس مضمون کو جلیل شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے۔



اے جلیل اشک گنہگار کے اک قطرہ کو  
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

خشیت اور محبت کے آنسوؤں پر بروز محشر سایہ عرش کی بشارت  
(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ  
اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابُّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ  
رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّتَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ  
وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي  
أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ،  
وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا، ففَاضَتْ عَيْنَاهُ))

(صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۹۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے  
سایہ رحمت میں رکھیں گے جس دن کہ اللہ کی رحمت کے سائے کے علاوہ اور کوئی  
سایہ نہ ہوگا۔ (۱) امام عادل (۲) وہ جوان جس کی جوانی اپنے رب کی عبادت  
میں پروان چڑھی۔ (۳) وہ آدمی جس کا قلب مساجد میں معلق ہو۔ (۴) وہ دو  
آدمی جنہوں نے اللہ کے لیے آپس میں محبت کی اور اسی محبت پر جمے رہے اور  
اسی محبت پر موت آئی۔ (۵) اور وہ آدمی جس کو صاحب نسب و حسب و صاحب  
جمال عورت نے شہوت کی طرف دعوت دی اور اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے  
ڈرتا ہوں۔ (۶) اور وہ آدمی جس نے ایسا مخفی صدقہ دیا کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ  
ہوئی جو کچھ اس نے داہنے ہاتھ سے دیا۔ (۷) اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں  
اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

تشریح: حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بخاری کی شرح



فتح الباری چودہ جلدوں میں تحریر فرمائی ہے۔ فتح الباری، جلد: ۲، صفحہ: ۱۴۳ تا ۱۴۷ پر اس حدیث کی شرح تحریر فرماتے ہیں:

(۱)... سایہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ”سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّ عَرْشِهِ“ آیا ہے۔ اس حدیث کے راوی سلمان ہیں جو اسناد حسن سے وارد ہیں۔

(۲)... جوان کو اس لیے خاص کیا کہ جوانی میں غلبہ شہوت کے سبب عبادت مشکل ہوتی ہے پس جوان کی عبادت غلبہ تقویٰ کی دلیل ہے۔ حدیث سلمان میں یہ عبارت ہے ”أَفْنَى سَبَابَهُ وَنَشَاطَهُ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ“ یعنی وہ جوان جو اپنی جوانی کو اور اپنے عیش و نشاط کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں فنا کر دے۔

(۳)... قلب کو مسجد میں معلق کرنا علامت ہے شدتِ محبت مع الحق کی کہ جب گھر سے اتنی محبت ہے تو گھر والے سے یعنی اللہ تعالیٰ سے کتنی ہوگی؟ اور اس حدیث میں دلالت ہے مسجد میں رہ کر عبادت میں دیر تک مشغول رہنے کی اور ضرورتاً مسجد سے باہر رہتے ہوئے دل مسجد میں لگے رہنے کی۔ کیا خوب شعر ہے

مولانا اسعد اللہ صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا۔

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں

لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں

اور احقر کا ایک شعر ہے جو اللہ والوں کی شان بیان کرتا ہے۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے

یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

(۴)... تَحَابًا: بِتَشْدِيدِ الْبَاءِ أَصْلُهُ تَحَابًا أَيْ اِشْتَرَكَ فِي جِنْسِ الْمَحَبَّةِ

وَأَحَبُّ كُلِّ مِنْهُمَا الْآخِرَ حَقِيقَةً لَا إِظْهَارًا فَقَطْ۔

تَرْجَمًا: ب پر تشدید ہے اصل میں تَحَابًا یعنی دو مسلمان اللہ کے لیے محبت



میں شریک ہوں اور ایک دوسرے سے حقیقی محبت کریں نہ کہ صرف اظہارِ زبانی۔  
 (اجْتَبَعَا عَلَى ذَالِكَ، وَ تَفَرَّقَا عَلَيْهِ) أُمِّي عَلَى الْحُبِّ الْمَبْدُ كُورِ  
 وَالْمِرَادُ أَنَّهُمَا دَامَا عَلَى الْمَحَبَّةِ الدِّينِيَّةِ، وَلَمْ يَقْطَعَاهَا بِعَارِضِ دُنْيَوِيٍّ  
 سَوَاءٍ اجْتَبَعَا حَقِيقَةً أَمْ لَا حَتَّى فَرَّقَ بَيْنَهُمَا الْمَوْتُ“ مراد یہ ہے کہ دو  
 مسلمانوں کی محبت صرف دین کی خاطر سے ہو اور اس محبت کو دنیوی اغراض کی  
 وجہ سے ضائع نہ کریں اور آپس کا یہ اجتماع چاہے حقیقی ہو یا معنوی ہو یعنی چاہے  
 ظاہری فاصلے ہوں مگر دل ملے ہوئے ہوں۔ یہاں تک کہ موت ہی ان کو جدا  
 کرے۔ (فتح الباری، جلد: ۲)

**فائدہ ۵:** احقر عرض کرتا ہے کہ دل کا ملنا بہت ضروری ہے ورنہ اگر قلوب نہ ملیں تو  
 اجسام کا ملنا غیر مفید ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

آدمی آدمی سے ملتا ہے

دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

(۵)... رَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصِبٍ لَخ: أُمِّي إِلَى نَفْسِهَا يَعْنِي اپنے نفس کی  
 طرف دعوت دے اور بروایت امام بیہقی ”فَعَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَيْهِ“ یعنی اس  
 عورت نے اپنے نفس کو پیش کر دیا اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے بُرائی کی طرف  
 دعوت دی۔ ”وَبِهِ جَزَمَ الْقُرْطُبِيُّ“ اور علامہ قرطبی کی بھی رائے یہی ہے۔ پس  
 جس شخص نے اس کی دعوت گناہ کو رد کر دیا اور کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں،  
 اس کو بھی روزِ محشر عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

(۶)... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً اس کی تشریح واضح ہے کہ مخلوق سے مخفی صدقہ  
 کرنا چاہیے اور اس کی محدثین رحمہم اللہ نے یہی مصلحت لکھی ہے کہ اخفاء کی  
 بدولت ریاء سے حفاظت رہتی ہے۔



## تنہائی کے آنسوؤں کی قدر و منزلت

(۷) ... وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا أَمَىٰ بِقَلْبِهِ مِنَ التَّذَكُّرِ أَوْ بِلِسَانِهِ مِنَ الذِّكْرِ يَعْنِي اللَّهُ تَعَالَىٰ كَوَدُلٍ مِّمَّنْ يَدُكِيَا زَبَانَ سَعْدِ كَرِيَا - خَلُوتِ كِي قِيدِ اس لِيْءِ هِي كِي تَنَهَائِي مِي رِيَاءِ سَعْدِ حَفَاطَتِ رَهْتِي هِي -

امام بیہقی کی روایت سے خلوت سے مراد غیر اللہ سے عدم التفات ہے یعنی ”ظہارۃ الأسرار من دنس الأغیار“ باطن کا غیر اللہ کی نجاست سے پاک ہونا۔ کذا فی الروح۔

اور عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت و حماد بن زید کی روایت سے خلوت حسیہ مراد ہے۔ ”أَمَىٰ فِي مَوْضِعِ خَالٍ وَهِيَ أَصْحَحُ“ یعنی تنہائی میں آنسو کا نکلنا صحیح ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ”ذَكَرَ اللَّهُ بَيْنَ يَدَيْهِ“ ہے اور عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ روایت میں ”ذَكَرَ اللَّهُ فِي خَلَاءٍ“ ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قول راجح یہی ہے کہ یہ فضیلت مذکورہ تنہائی میں رونے پر ہے۔

(فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ) أَمَىٰ فَاضَتْ الدُّمُوعُ مِنْ عَيْنَيْهِ... وَقَالَ الْقَارِي رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الْمِرْقَاةِ: أَوْ مِنْ أَحَدِهِمَا يَعْنِي اس كِي دُونُوں آنكھوں سِي يَا اِيك آنكھ سِي آنسو نكل پڑیں اور آنكھوں كِي طرف بھننے كِي نسبت مجاز مرسل هِي جس كا نام ”تَسْبِيَةُ الْمَحَلِّ بِاسْمِ الْحَالِ“ جيسے نہر جاری هِي حالانكہ پانی جاری هِي۔

یہ آنسو اگر مراقبہ اوصافِ جلال سے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خشیت سے ہیں اور اگر مراقبہ اوصافِ جمال سے ہیں تو یہ رونا غلبہ شوق سے ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایت حماد بن زید میں ”فَفَاضَتْ



عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ“ ہے اور اسی طرح روایت بیہقی میں ہے اور حاکم کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس طرح مروی ہے ”مَنْ ذَكَرَ اللَّهَ فَمَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يُصِيبَ الْأَرْضَ مِنْ دُمُوعِهِ لَمْ يُعَذَّبْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ یعنی جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑیں اللہ کے خوف سے یہاں تک کہ زمین پر اس کے آنسو پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عذاب نہ دیں گے۔

### ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت پر ایک چڑیا دیکھی تو فرمایا ”طُوبَى لِكَ يَا طَيْرُ“ مبارک ہو اے چڑیا! تجھ کو کہ تو درختوں پر پھرتی ہے اور درختوں کا پھل کھاتی ہے۔ ”وَتَصِيرُ إِلَى غَيْرِ حِسَابٍ“ اور تیرا کوئی حساب بھی نہیں ہے۔ (کنز العمال، جلد: ۳، صفحہ: ۷۱۰)

### حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خشیت

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کہ کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ اے کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اے کاش! میرا وجود نہ ہوتا۔ اے کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ کاش! میں نَسِيًا مَنَسِيًا ہوتا۔ (کنز العمال، جلد: ۱۲، صفحہ: ۶۱۹)

### حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

((مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْكِيَ فَلْيَبْكِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ

فَلْيَتَّبَكَ يَعْنِي التَّضَرُّعُ))

(کنز العمال، ج: ۳، ص: ۷۰۷)

تَرْجَمًا: یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر رونے



کی استطاعت ہو تو رونا چاہیے اور اگر نہ رو سکے تو رونے والوں کی شکل بنالے۔  
یعنی تضرع کرے۔

## حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

((عَنْ عَلِيٍّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: إِذَا بَكَى أَحَدُكُمْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ فَلَا يَمْسُحْ دُمُوعَهُ، وَلْيَدْعُهَا تَسْبِيلُ عَلِيٍّ خَدَّيْهِ يَلْقَى اللَّهَ بِهَا))

(کنز العمال، ج: ۳، ص: ۷۰۸)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی اللہ کے خوف سے روئے پس اپنے آنسوؤں کو نہ پونچھے اور چھوڑ دے ان آنسوؤں کو کہ چہرے پر بہتے رہیں تو اللہ تعالیٰ سے اسی حالت میں ملے گا۔

## حکایت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے بعد سجدہ میں تمام رات یہ شعر پڑھتے تھے اور رویا کرتے تھے۔

اے خدا میں بندہ را رسوا مکن

گر بدم من سر من پیدا مکن

ترجمہ: اے خدا! اس بندہ کو رسوا نہ فرما۔ اگرچہ میں سراپا برا ہوں لیکن آپ میرا عیب مخلوق پر ظاہر نہ فرمائیے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب اس طرح روتے تھے کہ سننے والوں کا کلیجہ پھٹتا تھا۔ اتنا رونے کے باوجود اس رونے کو کم سمجھتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔



روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر  
 روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم تر نہیں  
 اور یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں  
 گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم  
 اور فرماتے تھے کہ نالے تو سب ہی وہاں پہنچتے ہیں۔ پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی  
 نالہ قبول ہو جائے تو کام بن جائے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ  
 فرماتے ہیں۔

چوں بگریم خلقہا گریاں شوند  
 چوں بنالم چرخ نالہ خواں شوند  
 ترجمہ: جب میں روتا ہوں تو ایک خلق میرے ساتھ روتی ہے اور جب میں  
 نالہ کرتا ہوں تو آسماں میرے نالوں میں شریک ہوتے ہیں۔

### ایک صحابی کا واقعہ

ایک انصاری نے تہجد پڑھی اور پھر بیٹھ کر بہت روئے۔ کہتے تھے اللہ  
 ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
 کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا۔

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم  
 اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم  
 حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا نہایت عمدہ شعر یاد آیا۔  
 تسلی ہم گنہگاروں کو حاصل ہوگئی احمد  
 بھادیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے



فیضانِ محبت ہے یہ فیضانِ محبت  
 اب میں ہوں تر یاد ہے اور دیدہ تر ہے  
**فائدہ:** بعض وقت اہل اللہ ہنستے بھی ہیں اور مزاح بھی کر لیتے ہیں لیکن اس  
 وقت بھی ان کا قلب اللہ کے درِ محبت سے غافل نہیں ہوتا۔ خواجہ صاحب رحمۃ  
 اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لبوں پہ ہے گوہنسی بھی ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے  
 مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے  
 اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔  
 اس راز کی کسی کو بھی مطلق خبر نہیں  
 دل رو رہا ہے میرا مگر آنکھ تر نہیں  
 جب میں ہوں ان کے ذکر کی دولت سے مالا مال  
 کیوں غم ہو اپنے پاس جو لعل و گہر نہیں  
 اللہ کے نزدیک دو محبوب قطرے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں  
 سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو۔  
 دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ (الترغیب والترہیب، جلد: ۳، کتاب الجہاد)  
 مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید  
 اشک را در وزن باخونِ شہید

ترجمہ: حق تعالیٰ گنہگاروں کے اشکِ ندامت کو اور شہیدوں کے خون کو  
 وزن میں برابر رکھتے ہیں۔

کیا ہی اچھا شعر کسی نے کہا ہے۔



اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے  
اک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

### بے حساب مغفرت کی تدبیر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بغیر حساب کتاب جنت  
میں داخل ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے۔  
(حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم للشیخ)

### حضرت کعب احبار کا ارشاد

حضرت کعب احبار کہتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں  
میری جان ہے، اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے  
لگیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں۔

(بحوالہ بالا)

تابِ نظر نہیں تھی کسی شیخ و شتاب میں  
ان کی جھلک بھی تھی میری چشم پر آب میں  
راقم الحروف احقر کے وہ چند اشعار جو اس موضوع سے متعلق ہیں۔  
پھر نعرہ مستانہ ہاں اے دل دیوانہ  
زنجیرِ علائق پر پھر ضرب ہو رندانہ  
پھر اشکِ بداماں ہو پھر چاک گریباں ہو  
پھر صحرا نوردی کا دھرا کوئی افسانہ  
مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا  
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا



یہی عاشقوں کا شیوہ یہی عاشقوں کی عادت  
 کبھی گریہ و بکا ہے کبھی آہِ سرد بھرنا  
 یہ تری عطا ہے یارب یہ ہے تیرا جذبِ پنہاں  
 مرا نالہِ ندامت ترے سنگِ در پہ کرنا  
 مرا ہر خطا پہ رونا ہے یہی مری تلافی  
 تری رحمتوں کا صدقہ مرا جرمِ عفو کرنا  
 مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب  
 ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا  
 تری شانِ جذب ہے یہ تری بندہ پروری ہے  
 مرے جان و دل کا تجھ کو ہمہ وقت یاد کرنا  
 کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر  
 اسے آ گیا ہے جینا اسے آ گیا ہے مرنا

اے اشکِ ندامت میں ترے فیض پہ قرباں  
 برسا ہے جو عاصی پر یہ رحمت کا خزینہ  
 بہہ رہے ہیں اشکِ آنکھوں سے لہو کے رنگ میں  
 اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

سَهْرُ الْعُيُونِ لِغَيْرٍ وَجْهَكَ ضَائِعٌ  
 وَبُكَاءُهُنَّ لِغَيْرٍ فَقْدِكَ بَاطِلٌ

ترجمہ: اے اللہ! تیرے غیر کے لیے آنکھوں کا جاگنا وقت کو ضائع کرنا ہے  
 اور تیرے غیر کے لیے رونا آنسوؤں کو باطل کرنا ہے۔



## بیان نالہ گنہگاراں

از مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ

چوں بر آرد از پشیمانی حنین

عرش لرزد از این المذنبین

ترجمہ: جب گنہگار بندے اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری اور آہ و نالہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا عرش غلبہ رحمت سے لرزنے لگتا ہے۔

ہم چینیں لرزد کہ مادر برولد

دست شاں گیرد و بالامی کشد

ترجمہ: جس طرح کہ ماں کا دل اپنے بچے کے رونے سے غلبہ شفقت و محبت

سے کانپنے لگتا ہے اور دوڑ کر بچے کو گود میں لے لیتی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ اپنے

گنہگار بندوں کی توبہ و استغفار پر رحم فرما کر نہ صرف یہ کہ ان کی خطائیں معاف

فرمادیتے ہیں بلکہ اپنا مقرب اور محبوب بھی بنا لیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری

تعالیٰ ہے: "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ" اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے

ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

از چینیں محسن نشاید نا امید

دست در فتراک این رحمت زنید

ترجمہ: پس گنہگاروں کو ایسے محسن مالک سے نا امید نہ ہونا چاہیے بلکہ توبہ کے

ذریعہ اپنے ہاتھوں سے حق تعالیٰ کے دامن رحمت کو مضبوط پکڑ لینا چاہیے۔

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ گنہگار یا خدا!

یا خدا! کر کے استغفار کرتا ہے اور اس کا آہ و نالہ اور اس کے اخلاص کا دھواں

آسمان تک جاتا ہے بلکہ گنہگاروں کے نالوں کی خوشبو آسمانوں کو پار کر کے عرش

تک پہنچتی ہے تو اس وقت فرشتے اللہ تعالیٰ سے سفارش کرتے ہیں کہ اے خدا!



آپ کا بندہ مؤمن تضرع کر رہا ہے اور آپ کے علاوہ کسی کو اپنا سہارا نہیں سمجھتا۔ آپ تو بیگانوں کو عطا فرماتے ہیں اس گنہگار پر اپنی رحمت نازل فرمادیجیے اور اس کے آہ و نالوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمادیجیے اور جو حاجت یہ پیش کر رہا ہے اس کو پورا فرمادیجیے۔ اور اے قاضی الحاجات! اس کی عطا میں تاخیر نہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جواب دیتے ہیں۔

نالہ مؤمن ہی داریم دوست

گو تضرع کن کہ اس اعزازِ اوست

ترجمہ: ہم مؤمن کے نالہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس سے کہو کہ وہ آہ و زاری میں مشغول رہے۔ یہی اس کا اعزاز ہے یہ تاخیر عطا عین یاری ہے نہ کہ اس کی خواری۔ اس غافل بندے کو یہی حاجت میرے پاس لائی ہے اور اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑے ہوئے میری چوکھٹ تک گھسیٹ کر لائی ہے۔ اگر میں اس کی حاجت کو جلد پورا کر دوں گا تو پھر یہ غفلت کے لہو و لعب میں غرق ہو جائے گا۔

خوش ہی آید مرا آواز او

والِ خدایا گفتنِ وَاں راز او

ترجمہ: اس بندہ کی گریہ و زاری مجھے بہت بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کا یا خدا! کہنا اور اس کا راز و نیاز مجھے بہت پسند آتا ہے۔ طوطی اور بلبل کو اس کی خوش آوازی کے سبب قفس میں بند کرتے ہیں۔ اُلُو اور کوئے کو قفس میں کب بند کیا جاتا ہے۔ یہ جہاں مؤمن کے لیے عارضی قید خانہ ہے اور کافر کے لیے عارضی جنت ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دعا کی قبولیت میں کبھی

تاخیر ہو تو نا اُمید نہ ہونا چاہیے۔ اور دعا جاری رکھنا چاہیے کہ اس بہانہ سے مؤمن



کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف بہت دن تک حاصل رہتا ہے۔ جیسا کہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

امید نہ برآنا امید برآنا ہے  
یہ عرضِ مسلسل کا کیا خوب بہانہ ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ندامت کے آنسوؤں سے اور استغفار و توبہ کی برکتوں سے بندہ بہت جلد اللہ تعالیٰ کے قرب خاص سے نوازا جاتا ہے۔

نومید ہم مباحش کہ رندانِ بادہ نوش  
ناگہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہونا چاہیے کہ گنہگار اپنے نالوں اور اشکِ ندامت سے ایک ہی پرواز میں قرب کی اس منزل تک پہنچ جاتا ہے کہ زاہدانِ خشک تو کیا اس قربِ توبہ و ندامت کے مقام سے ملائک بھی بے خبر ہیں۔  
حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی مضمون کو اپنے اس شعر میں بیان فرماتے ہیں۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے  
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

اسی کو حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مرکبِ توبہ عجائبِ مرکبِ است  
بر فلک تازد بیک لحظ ز پست

ترجمہ: توبہ کی سواری عجیب و غریب سواری ہے جو گنہگاروں کو گناہوں کی ظلمت اور پستی سے نکال کر سیکنڈوں میں عالمِ قرب اور عالمِ انوارِ حق میں پہنچاتی ہے اور فجارِ ابرار بن جاتے ہیں اور گنہگار کا تاریک عالم، عالمِ انوار سے تبدیل



ہو جاتا ہے۔

حضرت پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم

آنوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اشکبار آنکھیں اور خشیت والادل عطا فرمائیں اور اس مقالہ

کو شرف قبول عطا فرمائیں اور اس کا نفع اپنے بندوں کے لیے عام و تمام فرمائیں

اور اس ناکارہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں، آمین۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ - ۲۹ ستمبر ۱۹۸۵ء

## اسمِ اعظم کی تحقیق

قرآن و حدیث کی روشنی میں

**نوٹ:** اسمِ اعظم کے ذریعہ جو بھی دعا مانگی جائے فوراً قبول ہوتی ہے۔

(۱)... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لَقَدْ قَالَ اللَّهُ يَا رَبِّ بَانِي

الشَّيْخُ السَّيِّدُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلَانِي: اَلِاسْمُ الْاَعْظَمُ هُوَ اللّٰهُ بِشَرْطِ اَنْ

تَقُوْلَ: اللّٰهُ، وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ سِوَى اللّٰهِ" یعنی فرمایا قطب ربانی حضرت شیخ

عبد القادر جیلانی نے کہ اسمِ اعظم اللہ ہی ہے بشرطیکہ تو اللہ اس طرح کہے کہ قلب

غیر اللہ سے خالی ہو۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۱، صفحہ: ۷۵)

جیسا کہ بزرگ شاعر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دل مرا ہو جائے بے اک میدان ہو

تو ہی تو ہو تو ہی تو تو ہی تو

غیر سے اٹھ جائے بالکل ہی نظر

تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر



اور مرے دل میں بجائے آب و گل

دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

یہ اشعار خواجہ صاحب حالتِ ذکر میں نہایت کیف کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ تمام موجودات کی فنایت کے استحضار کے ساتھ یعنی تمام موجودات کو کالمعدوم سمجھتے ہوئے اللہ کا نام لوجیسا کہ آفتاب کے نکلنے کے بعد ستارے کالمعدوم ہو جاتے ہیں۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

جب مہر نمایاں ہو اسب چھپ گئے تارے

وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں۔

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے

لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

مرضی تری ہر وقت جسے پیش نظر ہے

پھر اس کی زباں پر نہ آگر ہے نہ بگر ہے

یہی حقیقت وحدۃ الوجود کی بھی ہے کہ جب سالک کے قلب میں اللہ کے قرب کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اس سلطانِ حقیقی کی کبریائی اور عظمتوں کا جھنڈا لہرا جاتا ہے تو ساری کائنات اس کی نظر سے گر جاتی ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی

پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے

مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی



حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب کے اس آخری شعر پر فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو میں خواجہ صاحب کو انعام میں دے دیتا۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں  
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں  
ترے جلوؤں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی  
زبان بے نگہ رکھ دی نگاہ بے زباں رکھ دی

(۲) ... ((عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ إِذَا كَرَبَهُ  
أَمْرٌ يَقُولُ: يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ))

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بے چینی و پریشانی ہوتی تھی تو آپ کثرت سے پڑھتے تھے یا حییٰ یا قیوم الخ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۲۲۱ پر ان کلمات کے اندر اثر اسم اعظم کا تحریر فرمایا ہے۔ اور علامہ نووی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ یہی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حاکم اور ابن السنی نے نقل کی ہے اور امام نسائی نے حضرت علی سے مرفوعاً روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ حالت سجدہ میں یا حییٰ یا قیوم کو بار بار پڑھتے تھے۔

(۳) ... ((عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ:

- صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذَا دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ  
”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ“ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ

مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ))

(مشكاة المصابيح)



**ترجمہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جب اپنے رب سے دعا مانگی درآنحالیکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْخ“ نہیں مانگا کسی مؤمن نے اس کلمہ کے ذریعہ کسی حاجت کو مگر اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا۔

**تشریح:** ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاة شرح مشکوٰۃ، جلد: ۵، صفحہ: ۱۰۳ پر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ مؤید ہے ”فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ“ پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پارہ: ۱۷، صفحہ: ۸۵ پر لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْخ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اسی روایت مذکورہ کو تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے: ”أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ ذَالِكَ اسْمُ اللَّهِ تَعَالَى الْأَعْظَمُ“ یعنی یہ آیت مذکورہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور فرماتے ہیں: ”وَقَدْ شَاهَدْتُ أَثَرَ الدُّعَاءِ بِهِ، وَ لِلَّهِ تَعَالَى الْحَمْدُ حِينَ أَمَرَنِي بِذَالِكَ مَنْ أَظُنُّ وَ لَآيَتَهُ، وَ كَانَ قَدْ أَصَابَنِي مِنَ الْبَلَاءِ مَا اللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِهِ، وَ فِي شَرْحِهِ طَوَّلٌ وَأَنْتَ مَلُولٌ“ (روح المعانی، پارہ: ۱۷)

**ترجمہ:** مفسر عظیم علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحقیق میں نے اس کلمہ کے ذریعہ دعا کی قبولیت کے اثر کو خود مشاہدہ کیا اور سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کلمہ سے دعا مانگنے کا حکم مجھے ایک ایسے بزرگ نے کیا جن کو میں اللہ تعالیٰ کا ولی گمان کرتا ہوں اور میں ایک ایسی بلاء میں مبتلا تھا جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ جس کی شرح میں طول ہے اور اے مخاطب تو ملول ہے۔

(۲) ... علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی، پارہ: ۲۷، صفحہ: ۹۶



سورۃ القمر میں ”عِنْدَ مَلِيْكَ مُقْتَدِرٍ“ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”وَلِهٰذَيْنِ الْاِسْمَيْنِ الْجَلِيْلَيْنِ شَأْنٌ لِاسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ عَلٰى مَا فِيْ بَعْضِ الْاَثَارِ“ یعنی مَلِيْكَ اور مُقْتَدِرٌ ان دونوں ناموں میں قبولیت دعا کا اثر ہے۔

مَلِيْكَ: اُمِّيْ مَلِيْكَ عَظِيْمِ الْبُلْكِ وَهُوَ صِيْغَةُ مُبَالَغَةٍ يَعْنِي مَلِكٌ عَظِيْمٌ كَمَا

مالک۔

مُقْتَدِرٌ: اُمِّيْ قَادِرٌ عَظِيْمِ الْقُدْرَةِ عَظِيْمِ طَاقَاتٍ وَالْاِقَادِرُ۔

### ایک عجیب واقعہ

”اَخْرَجَ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ:

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، وَاَنَا اَرَى اَنِّيْ اَصْبَحْتُ، فَاِذَا عَلَيَّ لَيْلٌ طَوِيْلٌ، وَلَيْسَ فِيْهِ

اَحَدٌ غَيْرِيْ، فَنِيْتُ فَسَبَعْتُ حَرَكَهٗ خَلْفِيْ، فَفَزِعْتُ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا الْمُبْتَلِيُّ

قَلْبُهُ فَرِقًا، لَا تَفْرُقْ، اَوْ لَا تَفْرَعْ، وَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكَ مُقْتَدِرٌ مَا تَشَاءُ

مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْنُ، ثُمَّ سَلْ مَا بَدَا لَكَ، قَالَ: فَمَا سَأَلْتُ اللهُ شَيْئًا اِلَّا

اسْتَجَابَ لِيْ“ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ تابعی فرماتے ہیں کہ میں

مسجد میں داخل ہوا اور یہ سمجھا کہ صبح ہو گئی ہے لیکن پتہ چلا کہ ابھی بہت رات باقی

ہے اور مسجد میں میرے علاوہ کوئی نہ تھا پس میں سو گیا۔ پس میں نے اپنے پیچھے

کوئی حرکت محسوس کی جس سے میں ڈر گیا۔ ہاتھ غیبی نے کہا کہ اے وہ شخص جس

کا دل خوف سے بھرا ہوا ہے مت ڈر اور پڑھ ”اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكَ مُقْتَدِرٌ مَا

تَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْنُ“ اس کے بعد تجھے جو حاجت بھی ہو اللہ تعالیٰ سے مانگ لے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان ناموں کے

ذریعہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر حضرت سعید بن

مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اپنے لیے یہ دعا مانگی اور



”هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا“ کی سنت ادا کی۔ یعنی جب کسی مقبول بندہ پر کوئی نعمت دیکھے تو اپنے لیے بھی دعا مانگ لے۔ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی عبارت یہ ہے: ”اللَّهُمَّ إِنَّكَ مَلِيكٌ مُّقْتَدِرٌ مَا تَشَاءُ مِنْ أَمْرٍ يَكُونُ، فَأَسْعِدْنِي فِي الدَّارَيْنِ، وَكُنْ لِي، وَلَا تَكُنْ عَلَيَّ، وَأَنْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ، وَأَعِزَّنِي مِنْ هَمِّ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ اے اللہ! آپ مالک اور مقتدر (مالک عظیم الملک اور قادر عظیم القدرت) ہیں۔ آپ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ پس دونوں جہان میں مجھ کو نیک بخت بنا دیجیے اور آپ میرے خاص ہو جائیے اور آپ میرے خلاف نہ ہوں اور میری مدد فرمائیے۔ آپ ان لوگوں پر جو مجھ پر ظلم و زیادتی کریں اور پناہ نصیب فرمائیے قرض کے غم سے اور لوگوں کے غلبہ پالینے سے اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے اور اے اللہ! رحمت اور سلام نازل فرما ہمارے آقا اور سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے خاص ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں اسم اعظم ملیک اور مقتدر کے صدقہ میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعا ہم سب کے لیے بھی قبول فرمادیں۔ آمین۔

(۵) ... کلمات مندرجہ ذیل وہ اسم اعظم ہے کہ جس کے اسم اعظم ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی، سورۃ الرحمن، پارہ: ۲۷، صفحہ: ۱۱۰ پر یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ کی تفسیر فرماتے ہوئے بروایت ترمذی و ابوداؤد و نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

((عَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ



وَسَلَّمَ - وَرَجُلٌ يُصَلِّي، ثُمَّ دَعَا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ  
لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْبَنَّانُ بَدِیْعُ السَّنُوْبِ وَالْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ يَا حَىُّ  
يَا قِیُّوْمُ، فَقَالَ - صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لِاصْحَابِهِ، اَتَدْرُوْنَ بِمَا دَعَا؟  
قَالُوْا: اللهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ لَقَدْ دَعَا اللهُ بِاسْمِهِ  
الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِيَ بِهِ اَجَابَتْ وَاِذَا سُئِلَ بِهِ اَعْطِيَ))

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ (حضرت انس رضی اللہ  
عنہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ پھر اس  
نے دعا کی اور کہا ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْخ“ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ!  
میں آپ سے سوال کرتا ہوں بوجہ اس کے کہ تمام تعریفیں صرف آپ ہی کے  
لیے ہیں، نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے، آپ بہت احسان کرنے والے  
ہیں، خالق ہیں آسمان و زمین کے، ذوالجلال والا کرام ہیں یعنی تمام موجودات  
سے مطلق مستغنی اور تمام مخلوقات پر فضل تام فرمانے والے ہیں۔ اے حقیقی  
زندہ! اے سنبھالنے والے!) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کیا  
جانتے ہو اس شخص نے کن کلمات کے ذریعہ دعا مانگی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ  
اللہ ورسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے  
قبضہ میں میری جان ہے، تحقیق اس شخص نے دعا کی ہے اللہ کے اس اسم اعظم  
کے ساتھ کہ جس کے ذریعہ جب بھی دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں  
اور اس کے ذریعہ جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

ذُو الْجَلَالِ: اُنِّیْ صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُبْتَطِقِ۔ یعنی وہ ذات جو تمام موجودات  
سے مطلق مستغنی ہو۔

وَالْاِکْرَامِ: اُنِّیْ صَاحِبُ الْفَضْلِ التَّامِ۔ یعنی وہ ذات جو تمام موجودات و  
مخلوقات پر فضل تام فرمانے والی ہو۔ (کذافی الروح)



(۶) ... علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ اخلاص کی تفسیر کرتے ہوئے پارہ: ۳۰، صفحہ: ۲۶۷ پر یہ حدیث نقل فرمائی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے اسم اعظم ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی ہے:

((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - سَمِعَ رَجُلًا يَدْعُو، وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ، وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ: - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ سَأَلَ اللَّهُ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ))

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْخ“ (اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی اللہ ہیں۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے آپ کے۔ آپ وہ ذات ہیں جو ایک ہے اور بے نیاز ہے اور جس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور ہر کوئی اس کے برابر ہے۔) پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تحقیق اس شخص نے اللہ سے سوال کیا اللہ کے اُس اسم اعظم کے ذریعہ سے کہ جب بھی اس کے ذریعہ دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالتے ہیں، اور جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمادیتے ہیں۔

### صمد کی تعریف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صمد کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے: ”الْمُسْتَعْنَى عَنْ كُلِّ أَحَدٍ وَالْمُحْتَاجُ إِلَيْهِ كُلِّ أَحَدٍ“ صمد وہ ذات ہے جو ہر ایک سے مستغنی ہو اور ہر ایک اس ذات کا محتاج ہو۔

(روح المعانی، پارہ: ۳۰، سورہ اخلاص)



حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار  
 کسی کی یاد میں اب آنکھ میری پرنم ہے  
 کسی کا نام مرے زخمِ دل کا مرہم ہے  
 ضرور لے کے ہم اٹھیں گے گو ہر مقصود  
 کہ آستانِ کرم پہ ہمارا سر خم ہے  
 خوشی ہے ان کی خوشی ان کا غم مرا غم ہے  
 بہ فیضِ عشقِ مرے دل کا اب یہ عالم ہے  
 خلوصِ دل سے پکارے اگر کوئی ان کو  
 ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسمِ اعظم ہے

(عرفانِ محبت، صفحہ: ۹۶)

(۷) ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں اسمِ اعظم ہے:

{وَالْهُكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝}

[سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۶۳]

{الْم ۝ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝}

[سورہ آل عمران آیت: ۱-۲]

(مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۰۰)

(۸) ... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورۃ حشر کی آخری آیات میں  
 اسمِ اعظم ہے: ”وَقَدْ قَالُوا: أَخِرُ سُورَةِ الْحَشْرِ مُشْتَبِلٌ عَلَى اسْمِ اللَّهِ  
 الْأَعْظَمِ“ (مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۵، صفحہ: ۷۹)

قبولیتِ دعا کی عظیم الشان تدبیر

علامہ شامی ابن عابدین رحمہ اللہ شامی، جلد: ۱، صفحہ: ۸۳ (منطبوہ)

کوئٹہ، پاکستان) پر تحریر فرماتے ہیں: ”إِنَّ تَقْدِيمَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ - صَلَّى



اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى الدُّعَاءِ أَقْرَبُ إِلَى الْإِجَابَةِ لِمَا بَعْدَهَا مِنَ الدُّعَاءِ؛  
فَإِنَّ الْكَرِيمَ لَا يَسْتَجِيبُ بَعْضَ الدُّعَاءِ وَيَرُدُّ بَعْضَهُ“ دعا سے پہلے درود  
شریف پڑھنے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ کریم کی شان سے یہ بعید ہے کہ  
دعا کے بعض حصہ کو قبول کر لے اور بعض کو رد کر دے۔

الشیخ ابواسحاق الشاطبی فرماتے ہیں کہ: ”الصَّلَاةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مُجَابَةٌ عَلَى الْقَطْعِ، فَإِذَا اقْتَرَنَ بِهَا السُّؤَالُ شَفَعَتْ  
بِفَضْلِ اللَّهِ تَعَالَى فِيهِ، فَقَبِلَ“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اللہ  
تعالیٰ کے یہاں قطعی قبول ہے۔ پس جب کوئی دعا اس مقبول عمل کے ساتھ متصل  
ہو جاتی ہے تو یہ درود شریف اس شخص کی حاجت کے بارے میں شفاعت کرتا  
ہے، پس وہ درخواست مقبول ہو جاتی ہے۔

شیخ ابوسلیمان درانی فرماتے ہیں کہ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْأَلَ اللَّهَ حَاجَتَهُ  
فَلْيُكْثِرْ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ثُمَّ يَسْأَلُ اللَّهَ حَاجَتَهُ،  
وَلْيَخْتِمَ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ  
الصَّلَاتَيْنِ وَهُوَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَدَّعَى مَا بَيْنَهُمَا“ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اللہ  
تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے، اس کو چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر  
درود کی کثرت کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور آخر میں پھر  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے کیونکہ اللہ تعالیٰ اول و آخر کے دونوں درود کو  
قبول فرماتے ہیں اور اس کریم سے یہ بعید ہے کہ اول و آخر کے درود کو قبول  
فرمائیں اور درمیان کی دعا کو رد کر دیں۔

نیز ابوسلیمان درانی آگے چل کر فرماتے ہیں کہ: ”كُلُّ الْأَعْمَالِ فِيهَا  
الْمَقْبُولُ وَالْمَرْدُودُ إِلَّا الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِنَّهَا  
مَقْبُولَةٌ غَيْرُ مَرْدُودَةٍ“ یعنی ہر اعمال میں ارکان ہوتا ہے کہ وہ مقبول ہوں یا



غیر مقبول ہوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا تحقیق کہ یہ عمل مقبول ہے کبھی غیر مقبول نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ”إِذَا دَعَوْتَ اللَّهَ. عَزَّ وَجَلَّ. فَاجْعَلْ فِي دُعَائِكَ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَإِنَّ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ مَقْبُولَةٌ وَاللَّهُ. سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى. أَكْرَمُ مَنْ أَنْ يَقْبَلَ بَعْضًا وَيُرَدَّ بَعْضًا“ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اپنی دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا عند اللہ مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بعید ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول فرمائیں اور بعض کو رد کر دیں۔

درود شریف کی قبولیت کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صیغہ مضارع کے ساتھ جس میں شانِ تجدد استمراری کی ہے اور جملہ اسمیہ کے ساتھ جس میں دوام اور ثبوت ہوتا ہے اور ان کی تاکید ساتھ ارشاد فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ط (الآیة)“ جس سے معلوم ہوا کہ: ”إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ لَا يَزَالُ مُصَلِّيًا عَلَى رَسُولِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -“ یعنی اللہ تعالیٰ ہمہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرماتے رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں پر احسان فرمایا کہ ان درود شریف کا حکم فرمایا تاکہ ان کو الصلوة علی النبی کا شرف اور فضیلت حاصل ہو جائے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف سے دوام انزول رحمت کے سبب تمام ماسوی اللہ کی جانب سے مستغنی ہیں۔

پس مؤمن کا اللہ تعالیٰ سے نزول رحمت کی دعا مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر (یعنی درود شریف پڑھنا) قطعی قبول ہے۔ ”فَاغْتَنِمْ هَذَا التَّحْرِيرَ الْعَظِيمَ الَّذِي هُوَ مِنْ فَيْضِ الْفَتَّاحِ الْعَلِيمِ۔“ (شامی جلد: ۱، صفحہ: ۳۸۴ مطبوعہ کوئٹہ)



ہر پریشانی میں نمازِ حاجت کا معمول بنانا چاہیے

جب کوئی خاص ضرورت پیش آئے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی انسان سے ہو تو سب سے پہلے وضو سنت کے موافق کرے۔ پھر دو رکعت نماز خوب اطمینان سے اور سکون سے پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے۔ پھر درود شریف پڑھے، پھر دعائے ذیل کم از کم ایک مرتبہ یا زیادہ جس قدر پڑھنا چاہے پڑھے اور اپنی خاص حاجت کے لیے دعا کرے:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوَبِّبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدْعُ عَلَيَّ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ“

## حليم و كريم کی تعريف

حليم کے معنی محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائے ہیں ”الَّذِي لَا يُعَجِّلُ بِالْعُقُوبَةِ“ حليم وہ ذات ہے جو سزا میں جلدی نہ کرے اور کریم کی تعريف یہ بیان فرمائی ہے ”الَّذِي يُعْطِي بِغَيْرِ اسْتِحْقَاقٍ وَبِدُونِ الْبِئْتَةِ“ کریم وہ ذات ہے جو بدون استحقاق عطا فرمادے۔ (مرقاۃ، جلد: ۳، صفحہ: ۲۱۲)۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ دعا آپ کی نبوت کی دلیل ہیں کہ جس موقع پر اللہ تعالیٰ کی جس صفت کے ظہور کی ضرورت ہوتی ہے اسی نام سے اللہ کو ادعیہ احادیث میں پکارا گیا ہے۔ اور یہ اذائے بندگی صرف نبی ہی سکھا سکتا ہے۔ پس حليم و كريم ان دونوں ناموں سے گنہگاروں کا حجاب رفع ہو گیا اور امید بندھ گئی کہ خطا کاروں کی دعا بھی ضرور قبول ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نالائقوں کو بھی بدون استحقاق عطا فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ کریم کی تعريف بیان کی گئی۔



**نوٹ:** بہتر یہ ہے کہ نمازِ حاجت پڑھنے سے پہلے دو رکعت نمازِ توبہ کی پڑھ کر گناہوں سے خوب توبہ و استغفار کرے کیونکہ جس کریم سے کوئی نعمت لینا ہوتی ہے پہلے اس کو راضی کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد پھر دو رکعت نمازِ حاجت پڑھ کر مندرج بالا دعا پڑھے اور اپنی حاجت کے لیے دعا کرے۔

### دعا مانگنے کا مسنون طریقہ

سینہ کے سامنے ہاتھ اٹھائیں اور ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہیں کیونکہ دعا کا قبلہ آسمان ہے، دونوں ہاتھوں میں تھوڑا سا فاصلہ ہو۔

(شامی، جلد: ۱، صفحہ: ۴۷۴)

اور دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر مل لیں۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: ۱۹۰)

یہ نیک فال ہے گویا شاہی عطیہ مل گیا اور سر آنکھوں پر رکھ لیا اور سر آنکھوں پر لگا لیا۔ یہ ادائے بندگی عجیب ہے اور کیا ہی محبوب ہے دعا کی ابتداء اپنے نفس سے کریں، پھر والدین کو، پھر تمام مسلمانوں کو شامل کریں۔ (مشکوٰۃ)

اول و آخر درود شریف پڑھنے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے جس کی

تفصیل اوپر گزر چکی۔ (شامی، جلد: ۱، صفحہ: ۳۸۴)

دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر صلوٰۃ حاجت کی دعا پڑھنا بھی جلد

حاجت روائی کا ذریعہ ہے۔ (شامی، جلد: ۱، صفحہ: ۵۰۸)

دعا کا آہستہ مانگنا اور تضرع سے یعنی گڑگڑا کر مانگنا ”أَدْعُوا رَبَّكُمْ

تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ط“ (القرآن)

### چلتے پھرتے نعرہ مغفرت

چلتے پھرتے تھوڑی تھوڑی دیر میں یہ نعرہ ہلکی آواز سے لگا لیا کرے

”يَا حَلِيمُ يَا كَرِيمُ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ“ صفتِ حلیم کی تجلی سے اللہ تعالیٰ کے



عذاب سے ان شاء اللہ محفوظ رہے گا اور صفتِ کریم کی تجلی سے نااہلیت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوگا۔ اور ”وَاسِعُ الْبَغْفِرَةِ“ کی صفت کے ظہور سے ہماری محدود خطاؤں پر ان کی غیر محدود شانِ مغفرت کا ظہور اس طرح گناہوں کو اڑادے گا جیسے تھوڑا سا بارود پہاڑوں کو اڑا دیتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تیرا اک جھونکا نسیم لطف کا  
دم کے دم میں کرنے ان سب کو ہوا  
یہ جو کھڑا پہاڑ ہے سر پہ مرے گناہ کا  
وہ جو اگر کرم کریں ہے مری اک آہ کا

گنہگاروں کے دعا مانگنے میں حجاب اور اس کا علاج

بعض لوگ غالب کا یہ شعر پڑھتے ہیں۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب  
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس شعر نے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیا اور وہ مایوس ہو گئے کہ جب ہم سے ایسے بڑے بڑے گناہ ہو گئے تو اب کس منہ سے کعبہ جائیں کہ اب توبہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے، یہ سخت نادانی ہے کیونکہ حیا کی حقیقت ہے کہ ”اِنَّ مَوْلَاكَ لَا يَرَاكَ حَيْثُ نَهَاكَ“ (کذابی المرقاة، جلد ۱، صفحہ: ۷۰)

حیا یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے اس حالت میں نہ دیکھے جس سے تجھے اس نے منع کیا ہے۔ یہ نادانی قابلِ تعجب ہے کہ گناہ کے وقت تو حیا نہ آئی اور اب توبہ کرتے ہوئے حیا آرہی ہے۔ یعنی جہاں حیا آنی چاہیے تھی وہاں تو نہ آئی اور جہاں نہیں آنی چاہیے تھی وہاں حیا آرہی ہے حالانکہ حالتِ توبہ میں بندوں کو دیکھنا حق تعالیٰ کو محبوب ہے۔ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں: ”اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ



التَّوَابِينَ“ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ نے غالب کے اس شعر کی اصلاح فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا  
شرم کو خاک میں ملاؤں گا  
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا  
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وہ دعا جس کو

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سکھایا تھا

تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اور ”لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْنَكُمُ الْيَوْمَ“ کا اعلان کر دیا تو بھائیوں نے کہا کہ اے ابا جان! اور اے ہمارے بھائی! آپ لوگوں نے تو معاف کر دیا، لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو معاف نہ فرمایا تو آپ حضرات کا عفو ہم کو کچھ مفید نہ ہوگا۔ اس لیے آپ حضرات اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ ہماری خطاؤں کی معافی بذریعہ وحی نازل فرمادیں چونکہ انبیاء علیہم السلام رحمہم البریہ یعنی ارحم الخلاق ہوتے ہیں، اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ”سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔“ عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا، بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں



فرماتے ہیں کہ سوف تاخیر کے لیے آتا ہے، پس وقت قبولیت یعنی تہجد کے وقت کا انتظار فرمایا۔ حضرت آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”فَقَامَ الشَّيْخُ عَلَيْهِ السَّلَامُ - فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَقَامَ يُوسُفُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - خَلْفَهُ، وَقَامُوا خَلْفَهَا أَذِلَّةً خَاشِعِينَ، فَدَعَا، وَأَمَّنْ يُوسُفُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ -“  
پس حضرت یعقوب علیہ السلام آگے قبلہ رو دعا کے لیے کھڑے ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پیچھے اور ان کے پیچھے سب بھائی کھڑے ہوئے اور نہایت ذلت اور خشوع کے ساتھ دعا کی لیکن بیس سال تک دعا قبول نہ ہوئی۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ دعا سکھائی:

يَا رَجَاءَ الْبُؤْمِنِينَ لَا تَقْطَعْ رَجَاءَنَا

يَا غِيَاثَ الْبُؤْمِنِينَ اغْنِنَا

يَا مُعِينَ الْبُؤْمِنِينَ اَعِنَّا

يَا مُجِيبَ التَّوَابِينَ تُبِّ عَلَيْنَا

یہ دعائیں جب بوقت سحر کیں تو توبہ قبول ہوگئی۔ (روح المعانی، پارہ: ۱۳، صفحہ: ۵۶)

تَرْجَمْنَا: اے ایمان والوں کی اُمید! ہماری امیدوں کو قطع نہ فرمائیے۔ اے ایمان والوں کے فریادرس! ہماری فریاد کو سن لیجیے۔ اے ایمان والوں کے مددگار! ہماری مدد کیجیے۔ اے توبہ کرنے والوں سے محبت کرنے والے! ہمارے اوپر توجہ فرمائیے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پورے مضمون کو شرف قبول عطا فرما کر امت مسلمہ کے لیے اس کا نفع عام و تمام فرمائیں، آمین۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۸ / محرم الحرام ۱۴۰۶ھ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

## بزم اشرف کا چراغ

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارقی رحمۃ اللہ علیہ  
خلیفہ اجل حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ  
زمیں کھائی آسماں کیسے کیسے

مقام عارف باللہ

اے خیالی دوست اے بیگانہ ساز ماسوا  
اس بھری محفل میں تو نے مجھ کو تنہا کر دیا

(عارقی)

حضرت عارف باللہ کا یہ شعر آپ کے مقام تعلق مع اللہ کا غماز ہے۔

بقول حضرت اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ

اصغر سے ملے لیکن اصغر کو نہیں دیکھا  
سنتے ہیں کہ کچھ کچھ وہ شعروں میں نمایاں ہے

## مقام تبئیل کی تفسیر

خلق سے انقطاع تعلق یعنی مقام تبئیل کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ تعلقات

ضروریہ سے کنارہ کش اور حقوق واجبہ مخلوقات سے دستبردار ہو جائے۔ یہ راہبانہ

تصوف محض جاہلانہ ہے۔ حضرت حکم الامت مجدد الملت نے بیان القرآن میں

مقام تبئیل کی جو تفسیر تحریر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ”تبئیل نام ہے تعلقات ماسوی

اللہ پر اللہ تعالیٰ کا تعلق غالب ہو جائے۔ جیسا کہ جگر صاحب فرماتے ہیں۔



میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر  
 وہ مجھ پر چھاگئے میں زمانہ پہ چھا گیا  
 اور اصغر گونڈوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔  
 اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں  
 محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

### حسنِ اخلاق کی تعریف

”مُدَارَاةُ الْخَلْقِ مَعَ مَرَاعَاةِ الْحَقِّ“

(مرقاۃ المفاتیح)

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت حکیم الامت  
 مجدد الملت رحمۃ اللہ علیہ کی تیس سالہ صحبت کے فیضان سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا  
 ایسا ہی غلبہ تھا۔ اس نسبت مع اللہ کی برکت سے حضرت خلق خدا پر جہاں سراپا  
 شفیق اور محسن تھے وہاں اتنا ہی درجہ اپنے معمولات خلوت پر جبلِ استقامت  
 تھے۔ حضرت کی مجلس میں یہ بات محسوس ہوتی تھی کہ آپ بیک وقت حقوقِ خلق  
 اور حقوقِ خالق کا پورا پورا استحضار رکھتے تھے۔ احباب کے ساتھ شفقت اور  
 رحمت کا ایسا رنگ تھا جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ سے  
 ملتا جلتا تھا۔ جیسا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ  
 اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب سراپا رحمت و  
 شفقت تھے، خفا ہونا اور ڈانٹنا تو جانتے ہی نہ تھے لیکن آپ کا فیض عام اور تمام  
 تھا۔ آپ کے فیضانِ صحبت سے کوئی محروم نہ ہوتا تھا۔

علماء عصر کا رجوع جس طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی  
 طرف ہوا تقریباً اسی طرح پاکستان کے جلیل القدر علماء کافی تعداد میں اصلاح و  
 تربیت کے لیے آپ سے منسلک تھے۔ حضرت نے کبھی اپنے کو مخدوم نہیں سمجھا



اور ارشاد فرمایا کہ سدا جازت دراصل سدا خادمیت ہے، سدا مخدومیت نہیں اور فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں رہنما ہوں مگر بھائی ایک شعر سنو۔  
ہم سفر مجھ کو سمجھتا تھا کہ میں ہوں رہنما  
اور خود اس کے سہارے پر چلا جاتا ہوں میں  
(عارفی)

## روحانی طاقت کا استعمال نفس کے ساتھ جہاد میں ہے

حضرت فرماتے تھے کہ نوافل اور اذکار اور اوراد سے قلب میں جو انوار پیدا ہوتے ہیں اسے ایک روحانی طاقت پیدا ہوتی ہے لیکن اس طاقت کا استعمال بارگاہِ خلوتِ حق میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا، بے جا غصہ کو ضبط کرنا، بد نظری سے آنکھوں کو محفوظ رکھنا، مخلوق کی خطاؤں کو معاف کرنا، شہوت اور غضب سے مغلوب نہ ہونا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، انتقام نہ لینا، اپنے کو مخلوق کا خادم سمجھنا، اکرام مؤمن کرنا، اپنے کو بڑا نہ سمجھنا وغیرہ وغیرہ میں ہے۔ اگر خلوت میں ذاکر و شاغل ہے اور مخلوق خدا پر ظالم اور مغلوب الغضب ہے تو اس شخص نے روحانی طاقت کا صحیح استعمال نہیں کیا۔

## شانِ رحمتِ حق

حضرت عارف باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پوری کراچی کا پیشاب پاخانہ سمندر میں گرتا ہے اور سمندر کی ایک موج سب پاک کر دیتی ہے۔ پس اپنے معاصی کی غلاظتوں اور نجاستوں سے مایوس نہ ہونا چاہیے، دل سے توبہ و استغفار، ندامت اور اشکبار آنکھوں سے کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے غیر محدود سمندر کی ایک موج ہماری مغفرت کے لیے کافی ہے اور فرماتے کہ اگر گناہ تم سے نہیں چھوٹتے تو استغفار و توبہ کا سلسلہ مت چھوڑو۔



## شیطان محبت سے محروم تھا

حضرت فرماتے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیطان کے اندر تین عین تھے عارف، عابد، عالم مگر عاشق کا عین نہ تھا، اس لیے برباد ہو گیا۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ چوتھا عین عاشق کا نہ ہونے سے اس کا عین غین ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بڑی نعمت ہے جو اہل محبت ہی کی صحبت سے عطا ہوتی ہے۔ عابد ہونا تو ظاہر ہی ہے کہ ہزاروں سال عبادت کی تھی، عالم ہونا بھی ظاہر ہے کہ تمام نبیوں کی شریعتوں کی جزئیات و کلیات سے باخبر ہے اور عارف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عین عتاب کے وقت اس نے مہلت حیات مانگی کیونکہ جانتا تھا اللہ تعالیٰ تاثرات سے پاک ہیں۔

## کیا سلوک صرف بزرگوں کی نظر سے تکمیل پاتا ہے؟

ایک دفعہ فرمایا کہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سے جو

عرض کیا تھا

آیا بود کہ گوشہ چشمی بما کند

یعنی کیا ممکن ہے کہ میرے اوپر آپ ایک نگاہ کرم ڈال دیں تو کیا اس آرزو سے تکمیل سلوک ہوگئی تھی؟ اس کا جواب حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے شعر میں دیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے

کیما ایست عجب بندگی پیر مغاں

خاک و اگشتم و چندیں در جاتم داوند

یعنی شیخ کی صحبت میں رہ کر اس کے مشوروں کے مطابق ذکر و شغل کرنا اور نفس کے رذائل کی اصلاح کرنا اور عجب و کبر کو خاک میں ملانے سے سلوک کی تکمیل ہوتی ہے۔ ایک بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ والوں



سے راہ ورسم پیدا کرو، پھر یہ شعر فرمایا

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ

ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور اس کے بعد یہ شعر پڑھا

انہیں کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے

وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

### ہر پریشانی کا علاج

فرمایا کہ اگر کوئی سخت مرض یا پریشانی ہو تو پانچ سو بار یا اَزْحَمِ

الرَّاحِمِينَ پڑھ کر دعا کرنا چاہیے۔

### علاج بلا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک سخت بلا آنے والی ہے یعنی

آسمان سے چاند گاڑی گرنے والی ہے۔ فرمایا کہ ۷۸۶ مرتبہ ”بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اور آیت الکرسی پڑھ کر یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق

کی جان و مال کو اس سے بچالیں اور تمام عالم کے مسلمانوں کے گھروں کا حصار کر لو۔

### تدبیر مغفرت

فرمایا کہ جب خطا ہو جائے فوراً اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہو۔ تمام زندگی

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہتے رہو اور معافی مانگتے رہو اور ”رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ

الرَّاحِمِیْنَ“ کہتے رہو۔ یہ سرکاری مضمون معافی کا ہے۔ ہماری خطائیں محدود

اور ان کی مغفرت لامحدود، استغفار کی طاقت کو معمولی مت سمجھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

آخری عمر میں پاک و صاف ہو کر مرو گے۔ جب ”رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ



الرَّاحِمِينَ“ پڑھو تو یہ تصور کرو کہ غیر محدود مغفرت و رحمت کی ہمارے اوپر بارش ہوگئی اور ہماری سب خطائیں معاف ہو گئیں۔ یہ تریاق ہے گناہ کے زہر کا۔ جب گناہ کا زہر کھایا تو تریاق کھانے میں کیوں دیر کرتے ہو فوراً استغفار کا تریاق کھاؤ۔ یہ ان کا عطا فرمودہ تریاق ہے۔ ان کی طاقت کے سامنے گناہوں کی کیا طاقت ہے۔ استغفار کے بعد اپنی سنسرت ہا سو فیصدرا پیدوار رہنا چاہیے۔

### اتباع سنت کا انعام

فرمایا کہ اتباع سنت کا اہتمام کیا کرو۔ کیا آپ کے باپ دادا میز کرسی پر کھاتے تھے؟ اب کیا ہو گیا ہے کہ آپ کو فرش پر سنت کے مطابق کھانے میں عار ہے؟ محمد علی جناح مرحوم کی انگریزی تقریر سے انگریز بھی شرماتے تھے کہ ہم ایسی نہیں بول سکتے، مگر آخر میں شیروانی پاجامہ ٹوپی پہنتے تھے اور ہمارے نوجوانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوٹ پتلون ٹائی اور ڈاڑھی صاف؟ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں یا عیسائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب قیامت کے دن حاضری دو گے تو کیا پسند کرتے ہو کہ بابو بن کر کوٹ، ٹائی پتلون، ڈاڑھی موچھ صاف، اس طرح سے پیش ہو کر کہو گے کہ یا رسول اللہ! میں آپ کا امتی ہوں۔ ارے کس منہ سے کہو گے۔ جلدی اصلاح کر لو اور فرمایا کہ کھانے پینے، سونے جاگنے، استنجا کرنے اور ہر کام میں سنت کا خیال رکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے ہماری کتاب اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرو۔ ایک ایک سنت کو اپناؤ۔ اتباع سنت کو معمولی نہ سمجھو، اللہ تعالیٰ کا اتباع سنت پر وعدہ ہے ”يُحِبُّبِكُمْ اللَّهُ“ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے، عجیب انعام ہے۔ ہماری اتباع سنت ناقص ہوگی مگر اللہ تعالیٰ جب محبت فرمائیں گے تو کامل فرمائیں گے کیونکہ وہ نقص سے پاک ہیں،



ان کا کوئی کام ناقص نہیں ہو سکتا۔

## دعا مانگنے کا عجیب مضمون

فرمایا کہ جب دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ تو یوں عرض کرو کہ اب آپ بدو! انگے ہم کو سب دے دیجیے کیونکہ ہم تو تھک گئے اب مانگنے کی طاقت نہیں۔  
فائدہ: جامع کہتا ہے کہ یہ مضمون آبِ زرا سے لکھنے کے قابل ہے۔

## تربیت روحانی اور ذکر

فرمایا کہ جسمانی غذا مانگنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ تمام بدن میں غذا بن کر پہنچ جاتی ہے۔ سفید بالوں کو سفید غذا، کالے بالوں کو کالی غذا اسی طرح ذکر کرنے کے بعد یہ غذائے روحانی اللہ تعالیٰ کے فضل سے روح کو تربیت دے گی۔ آپ سے کچھ مطلب نہیں جس طرح غذائے جسمانی کھانے کے بعد آپ سے کچھ مطلب نہیں۔

فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ آپ تو شیخ بن گئے اور مسندِ خلافت پر فائز ہو گئے۔ میں نے ان کو لکھا اور فی البدیہہ یہ شعر موزوں ہو گیا۔

دیکھ کر میرا مذاق خدمت جام و سبو  
میکدہ والے مجھے پیرمغاں کہنے لگے

## نعمتِ الہیہ کی قدر

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نعمت کے اجزائے کثیرہ سے ہم اپنی حاجت پوری کرتے ہیں اس نعمت کے اجزائے قلیلہ کو ضایع کرتے ہوئے دیکھ کر دل لرز جاتا ہے۔



## تکلیف سے نجات کا ایک وظیفہ

ایک صاحب نے کہا کہ میرا تبادلہ بہت تکلیف دہ جگہ پر ہو رہا ہے تو فرمایا ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھیں: ”رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجِ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔“

## حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

فرمایا کہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پہلی ملاقات کی اور اس وقت میں بھی حاضر تھا تو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ کچھ نصیحت فرمائیے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ جیسے فاضل کو کیا نصیحت کروں لیکن اپنے بزرگوں جو کچھ سنا ہے اسی کا تکرار کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تمام تصوف کا حاصل اپنے کو مٹا دینا ہے۔ بس سید صاحب پر گریہ طاری ہو گیا۔ میں نے اسی وقت یہ شعر کہا۔

بہت چاہا نہ ظاہر ہو کسی پر راز ضبط گم  
دو آنسو کہہ گئے لیکن شکستِ دل کا افسانہ

(عاری)

اس کے بعد یہ اشعار سنائے۔

نہ چھوڑا شائبہ تک دل میں احساسِ دو عالم کا  
معاذ اللہ محبت کا یہ اندازِ حریفانہ  
خبر کیا تھی بنائے گی محبت ایسا دیوانہ  
مجھے بننا پڑے گا خود محبت ہی کا افسانہ

(عاری)

پھر سید صاحب تھانہ بھون گئے۔ تین دن مجلس میں شریک ہوئے۔



تیسرے دن کھڑے ہو کر سہ دری پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے۔ فرمایا تمام عمر جس کو علم سمجھا تھا اب معلوم ہوا کہ سب جہل تھا۔ علم تو ان بڑے میاں کے پاس اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

جانے کس انداز سے تقریر کی  
پھر نہ پیدا شبہ باطل ہوا  
آج ہی پایا مزہ قرآن میں  
جیسے قرآن آج ہی نازل ہوا

### علماء کی تربیت کے لیے عجیب اور مفید مثال

حضرت عارف باللہ نے فرمایا کہ علماء کے علوم کی مثال ایسی ہے جیسے بریانی کے اجزاء سب دیگ میں ہوتے ہیں مگر خوشبودار کھانے کے قابل نہیں۔ دم کی ضرورت ہے۔ ماہر فن آنچ کم کر کے دم دیتا ہے۔ ایک منٹ قبل یہ دیگ کا لعدم خاموش بے نام و نشان تھی، دم کے بعد ایک ہی منٹ میں خوشبوئے بریانی نے محلہ بھر میں ہلچل مچادی۔ علماء کے سینوں میں یہ علوم مثل اجزاء بریانی ہیں۔ کسی اہل اللہ کی صحبت سے جب اس کو دم دے دیا جاتا ہے پھر ان کے سینوں سے ایسے علوم و معارف بیان ہوتے ہیں کہ علماء ظاہر محو حیرت ہو جاتے ہیں۔ اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

قال را بگذار مردِ حالِ شو  
پیشِ مردِ کاملِ پامالِ شو  
بنی اندر خود علوم انبیاء  
بے کتاب و بے معید و اوستا  
گر تو سنگِ خارہ و مرمرِ نبوی  
گر بصاحبِ دلِ رسی گوہرِ شوی



## تاثير صحبتِ اہلِ دل

اور فرمایا کہ لوہا پارس پتھر کی خاصیت سے جس طرح سونا بن جاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کی صحبت میں منجانب اللہ ایسی خاصیت ہوتی ہے کہ انسان رفتہ رفتہ حقیقی معنوں میں انسان بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک بار مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت سے کیا ملتا ہے؟ اس کو کیسے سمجھا دوں؟ پھر یہ شعر پڑھا۔

آہن کہ پارس آشنا شد  
فی الفور بصورت طلا شد

ترجمہ: لوہا جب پارس پتھر سے متصل ہوتا ہے فوراً سونا بن جاتا ہے۔ اب یہ بات کیسے سمجھا دوں کہ لوہا سونا کیوں بن جاتا ہے اور کیسے بن جاتا ہے؟ لوہے کو چاہیے کہ بیٹھ کر تجربہ کر لے۔

پھر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آگ کے متعلق پانچ سو صفحات پر لکھی ہوئی کتاب پڑھ ڈالیے، گرمی نہیں ملے گی لیکن انگیٹھی کے پاس بیٹھ جائیے تو آگ کی گرمی بھی ملے گی اور آگ کی کتاب بھی سمجھ میں آجائے گی۔

## دولتِ عشق

فرمایا کہ دولتِ عشق ہر ایک کو عطا نہیں فرماتے اور یہ شعر پڑھا۔

سرمہ غمِ عشق بو الہوس را نہ دہند

سوزِ غمِ پروانہ گس را نہ دہند

ترجمہ: اے سرمہ! اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا غم اہلِ ہوس حریص دنیا کو نہیں عطا فرماتے اور پروانے کا سوزِ غم مکھیوں کو نہیں عطا فرماتے۔



اور فرمایا کہ حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ راہِ عشق سے سلوک طے کرنا آسان ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں فرمایا گیا ہے۔

صنما رہ قلندر سزد اربمن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

ترجمہ: اے محبوبِ مرشد! مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ دکھائیے کہ یہ راستہ مجھے بہت محبوب ہے اور خشک راستہ بدون محبت کے بہت دراز معلوم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا لیکن راہِ عشق سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہم راہِ شریعت سے بے پرواہ ہو جائیں بلکہ عشق سے راہِ شریعت پر چلنا آسان ہو جائے گا بدون عشق شریعت پر چلنا مشکل ہوتا ہے۔

## حاصلِ تصوف

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ سلوک اور تصوف کا حاصل صرف یہ ہے کہ طاعت کے وقت ہمت کر کے طاعت کو بجالائے اور معصیت کے تقاضہ کے وقت ہمت کر کے معصیت سے رُک جائے، اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، محفوظ رہتا ہے، ترقی کرتا ہے۔

## دورِ حاضر کی ترقی کا مفہوم

فرمایا کہ دورِ حاضر کی ترقی یہ ہے، ایجادات اور اسبابِ تعیش کی فراوانی اور اخلاقِ سوردکتوں سے بُرے، حسد، بغض، کینہ، جہازوں کا اغواء، آدمیوں کا اغواء، ڈاکہ، چوری، ہر اشتہار اور ہر سائنس بورڈ پر عورت کی تصویر، عورتوں کا پیٹ کھلا، بازو کھلے، اس بے حیائی اور بے شرمی کا نام ترقی و تہذیب ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکی کا مخلوط تعلیم حاصل کرنا حد ہے اس بے حیائی کی۔



## کثرتِ مصافحہ سے عجب کا علاج

حضرت عارف باللہ نے فرمایا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار لوگوں کے مصافحہ کی کثرت سے نفس میں عجب کے آثار محسوس ہوئے تو میں نے مصافحہ کی یہ نیت نفس کی اصلاح کے لیے کی کہ یا اللہ! میں ان لوگوں سے اس لیے مصافحہ کرتا ہوں کہ شاید آپ کے کسی نیک بندہ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ آ جائے اور وہ سبب میری نجات اور مغفرت کا بن جائے۔

## ایک عبرتناک واقعہ

فرمایا کہ نواب مولوی محسن الملک علی گڑھ کالج کے سیکریٹری تھے۔ کالج کو یونیورسٹی بنانے کی منظوری کے لیے لارڈ کرزن وائسرائے کے محل میں گئے۔ ساتھ دو بیرسٹر لے گئے۔ مغرب کا وقت ہوا۔ تنہا وائسرائے لاج میں نماز پڑھی۔ ان بیرسٹروں نے وائسرائے سے کہا: حضور! یہ مولوی صاحب دقیانوسی آدمی ہیں، آدابِ شاہی سے واقف نہیں، ہم لوگ شرمندہ اور معافی کے خواستگار ہیں کہ انہوں نے یہاں نماز شروع کر دی۔ وائسرائے سگریٹ پیتا رہا اور خاموش رہا۔ جب محسن الملک صاحب نماز پڑھ کر آئے تو وائسرائے کھڑا ہو گیا اور مولوی صاحب کو کرسی پر بٹھا کر پھر خود بیٹھا اور کہا کہ مولوی صاحب! آپ سے دل بہت خوش ہوا۔ وائسرائے لاج کی تاریخ میں پہلی مرتبہ خدا کا نام لیا گیا۔ یہ بیرسٹر مسلمان ہیں یا منافق ہیں۔ اگر آپ کی خاطر ملحوظ نہ ہوتی تو ان کو کان پکڑ کر نکال دیتا جو خدا کی عبادت سے معافی طلب کر رہے ہیں ہم کو خوش کرنے کے لیے۔

## تلافی مافات

فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ سے شیطان کی کمر ٹوٹ جاتی



ہے کیونکہ شیطان نے ایمان کو نقصان پہنچایا۔ اس کی تلافی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے ہوگئی۔ پھر اس نے اعمال کو نقصان پہنچایا اس کی تلافی أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ سے ہوگئی۔

## تعمیر باطن کی اہمیت

مولانا محمد رفیع صاحب مہتمم دارالعلوم کراچی نے ایک دفعہ دعا کی درخواست کی کہ تحفیظ القرآن کی چھت پڑنی ہے۔ فرمایا دعا کرتا ہوں لیکن اس تعمیر کی تکمیل تو دوسرے بھی کر سکتے ہیں مگر تعمیر باطنی کی تکمیل کا اہتمام ضروری ہے کیونکہ اس کام کو دوسرا نہیں کر سکتا۔

## استغراق اور اختیار

فرمایا کہ ایک صاحب نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میرے لیے استغراق دائمی کی دعا کر دیجیے۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ میں تو اس سے حفاظت چاہتا ہوں کیونکہ استغراق میں مجبور ہو جاؤں گا اور مختار نہ رہوں گا اور اختیار سے ایک بار سبحان اللہ کہنا استغراق اور غلبہ حضوری بے اختیاری والی سے بہتر سمجھتا ہوں۔

## بعض مشہور مصرعہ کا تکملہ

فرمایا کہ بعض وقت ایک مصرع مشہور ہو جاتا ہے اور دوسرا مشہور نہیں

ہوتا۔ جیسے کہ

مے خانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے

مستی کے لیے بوئے مئے تند ہے کافی

اسی طرح یہ مصرعہ بہت مشہور ہے

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست



اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

آں دم کہ دل بعشق دہی خوش دے بود

## حق عظمت اور حق محبت

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ فرائض و واجبات حق عظمت الہیہ ہیں اور مستحبات حق محبت الہیہ ہیں۔ یہ سن کر ڈاکٹر تنزیل الرحمن نے فرمایا کہ مستحبات کا مادہ بھی محبت ہے اور باب استفعال طلب کے لیے ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ کا راستہ جان کی بازی لگانے کا ہے۔ میرا شعر ہے۔

جائز نہیں اندیشہ جاں عشق میں اے دل

ہشیار کہ یہ مسلک تسلیم و رضا ہے

(عاری)

## بزرگوں سے تعلق

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیشہ اپنے بڑوں سے وابستہ رہے اور اپنے کو کبھی مستقل بالذات نہ سمجھے جو اپنے کو مستقل بالذات سمجھتا ہے وہ مستقل بذات ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے تین کتابیں درسیات کے علاوہ پڑھی ہیں: حاجی امداد اللہ صاحب، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہم اللہ۔

## جملہ پریشانیوں کا عجیب حکیمانہ علاج

فرمایا کہ میں نے جوینپور سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ پیار ہوں، مقروض ہوں۔ تمام خط پریشانیوں سے بھرا تھا۔ اس خط کا جواب مشفق سے مشفق معالج یہی لکھتا کہ صدمہ ہو ادل سے دعا کرتا ہوں، یہ



وظیفہ پڑھ لیا کرو، مگر ہمارے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جواب لکھا کہ سبحان اللہ! رُخ بدل دیا۔ حضرت نے لکھا کہ حالات موجودہ میں بدون استحقاق جو نعمتیں آپ کو حاصل ہیں آپ نے اس خط میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اگر وہ بھی سلب ہو جائیں تو کس قدر مصائب کا سامنا ہو۔ اس جواب نے میرا رُخ بدل دیا، تمام پریشانیاں سکون سے تبدیل ہو گئیں۔

فرمایا کہ ہر نعمت پر شکر کی عادت ڈالیے، اس پر ترقی نعمت کا وعدہ ہے اور معاصی سے بھی حفاظت رہے گی۔ شکر کی چار صورت ہے:

(۱) ... احساسِ شکر یعنی دل میں یہ خیال کرنا کہ بدون استحقاق عطا ہوا ہے یہ احساسِ شکر ہے۔

(۲) ... زبان سے ”اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّكْرُ“ کہنا۔

(۳) ... نعمت کا استعمال صحیح ہو مثلاً بینائی کو اچھے کاموں میں لگائے، کسی کو حسد کی نظر سے، حقارت کی نظر سے، شہوت کی نظر سے اگر دیکھا تو یہ ناشکری ہوگی کیونکہ استعمال غلط ہے۔

(۴) ... نعمت جس واسطہ سے حاصل ہو اس کا بھی شکر ادا کرنا اور زبان سے جزاک اللہ کہنا۔ جو شخص شکر کے یہ چار اعمال کرنے کا معاصی سے بھی محفوظ رہے گا۔

### تکرارِ نصح کا افادہ

فرمایا کہ اللہ والوں کے نصح کا اگر تکرار ہو تو یہ تکرار بھی نافع ہے۔ تکرارِ نصح سے گھبرانا یا تکرارِ علوم نافعہ سے متوحش ہونا اس کی فطرت کا نقص ہے، اس کا قلب سقیم ہے، اس کو علاج کرانا چاہیے کیونکہ خالق فطرت انسانیت نے اپنے کلام کو تکرار آیات کے ساتھ نازل فرمایا ہے، پس فطرتِ انسانیت کے لیے پسند و نصح کا بار بار ہونے کا نافع ہونا ظاہر ہے۔



## طرز اصلاح کے متعلق ضروری تشبیہ

فرمایا کہ اشرف السوانح حصہ دوم میں حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس طریق اصلاح بطرز سیاست کے متعلق ایک ضروری تشبیہ منقول ہے وہ یہ کہ ہر شخص اس طرز کے اختیار کا ہرگز اہل نہیں لہذا عام مصلحین اس کے اختیار کرنے کی ہرگز جرأت نہ کریں ورنہ کورانہ تقلید کر کے اپنا اور طالبین اصلاح کا بھی ناس کریں گے۔

## مشائخ بھی اپنی اصلاح سے مستثنیٰ نہیں

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شیخ صاحب نظر صحیح ہو وہ بھی اپنے واسطے کسی شیخ کو تجویز کرے، اپنے احوال خاصہ میں اس کی رائے پر عمل کیا کرے، اپنی رائے سے عمل نہ کرے کیونکہ اپنی رائے میں ایک پہلو پر نظر ہوتی ہے اور دوسرے کی ہر پہلو پر نظر رہتی ہے، اگر کسی کو دوسرا شیخ نہ ملے تو وہ اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ کر لیا کرے، جب مشائخ کے لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اپنا بڑا کسی کو بنا لیں تو غیر مشائخ کے لیے تو بہت ہی زیادہ ضرورت ہے۔

## صحبتِ اہل اللہ اس زمانے میں فرضِ عین ہے

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ اس زمانے میں اہل اللہ کی صحبت کو میں فرضِ عین کہتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ اس زمانے میں اہل اللہ اور خاصانِ حق کی صحبت اور ان سے تعلق رکھنے کے فرضِ عین ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ آج کل ایمان کی سلامتی کا ذریعہ صرف اہل اللہ کی صحبت ہے۔ اس تعلق کے بعد بفضلہ تعالیٰ کسی جادو کا اثر نہیں ہوتا۔

(بصائر، صفحہ: ۱۴۶)



یہ چند باتیں احقر نے حضرت کی زبان مبارک سے جو سنی تھیں امت مسلمہ کے لیے مفید سمجھ کر ضبط کر دیں۔

حضرت کی رحلت سے ہم سب خدام کے قلوب میں لوڈ شیڈنگ کی طرح اچانک نور کی کمی محسوس ہوئی۔ اہل اللہ کے انتقال سے شعوری اور غیر شعوری طور پر ہر خاص و عام کا قلب متاثر ہوتا ہے۔

حضرت والارحمۃ اللہ علیہ سے احقر کا تعلق ۱۹۵۰ء سے تھا۔ حضرت جو پور سے پھولپور تشریف لایا کرتے تھے اور اپنے اشعار عارفانہ حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت کیف سے سنایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو ساعۃ فساءۃ متزائداً متبارکاً متصاعداً بلند فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

تمام زندگی حضرت کی سراپا اس سوال کا جواب تھی کہ اہل اللہ کی صحبت سے کیا ملتا ہے۔ حضرت کے خلفاء کی خاصی تعداد ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مجالس ارشاد سے مخلوق کو استفادہ کی توفیق بخشیں اور شرف قبول عطا فرمائیں۔

جنازہ میں تقریباً تمام اکابر علماء اور طلباء اور صلحاء نیز عمائد شہر، بادشاہ سے لے کر فقیر تک تقریباً ہر طبقہ کا آدمی شریک تھا۔ حضرت عارف باللہ بزبان حال یہ شعر پڑھتے ہوئے منزلِ آخرت کی طرف عازم سفر ہوئے۔

شکر یہ اے قبر تک پہنچانے والو شکر یہ

اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

حضرت شاہ مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ انتقال سے قبل اپنے

پسماندگان کی تسلی کے لیے اپنے روزنامچہ میں یہ شعر تحریر فرمائے تھے۔

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا

اور مظہر درحقیقت گھر گیا



حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قطعہ بھی ایسے موقع پر یاد آتا ہے  
جو نہایت باعث عبرت ہے۔

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی  
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی  
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی  
بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خواب ہستی کی  
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے  
اور اسی حقیقت کے ترجمان حضرت کے یہ دو شعر ہیں۔

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے  
صرف انسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں  
ہم دیکھتے ہی رہ گئے نیرنگِ صبح و شام  
عمرِ فسانہ ساز گذرتی چلی گئی

حضرت عارف باللہ کی حسب ذیل تصانیف امت کے لیے باعث  
ہدایت اور حضرت کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ صدقہ جاریہ ہیں۔  
(۱) اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) مآثر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ  
(۳) بصائر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ (۴) معارف حکیم الامت رحمۃ اللہ  
(۵) معمولاتِ یومیہ (۶) احکامِ میت۔

اللہ تعالیٰ خلق کو ان کتب سے استفادہ کی توفیق بخشیں۔ یہ تمام کتابیں  
دراصل حضرت حکیم الامت کی تمام تر تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ احقر کے  
اس مقالہ کو شرفِ قبول بخشیں۔

العارض

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۳ رجب ۱۴۰۶ھ، گلشن اقبال، کراچی



## خبردار! آنے والا وقت قریب آ رہا ہے

{كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط}

[سورۃ ال عمران، آیت: ۱۸۵]

ترجمہ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

ہر انسان اپنی مدت معینہ تک زندہ رہنے کے بعد بالآخر مرے گا، یہ نظامِ فطرت ہے اور ہر قوم اس پر متفق ہے۔ ہم روز بروز اپنی موت کے قریب آتے جا رہے ہیں۔ آج کا دن بھی جو گذرا وہ ہماری زندگی سے کم ہو گیا اور ہم ایک دن اور موت کے قریب پہنچ گئے۔ اسی طرح جب ایک ایک دن اپنی زندگی کا پورا ہو جائے گا تو موت آ جائے گی اور ہم قبروں میں پہنچ جائیں گے۔ قبر، حیاتِ انسانی کے بعد موت کی پہلی سخت ترین منزل ہے۔ وہ برابر نوعِ انسانی کا انتظار کر رہی ہے۔ چنانچہ جب مردہ قبر میں دفنایا جاتا ہے تو قبر اس کے کفن کو پھاڑ دیتی ہے، خون چوس لیتی ہے۔ گوشت کو کھا لیتی ہے، بدن کے ٹکڑے کر دیتی ہے اور آدمی کے جوڑ جوڑ کو الگ کر دیتی ہے۔

دنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے لیکن اس کا دھوکا بہت ہی زیادہ ہے۔ اس کا زندہ بہت ہی جلد مر جائے گا۔ دنیا کا تمہاری طرف متوجہ ہونا دھوکے میں نہ ڈال دے۔ تم دیکھتے ہو کہ یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے۔ نا سمجھ وہ ہے جو اس کے دھوکے میں پھنس جائے۔ کہاں گئے وہ لوگ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے۔ بڑی بڑی نہریں نکالیں اور باغات بنائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ اپنی صحت اور تندرستی سے دھوکے میں پڑ گئے۔ صحت کے بہتر ہونے سے ان کے اندر نشاط پیدا ہو گیا اور وہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس سے بڑا بد نصیب کون ہو گا جس کے ہاتھوں میں سب کچھ ہو مگر دل میں کچھ نہیں جو دنیا کو سب کچھ دے جائے اور ساتھ کچھ نہ لے جائے، جو



انسانوں کے درمیان خوش حال رہا ہو مگر جب خدا کے حضور میں حاضر ہو تو اس کو بھوکے ننگے بھکاریوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے۔

خدا کی قسم! وہ لوگ مال کی کثرت کی وجہ سے قابل رشک تھے۔ ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود وہ خوب مال کماتے تھے اور جمع کرتے تھے اور اس مال کو جمع کرنے میں ہر قسم کی تکالیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھو کہ مٹی نے ان کے جسموں کا کیا حال کر دیا۔ کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ہڈیوں کا کیا حال بنا دیا؟ وہ لوگ اونچی اونچی مسہریوں اور نرم نرم گدوں پر خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے۔ عزیز واقارب، رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو رہتے تھے، لیکن اب کیا ہو رہا ہے؟ آواز دے کر ان سے پوچھو کہ کیا گذر رہی ہے؟ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ مال داروں کو ان کے مال نے کیا دیا؟ غریبوں کو ان کی غریبی نے کیا نقصان پہنچایا؟ ان کی زبان جو بہت چمکتی تھی اس کا حال پوچھ! ان کی روشن آنکھیں جو ہر طرف دیکھتی تھیں کیا ہوئیں؟ ان کے خوبصورت چہرے کا حال پوچھ کیا ہوا؟ ان کی نرم کھال والے جسم کہاں چلے گئے۔ کیڑوں نے ان کا کیا حشر بنا دیا؟

آہ! کہاں گئے ان کے وہ حدّ ام (نوکر چاکر) جو ہر وقت حاضر رہتے تھے؟ کہاں ہیں ان کے وہ خیمے اور کمرے؟ کہاں ہیں ان کے وہ مال اور خزانے جن کو جمع کر کے رکھتے تھے۔ ان کی شان و شوکت نے قبر میں جاتے وقت کوئی توشہ بھی نہ دیا۔ ان کی قبر میں کوئی بستر اور تکیہ بھی نہ بچھا دیا۔ قبر پر سایہ کے لیے کوئی درخت اور پھلواری بھی نہ لگادی۔

آہ! اب وہ بالکل اکیلے اور اندھیرے میں پڑے ہیں، اب ان کے لیے رات دن برابر ہیں نہ کسی سے مل سکتے ہیں نہ کسی کو اپنے پاس بلا سکتے ہیں۔ کتنے نازک بدن مرد اور عورتیں تھیں۔ آج ان کے بدن سڑ گئے، اعضاء ایک



دوسرے سے جدا ہو گئے۔ آنکھیں نکل کر گر پڑیں۔ منہ میں پانی پیپ اور لہو بھرا ہوا ہے۔ سارے بدن میں کیڑے رینگ رہے ہیں۔ ادھر یہ اس حال میں پڑے ہیں اور ان کے وارثان مزے اڑا رہے ہیں۔ بیٹوں نے مکان اور جائیداد پر قبضہ کر لیا اور وارثوں نے مال تقسیم کیا۔

ہاں! مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس دھوکے کے گھر یعنی دنیا میں قبر کو یاد رکھا اور اپنے لیے توشہ جمع کیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنا سامان بھیج دیا۔ وہ اپنی قبر میں مزے اڑا رہے ہیں۔ تروتازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام کے ساتھ۔

زندگی کی جس رگ و پے میں دنیا پرستی رچی ہوئی ہو، بسی ہوئی ہو کیا اس سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ بستر جان کنی پر ہونٹ سے نکلے ہوئے آخری الفاظ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کی گواہی دے رہے ہوں گے۔

اے وہ شخص! جو کل قبر میں جائے گا تجھے آخر کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ کیا تجھے یہ امید ہے کہ یہ کمبخت دنیا تیرے ساتھ رہے گی۔ تیرے یہ وسیع مکان اور باغ، تیرے یہ نرم بستر اور گرمی سردی کے کپڑے تیرے ساتھ جائیں گے۔ یاد رکھ! جب ملک الموت آ کر مسلط ہو جائے گا کوئی چیز اس کو ٹال نہ سکے گی۔ افسوس صد افسوس! اے وہ شخص! جو آج اپنے مرنے والے باپ، بھائی اور بیٹے کے کفن کا انتظام کر رہا ہے کل کو تجھے یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔

مال و اولاد تری قبر میں جانے کو نہیں  
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں  
جز عمل قبر میں کوئی بھی تیرا یار نہیں  
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں



یوں تو دنیا دیکھنے میں فتنہ ساماں تھی مگر  
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم  
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم  
سانس ہے اک رہو ملک عدم  
دفعۃً اک روز یہ جائے گا تھم  
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے  
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

### دنیا کیا ہے؟

دنیا کی فنایت اور بے ثباتی کا فسانہ اور اردو اشعار عارفانہ کا تازیانہ  
عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے  
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں  
ہم دیکھتے ہی رہ گئے نیرنگِ صبح و شام  
عمر فسانہ ساز گذرتی چلی گئی!

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے  
دیا پیام کچھ ایسا سکوتِ صحرا نے



حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ہو رہی عمر مثل برف کم  
 چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم  
 رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل  
 یہ خزاں ہے جو بانداز بہار آئی ہے  
 یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی  
 بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی  
 جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی  
 بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی  
 کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے  
 کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا  
 کسی کو فکر گونا گوں ہر دم سرگرداں پایا  
 کسی کو ہم نے آسودہ زیر آسماں پایا  
 بس اک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا  
 غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ بن جائے

نظیر اکبر آبادی۔

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا  
 مشین بدن تھا معطر کفن تھا  
 جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا  
 نہ عضو بدن تھا نہ تار کفن تھا

اکبر الہ آبادی۔

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبر  
 کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

احقر کے اشعار۔



یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی  
 قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی  
 یہ چمن صحرا بھی ہوگا یہ خبر بلبیل کو دو  
 تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے  
 ان کے عارض کو لغت میں دیکھو  
 کہیں مطلب نہ عارضی نکلے  
 دھوکہ نہ دے مجھے کہیں دنیائے بے ثبات  
 آئی خزاں ہے رنگ بہاراں لیے ہوئے  
 آ کر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی  
 ہنگامہ حیات کو خاموش کر گئی

چند عبرتناک اشعار (مگر صاحب کلام کے نام یاد نہیں)۔

جو چمن میں گزرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبیل زار سے  
 کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے  
 افسردگی گل پہ ہنسی جب کوئی کلی  
 آواز دی خزاں نے کہ تو بھی نظر میں ہے  
 دبا کے چلد دیئے سب قبر میں دعا نہ سلام  
 ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو  
 مال و اولاد تیری قبر میں جانے کو نہیں  
 تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں  
 جز عمل گور میں کوئی بھی ترا یار نہیں  
 کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں  
 رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت  
 موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے



جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا  
 میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے  
 آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے تہمتیں چند اپنے سر پر دھر چلے  
 وال سے پرچہ بھی نہ لائے ساتھ میں یاں سے سمجھانے کو لے دفتر چلے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور  
 زندگی اک دن گذرنی ہے ضرور قبر میں میت اُترنی ہے ضرور  
 ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے  
 کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے  
 آنے والی کس سے ٹالی جائے گی جان ٹھہری جانے والی جائے گی  
 روح رگ رگ سے نکالی جائے گی تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی  
 ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے  
 کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

درسِ مثنوی حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

شعر (۱)

سوئے آہوئے بصدی تافتی

خویش را در صید خو کے یافتی

تَرْجَمًا: اے سالک! تو کبھی ہرن کے شکار کے لیے دوڑا اور تو تکبر اور ناز میں  
 تھا کہ آج میں ہرن کا شکار کروں گا لیکن اچانک ہرن کے شکاری کو ایک جنگلی  
 سور جھاڑی سے نکل کر اپنے منہ میں دبا کر اپنے نوکیلے دانتوں سے چبانے لگتا  
 ہے۔ اس کا سارا ناز دھرا رہ جاتا ہے اور حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا ہوا۔

یعنی جو سالک نسبت مع اللہ اور حصول دولت تعلق مع اللہ کے لیے شیخ



سے وابستہ ہو کر ذکر و عبادت میں مشغول ہوتا ہے، کبھی نفس و شیطان اس کو جنگلی سور کی طرح صورت پرستی کے عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں یعنی کسی عورت یا نوجوان مرد کی محبت میں مبتلا ہو کر انتہائی ذلت اور پستی کے ساتھ پیشاب اور پائخانہ کے مقام پر اپنی زندگی کے ایام و لیالی (دن و رات) ضائع کر کے خسیرو الدنیا و الاخرة کا مصداق بن جاتا ہے، لیکن توبہ کی سواری پر بیٹھ کر یہ شخص پھر پستی سے بلندی کی طرف اڑ سکتا ہے۔ فنعم قال الروحی رحمة الله عليه۔

مرکب توبہ عجائب مرکب است  
تا فلک تاز دیک لحظہ زیست

ترجمہ: توبہ کی سواری عجیب بابرکت سواری ہے جو گنہگار کو آن واحد میں گناہ کی ذلت کے غار سے نکال کر حق تعالیٰ کی بارگاہ قرب میں پہنچا دیتی ہے اور گنہگار کی آہ و زاری و اشکِ ندامت اللہ تعالیٰ کے یہاں نہایت محبوب ہے۔ گنہگاروں کے آہ و نالہ سے دریائے رحمت میں اس طرح جوش آتا ہے کہ دم میں کا فر صد سالہ فخر اولیاء ہو جاتا ہے۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا  
گبر صد سالہ ہو فخر اولیاء

حدیث قدسی: علامہ آلوسی السید محمود مفتی بغداد اپنی تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۳۰ سورۃ انا انزلناہ کی تفسیر میں حدیث قدسی نقل کرتے ہیں:

((الَّذِينَ الْمُؤْمِنِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسْبِحِينَ))

ترجمہ: حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کا رونا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ شاعر جلیل اسی کو کہتا ہے۔  
اے جلیل اشک گنہگار کے یک قطرہ کو  
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر



شعر (۲)

تیر سوئے راست پرانیدہ

سوئے چپ رفت است تیرت دیدہ

تَرْجَمًا: اے شخص! تو نے تیر کو داہنی طرف چلایا مگر تو نے دیکھا کہ تیرا تیر بائیں طرف اڑا جا رہا ہے۔ یعنی اے سالک! تجھے اپنی تدبیر پر ناز نہ کرنا چاہیے۔ تدبیر کا مفید نتیجہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے لہذا تیر چلانے سے پہلے دعا کرنی چاہیے کہ میرا تیر میری منزل تک پہنچا دیجیے یعنی میری تدبیر کو صحیح منزل تک رسائی نصیب فرمائیے۔ عجب اور کبر کی نحوست سے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت ہٹ جاتی ہے تو تدبیر کا اثر الٹا ہو جاتا ہے۔

از قضا سر کنگبیں صفر افزود

روغن بادام خشکی می نمود

تَرْجَمًا: سکن جبیں جو باعتبار تدبیر کے قاطع صفراء ہے قضائے حق سے باعتبار انجام زیادتی صفراء کا سبب بن جاتی ہے۔

شعر (۳)

گہہ نماید روضہ قعر چاہ را

گہہ چو کا بوس نماید ماہ را

تَرْجَمًا: خود بینی اور تکبر کی نحوست سے قلب کی بصیرت میں فساد آ جاتا ہے جس کی وجہ سے بصارت فاسد ہو جاتی ہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے۔ اہل اللہ اور مقبولانِ بارگاہ کے چہرہ انور بد بختوں کو منحوس اور بُرے نظر آتے ہیں اور اہل باطل کے چہرے ان کو محبوب اور منور معلوم ہوتے ہیں۔ اس ابتلاء کا سبب اس کے باطن کا کبر اور اعراض ہوتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قہر انبیاء اور اولیاء کے چاند کے جیسے چہروں کو کا بوس (ڈراؤنی شکل) دکھاتا ہے



اور کنویں کی تاریکی کو خوشنما باغ دکھاتا ہے۔

اشقیاء را دیدہ بینا نہ بود

نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود

ترجمہ: بد بخت لوگوں کی چشم بصیرت خراب تھی اور ظاہری بصارت باطنی بصارت کے تابع ہے۔ پس فسادِ باطن اور فسادِ قلب کے سبب ان کی آنکھوں میں نیک و بد کی پہچان نہ تھی اور بُروں کو نیک اور نیکیوں کو بُرا سمجھنے لگے۔

ہم سری بانبیا برداشتند

اولیاء را ہچو خود پنداشتند

ترجمہ: اپنی شقاوت اور کور باطنی اور قلبی فساد یعنی عجب و تکبر کے سبب انبیاء کی برابری کرنے لگے اور اولیاء اللہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور ان کو اپنی طرح قیاس کیا۔

جیسا کہ حکایت ہے کہ ایک حبشی نے جنگل میں ایک آئینہ کسی مسافر کا گرا ہوا دیکھا اور اس کے اندر اپنی کالی صورت لائے لائے دانت اور موٹے موٹے ہونٹوں کو دیکھ کر آئینہ کو گالی دے کر کہا کہ کمبخت، بد صورت، منحوس ایسی بد شکل تیری ہے۔ جی تو جنگل کے ویرانے میں کسی نے پھینک دیا ہے۔ اگر حسین ہوتا تو گھروں میں لوگ تجھ کو آراستہ کر کے رکھتے۔ اس ظالم کو خبر نہ تھی کہ اس آئینہ میں خرابی نہ تھی بلکہ یہ ہماری ہی صورت کا عکس ہے۔

چنانچہ ابو جہل کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک نہایت بُرا نظر آتا تھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر مجھ کو آفتاب چلتا ہوا نظر آتا ہے۔

شعر (۴)



چوں مُقَلِّبُ بود حق اَبْصَارِ را

او بگرداند دل و افکار را

تَرْجَمَةً: اللہ تعالیٰ کی ذات مقلب الابصار بھی ہے اور مقلب قلوب و افکار بھی

ہے لہذا کثرت سے یہ دعا مانگنی چاہیے:

((اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ، وَارِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا

وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ))

(موسوعة اطراف الحديث النبوي، ج: ۲، ص: ۱۷۰)

تَرْجَمَةً: اے اللہ! ہم کو حق کو حق دکھا اور باطل کو باطل دکھا اور حق کے اتباع کی

اور باطل سے بچنے کی توفیق نصیب فرما۔

شعر (۵)

از شراب قہر چوں مستی دہی

نیسہا را صورت ہستی دہی

تَرْجَمَةً: اے خدا! جب آپ کسی پر اس کی کسی شامت عمل کے سبب عذاب

نازل فرمانا چاہتے ہیں تو فانی صورتیں اس کو نہایت مہتمم بالشان معلوم ہوتی ہیں

اور ایسے شخص کی مٹی مٹی کی صورتوں پر مٹی ہو جاتی ہے اور فانی اجسام قبروں میں

بے نام و نشاں ہو کر عاشقوں کے لیے باعثِ حسرت و ندامت اور ضیاعِ سرمایہ

زندگانی بن جاتے ہیں۔ احقر کا ایک شعر ہے۔

کسی خاکِ پہ مت کر خاکِ اپنی زندگانی کو

جوانی کر فدا اُس پر دیا جس نے جوانی کو

شعر (۶)

گرز صورت بگذری اے دوستاں

گلستاں است گلستاں است گلستاں



تَرْجَمًا: اے سالکینِ کرام! اگر صورت پرستی کے عذاب سے تم نجات پا جاؤ تو تمہاری روح کے سامنے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قرب کا باغ ہی باغ نظر آئے گا۔  
شعر (۷)

الغیاث از ابتلایت الغیاث  
شد ذکور از ابتلایت چوں اناث

تَرْجَمًا: اے خدا! میں فریاد کرتا ہوں۔ اپنی رحمت سے میرا امتحان نہ لیجئے۔ آپ کے امتحان سے پناہ چاہتا ہوں۔ بڑے بڑے مرد جب آپ کے امتحان میں مبتلا ہوئے تو مومنٹ ہوئے یعنی فیل ہو گئے۔  
شعر (۸)

يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ اهْدِنَا  
لَا افْتِخَارَ بِالْعُلُومِ وَالْغِنَاءِ

تَرْجَمًا: اے فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہنچنے والے! مجھ کو اپنے علوم پر کوئی فخر نہیں اور آپ کی رحمت سے بوجہ علم کے کوئی استغناء نہیں کیونکہ اگر آپ کا فضل شامل حال نہ ہو تو علم اور عمل میں فاصلے ہو جاتے ہیں اور علم کے باوجود آدمی بد عمل رہتا ہے اور کبر و عناد سے مغلوب ہو کر حق کو قبول نہیں کرتا اور حرص و طمع اور جاہ کی خاطر حقائق سے اعراض کرتا ہے۔ اس لیے آپ اپنی رحمت اور اپنی ہدایت کو ہر نفس میرے شامل حال رکھئے اور مجھ کو میرے نفس کے حوالہ نہ فرمائیے۔

علاج عشق مجازی سے متعلق خصوصی ہدایات

(۱)... دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بالحاح و زاری اپنی اصلاح و استقامت طلب کرنا اور ”يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ“ کثرت سے پڑھنا۔ ”يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ“ کا ورد کثرت سے معمول



رہے۔ اس کے علاوہ ذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پانچ سو بار عطر لگا کر نہایت مجرب ہے۔

(۲) ... ”رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا لِح“ بعد نماز فرض تین بار پڑھنا۔

(۳) ... اس مرض علاج معشوق سے دور رہنے کے سوا اور کچھ نہیں جس شخص

سے عشق ہو اس سے سلام و کلام، خط و کتابت، اس کو دیکھنا۔ اس کا قلب میں

خیال قصداً لانا سب ترک کر دے اور اس کی موت اور اس کی لاش کے سڑنے

پھٹنے اور شکل بگڑ جانے کا خیال جمائے اور اپنی موت و شکل کے بگڑنے اور قبر و

میدان حشر کے سوال و جواب کو سوچا کرے۔

(۴) ... جو محبت عارضی شکل سے ہے اور عاشق و معشوق دونوں مست ہیں۔

عاشق لذتِ حرام سے اور معشوق لذتِ حرام اور مالی منفعت سے، لیکن یہ بالکل

عارضی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے

کہ جو محبت آپس میں نفس کے لیے یعنی شہوت کے لیے ہوتی ہے اس کا انجام

نفرت اور عداوت ہوتا ہے۔ کچھ ہی دن بعد دونوں عاشق و معشوق ایک

دوسرے کی نگاہ میں نہایت ذلیل معلوم ہوں گے۔

اور بقول حضرت حکیم الامت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ، ہمیشہ کے لیے

فاعل اور مفعول ایک دوسرے کی نظر میں ذلیل ہو جاتے ہیں۔ پھر چند دن اور

چند لمحات کی لذت کے لیے عمر بھر کی عزت کو ضائع کرنا سخت حماقت ہے۔ مالی

منفعت کے عوض آبرو دینا بھی نہایت نادانی ہے کیونکہ چند دن کے بعد نفرت

ہو جاوے گی۔ پھر حرام لذت اور مالی منفعت دونوں سے محرومی ہو جاوے گی

اور اگر تقویٰ سے رہے اور ایسی صورت سے دوری اختیار کرے اور صبر کرے

اس معشوق سے جس کو دیکھنے سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ پس چند دن کی عارضی

مشقت اٹھالینے سے نہایت سکون کی اور عزت کی حیات ملتی ہے۔ اس طرح

سے تمام عمر ایک دوسرے کے لیے مفید اور معین ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے



لیے ایک دوسرے کی مالی مدد بھی کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہمیشہ قائم رہتی ہے اور قلب میں ایک دوسرے کے لیے عزت رہتی ہے تو اعانت کی بھی توفیق ہوتی ہے اور نفسانی محبت سے جب عزت ختم ہو جاتی ہے تو مالی اعانت کو بھی جی نہ چاہے گا۔

(۵) ... صالحین کی صحبت کا اہتمام رہے۔ اگر ممکن ہو تو ایک دینی دوست بنا لو اور اس کو اپنے اوپر نگراں رکھو اور اسی طرح سے برعکس۔ یعنی ایک دوسرے کو بھلی بات سکھائے اور بُرائی سے روک ٹوک کرے۔  
(۶) ... اکابر سے دعا کی درخواست کرتا رہے۔

## علاجِ عشقِ مجازی

(منظوم)

دل کو دے کر حسن فانی پر نہ اُجڑا جائے گا  
حسن کا اُجڑا ہوا منظر نہ دیکھا جائے گا  
یہ حسین تجھ کو کبھی آباد کر سکتے نہیں  
تیرے دل کو جزالم کچھ شاد کر سکتے نہیں  
عشق صورت ہے عذابِ نارِ عاشق کے لیے  
زندگی کس درجہ ہے پُر فاسق کے لیے  
صورتِ گل ہیں مگر خاروں سے بڑھ کر پُرالم  
صورتاً ان کا کرم عاشق پہ ہے صد ہاستم  
انے خدا کشتی مری طوفانِ شہوت سے بچا  
ان حسینوں کے عذابِ نارِ اُلفت سے بچا  
چار دن کی چاندنی پر میر مت جانا کبھی  
آفتابِ حق سے ظلمت میں نہ تم آنا کبھی



عارض و گیسو کی ہیں یہ عارضی گل کاریاں  
چند دن میں ہوں گی یہ ننگ خزاں پھلواریاں

ان کے چہروں سے نمک کچھ دن میں جب جھڑ جائے گا  
میرا ان کو دیکھ کر تو شرم سے گڑ جائے گا

ایک دن بگڑا ہوا جغرافیہ ہوگا صنم  
دیکھ کر جس کو تو ہوگا محو حسرت محو غم

مال و دولت دین و ایماں آبرو و چین و وقار  
سب لٹا کے ایک دن ہوگا یقیناً شرمسار

بارہا دیکھا کہ کیسے کیسے خورشید و قمر  
چند دن گذرے کہ آئے وہ خمیدہ سی کمر

آہ جن آنکھوں سے شربت روح افزا تھا عیاں  
چند دن گذرے کہ ان آنکھوں سے اٹھتا تھا

دھواں

سرخی رخسار جو تھی آہ کل برگ گلاب  
عاشقوں کا دل تھا جس کو دیکھ کر مثل کباب

چند دن گذرے کہ وہ چہرے ہونق ہو گئے  
عاشقوں کے چہرہ الفت بھی احمق ہو گئے

ڈھونڈتا ہے میرا اب ان کے لبوں کی سرخیاں  
پر نظر آئیں فقط چہرے پہ ان کے تھریاں

ان کی زلف سیاہ پر جب سے سفیدی چھا گئی  
ہر کلی اختر غم حسرت سے پھر مرجھا گئی



## نفس کی تعریف اور اس کی اقسام

قرآن پاک کی روشنی میں

**حقیقتِ نفس:** صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ: ”إِنَّ النَّفْسَ بِطَبْعِهَا كَثِيرَةٌ الْهَيْلِ إِلَى الشَّهَوَاتِ“ نفس اپنی طبیعت کے اعتبار سے شہوات کی طرف کثرت سے مائل ہونے والا ہے۔ علامہ ابو حفص کا قول نقل کرتے ہیں ”الْنَّفْسُ كُلُّهَا ظُلْمَةٌ وَسِرَّاجُهَا التَّوْفِيقُ“، نفس اپنی ذات کے اعتبار سے سراپا ظلمت ہے اور اس کا چراغ اور نور توفیق الہی ہے۔

(روح المعانی، پارہ: ۱۳، صفحہ: ۷۸)

شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”الْجَسَدُ كَثِيفٌ، وَالرُّوحُ لَطِيفٌ، وَالنَّفْسُ بَيْنَهُمَا مُتَوَسِّطَةٌ، فَهِيَ بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ تَكُونُ لَطِيفَةً، وَبِالْأَعْمَالِ السَّيِّئَةِ تَكُونُ كَثِيفَةً“ جسم کثیف ہے اور روح لطیف ہے اور نفس ان دونوں کے درمیان ہے۔ پس اعمالِ صالحہ اور نافرمانیوں سے کثیف ہو جاتا ہے۔ یعنی اس میں لطافت روحانی اور کثافت جسمانی دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۲۴۵)

اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”الْنَّفْسُ هِيَ الْمَرْغُوبَاتُ الطَّبَعِيَّةُ غَيْرُ الشَّرْعِيَّةِ“ نفس مرغوباتِ طبعیہ غیر شرعیہ کا نام ہے۔

قرآن پاک میں نفس کی پانچ قسمیں بیان کی گئی ہیں: (۱) اتارہ

(۲) لوامہ (۳) مطمئنہ (۴) راضیہ (۵) مرضیہ۔

**نفس اتارہ بالسوی:** علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر

فرماتے ہیں: نفس اتارہ یعنی کثیر الامر، بُرائی کی طرف بہت حکم کرنے والا۔

السُّوءِ پر الف لام جنس کا ہے پس قیامت تک جتنی قسمیں بُرائی کی پیدا ہوں گی



اس میں داخل ہیں ( کیونکہ جنس وہ کلی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو۔) إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ مآ مصدر یہ ظرفیہ زمانیہ ہے۔ اُمِّي فِي وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّي مطلب یہ ہے کہ نفس کی ذاتی خاصیت یہی ہے کہ وہ بُرائی کا کثرت سے حکم دینے والا ہے لیکن جن حضرات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کا سایہ ہوتا ہے وہ مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے نفوس اس سے مستثنیٰ ہیں اور وہ معصوم ہیں۔ (از بیان القرآن)

### اولیائے کرام کے تحفظ کا سبب

اور چونکہ اولیاء اللہ پر بھی حق تعالیٰ کی رحمت کا خاص سایہ ہوتا ہے، اس لیے وہ نفس کے شرور سے محفوظ رہتے ہیں اور احیاناً صدورِ خطا پر ان کو فوراً توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ نفس امارہ کی اصلاح کا صحبت اہل اللہ سے خاص تعلق ہے۔

### ارشاد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اہل علم حضرات اللہ والوں سے اپنے نفس کی اصلاح نہیں کراتے ان کا نفس حبِ جاہ سے پھول کر کپتا ہو جاتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مواعظ میں اکثر اکبرالہ آبادی کا یہ شعر نہایت وجد سے پڑھا کرتے تھے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا  
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

### ارشاد حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے تقویٰ اور دین کا راستہ سہل اور لذیذ ہو جاتا ہے۔ احقر کو



ایک شعر یاد آیا جس میں اللہ والوں کی صحبت کا نافع ہونا بیان ہوا ہے۔  
مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے  
ترا ہاتھ ہاتھ میں آ لگا تو چراغِ راہ کے جل گئے  
انا کو فنا کرنے پر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر  
نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا  
جو دستارِ فضیلتِ گم ہو دستارِ محبت میں  
**نفسِ لَوَامِہ**: نفسِ لَوَامِہ وہ نفس ہے جس کو اپنی خطاؤں پر ندامت اور خود کو  
ملامت کی توفیق ہو جاوے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ  
نفسِ امارہ نفسِ مطمئنہ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ نام ہو کر پہلے لَوَامِہ نہ ہو۔ صوفیاء کا  
ارشاد ہے کہ نفسِ لَوَامِہ نفسِ امارہ کے اوپر ہے اور نفسِ مطمئنہ سے نیچے ہے اور  
لَوَامِہ کا نام تائبہ بھی ہے کہ وہ ندامت اور اپنی ملامت کے نور سے اس قابل ہے  
کہ اب وہ آگے ترقی کر کے نفسِ مطمئنہ ہو سکتا ہے۔ پس نفسِ امارہ کا نفسِ  
لَوَامِہ ہونا گویا حق تعالیٰ شانہ کی طرف رجوع اور انابت اور حق تعالیٰ کی محبوبیت  
کا نقطہ آغاز ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس ابتدائی درجہ انابت کی بھی اس درجہ قدر  
فرمائی کہ اس کی قسم اُٹھائی ”وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامِہِ“ اور قسم ہے نفسِ  
لَوَامِہ کی کیونکہ حق تعالیٰ شکور ہیں جس کی شرح حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ  
نے فرمائی ہے ”الَّذِي يُعْطِي الْأَجْرَ الْجَزِيلَ عَلَى الْعَبْلِ الْقَلِيلِ“ شکور وہ ہے  
جو تھوڑے عمل پر کثیر جزاء عطا فرمادے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں  
سے ایک شکور بھی ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۵)

نفسِ لَوَامِہ وہ ہے جو ندامت کے نورِ قلب سے منور ہو اور جب بھی  
اس سے خطا ہوتی ہے تو اپنے اوپر انتہائی ملامت کرتا ہے اور آہ و زاری اور



استغفار و توبہ سے تدارک کرتا ہے۔

اور نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے جو اخلاقِ رذیلہ سے تزکیہ اور تصفیہ پا کر اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو اور گناہوں کے تقاضوں کی کشمکش سے نجات پا کر سکون و اطمینان کی سانس لے۔ برعکس لو امہ میں نفس اور روح میں جنگ جاری رہتی ہے۔ جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہے شوق و ضبط شوق میں دن رات کشمکش

دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کیسے ہوئے

(مجنوب)

صاحب تفسیر مظہری، جلد: ۹ اور ۱۰، صفحہ: ۲۶۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ نفس اتارہ نفسِ مطمئنہ اس وقت ہوتا ہے جب اخلاقِ رذیلہ غصہ، کبر، شہوت کو مغلوب کیا جاوے اور اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہو جاوے: ”كَمَا أَنَّ الْكَلْبَ لَا يُمَكِّنُ ظَهَارَتُهُ إِلَّا بِوُقُوعِهِ فِي الْبِلْحِ وَفَنَائِهِ فِيهَا وَبَقَائِهِ بِصِفَاتِ الْبِلْحِ حَتَّى يَصِيرَ حَلًا لَا طَيِّبًا“ جیسا کہ کتا پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ نمک کی کان میں نہ گرے اور پھر مر کر فنا ہو کر نمک نہ بن جاوے اور جب نمک بن جاوے گا پھر حلال و طیب ہو جائے گا۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نفسِ خود را گش جہانے زندہ کن

خواجہ کشتہ است اورا بندہ کن

اپنے نفس کو مغلوب اور کشتہ کرو، اس فنائے نفس سے تم فناء نہ ہو گے بلکہ اس فنائے نفس کی بدولت ایسی حیاتِ قلبی عطا ہوگی جس کی برکت سے ایک جہان تمہارے فیضانِ محبت سے حیاتِ ایمانی سے مشرف ہوگا۔ اس نفسِ غلام نے اپنے آقا یعنی روح کو غلام بنا رکھا ہے، اس کو اپنی حقیقت پر لانے کی ہمت کرو یعنی اس کو غلام بناؤ۔



وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے  
 اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے  
 ویرانہ حیات کی تعمیر کر گئی  
 روئیداد زندگی کسی خانہ خراب کی  
 ترے ہاتھ سے زیر تعمیر ہوں میں  
 مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

(اختر)

نفسِ لؤامہ جب اپنی خطاؤں پر ندامت سے توبہ کرتا ہے تو مؤمن  
 گنہگار کے استغفار و توبہ اور اس کے آہ و نالوں کا کیا مقام ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ  
 اللہ علیہ پارہ ۳۰ سورہ انا انزلنا کی تفسیر میں یہ حدیث قدسی تحریر فرماتے ہیں:  
 ((لَا زَيْنَ الْبُدْنِيِّينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجْلِ الْمُسَدِّحِيِّينَ))

(روح المعانی، ج: ۳۰، ص: ۱۹۶)

اس حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کے آہ و  
 نالے اور ان کا گریہ مجھے تسبیح کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔  
 اے جلیل اشکِ گنہگار کے اک قطرہ کو  
 بے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر  
 جب فلک نے مجھ کو محروم گلستاں کر دیا  
 اشکھائے کون نے مجھ کو گل بداماں کر دیا

(مجدوب)

تفسیرِ نفسِ مطمئنہ

علامہ قرطبی نے جلد: ۲۰، صفحہ: ۵۷ پر اس کی تین تفسیریں کی ہیں:

پہلی تفسیر: ”الْأَمِنَةُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ“، نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے جو اللہ



تعالیٰ کے عذاب سے امن میں ہو جس کی تفصیل یہ ہے کہ گناہوں سے قلب میں عذاب اور بے چینی رہتی ہے۔ جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

گر گرفتار صفات بد شدی

ہم تو دوزخ ہم عذابِ سردی

ترجمہ: اگر تم کسی گناہ کی عادت میں مبتلا ہو تو سمجھ لو کہ تمہاری ذات خود جہنم ہے۔ اور ہر نافرمانی کا اثر یہی ہوتا ہے کہ دل پر عذاب اور کلفت کی مار ہوتی ہے اور یہ دنیا ہی میں دوزخ والی زندگی گزارتا ہے۔

بادشاہ جب کسی ملک پر حملہ کرتا ہے تو بادشاہ کو گرفتار کرتا ہے۔ چھوٹوں کو پکڑنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ پس احکم الحاکمین اپنے نافرمانوں کے اس حصہ سے عذاب کا آغاز فرماتے ہیں جو جسم کے تمام اعضاء کا بادشاہ ہے یعنی قلب کو بے چین اور پریشان رکھتے ہیں۔ چنانچہ مثال کے لیے ایک واقعہ ہے ایک عشق مجازی کے مریض اور غیر اللہ سے دل لگانے والے نے بیان کیا کہ ہر وقت دل پریشان رہتا ہے، نیند بھی نہیں آتی، ہر وقت اسی مردار کا خیال ستاتا ہے۔ احقر نے ان کو اپنا یہ شعر سنایا جو عشق مجازی کے انجام کا ترجمان ہے۔

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغز دماغ میں کھونٹے

بتاؤ عشق مجازی کے مزے کیا لوٹے

اس عارضی صورت سے دل لگانا سخت حماقت ہے۔ احقر کا اسی مضمون

پر یہ شعر ہے۔

ان کے عارض کو لغت میں دیکھو

کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

چہرہ کا جغرافیہ ایک دن بدل جاتا ہے جس کے ساتھ اہل محبت کی

تاریخ بھی بدل جاتی ہے۔ احقر کا ایک عجیب شعر اس حقیقت کا ترجمان ہے۔



اُدھر جغرافیہ بدلا ادھر تاریخ بھی بدلی

نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

**دوسری تفسیر:** "النَّفْسُ الْبُطَّيْنَةُ أَمَى الْعَارِفَةُ الَّتِي لَا تَصْبِرُ عَنِ

اللَّهِ تَعَالَى طَرَفَةَ عَيْنٍ۔" (تفسیر قرطبی)

نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کی معرفت کا وہ مقامِ عالی

عطا ہو جس سے حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی شدید محبت (جو کہ لوازم معرفت سے

ہے) ہو جاوے کہ بدون ان کی یاد کے ایک پل کو چین نہ آوے۔ ملا علی قاری

رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ کے عاشقین کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں: "الَّذِينَ لَا لَذَّةَ

لَهُمْ إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ جَنَّاتٍ مِّنْ دُونِهَا فِيهَا يَجْزِيهِمْ سُرُورٌ مَّا لَا يَمْلِكُونَ

ترے غم کے سوا ممکن نہیں تھا

گذرتے دن مری جان حزیں کے

(اختر)

کوئی مزہ نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں

تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

(مجدوب)

**تیسری تفسیر:** "النَّفْسُ الْبُطَّيْنَةُ بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَطَاعَتِهِ۔"

نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے جس کو صرف حق تعالیٰ کی یاد اور اطاعت ہی سے چین ملتا ہو

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

اطمینان کی لغوی تحقیق

علامہ امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب المفردات میں لکھا ہے کہ

اطمینان نام ہے سکون وثبات اور استقرار بعد الاضطراب کا۔

یعنی نفس اتارہ اور لوامہ میں جو بے سکونی اور پریشانی تھی وہ چین اور



سکون سے بدل گئی۔ جس طرح قطب نما کی سوئی جب قطب شمالی سے منحرف ہوتی ہے تو بے چین اور متحرک رہتی ہے اور جب رُخ صحیح قطب شمالی کی طرف ہو جاتا ہے تو ٹھہر جاتی ہے۔ اسی کا نام استقرار بعد الاضطراب ہے۔

### نفسِ مطمئنہ کی ایک عارفانہ تفسیر

از تفسیر مظہری، جلد: ۹ اور ۱۰، صفحہ: ۲۶۱

علامہ تھامس ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جن کو شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وقت کا امام بیہقی فرمایا کرتے تھے اور جو حضرت مرزا حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی ہیں، اپنی تفسیر مظہری میں نفسِ مطمئنہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں: ”النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ فِي ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَطَاعَتِهِ“ یعنی نفسِ مطمئنہ وہ ہے جو ذکر اللہ میں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اطمینان پاوے۔ ”كَمَا تَطْمَئِنُّ السَّهَكَةُ فِي الْهَاءِ“ جیسا کہ مچھلیاں پانی میں اطمینان پاتی ہیں نہ کہ پانی سے یا پانی کے ساتھ۔ مثلاً اگر کسی مچھلی کا تمام جسم پانی میں ہو، صرف سر یا صرف ایک اعشاریہ حصہ جسم کا پانی سے کھلا رہے تو اس کو موت معلوم ہوگی اور اس کی حیات خطرہ میں ہوگی۔ اسی طرح سر سے پیر تک مؤمن جب ذکر اللہ کے نور میں غرزا ہوگا تو حیاتِ حقیقی اور حیاتِ ایمانی اور حیاتِ روحانی سے مشرف ہوگا۔ اگر ایک عضو بھی ذکر سے غافل یا ایک عضو بھی نافرمانی میں مبتلا ہے تو اس کی حیاتِ ایمانی خطرہ میں ہوگی۔

صاحبِ تفسیر مظہری ”أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بذکر اللہ معنی میں فی ذکر اللہ کے ہے یعنی اتنا کثرت سے ذکر کرے کہ ذکر میں غرق ہو جاوے اور کثرت ذکر متعدد آیات سے منصوص ہے۔ ”وَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ“ وغیرہا اور قلیل ذکر کو منافقین کی علامت قرار دیا گیا۔ ”وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا“ اور حضرت شیخ الحدیث



مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ منافقین کے رجسٹر سے اس کا نام خارج ہو جائے تو وہ کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والے دریائے جلال کی گہرائیوں میں رہنے والی مچھلیاں ہیں۔

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال

جو مچھلیاں تھوڑے پانی میں ہتی ہیں وہ گرمیوں میں جب سورج کی شعاعوں سے پانی شدید گرم ہو جاتا ہے تو بے ہوش ہو جاتی ہیں اور لوگ ان کا شکار کر کے کھا جاتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ ذکر کم کرتے ہیں اور ان کا دریائے نور گہرا نہیں ہوتا، ان کو معاشرے کے زہریلے اثرات تباہ کر دیتے ہیں۔ اور جو مچھلیاں گہرے پانی میں رہتی ہیں تو آفتاب کی گرمی سے جب اوپر کا پانی گرم ہو جاتا ہے تو دریا کی گہرائی کے ٹھنڈے پانی میں پناہ لے لیتی ہیں۔ یہی حال ان سالکین کا ہے جو کہ قلباً اور قالباً سراپا خدا تعالیٰ پر فدا ہیں۔ ان کے سینہ میں دریائے نور بہت گہرا ہوتا ہے، ہر وقت وہ اس کی ٹھنڈک میں پرسکون ہیں۔

وہ گرمی ہجراں وہ تری یاد کی خنکی

جیسے کہ کہیں دھوپ میں سایہ نظر آئے

اور کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا کثر رہتا ہے

اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

نفسِ مطمئنہ کو وہ راحتِ قلب میں عطا ہوتی ہے جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت ہیج ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کے قلوب کو یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے: "فِيَنَّ السَّكِينَةَ لَا تَنْزِلُ إِلَّا عَلَى قُلُوبِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ" پس تحقیق کہ سکینہ نازل ہوتا ہے انبیاء اور اولیاء



کے قلوب پر۔

## سکینہ کی تعریف

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”السَّكِينَةُ نُورٌ يَسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ وَبِهِ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ إِلَى الْحَقِّ وَصَاحِبُهُ يَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيِّشِ“  
 سکینہ ایک نور ہے جو دل میں مستقر ہو جاتا ہے اور اس نور کی برکت سے ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف توجہ قائم رہتی ہے اور جمعیت قلب عطا ہوتی ہے۔ اس کیفیت کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرتا بگڈھی نے خوب بیان فرمایا ہے۔

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا

اب تو شاید میرا دل بھی دل ہو گیا

اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ حقی سے

معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

احقر نے اس نعمت کو در شعروں میں اس طرح عرض کیا ہے جو تعلق مع اللہ کی

دولت کا عجیب تر جمان ہے۔

دُشمنوں کو عیشِ آب و گل دیا

دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا

اُن کو ساحل پر بھی طغیانی ملی

مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

(اختر)

”بِذِكْرِ اللَّهِ“ سے مراد ”فِي ذِكْرِ اللَّهِ“ ہے جس کا حاصل غرق فی النور

ہونا ہے۔ صاحب تفسیر مظہری نے فی ذکر اللہ سے نہایت معرفت کی بات پیش



فرمائی ہے جو عاشقوں کے لیے قابلِ وجد ہے جس کی اس حدیث سے بھی تائید ہو رہی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی:

((اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا، وَفِي بَصَرِي نُورًا، وَفِي سَمْعِي نُورًا، وَعَنْ يَمِينِي نُورًا، وَعَنْ شِمَالِي نُورًا، وَخَلْفِي نُورًا، وَمِنْ أَمَامِي نُورًا، وَاجْعَلْ لِي نُورًا، وَفِي عَصَبِي نُورًا، وَفِي لَحْيِي نُورًا، وَفِي دَمِي نُورًا، وَفِي شَعْرِي نُورًا، وَفِي بَشَرِي نُورًا، وَفِي لِسَانِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُورًا، وَأَعْظَمْ لِي نُورًا، وَاجْعَلْ لِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا، وَمِنْ تَحْتِي نُورًا، اللَّهُمَّ أَعْظِمْ لِي نُورًا))

ترجمہ: اے اللہ! عطا میرے دل میں نور اور میری بینائی میں نور اور میری شنوائی میں نور اور میری داہنی طرف نور اور میرے بائیں طرف نور اور میرے پیچھے نور اور میرے سامنے نور اور عطا فرما میرے لیے ایک خاص نور اور میرے اعصاب میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور اور میری زبان میں نور اور کر دے میری جان میں نور اور مجھے نورِ عظیم عطا فرما اور مجھے سراپا نور بنا دے اور کر دے میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور۔ یا اللہ! مجھے نور عطا فرما۔

اسی کو حضرت عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں بیان کرتے ہیں۔

نور او در یمن و یسر و تحت و فوق

بر سرم بر گردنم بانند طوق

ترجمہ: حق تعالیٰ کا نور میرے داہنے بائیں نیچے اوپر ہے اور میرے سر پر اور میری گردن میں مانند طوق ہے۔

ہر چیز میں عکسِ رُخِ زیبا نظر آیا

عالم مجھے بس جلوہ ہی جلوہ نظر آیا

(مجدوب)



یہاں تو ایک پیغام جنوں پہنچا ہے مستوں کو  
انہیں سے پوچھئے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

(اصغر)

نفس مطمئنہ کو لوٹنے کا حکم ”إِلَىٰ رَبِّكَ“

کے عنوان سے کیوں ہے؟

{يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ۚ ارجعي إلىٰ ربِّك راضيةً مَّرْضِيَّةً ۝}

[سورة الفجر، آیات: ۲۷-۲۸]

تَرْجَمًا: اے نفس مطمئنہ! لوٹ تو اپنے رب کی طرف۔

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ ”إِلَىٰ رَبِّكَ“ فرمایا ”إِلَىٰ اللّٰهِ“ نہیں فرمایا تاکہ مزید لطف، لذت اور فرحت کے ساتھ لوٹنا ہو کیونکہ اس عنوان کا حاصل یہ ہے کہ تم کسی اجنبی ذات کی طرف نہیں جا رہے ہو بلکہ تم اپنے جسم و روح دونوں کی تربیت کرنے والے اور پالنے والے کے پاس جا رہے ہو لہذا شاداں و فرحاں لوٹ آؤ کیونکہ پالنے والے سے طبعی محبت ہوتی ہے اور اس سے طبیعت بھی خوب مانوس ہوتی ہے۔ ”إِلَىٰ رَبِّكَ أُمِّي إِلَىٰ فَحْلٍ عِنَايَتِهِ تَعَالَىٰ وَ مَوْقِفِ كِرَامَتِهِ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ لِأَنَّ لِلسُّعَدَاءِ قَبْلَ الْحِسَابِ كَمَا يُفْهَمُ مِنَ الْأَخْبَارِ مَوْقِفًا فِي الْمَحْشَرِ فَحُصُوصًا يُكْرِمُهُمُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ بِهِ“ اے نفس مطمئنہ! لوٹ اپنے رب کی طرف یعنی حق تعالیٰ کی عنایات کے مقام کی طرف اور مقام تکریم و عزت کی طرف کیونکہ نیک بندوں کو قبل حساب جیسا کہ احادیث سے سمجھا جاتا ہے میدان محشر میں مقام عزت و اکرام دیا جائے گا جو دوسروں کو نہ ملے گا۔

(روح المعانی، جلد: ۳۰، صفحہ: ۱۳۰)

رَاضِيَّةً: اور یہ نفس مطمئنہ نہایت مسرور ہوگا اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی انعامات کو



دیکھ کر اور آسان حساب اور قبول اعمال سے (جس طرح کسٹم سے چھوٹ کر آدمی اپنے اندر فرحت محسوس کرتا ہے)

مَرْضِيَّةٌ: اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے۔ تفسیر روح المعانی میں اس مقام پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ بندہ کی رضا کو کیوں مقدم کیا گیا؟ تو جواب یہ دیا ہے کہ یہ ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہے اور یہ آیت تحریر فرمائی ہے "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ" اللہ تعالیٰ کی رضا ہر شے سے بڑی نعمت ہے۔

احقر کے قلب میں بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ایک بات اور آئی ہے وہ یہ کہ جنت کی تمام نعمتوں سے بھی زیادہ عاشقوں کو اس بات سے زیادہ خوشی ہوگی کہ ہمارا مالک بھی ہم سے راضی اور خوش ہے کیونکہ کریم مالک کبھی کسی درجہ ناراضگی کے باوجود اپنے کرم سے کچھ دے دیا کرتا ہے، لیکن عشاق کو یہ غم کھا جاتا کہ نہ جانے ہمارا مالک خوش بھی ہے یا نہیں۔ بس اپنی رضا سے مطلع فرما کر جنت کو سو جنت بنا دیا۔

{فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَاَدْخُلِي جَنَّتِي ۝}

[سورۃ الفجر، آیات: ۲۹-۳۰]

داخل ہو جا میرے خاص بندوں میں "فِي زُمْرَةِ عِبَادِي الصَّالِحِينَ الْبُخْلِصِينَ لِي"۔ اس آیت میں اشارہ ہے روحانی سرور اور سعادتِ روحانی کی طرف کیونکہ نیک ساتھی سے روح کو کمال اُنس اور فرحت عطا ہوتی ہے اور جسمانی فرحت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جنت میں داخل ہو جا اور نعمتوں سے استفادہ کر۔ (روح المعانی) میرے مرشد شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت اور معیت جنت سے بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ صالحین کے ساتھ الحاق کو پہلے بیان فرمایا اور جنت کو بعد میں اور عقلاً بھی یہ بات واضح ہے کہ مکیں افضل ہوتا ہے مکان سے۔ اس موقع پر احقر کو



اپنا ایک شعر فارسی کا یاد آیا۔

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقاں آید  
ہمیں بینم کہ جنت برز میں از آسماں آید  
ترجمہ: جب کسی عاشقِ حق اللہ والے کی صحبت مل جاتی ہے تو ایسا لطف محسوس  
ہوتا ہے کہ گویا جنت آسمان سے زمین پر اتر آئی ہے۔

اللہ والوں کی شان میں احقر کے دو شعر۔

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا

ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب

ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

میرے مرشد حضرت شاہ عبدالغنی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعی فرمایا  
کرتے تھے کہ جب سے یہ خبر ملی ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی تو  
جنت کا شوق اور بڑھ گیا۔ جب محبت ہوتی ہے تو ملاقات کا لطف یہ ہوتا ہے جس  
کو حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پیش ما باشی کہ بخت ما بود

جان ما از وصل تو صد جاں شود

ترجمہ: اے دوست! آپ میرے سا۔ منہ رہیں تو میری خوش قسمتی ہوگی کہ  
آپ کی ملاقات سے میری جان خوشی سے سو جان معلوم ہوتی ہے۔

کوئی جلا بھنا سوختہ جان اللہ تعالیٰ کا سچا عاشق اگر مل جاوے تو اس کی

صحبت میں کیا مزہ ملتا ہے۔

عشق مولیٰ در بیانت یا فتم

جان صد مجنوں بجان یا فتم

(اختر)



الحمد للہ! قرآن پاک میں نفس کے پانچ اقسام اتارہ، لوامہ، مطمئنہ،  
راضیہ، مرضیہ کی تفسیر حق تعالیٰ کے فضل سے مختصر انداز میں ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی  
رحمت سے اس مقالہ کو شرف قبول عطا فرمائیں، آمین۔

محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

## وصیت نامہ برائے اولادِ نسبتی و احبابِ خصوصی

از: محمد اختر عفا اللہ عنہ

(۱) ... دنیا میں اپنے کو مسافر سمجھئے اور پردیس کی کمائی وطنِ آخرت بذریعہ  
عبادات بھیجتے رہیے۔

(۲) ... ہر روز موت کا استحضار اور دھیان رکھیے۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت  
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے  
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضاء  
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

(۳) ... نماز پنجگانہ باجماعت کا اہتمام رکھیے اور حالتِ نماز میں نماز کی سنتوں

کی پابندی کیجیے اور خارجِ صلوة بھی سننِ عادیہ اور ادعیہ مسنونہ کا اہتمام رکھیے۔

(۴) ... بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب سورہ اخلاص، سورہ فلق، سورہ ناس تین

تین مرتبہ پڑھنے کا معمول بنائیے۔ بشارت حدیث کے مطابق تمام مخلوق کے

شر سے حفاظت رہے گی۔

(۵) ... گاہ گاہ قبرستان میں حاضر ہو کر دل میں آخرت کی یاد بٹھائیے اور

دنیاے فانی کا تماشہ دیکھ کر عبرت حاصل کیجیے۔



کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا  
مُشْتَنِّ بدن تھا مُبَيِّضُ کفن تھا  
جو قبر کہن اُن کی اُکھڑی تو دیکھا  
نہ تارِ کفن تھا نہ عضوِ بدن تھا

(۶) ... ہر روز قرآن شریف کی تلاوت کا معمول بنائیں اور کسی قاری صاحب  
سے قرآن شریف کے حروف کی صحت کی مشق بھی کیجیے۔ قرآن شریف کے چار  
حقوق ہمیشہ یاد رکھیں۔ محبت، عظمت، تلاوتِ صحیحہ، احکام کی متابعت۔  
(۷) ... اپنے گھروں میں بے پردگی، تصویر، ٹیلی ویژن، گانا بجانا ہرگز قریب  
نہ آنے دیں۔

(۸) ... اکابر میں سے جس سے مناسبت ہو ان سے اصلاحِ نفس کا تعلق بھی  
کر لیں اور گاہ گاہ ان کی صحبت میں حاضری دینے کا اہتمام بھی رکھیں اور ان سے  
پوچھ کر تھوڑی دیر ہر روز ذکر اللہ بھی کر لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ  
سے محبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہایت محبت سے لیں۔

(۹) ... تمام گناہوں سے حفاظت کا اہتمام رکھیں۔ بالخصوص بد نظری، غیبت  
اور بدگمانی سے۔ اگر کبھی خطا ہو جائے تو دو رکعتِ صلوٰۃ توبہ پڑھ کر نہایت  
ندامت اور اشکبار آنکھوں سے استغفار اور توبہ کریں۔ روح المعانی، پارہ: ۳،  
تفسیر سورہ قدر میں حدیثِ قدسی منقول ہے:

((لَا نَبِيَّ الْمُنْذِرِينَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِينَ))

(روح المعانی، ج: ۳۰، ص: ۱۹۶)

یعنی گنہگاروں کا گریہ ندامت تسبیح پڑھنے والوں کی آوازوں سے اللہ تعالیٰ کے  
نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

(۱۰) ... حقوق العباد کی کوتاہیوں کو اہل حقوق سے معاف کرائیں اور اگر مالی



حقوق ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر کریں۔

(۱۱) ... کوئی بھی پریشانی یا حاجت پیش آئے دن میں کئی بار صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے الحاج سے مانگنے کا معمول بنائیں اور احباب صالحین سے بھی دعا کی گزارش کریں اور کبھی کبھی دو رکعات صلوٰۃ حاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی اصلاح کی درخواست کریں اور اس کی محبت طلب کریں اور یہ شعر پڑھیں۔

کوئی تجھ سے کوئی کچھ مانگتا ہے

الہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

تجھی کو جو یاں جلوہ فرمانہ دیکھا

برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

(۱۲) ... کسی کا قرض یا کسی کی امانت ہو، تاریخ کے ساتھ نوٹ بک پر تحریر کر لیں اور اپنے حافظہ پر بھروسہ نہ کریں اور اس مقام پر اپنے دستخط بھی کر دیں۔

(۱۳) ... ہر روز تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ شَرِيفٌ اور سورۃ یسین پڑھ کر اپنے والدین، اساتذہ اور مشائخ اور تمام امت مسلمہ کو ایصالِ ثواب کریں۔ اور تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ شَرِيفٌ اور اڈل و آخرتین تین بار درود شریف پڑھ کر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کریں۔

(۱۴) ... اپنی ذات سے کسی مخلوق کو اذیت نہ پہنچائیں۔ یہاں تک کہ چیونٹی پر بھی پاؤں جان بوجھ کر نہ رکھیں۔ چیونٹی پر پاؤں رکھنا ایسا ہے جیسے کسی انسان پر ہاتھی پاؤں رکھ دے۔ مخلوق کو اذیت دینے والا رجسٹرا برابر سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ نے ابرار کی تفسیر میں فرمایا۔ ابرار وہ ہیں جو نہیں دیتے ہیں اذیت چیونٹیوں کو بھی اور نہیں راضی ہوتے شر سے۔ یہ بات علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں لکھی ہے۔



(۱۵) ... مخلوقِ خدا کی تکلیف کو دیکھ کر اگر کچھ مدد نہ کر سکیں تو دعا ضرور کریں اور ہمیشہ مخلوقِ خدا پر رقیق القلب، رحیم المزاج، حلیم الطبع رہیں۔ اور اولاد کی تربیت میں اکابر سے مشورہ لیتے رہیں اور تدبیر سے زیادہ دعا کا اہتمام رکھیں اور اکابر سے بھی دعا کراتے رہیں۔

(۱۶) ... ایک مشیت شرعی ڈاڑھی کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ اس سے کم رکھنے والا دائرہ فسق سے خارج نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پائجامہ یا لنگی ٹخنہ سے نیچے ہرگز نہ کریں۔ سر پر انگریزی بال ہرگز نہ رکھیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَانِي إِلَّا الْبُجَاهِرِينَ))

(الجامع الصغير، ج: ۲، ص: ۹۱)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا ہر امتی قابلِ معافی ہے سوائے اُن لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔ مذکورہ وضع شرعی کے خلاف رہنا اپنے گناہوں کا کھلم کھلا اعلان ہے۔

(۱۷) ... جس شہر یا گاؤں میں میرا انتقال ہو اسی شہر یا گاؤں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ غسل دیتے وقت ناف سے گھٹنے تک پردہ کا اہتمام کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں طرف سے دو آدمی چادر کو کھینچ کر جسم سے ذرا اونچا پکڑے رہیں۔

(۱۸) ... جنازہ میں شرکت کے لیے کسی کا انتظار نہ کیا جائے۔ جتنے افراد آسانی سے موجود ہوں نماز جنازہ پڑھ کر جلد از جلد قبرستان پہنچانے کی کوشش کریں۔

(۱۹) ... منہ دکھانے کی رسم سے احتیاط کریں۔

(۲۰) ... قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رو لٹا دیا جائے اس طرح کہ پورا سینہ قبلہ کی طرف ہو، میت کو سیدھا لٹا کر صرف چہرہ کو قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط ہے۔



(۲۱)... ایصالِ ثواب کے لیے کوئی اجتماع نہ کیا جائے۔ احباب اپنی اپنی جگہ پر حسب توفیق ایصالِ ثواب کریں۔ (بدنی طور پر یا مالی طور پر)  
 (۲۲)... ہر روز میرے لیے میرے جملہ احباب کم از کم تین بار قُلْ هُوَ اللهُ شَرِيفٌ پڑھ کر احقر کو بخش دیا کریں۔

فَجَزَاهُمْ اللهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّبِيحُ الْعَلِيمُ

مؤمن کی استقامت پر انعاماتِ الہیہ

قرآن مجید کی روشنی میں

از افادات: عارف باللہ حضرت اقدس حضرت مولانا شاہ

حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ترتیب و تحریر: محمد اسماعیل (فرانسیسی ری یونین)

فاضل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ضلع سورت (ہند)

{إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا}

[سورۃ فصلت آیت: ۳۰]

تَرْجَمًا: جن لوگوں نے دل سے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب حقیقی صرف اللہ ہے۔ پھر اس پر مستقیم رہے۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار کی بد حالی و بدم آلی کا ذکر فرمایا۔ اب اس آیت میں مؤمنین کا حسن مآل و حسن حال کا ذکر فرمایا۔ اور پھر اخلاق و اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی جس سے ان کی خوشحالی و نیک مآلی میں ترقی ہو۔ (بیان القرآن)

میرے استاذ محترم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملہ کو جملہ اسمیہ سے فرمایا۔ اس کی وجہ یہ



ہے کہ جملہ اسمیہ دوام پر دلالت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں اشارہ فرمایا کہ مؤمنین کی شان یہ ہے کہ اس جملہ کو کہنے کے بعد اس پر قائم و دائم رہیں۔ یعنی اسلوب بیان کی بلاغت میں ترغیب استقامت موجود ہے۔

**اِسْتَقَامُوا كى تفسیر:** علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ استقامت سے مراد ”اَلَا عِتْدَالَ وَعَدَمُ الزَّيْغِ وَالْاِنْجِرَافِ عَنِ الْحَقِّ“ یعنی میانہ روی اختیار کرنا اور حق سے انحراف نہ ہو خواہ اعتقاد میں یا اخلاق میں یا اعمال میں۔ اسی وجہ سے حق کے راستہ کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں کہ وہ ایسا راستہ ہے جو اپنے سالک کو مطلوب تک پہنچاتا ہے۔ پس اس لفظ مختصر میں جمیع شرائع شامل ہیں۔ یعنی امتثال اوامر واجتناب عن المعصیات علی سبیل الدوام والثبات، یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کا بجالانا اور معاصی سے پرہیز کرنا دائمی طور پر اور گناہ کے صادر ہونے کے بعد استغفار و توبہ کرنے کا التزام دوام کے خلاف نہیں ہے یعنی خطاؤں کی تلافی کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے جب سفیان بن عبد اللہ الثقفی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سے پوچھا: ”قُلْ لِي فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْأَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ“ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو اسلام کے بارے میں ایک ایسی بات بتا دیجیے کہ کبھی بھی آپ کے بعد کسی سے سوال نہ کروں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ”قُلْ اَمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اِسْتَقِمَّ“ یعنی کہو کہ میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر پھر اس پر مستقیم رہو۔

اس حدیث کے ذیل میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مرقاۃ میں لکھا ہے کہ: ”هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ الشَّامِلِ لِأُصُولِ الْاِسْلَامِ الَّتِي هِيَ التَّوْحِيدُ وَالطَّاعَةُ“ یعنی یہ حدیث جوامع کلم ہے جو اسلام کے اصول کو مشتمل ہے اور اسلام کے اصول توحید و طاعت ہیں۔ پس



اس حدیث میں اعمالِ قلوب اور قلوب دونوں داخل ہیں۔

صوفیہ فرماتے ہیں: ”الْإِسْتِقَامَةُ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ كَرَامَةٍ“ یعنی

استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔ (مرقاۃ، جلد: ۱، صفحہ: ۸۴)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ”الْإِسْتِقَامَةُ عَلَى الصِّرَاطِ فِي

الدُّنْيَا صَعْبٌ كَالْبُرُورِ عَلَى صِرَاطِ جَهَنَّمَ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا أَذْقُ مِنَ

الشَّعْرِ وَأَحَدٌ مِنَ السَّيْفِ“ یعنی استقامت دنیا میں ایسا مشکل امر ہے۔ جیسے

کہ پلِ صراط پر گزرنا اور یہ دونوں بال سے بھی باریک اور تلوار سے بھی تیز

ہیں۔ تو جو بھی اس دنیا میں اس پر چلے گا تو بدرجہ اولیٰ وہ پلِ صراط پر چل سکے گا

کیونکہ مشق کرنے کے بعد کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ بالا)

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ: ”الْإِسْتِقَامَةُ لَا تُتَصَوَّرُ

بِدُونِ فَنَاءِ الْقَلْبِ وَالنَّفْسِ وَحُصُولِ الْبَعْرِفَةِ بِاللَّهِ“ یعنی استقامت کا

تصور نہیں ہو سکتا جب تک قلب اور نفس کی خواہشاتِ ممنوعہ غیر شرعیہ کو فنا نہ کرے

اور معرفتِ الہی حاصل نہ کرے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی

تلاوت فرماتے تھے تو فرمایا کرتے تھے: ”اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا، فَارْزُقْنَا

الْإِسْتِقَامَةَ“ یعنی اے اللہ! تو ہمارا رب ہے مجھے استقامت نصیب

فرمادے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رئیس الصوفیہ تھے۔ ان کو حضرت

انس رضی اللہ عنہ یا مولانا الحسن سے خطاب فرماتے تھے۔ ان کا تابعین

میں بہت اونچا مقام تھا۔ ایک سو بیس صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔

{تَنْزَلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا يَخٰفُوْا وَاَلَّا يَحْزَنُوْا}

[سورۃ فصلت آیت: ۳۰]

تَرْجَمًا: فرشتے ان پر اتریں گے اور خوشخبری دیں گے کہ نہ اندیشہ کرو اور نہ



رنج کرو۔

ملائکہ کب اترتے ہیں؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے حضرت زید بن اسلم کے حوالہ سے کہ تین وقتوں میں فرشتے اترتے ہیں۔ مرتے وقت، پھر قبر میں، پھر بعثت کے وقت۔ آگے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تین مواقع کے علاوہ دوسرے مواقع میں بھی اترتے ہیں ملائکہ ان مواقع میں مؤمنین سے فرمائیں گے: ”لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا“ یعنی نہ اندیشہ کرو مستقبل کا اور نہ غم کرو ماضی کا۔

### خوف اور حزن کی تعریف

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ: ”الْخَوْفُ عِبَارَةٌ عَنْ تَأَلُّمِ الْقَلْبِ بِسَبَبِ تَوَقُّعِ حُصُولِ مَضَرَّةٍ فِي الْمُسْتَقْبَلِ“ یعنی خوف نام ہے کہ دل کو تکلیف ہو آئندہ کے مضرات کے اندیشے سے۔ ”الْحُزْنُ عِبَارَةٌ عَنْ تَأَلُّمِ الْقَلْبِ بِسَبَبِ فَوْتِ نَفْعٍ كَانَ مَوْجُودًا فِي الْهَاضِمِ“ یعنی حزن قلب کی اس بے چینی کا نام ہے جو کسی نفع کے فوت ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی چونکہ مال اور اولاد سے آدمی کو بہت خوشی ہوتی ہے اب اس کے چھوٹنے کا غم ہوتا ہے۔

اب اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم آخرت کی آنے والی ہولناکیوں سے اندیشہ نہ کرو اور نہ دنیا کے مال و اولاد کے چھوٹنے پر رنج کرو کیونکہ آگے تمہارے لیے امن ہے مستقبل کے خطرات سے اور نعم البدل ہے ماضی کے تمام مافات سے۔

نعم البدل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ”أَبَشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ“ یعنی تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا دنیا



میں رسولوں کی زبان پر۔ (بیان القرآن)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مؤمن موت کے وقت اور قبر میں اور بعثت کے وقت احوال اور فزع شدید سے نہیں گھبرائے گا بلکہ امن القلب اور ساکن الصدر رہے گا۔ یعنی اطمینان اور سکون سے رہے گا۔

میرے استاذ محترم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لَا تَخَافُوا کو مقدم فرمایا اور لَا تَحْزَنُوا کو مؤخر یعنی مستقبل کی مصیبت سے نجات کو مقدم فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ مستقبل کے خطرات کی زیادہ فکر رہتی ہے تو اس ترتیب میں رعایت فطرتِ انسانیہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں جہنم کا بھی ذکر نہیں فرمایا حالانکہ نعم البدل جنت کا ذکر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کبھی ایک لفظ سے بھی گھبرا جاتا ہے باوجود اس کے کہ اُس کو امن کی خوشخبری دی گئی۔ جیسے کہ کوئی میزبان کہے مہمان سے کہ آپ تشریف لائیے، اچھے اچھے کھانے کھلائیں گے اور آپ کی سابقہ خطاؤں پر آپ کی پٹائی نہ کریں گے تو اس عنوان سے وحشت اور کلفت ہوگی چونکہ حق تعالیٰ کریم میزبان ہیں اس لیے ”لَا تَخَافُوا مِنْ جَهَنَّمَ“ نہیں فرمایا۔ سزا کا ذکر ہی نہیں فرمایا اور جنت سے مسرور فرمایا۔ قرآن پاک کی اس بلاغت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے:

{مَنْ أَوْلِيُوكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ}

[سورۃ فصلت آیت: ۳۱]

تَرْجَمًا: ہم تمہارے رفیق تھے دنیا میں اور آخرت میں بھی رہیں گے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اولیاء کم فی الدنیا یعنی دنیا میں دوستی سے مراد ”أَعْوَانُكُمْ فِي أُمُورِكُمْ، وَنُلْهُمُكُمْ الْحَقَّ، وَنُرْشِدُكُمْ إِلَى مَا فِيهِ خَيْرٌكُمْ وَصَلَاحُكُمْ“ ہم تمہارے مددگار تھے دنیا میں اور حق کا الہام



کرتے تھے اور تمہاری رہنمائی کرتے تھے ان چیزوں کی طرف جن میں تمہارے لیے خیر اور بھلائی تھی۔ اور اولیاء کم فی الاخرة یعنی آخرت میں دوستی سے مراد ”نُؤْمِدُكُمْ بِالشَّفَاعَةِ“ کہ ہم تمہارے لیے شفاعت کریں گے اور ”يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ الْخ“ یعنی فرشتے ہر دروازے سے داخل ہو جائیں گے اور سلام سلام کہیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ملائکہ مؤمنین کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ حدیث کا مفہوم ہے کہ اگر انسان کی حفاظت پر فرشتے مقرر نہ ہوتے تو انسان ختم ہو گیا ہوتا جنات وغیرہ کے شرور سے اور ان کی ایذا رسانی سے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے کہ مصائب اور حوادث میں مؤمن کو صبر کی طاقت اور سکینہ کا محسوس ہونا ملائکہ ہی کا فیض ہے۔ آج کل پوری دنیا میں ہم سنتے رہتے ہیں کہ امریکا، فرانس وغیرہ میں جب لوگ زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں یا حوادث عظیمہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو خودکشی کرتے ہیں، لیکن ان ظالموں کو خبر نہیں کہ۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اور عجیب بات یہ ہے کہ اب تک کسی نے نہیں سنا کہ کسی بزرگ یا متقی نے مایوسی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے خودکشی کر لی ہو۔ راز اس میں یہ ہے کہ مصائب اور حوادث کے وقت میں ملائکہ ان بزرگوں کے دلوں کو سہارا و سکون دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر سکینہ نازل فرماتا ہے جس کی وجہ سے ان کو اس حالت میں بھی سکون رہتا ہے جس طرح واٹر پروف گھڑی پانی میں ڈال دی جائے تو پانی اس کے اندر نہیں جاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کو



غم پر فکرت کر دیتا ہے اور خود کشی کے جرمِ عظیم سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ سکینہ کا نزول اور ملائکہ کا فیض اس وقت ہوگا جبکہ آسمان کے مالک کو خوش رکھا جائے، اس لیے کہ یہ دونوں نعمتیں آسمان سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی سکینہ سکینہ آسمان سے اترتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سکینہ نہیں اترتا مگر انبیاء اور اولیاء کے قلوب پر، یہ مضمون اس آیت کی تفسیر میں ہے: ”هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ“ (روح المعانی)

{وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ}

[سورۃ فصلت آیت: ۳۱]

تَرْجَمًا: تمہارے لیے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا راجی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لیے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ (بیان القرآن)

## تَشْتَهُى اور تَدْعُونَ میں فرق

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ”بَيْنَهُمَا عُمُومٌ وَخُصُوصٌ مِنْ وَجْهِ إِذْ قَدْ يَشْتَهُى الْبَرُّ مَا لَا يَطْلُبُهُ كَالْبَرِيضِ يَشْتَهُى مَا يَضُرُّهُ وَلَا يَرِيدُهُ“ یعنی ان دونوں کے درمیان میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ کبھی آدمی کسی چیز کی خواہش کرتا ہے لیکن طلب نہیں کرتا ہے۔ جیسے کہ مریض خواہش کرتا ہے اس چیز کی جو اس کو نقصان پہنچاتی ہے لیکن طلب نہیں کرتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جنت میں طلب اضطراری ہو یا اختیاری دونوں علی السواء پوری ہوں گی۔ (بیان القرآن)

یعنی قلب کی خواہش پوری ہوگی اور زبان سے درخواست والی خواہش بھی پوری ہوگی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:



((عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ: - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِنَّكَ لَتَنْظُرُ إِلَى الطَّيْرِ فِي الْجَنَّةِ، فَتَشْتَهِيهِ،

فَيَخْرُبُ بَيْنَ يَدَيْكَ مَشُورِيًّا))

(المغنى عن حمل الاسفار)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اگر کسی پرندہ کو اڑتے ہوئے دیکھو گے اور تمہارا جی چاہتا ہے کہ اس کو کھالوں تو فوراً تمہارے سامنے بھنا ہوا اور گرم گرم گر جائے گا۔

دوسری حدیث میں ہے:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَبَنَّى الْوَلَدَ، فَيَكُونُ حَمْلُهُ وَرِضَاعُهُ وَفِطَامُهُ وَشِبَابُهُ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ))

(التفسير المظهری، ج: ۸-۷، ص: ۲۹۳)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل جنت ولد کی تمنا کرے گا تو ایک ہی وقت میں حمل اور پھر وضع حمل پھر دودھ پینا پھر دودھ چھوڑنا پھر جوان ہونا سب علی الفور ہو جاوے گا۔

{نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ}

[سورة فصلت آیت: ۳۲]

ترجمہ: یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے۔

یعنی یہ نعمتیں اکرام کے ساتھ ملیں گی جس طرح مہمان کو ملتی ہیں۔ غفور کے بعد رحیم لا کر اس طرف اشارہ ہے کہ یہ نعم البدل تمہارے اعمال کے بدلہ میں نہیں ہے بلکہ شانِ رحمت الہی کی وجہ سے ہے اور کس طرح ہمارے اعمال جنت کا بدلہ و جزاء ہو سکتے ہیں کیونکہ ہمارے اعمال محدود عمر کے ہیں اور جنت میں ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ نعم البدل حقیقت میں



عطا ہے رب العالمین کی طرف سے۔ جیسے کہ دوسری آیت میں مصرح ہے  
 ”جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا“ یہ جزاء تمہارے رب کی طرف سے ہے مگر  
 حقیقت یہ عطاء ہے۔ ان دو صفت غفور اور رحیم کی شان سے اپنے بندوں کی  
 ندامت بھی دور کرنا ہے تاکہ خوب لطف لے کر جنت کی نعمتیں استعمال کریں اور  
 اپنی خطاؤں کو یاد کر کے غمگین اور شرمندہ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس  
 مقالہ کو شرف قبول عطا فرمائیں، آمین۔

## مجاہدہ کا مفہوم اور اس کے ثمرات

قرآن پاک کی روشنی میں

ازافادات: استاذی المحترم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

مرتبہ: اسماعیل فرانسینی

{وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ}

[سورة العنكبوت، آیت: ۶۹]

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے  
 قرب و ثواب (یعنی جنت) کے راستے ضرور دکھائیں گے جس سے وہ جنت میں  
 جا پہنچیں گے۔ (بیان القرآن)

**مجاہدہ کی تحقیق:** مجاہدہ جہد سے مأخوذ ہے جس کا معنی ہے کوشش  
 کرنا اور اپنی طاقت کو خرچ کرنا۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف  
 علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدہ کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ ترک معاصی اور  
 تقلیل مباحات۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے۔

پہنچنے میں ہوگی جو بے حد مشقت

تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی



## وَالَّذِينَ جَاهَدُوا كِتَابًا

”الَّذِينَ جَاهَدُوا كِتَابًا وَطَقَّتْهُمُ فِي مُحَارَبَةِ الْكُفَّارِ  
وَمُخَالَفَةِ النَّفْسِ وَالْهَوَىٰ“ یعنی وہ لوگ ہیں جو اپنی کوشش اور طاقت کو کفار اور  
نفس اور خواہشات غیر شرعیہ کی مخالفت میں خرچ کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا  
کہ جہاد کی دو قسم ہیں۔ ایک قسم کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور دوسری قسم اپنے نفس  
کے ساتھ جہاد کرنا۔ (تفسیر مظہری، جلد: ۷، صفحہ: ۲۱۶)

### نفس کے ساتھ جہاد، جہاد اکبر ہے

ان دونوں میں سے نفس کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اکبر ہے اور کفار کے  
ساتھ جہاد جہاد اصغر ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے  
حضرت جابر سے:

((قَدِمَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ غَزَاةٍ فَقَالَ: - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ - قَدِمْتُمْ خَيْرَ مَقَدِمٍ وَقَدِمْتُمْ مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ  
الْأَكْبَرِ قَالُوا: وَمَا الْجِهَادُ الْأَكْبَرُ؟ قَالَ: مُجَاهَدَةُ الْعَبْدِ هَوَاهُ))

(الجامع الصغير، ج: ۲، ص: ۸۵)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کسی غزوہ کی واپسی  
میں فرمایا کہ آپ لوگ جہاد اصغر سے فارغ ہو کر جہاد اکبر کی طرف آئے ہیں۔  
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ جہاد اکبر سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ بندے کا جہاد کرنا اپنے نفس کے ساتھ۔

میرے استاذ محترم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم  
نے فرمایا کہ نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر اس لیے فرمایا کہ کفار کے  
ساتھ جہاد کرنے کی صورت میں تلوار صرف اعضاء پر پڑتی ہے اور یہ جہاد صرف



میدانِ جنگ میں پایا جاتا ہے بخلاف نفس کے ساتھ جہاد میں دل پر تلوار چلتی ہے جو بادشاہ ہے تمام اعضاء کا اور یہ تلوار دل پر ہر وقت چلتی ہے، اس لیے کہ نفس انسان کو لیے ہوئے پھرتا ہے اور گناہ کا تقاضا ہر وقت انسان کو ہوتا ہے۔ کیا خوب فرمایا ہے عارف باللہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس میں مجاہدہ کی حقیقت خوب واضح فرمائی ہے۔

ہے شوق و ضبط شوق میں دن رات کشمکش  
دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کیے ہوئے  
نہ چت کر سکے نفس کے پہلوواں کو  
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے  
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی  
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے  
جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی  
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے  
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے  
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

### نفس کی تین جامع تعریفیں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب روح المعانی میں لکھا ہے:

(۱)... النَّفْسُ كُلُّهَا ظُلْمَةٌ وَسِرَّاجُهَا التَّوْفِيقُ یعنی نفس تمام کا تمام ظلمت

ہے اور اس کا چراغ توفیق الہی ہے۔

اور توفیق کسے کہتے ہیں؟ مولانا اعزاز علی صاحب استاذ فقہ و ادب

دارالعلوم دیوبند نے تین طرح سے فرمائی ہے:



## توفیق کی تین تعریف

(۱) ... تَوْجِيهٗ الْأَسْبَابِ نَحْوَ الْمَطْلُوبِ الْحَيْرِ لِعِنَى اسْبَابٍ كَوْمَتَوْجِهٍ كَرْدِينَا  
مطلوب خیر کی طرف۔

(۲) ... تَسْهِيْلُ طَرِيْقِ الْحَيْرِ وَتَسْدِيْدُ طَرِيْقِ الشَّرِّ لِعِنَى خَيْرِ كَرْدِينَا  
آسان کر دینا اور شر کے راستے کو بند کر دینا۔

(۳) ... خَلْقُ الْقُدْرَةِ عَلَى الطَّاعَةِ لِعِنَى طَاعَتِ كَرْدِينَا  
کردینا۔

(۲) ... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مرقاۃ میں لکھا ہے کہ:  
”الْجَسَدُ كَثِيْفٌ، وَالرُّوْحُ لَطِيْفٌ، وَالنَّفْسُ مُتَوَسِّطَةٌ بَيْنَهُمَا، وَتَكُوْنُ  
النَّفْسُ لَطِيْفَةً بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ لِعِنَى انْسَانِ كَرْدِينَا  
لطیف ہے اور نفس ان دونوں کے درمیان ہے اور نفس اعمالِ صالحہ کی وجہ سے  
لطیف ہو جاتا ہے۔

(۳) ... سب سے آسان اور بہترین تعریف حکیم الامت مجدد الملت حضرت  
مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ نفس  
مرغوباتِ طبعیہ غیر شرعیہ کو کہتے ہیں۔

## فینا کی تفسیر

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تفسیر مظہری  
میں اس کی چار عمدہ تفسیریں تحریر فرمائی ہیں:

(۱) ... فِي ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا لِعِنَى وَهِيَ لَوْ كَفَارٍ أَوْ نَفْسٍ كَرْدِينَا  
ہیں اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اخلاص کے ساتھ، نہ کہ



دوسروں کو دکھانے کے لیے۔

(۲) ... فِي نُصْرَةِ دِينِنَا یعنی ہمارے دین کی نصرت میں مشقت برداشت کرتے ہیں۔

(۳) ... فِي امْتِثَالِ اَوْامِرِنَا یعنی ہمارے حکموں کو بجالانے میں کوشش کرتے ہیں۔

(۴) ... فِي الْاِنْتِهَاءِ عَنْ مَنَاهِينِنَا یعنی ہمارے حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنے کی کلفت برداشت کرتے ہیں۔

ان چار ستونوں پر جہاد فی سبیل اللہ کی عمارت ہے۔  
بہت گولو لے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں  
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

## لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ”أَمْي سُبُلِ السَّيْرِ اِلَيْنَا وَالْوُصُولِ اِلَى جَانِبِنَا بِلَا كَيْفٍ“ یعنی ہم ان کو ایسا راستہ دکھائیں گے جو ہم تک پہنچاتا ہے اور ہماری بارگاہ تک، لیکن یہ ایسا راستہ ہے جس کی تول ناپ ممکن نہیں ہے یعنی بلا کیف و کم ہے اور صرف اہل بصائر کی بصیرت ہی اس کا ادراک کر سکتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے ”وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِي مَا عَلِمُوا لَنَهْدِيَنَّهُمْ اِلَى مَا لَمْ يَعْلَمُوا“ یعنی وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ان چیزوں میں جو وہ جانتے ہیں تو ہم ان کو وہ چیزیں دکھائیں گے جن کا ان کو پتہ نہیں ہے۔ بعض روایات میں بھی اسی قسم کا مضمون وارد ہے کہ:



((مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا مَا لَمْ يَعْلَمْ))

(المغنی عن حمل الاسفار)

یعنی جو اپنے علم پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسا علم عطا کرے گا جس کو اس نے سیکھا نہیں۔

{وَإِنَّ اللَّهَ لَبَعَّ الْمُحْسِنِينَ}

تَرْجَمًا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت ایسے خلوص والوں کے ساتھ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے۔ (بیان القرآن)

معیتِ الہی سے مراد نصرت اور معاونت ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: "مَنْ جَاهَدًا بِكَلْبِيَّتِهِ وَشَرَّ اشْرِهِ فِي ذَاتِهِ عَزَّ وَجَلَّ تَجَلَّى لَهُ الرَّبُّ عَزَّ اسْمُهُ الْجَامِعُ فِي صِفَةِ النُّصْرَةِ وَالْإِعَانَةِ تَجَلِّيًا تَامًّا" یعنی جو کلی طور پر مجاہدہ کرتا ہے اور مجاہدہ کرتے کرتے جان کی بازی لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تجلی تامہ اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔

تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ: "قَالَتِ الصُّوفِيَّةُ: "إِنَّ اللَّهَ لَبَعَّ الْمُحْسِنِينَ" مَعِيَّةً غَيْرَ مُتَكَيِّفَةٍ يُدْرِكُهَا بَصَائِرُ أَهْلِ الْبَصَارَةِ" یعنی صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ایسی چیز ہے جو غیر متکلیفہ ہے (یعنی جس کی ناپ تول ممکن نہیں ہے) جس کا صرف اہل بصیرت ہی ادراک کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ مولانا روم نے فرمایا ہے۔

اتصالے بے تکلیف بے قیاس

ہست رب الناس باجان ناس

فائدہ: مجاہدہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مخلصین کا درجہ دیا ہے اور نفس کے ساتھ اپنی معیت اور نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ میں وارد ہے۔ پہلے مجاہدہ کا ذکر پھر خوشخبری معیتِ حق کی۔



مُحْسِنِينَ کا ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے  
مخلصین فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو لوگ صرف وظائف پڑھتے ہیں اور گناہ  
ترک کرنے کا مجاہدہ نہیں کرتے بلکہ مجاہدوں سے بھاگتے ہیں یہ سالکین مخلصین  
نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ وہی کہلائے گا جو رضاء حق کے لیے  
تکالیف اٹھائے گا۔

پہنچنے میں ہوگی جو بے حد مشقت  
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی  
سنیں یہ بات میری گوش دل سے جو میں کہتا ہوں  
میں ان پر مر مٹا تب گلشن دل میں بہا آئی

(حضرت مولانا پرتا بگڈھی رحمۃ اللہ علیہ)

ناظرین کرام سے درخواست ہے کہ احقر مؤلف محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ  
عنه کے لیے عافیت دارین اور حسن خاتمہ اور مغفرت بے حساب کی دعا فرمادیں۔

جَزَاكُمْ اللَّهُ تَعَالَى أَحْسَنَ الْجَزَاءِ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

العارض

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنه

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی





## یارب کرم سے اپنے تو دونوں جہان دے

یارب کرم سے اپنے تو دونوں جہان دے  
 جو مستحق غضب کا ہے اس کو امان دے  
 اور اپنے فضل سے مجھے صدقِ لسان دے  
 اور اپنی محبت کی بھی اک خاص شان دے  
 یا رب مجھے زمان اور ایسا مکان دے  
 جس میں تری ہی یاد ہو ایسی ہر آن دے  
 کوئی ہمارے کان میں ایسی فغان دے  
 جس سے ہمارا ہر بن مو تجھ پہ جان دے  
 اور اپنی معرفت کی مجھے ایسی شان دے  
 ہر ذرہ کائنات کا تیرا نشان دے  
 اپنا پتہ دے مجھ کو یوں اپنا نشان دے  
 جاؤں جہاں بھی دل مرا بس تجھ پہ جان دے  
 آہوں کو میرے درد کا وہ ترجمان دے  
 تیرا بیان ہر زماں جس سے زبان دے  
 ہمت کی میری خاک کو وہ آن بان دے  
 دل کو جو میرے شوکت ہفت آسمان دے  
 توفیق کا کرم سے وہ تیر و کمان دے  
 جو ہر عدو سے ہر زماں مجھ کو امان دے  
 مالک مری زباں کو وہ سحر بیان دے  
 جو میری بات سن لے وہ بھی تجھ پہ جان دے  
 اختر کو اپنے غم کی وہ مخمور جان دے  
 جو تیرے درد و غم کا ہمہ سُو بیان دے



# کونوں معرفت

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں  
معرفت اور محبت الہیہ کے بیش بہا علوم کا خزانہ



تالیف:

شیخ العرب والعجم علامہ حضرت مولانا صاحب حکیم علی صاحب دہلوی صاحب کرامت

کتابخانہ مرظہری  
کشمش اقبال لکڑی ۲۷  
پرست کر ۵۳  
فون: ۲۹۹۲۱۵۱